# انوارِ خُلد

## تذکرہ و تعلیمات بزرگان دین دولت آباد، خلد آباد و اورنگ آباد


مصنفہ:

ڈاکٹر مرزا بیگ فرحین جہاں

ایم۔اے۔پی ایچ ڈی (اردو)

پی جی لیکچرار: شعبہ اردو چشتیہ کالج آف آرٹس، خلد آباد، ضلع اورنگ آباد (مہاراشٹر)

ترتیب و تدوین مع مقدمہ:

محمد شفیع الدین شمس الدین

(ایم۔اے۔تاریخ، ایم۔لیب)

لائبریرین: چشتیہ کالج آف آرٹس، خلد آباد، ضلع اورنگ آباد (مہاراشٹر)

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

# انوارِ خُلد

(تذکرہ وتعلیمات بزرگانِ دین دولت آبادٔ خلدآباد واورنگ آباد)


مصنفہ

ڈاکٹر مرزا بیگ فرحین جہاں بنت مرزا صاحب بیگ

پی جی لیکچرر چشتیہ کالج آف آرٹس خلدآباد شریف

ضلع اورنگ آباد۔ (ایم۔ایس)

ترتیب وتدوین مع مقدمہ

محمد شفیع الدین سوداگر مداری صاحب (لائبریرین)

چشتیہ کالج آف آرٹس خلدآباد شریف

نام کتاب: انوارِ خلد (تذکرہ بزرگانِ دین دولت آباد، خلدآباد و اورنگ آباد)

مصنفہ: ڈاکٹر مرزا بیگ فرحین جہاں بنت مرزا صاحب بیگ

کمپیوٹر کتابت: حُور مرزا بیگ (ایم۔اے، بی۔ایڈ)

ترتیب وتدوین:۔ محمد شفیع الدین صاحب سوداگر (لائبریرین چشتیہ کالج آف آرٹس)

کمپوزنگ:۔ سوداگر، گرافیکس روشن گیٹ اورنگ آباد

قیمت:۔ ۵۰۰ روپئے

تعداد:۔ ۵۰۰



صفحات عربی ہندسہ:۔ ۵۷۲

مکمل صفحات:۔ ۶۲۵

سنِ اشاعت:۔ ۲۰۱۴ء

پبلشر:۔ سوداگر پبلیکیشن روشن گیٹ اورنگ آباد۔

مطبع:۔ سائی رتن پریس حیدرآباد۔

(ISBN NO.)978-81-930150-01

## ☆انتساب☆

اِس مقالے کو میں اپنے والد محترم مرزا صاحب بیگ اور والدہ محترمہ مرزا شمیم بانو کی نذر کرتی ہوں جن کی بے پناہ شفقت، محبّت اور عنایت کے سائے میں، میں نے پرورش پائی اور ان کی اُس رہنمائی اور تربیت کے نام جس نے مجھے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے قابل بنایا۔

جذبہ احسان مندی اور بارگاہِ خداوندی میں ان کی صحت اور عافیت کی دُعا کرتی ہوں ان سے زیادہ معتبر رشتہ اِس کائنات میں نہیں۔

☆رَبِّ ارحَمھُمَا کَمَا رَبَّیانِی صَغِرًا☆

''اے میرے رب تو ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ ان دونوں نے مجھے بچپن میں پالا۔''

اِس تحقیقی مقالہ پر مصنفہ کو اکتوبر ۲۰۱۲ء میں
ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر مراٹھواڑہ یونیورسٹی
اورنگ آباد نے پی ایچ' ڈی کی سند تفویض کی۔

☆ترتیب فہرست مضامین☆

ص

## ﴿حرف آغاز﴾

۱۴ویں صدی عیسوی میں زبان اُردو کی تشکیل اس کی ترقی وترویج کے مراحل میں صوفیائے کرام واولیائے عظام کا کافی اہم رول رہا ہے۔اُردو کی ترقی وترویج کے مدارج کو بزرگوں کے ملفوظات کے آئینے میں جانچا و پرکھا جاسکتا ہے۔

زبانِ اُردو کی ترقی وترویج میں جہاں تک سلاطین کا اہم رول ہے وہیں پر صوفیائے کرام کی ادبی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔انھوں نے نہ صرف دینِ اسلام کی اشاعت کی بلکہ عربی وفارسی کو ترک کر کے مقامی زبان استعمال کی اوران کا یہ عمل اُردو زبان کی تشکیل میں معاون ثابت ہوا۔اس بات کا ثبوت ہمیں زبان و ادب کی تاریخی کتابوں کی ورق گردانی سے ملتا ہے۔ ہندوستان کے علاوہ باہر کے ملکوں کے صوفیائے کرام نے یہاں پر سکونت اختیار کی بزرگوں کا تکیہ (قیام گاہ) ہندو، مسلمان، امیر غریب، اعلیٰ ادنیٰ غرض عوام کے ہر طبقے کے لئے کھلا رہتا تھا۔ان بزرگوں نے اپنے مقصد کے حصول کے لئے یہاں کی یعنی دکن کی زبان سیکھی اوراسی عوامی زبان میں رشد وہدایت کی۔

یہ بزرگ اپنے وقت کے جید، عالم فاضل، شاعر وادیب گذرے ہیں۔نو وارد شخص اپنی تہذیب وتمدّن، علم وفن اور خاص کر کے زبان کو ساتھ لے آتا ہے۔ان بزرگوں کی زبان اور یہاں کی عوامی زبان کے تصادم سے ایک نئی زبان جنم لے رہی تھی اور یہی زبان آگے چل کر دکنی کہلائی۔ان صوفیائے کرام کی تہذیب وتمدن، علم و فن اور خرقۂ خلافت کو دیکھ کر کافی لوگ متاثر ہوئے۔اور حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔

یہاں تک کہ ان کے مریدین کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہوتی گئی۔ان اولیائے کرام نے

اپنے مریدوں کی اصلاح و اخلاق کو سنوارنے کے لئے رسائل بھی تحریر کیے جس کی زبان فارسی ہوتی تھی۔ اکثر مریدین اپنے پیر و مرشد کے دہنِ مبارک سے نکلے ہوئے رشد و ہدایات کو قلم بند کرلیا کرتے تھے جو ملفوظاتی ادب کہلاتا ہے۔

اُردو ادب کی تاریخی کتابوں کے مطالعہ سے ہمیں ملفوظاتی ادب کا پتہ چلتا ہے اور اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ کس طرح یہ ملفوظات اُردو کی ابتدائی ترقی و ترویج میں مددگار ثابت ہوئے۔ غرض قابل مریدین نے اپنے پیر و مرشد کے دہنِ مبارک سے نکلے ہوئے بیش قیمت موتیوں کو حوالۂ قلم کیا۔ ملفوظاتی ادب پر ہمیں یوں تو ہندو پاک میں کئی بزرگوں کے ملفوظات دستیاب ہیں۔ اس ادب کا دائرہ کافی وسیع ہے لیکن میرا موضوع

"چودھویں صدی عیسوی کی اہم ملفوظاتی کتابوں و رسائل کے تراجم کا تحقیقی و تجزیاتی جائزہ اورنگ آباد و مضافاتِ اورنگ آباد کے حوالے سے۔" ہے۔

اس مقالہ میں دولت آباد، خلد آباد و اورنگ آباد کے بزرگوں کے ملفوظاتی کتابوں کا تحقیقی و تجزیاتی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ جو ۱۴ ویں صدی عیسوی میں ضبطِ تحریر ہوئے اور جو مترجمہ شکل میں ہیں۔ یہ بات سب جانتے ہیں کہ اُردو ادب کی تاریخ نہایت وسیع ہے۔ اور ادب کے معماروں نے اسے دو حصّوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک شعری ادب اور دوسرا نثری ادب، شعری ادب جس میں غزل، نظم، قصیدہ، مثنوی، مرثیہ، مخمس، مسدس، رباعی

وغیرہ شامل ہیں اور نثری ادب جس میں افسانہ، ناول، داستان، خاکہ، خطوط، سوانح، انشائیہ افسانچہ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ اگر ہم ملفوظاتی ادب کو نثری ادب کا حصّہ قرار دیں تو بے جا نہ ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ شعری و نثری ادب پر کافی تحقیق ہو چکی ہیں اور آئندہ بھی ہوگی۔ لیکن میں نے ۱۴ ویں صدی عیسوی کے اہم ملفوظاتی ادب پر تحقیق کی ہوں جس کا نتیجہ میں نے یہ اخذ کی کہ یہ ملفوظاتی لٹریچر اُردو ادب کا ایک اہم حصّہ قرار دیئے جا سکتے ہیں اور اس بات میں اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اِس موضوع پر تحقیق کرنے کی اہم وجہ یہ ہے کہ یہ وہ ادبی سرمایا ہے جس کی بدولت ہم گذرے ہوئے کل کو دیکھ سکتے ہیں۔ اِن کے مطالعہ سے ہمیں تاریخی، سیاسی، سماجی، معاشرتی، تہذیبی و تمدُّنی زندگی کی جھلکیاں ملتی ہیں کہ اس دور میں نظامِ تعلیم کیا تھا بادشاہوں کا زمانہ کس طرح گذرا ان کے اپنے کیا نظام تھے۔ ان کی اپنی کیا مصروفیات تھی۔ وہ علم وفن کے دلدادہ تھے یا نہیں، اور خاص کر کے زبان وادب کے ترقی و ترویج و تشکیل کے مراحل ہمارے سامنے عیاں ہوتے ہیں جس کا پتہ ہمیں اُردو کی قدیم تاریخی کتابوں کے مطالعہ سے چلتا ہے اور اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ زبان کس طرح اس دور میں ترقی کے مدارج طئے کر رہی تھی۔ اور ان بزرگوں نے کس طرح زبانِ اُردو کی خدمت کی۔ اور اسے وسعت دی۔ زیرِ بحث موضوع سے مجھے بہت دلچسپی ہے اور اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ میں اس روحانی علاقے خُلد آباد سے تعلق رکھتی ہوں جو اپنی پہچان آپ ہے۔

خُلد آباد بزرگوں کا مسکن ہے۔ میں کم سنی سے ہی ان بزرگوں کی خانقاہوں میں جایا کرتی تھی۔ جیسے جیسے شعور بڑھتا گیا میرے ذہن میں بار بار یہی بات آتی

تھی کہ آخر یہ لوگ کون ہو گے؟ کہاں سے آئے ہو گے؟ ایسا کیا، کیا ہو گا کہ ان کو پردہ کیے کافی وقت گذر چکا لیکن آج بھی خلق خُدا ان کی چوکھٹوں پر اپنی پیشانیاں رگڑتی ہیں؟ بڑے پیمانے پر یہاں کے عرس ہوتے ہیں؟ اس کے پیچھے ضرور کوئی خاص وجہ ہو گی رفتہ رفتہ وقت گذرتا گیا اور میرا تجسُس بڑھتا گیا ۱۴ ویں صدی عیسوی کا ملفوظاتی ادب اس لئے اہمیت کا حامل ہے کہ اس وقت اُردو زبان تشکیل کے مراحل سے گزر رہی تھی۔ زبان وادب کے سلسلے میں بزرگانِ دین اور صوفیائے کرام کی خدمات کا ذکر بھی مختلف تاریخی وادبی کتابوں میں میری نظر سے گزرا لہذا اس بات کی خواہش بھی دل میں پیدا ہونے لگی کہ بزرگانِ دین کی کتابوں کا مطالعہ کروں اور اس سلسلے میں اپنے مطالعہ کو وسعت دوں اور آخر میرے قابل اساتذہ نے مجھے اس کام کو کرنے میں میری ہمت افزائی کی اور ہر قدم پر ہر طرح سے میرا ساتھ دیا۔

میں نے اس موضوع پر کام کرنے کے لئے

مجوزہ خاکہ یونیورسٹی میں داخل کیا۔ اور اللہ کا شکر ہے مجھے کام کرنے کی اجازت دی گئی میں ان بزرگوں کی جو ۱۴ ویں صدی عیسوی میں دولت آباد، خلد آباد و اورنگ آباد میں وارد ہوئے تھے سوانح عمری اور زبانِ اُردو کی ترقی و ترویج میں ان کی خدمات کو تلاش کرنے میں مصروف ہو گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج میں ان کی بے لوث خدمات اور ملفوظاتی ادب کو لے کر آپ کے سامنے کھڑی ہوں۔ یہ بزرگ نا صرف دین واسلام کی تلقین کرتے تھے بلکہ اپنے حسن و اخلاق سے عوام کے حسن واخلاق کو سنوارتے تھے۔ یہ بزرگ صرف مجاہدِ دین ہی نہیں تھے بلکہ اپنے وقت کے نامور شاعر وادیب بھی گذرے ہیں۔ ان بزرگوں میں کافی بزرگ صاحبِ کتب نثری وشعری گذرے ہیں ان کی نثری تصانیف تو ملفوظاتی ادب ورسائل ہیں۔ لیکن

شعری تصنیف میں ان بزرگوں کے کئی دواوین بھی ہیں جن میں دیوانِ راجہ، دیوانِ حسنؒ، دیوانِ عین الحیات وغیرہ سرِ فہرست ہیں۔

موضوع منتخب کرنے کی ایک اور خاص وجہ یہ تھی کہ ان بزرگوں کی ادبی خدمات جو گوشۂ گمنامی کے پردے میں تھیں اسے اجاگر کر کے ادبِ اُردو کے صفحۂ قرطاس پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے منوّر کردوں تاکہ آنے والی نسلیں اپنے اسلاف کی خدمات کو کبھی فراموش نا کر سکے۔ میرے مقصد کے حصول میں جن قابل اساتذہ نے میری مدد کی ان میں سرِ فہرست ڈاکٹر مسرّت فردوس صاحبہ اور ڈاکٹر بیگ اختر مرزا سر اور چھوٹے عمّو عبد الحمید صاحب مجاور درگاہ بابا برہان الدین غریبؒ ہیں۔

موضوع کا تعلق ۱۴ ویں صدی عیسوی سے ہے اور آج ہم اکیسوی صدی میں سانس لے رہے ہیں اس لئے مجھے مواد کی فراہمی کے لئے کافی مشکلیں در پیش آئیں۔ لیکن میں ہمّت اور حوصلے سے اپنے کام کو انجام دینے کی کوشش کرتی رہی۔ ہر خانقاہ میں جا کر وہاں کے سجّادوں و خادمین درگاہ سے گفتگو کرتی رہی۔

غرض مقالے کی تکمیل تک مجھے کئی مرحلوں سے گذرنا پڑا اس دوران کئی علمی و ادبی شخصیتوں سے ملاقاتیں ہوئیں اور مشورے حاصل ہوئے۔ اس تحقیقی کام میں مجھے چشتیہ کالج کی لائبریری سے بے حد فائدہ حاصل ہوا یہاں پر تصوف کی بہت ساری کتابیں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں مہاراشٹر اور قرب وجوار کی کئی لائبریریوں اور ریسرچ سینٹر سے کتابیں حاصل ہوئیں۔ لیکن نایاب کتابوں کے لئے مجھے لکھنؤ، ممبئی اور حیدرآباد کا سفر بھی کرنا پڑا۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ، انجمنِ اسلام اُردو ریسرچ سینٹر اور ادارۂ

ادبیات اُردو، سالار جنگ میوزیم، اسٹیٹ آرکیوز حیدر آباد، نظام الدین درگاہ کتب خانہ دہلی سے بھی استفادہ کا بھرپور موقع ملا۔

ملفوظات جو حاصل ہوئے ان میں چند فارسی سے اُردو میں ترجمہ کیے جا چکے تھے اور چند ایسے تھے جو صرف فارسی زبان میں تھے لہذا مجھے مترجم کی تلاش ہوئی اور شبیب انور علوی لکھنؤ یونیورسٹی اور مسعود انور علوی صدر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے میری مشکل آسان کردی مختلف مراحل کو طئے کرتے ہوئے آج یہ مقالہ مکمل ہو چکا ہے۔اس تحقیقی مقالے کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔جس کی تقسیم اس طرح ہیں۔

۱) بابِ اوّل:۔　دولت آباد، خلد آباد و اورنگ آباد کی مختصر تاریخ۔

۲) بابِ دوّم:۔　دولت آباد، خلد آباد و اورنگ آباد کے اولیائے کرام کی مختصر تاریخ

۳) بابِ سوّم:۔　اولیائے کرام کی ملفوظاتی کُتب اور ان کے اُردو تراجم۔

۴) بابِ چہارم:۔　چند اہم مترجمہ ملفوظاتی کُتب کا تحقیقی و تجزیاتی جائزہ۔

۵) بابِ پنجم:۔　دکن میں زبانِ دکنی کا ارتقاء و زبانِ اُردو کی ابتداء بزرگانِ دین کی خدمات کے حوالے سے۔

میرا تحقیق کا مقصد یہی ہے کہ اس خزانۂ عامرہ کو گوشۂ گمنامی سے نکال کر قارئین کے چشم آور کروں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے انھیں ادبِ اردو کے صفحہ قرطاس پر ثبت کردوں۔کسی بھی کام کی تکمیل کے لئے انسان کو کئی افراد سے مدد لینا پڑتی ہے۔کیونکہ دُنیا کا ہر کام ایک دوسرے کی مدد سے ہی تکمیل کو پہنچتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانے کے بعد میں یہاں تمام احباب کے لئے کلمات تشکّر امتنان کے اظہار میں کوتاہی نہیں

کرونگی جنھوں نے اس علمی کام میں میری رہنمائی فرمائی اور تحقیق میں معاونت فرمائی میری استاد ڈاکٹر مسرّت فردوس صاحبہ نے نا صرف مقالے کے لئے عنوان تجویز کیا بلکہ اس مرحلے میں آنے والی ہر مشکل میں میری رہنمائی فرمائی۔

مقالے کے مدِ نظر ضروری کتب کی فراہمی کرانے میں ہر ممکن سعی فرمائی بلاشبہ آپ علم و فضل، انکساری و ممتا کی مورت ہے۔ اور شرافت نفس کے اعتبار سے یگانہ شخصیت ہے۔ جناب اختر مرزا صاحب (پرنسپل کوہِ نور کالج خُلد آباد) میرے استادِ محترم علم دوست شخصیت ہے۔ انھوں نے ہر وقت میری رہنمائی کی۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ہو کر دل کی گہرائیوں سے ان کی صحت یابی اور درازی عمر کی دُعا کرتی ہوں۔

کام کو آگے بڑھانے کے لئے بے شمار کُتب کا سہارا لینا پڑا اِس کام میں میری سب سے زیادہ مدد میرے چہیتے عمّو جان خادم و مجاور ''عبد الحمید ولد عبد المجید حضرت خواجہ برہان الدین غریب'' اُن کا میں تہہ دل سے لاکھ لاکھ شکریہ ادا کرتی ہوں اور اللہ عز و جل کی بارگاہ میں ان کی صحت یابی اور درازی عمر کی دُعا کرتی ہوں اللہ آپ کی عمر دراز کریں اور خیر خوبی سے رکھے۔ (آمین)

اِس کے بعد ایک ایسی شخصیت کا ذکر کرنا چاہوں گی جنھوں نے ہر طرح سے کتابوں کی فراہمی میں میری مدد کی جناب یوسف خان زربخش صاحب (حیدر آباد) میں ان کی دل کی گہرائیوں سے ممنون و مشکور ہوں۔

اِس تحقیقی کام کا سب اہم مرحلہ فارسی کتابوں کا اُردو ترجمہ اِس کام کو با آسانی بنانے میں مولوی شبیب انور علوی صاحب میرے معاون و مددگار رہے مولوی صاحب نے

میرے موضوع کے تحت فارسی کُتب کا اُردو ترجمہ کیا آپ اپنے آپ میں ایک کامل شخصیت کے حامل ہیں۔ آپ نے سلسلہ قادریہ کے بزرگوں کی فارسی کتابوں کا نہایت سلیس وبامحاورہ اُردو میں ترجمہ کیا۔ آپ لکھنو یونیورسٹی میں شعبہ اُردو کے ریسرچ اسکالر ہیں۔ زبان فارسی پر دسترس رکھتے ہیں۔ میں ان کا بھی دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔

چونکہ کتاب ہذا پی' ایچ ڈی کے مقالہ پر مبنی ہے میں یہاں پر اپنے خارجی ممتحین عالی جناب عزت مآب ڈاکٹر پروفیسر مجید بیدار صاحب کا شکریہ ادا کرنا اپنا خوشگوار فرض سمجھتی ہوں۔

پروفیسر ڈاکٹر مرزا خضر بیگ صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتی ہوں انھوں نے بھی ہر طرح سے میری مدد کی اور اپنے قیمتی مشوروں سے مجھے نوازہ۔

میں یہاں پر پروفیسر ڈاکٹر اعجاز صاحب کا بھی شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتی ہوں اور خدائے تعالٰی کی بارگاہ میں ان کی خیریت وعافیت کی دُعا کرتی ہوں۔

اِن حضرات کے بعد ڈاکٹر مسعود انور علوی صدر شعبہ فارسی، عربی علی گڑھ یونیورسٹی، محمّد غیاث الدین صاحب صدر شعبہ اُردو، ڈاکٹر صدیق محی الدین صاحب، ڈاکٹر کرتی مالنی جاولے صاحبہ، لائبریرین شائستہ مقیم صاحبہ ڈاکٹر بابا صاحب امبیڈکر مراٹھوڑہ یونیورسٹی اورنگ آباد ان تمام اشخاص کا میں دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتی ہوں۔

ساتھ ہی ساتھ میں مورخِ دکن میرے استادِ محترم آغا مرزا بیگ صاحب کا بھی تہہ دل سے شکریہ ادا کرتی ہوں انھوں نے دامے درمے وسخے مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔ میں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں ان کی صحت یابی کی دُعا کرتی ہوں۔

اور میں اپنے افرادِ خاندان و میرے بھائی مرزا غالب بیگ، مرزا بابر بیگ لیکچرر ڈی ایڈ طلعت کالج کی بھی بہت ممنون ہوں انھوں نے حسبِ ضرورت مقالے کی تیاری میں مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازہ اور اپنی بھابی شاہین بانو کی بھی شکر گذار ہوں کہ انھوں نے بھی ہر حال میں میرا ساتھ دیا۔ میں اللہ کی بارگاہ میں ان کے لئے دُعا گو ہوں کہ اللہ ان کی ہر دلی خواہشات پوری کریں (آمین)۔

یقیناً اِس علمی کام کو پورا کرنے میں سب سے زیادہ مدد میری اپنی بہن بیگ حور بانو (ایم اے بی ایڈ) سے ملی جنھوں نے اس مقالے کو کمپیوٹر رائز ڈ کر کے اسے آخری شکل دی انھوں نے نا صرف یہ کام کیا بلکہ اس کتاب کی پروف خوانی بھی نہایت دلجوئی سے کی ہے علاوہ ازیں ''انوارِ خلد'' کا اشاریہ بنانے میں بھی معاون و مددگار رہے۔ میں اللہ عز و جل کی بارگاہ میں ان کی صحت یابی اور درازی عمر کی خواہاں ہوں۔ اللہ ان کی عمر دراز کریں۔ (آمین)

یہاں پر میں اپنے سینئر کالج کے اساتذہ کا شکریہ ادا کرنا اپنا اہم فریضہ سمجھتی ہوں ان میں میری شفیق اساتذہ ڈاکٹر پروفیسر اختر سلطانہ میڈم، پرنسپل ڈاکٹر عبدالرزاق کاسار صاحب عرشیہ قادری میڈم، حمیدہ میڈم، بلقیس میڈم، شائستہ میڈم، غنی پٹیل سر، نداف سر، مجاز سر، جادھو سر، جمالے سر، مجاہد سر، پوار سر، بھالے راؤ سر، لائبریری اسسٹنٹ ثمینہ میڈم اور میری خاص دوست اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر افروزہ خاتون ان تمام شخصیات کا شکریہ ادا کرتی ہوں۔ نیز ٹیچنگ و نان ٹیچنگ تمام اسٹاف کا شکریہ ادا کرتی ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ انھیں باصحت رکھے۔

چونکہ میں بھی اُردو ایجوکیشن سوسائٹی کے زیرِ انصرام ملازمت کر رہی ہوں میں سوسائٹی کے چیرمین عالی جناب عزت مآب ایوب صاحب و عزت مآب سیکریٹری عبدالوحید صاحب کا بھی شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتی ہوں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سر بہ سجود ہو کر دُعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ انھیں درازِ عمر عطا کر۔ (آمین)

مختصراً چشتیہ کالج کے تدریسی اور غیر تدریسی عملہ کی بھی شکر گذار ہوں۔

اپنے تیئں اس مقالے کو مکمل پا کر اللہ کے کرم و عنایتوں سے سرشار ہوں میں ہر گز یہ دعویٰ بھی نہیں کرتی ہوں کے یہ مقالہ حرف آخر ہے بحیثیت انسان مجھے بے بضاعتی کا پورا پورا احساس ہے اُمید کرتی ہوں کہ یہ مقالہ اُردو کی ابتدائی تشکیل اور اس کے ابتدائی مدارج کو سمجھنے میں معاون ثابت ہوگا۔

اور آخر میں، میں اپنے والدین مرزا صاحب بیگ و مرزا شمیم بانو کا دل کی گہرائیوں سے شکریہ ادا کرتی ہوں جن کی بے پناہ شفقت، محبّت اور عنایت کے سائے میں نے پرورش پائی۔ اور ان کی اُس رہنمائی اور تربیت جس نے مجھے اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے قابل بنایا۔ جذبہ احسان مندی اور بارگاہِ خداوندی میں ان کی صحت اور عافیت کی دُعا کرتی ہوں کیونکہ اس رشتہ سے زیادہ معتبر رشتہ اس کائنات میں نہیں۔

نیز میں اپنے کامل استاد محترم محمد شفیع الدین سوداگر مداری (لائبریرین چشتیہ کالج) شفیق دوست و ساتھی جو ماہرِ لسانیات بھی ہے حکیم بھی ہے اور کئی زبانوں پر دسترس رکھتے ہیں اور اُردو، ہندی، مراٹھی زبانوں کے مترجم بھی ہے اور صاحب تصنیف و تالیف بھی ہے اور اللہ نے انھیں خاص صلاحیتوں سے نوازہ ہے۔ ان کے

اصرار وتحریک کی بہ نسبت یہ مقالہ ''انوارِ خُلد'' کے نام سے کتابی صورت میں عوام تک پہنچ رہا ہے میں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں اپنے شفیق دوست واستاذ کی صحت یابی ودرازِ عمر کی دُعا کرتی ہوں اور ساتھ میں یہ بھی دُعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی دلی خواہش پوری کریں (آمین)

فقط

دُعا گو

☆ڈاکٹر مرزا بیگ فرحین جہاں☆

## ☆ کچھ کتاب کے متعلق ☆

انوارِ خلد ڈاکٹر مرزا بیگ فرحین جہاں صاحبہ کی قابلِ ستائش تخلیق ہے، جس میں تصوف، زبان و ادب اور تاریخ کے مختلف ادوار جلوہ فگن ہیں۔ گو ثقافت، کلچر کا پرتو ہے ماضی کے دریچوں سے جھلکتی علم و ادب اور اخلاق کی ضوفشانی دورِ جدید کے محققین کے لئے تحقیق کی نئی راہیں کشادہ کرتی ہے۔ ادب کا بنیادی محرک وجدان ہے، وجدان نفس کی قوتِ باطنی جس کے وسیلہ خوبی و بدی کا ادراک ہوتا ہے۔ افلاطون نے تخلیقِ فن کے سرچشمہ کو الہام کہا ہے لیکن الہام وہ ودیعتِ ایزدی کا مرحلہ کسب کے بعد کا مرحلہ ہے۔ تخلیق ادب، عملِ روح تہذیب ترتیب شعور اور تربیتِ نفس کے بغیر ممکن نہیں دُنیا میں ہر زبان کے ادب کی ابتداء دینی ادب سے ہوتی ہے۔ اُردو ادب کا آغاز بھی دین و تصوف کے ادب سے ہوتا ہے جو گیسوئے انسانیت اور اخلاق و عادات کو سنوارنے میں کلیدی محرک ہے۔

انوارِ خلد دراصل مرزا بیگ فرحین جہاں کا پی ایچ، ڈی کا مقالہ ہے جو پیکرِ کتاب میں ڈھل گیا ہے تاکہ عوام و خواص اس سے مستفید ہو سکے یہ مقال بہت وسیع معلومات لئے ہوئے ہے جس میں گنجینۂ علم تصوف و تاریخ کو نہایت ترتیب و زیبائش سے سجایا و سنوارا گیا ہے۔ محقق نے تلاش بسیار سے ملفوظات، تصوف اور عصری تاریخ کی کتابوں کو دریافت کیا جو گردان خوابی، عقلیت شعاری اور لاعلمی و بے توجہی کی بناء پر مخفی و پوشیدہ تھی ان میں سے کچھ ملفوظات سے اہلِ علم بھی لاعلم رہے

صوفیائے کرام کی خانقاہیں دینی و اخلاقی علم و ادب کا دانش کدہ دُکھ درد کے ماروں کے لئے دارالشفاء، انسانیت و مساوات کا گہوارہ اور بے سہارا لوگوں کے لئے پناہ

گاہ ہوا کرتی تھیں ان خانقاہوں میں آیاتِ قرآنی اور احادیث نبوی کے ذریعے رُشد و ہدایت سے اور ارشاد و تلقین کے ذریعے شکستہ و ناامید دلوں میں نئی زندگی و توانائی اور ایمان کی حرارت پیدا کی جاتی تھی۔ جن بزرگانِ دین نے صوفیائے عظام کے فرمودات، بیان اور ارشاد و تلقین کو تحریری شکل میں لے آئے وہ ملفوظات کہلائے۔ حضرت امیر حسن اعلائے سجزیؒ نے اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ شیخ المشائخ نظام الدین دہلویؒ کے فرمودات کو قلمبند کیا اور بہت ہی دل و دماغ کو چھوتا ہوا ''فوائد الفواد'' نام دیا جسے تصوف کی دُنیا میں نصاب Text Book کا مقام حاصل ہے۔ اسی طرح طوطیٔ ہند حضرت امیرؒ نے شیخ المشائخ نظام الدین دہلویؒ کے ارشاد و تلقین کو تحریر کر کے ''افضل الفواد'' کا نام دیا دہلی کے بعد دکن میں خصوصاً خلد آباد میں ملفوظات اور تصوف پر کتابیں اور ان کے تراجم وجود میں آئے ان تمام ایمان افروز کتابوں کی سیر حاصل معلومات انوارِ خُلد میں دی گئی ہے۔

باب اوّل میں دولت آباد، خلد آباد اور اورنگ آباد کی قدیم وجدید تاریخ مختصر لیکن جامع انداز میں پیش کی گئی ہے جس میں دکن کی اصطلاح کو مختلف حوالہ جات کے ذریعے واضح کیا گیا کہ لفظ دکن کس طرح وجود میں آیا۔ زمانۂ قدیم میں آریاؤں کی شمالی ہند میں ریاستیں وجود میں آنے کے بعد انھوں نے جنوبی ہند کو دکشنا پتھ یعنی جنوبی علاقہ کہا جس کا ذکر رامائن، مہابھارت کے علاوہ سنسکرت کے قدیم ادب میں ملتا ہے۔ جب عربوں اور ایرانیوں کی دکن میں آمد ہوئی تو انھیں ''دکشنا پتھ'' یہ الفاظ گراں گزرے، انھوں نے اسے مختصر مگر پیارے انداز میں دکن کہا اور بعد ازاں یوروپین نے ڈکن Deccan۔

دکن کی وجہ تسمیہ کے بعد دولت آباد، خلد آباد اور اورنگ آباد کی تاریخ

دلچسپ انداز میں بیان کی گئی کہ کن حالات میں اور کہاں کہاں صوفیائے عظام نے اپنی خانقاہیں قائم کر کے ارشاد و تلقین اور رُشد و ہدایت کے ذریعے انسانیت اور اسلام کے پیغام کو عوام الناس تک پہنچایا اور بے لوث خدمات انجام دیں۔ جس کی وجہ سے سماجی یکجہتی Social Integration کو فروغ حاصل ہوا اس کے دوررس اثرات آج بھی مختلف شعبۂ حیات میں نمایاں طور پر نظر آتے ہیں۔ تمام انسانوں اور خصوصاً اُمتِ مسلمہ کے لئے یہ فکر انگیز بات ہے کہ صوفیائے عظام مختلف ممالک اور شمالی ہند سے تیرہوی اور چودھوی صدی عیسوی میں دکن میں رونق افروز ہوئے تھے ان کی ثقافت، کلچر (زبان، معاشرہ، ادب، آدابِ زندگی) اور تمدن Culturer And Civilisation قطعی مختلف تھا۔ دکن کے لوگوں نے باہیں پسار کر کچھ خوش دلی سے ان کا استقبال نہیں کیا تھا پھر بھی ان بزرگانِ دین نے کس طرح یہاں کے لوگوں کے دلوں میں جگہ بنائی، کس طرح ان کے دلوں کو مسخر کیا؟ یہی ان کا کارِ تحسین ہے۔ ان کا یہ اندازِ زندگی ہم سب کے لئے قابلِ تقلید ہے۔ آج ہماری طرزِ گفتگو اور اخلاق محبت کے بجائے نفرت کو ہوا دے رہا ہے اور دوستی کے بجائے عداوت پیدا کر رہا ہے دیکھئے کہ ۱۲۰۰ء میں یادو خاندان کے راجہ کے دورِ حکومت میں حضرت مومن عارفؒ دولت آباد میں تشریف لائے ہیں، اس وقت کے مذہبی، سماجی و سیاسی حالات ملاحظہ کیجئے کہ کس طرح انھوں نے اپنی خانقاہ قائم کر کے محبت کے پیغام کو عام کیا ہوگا۔ بعد ازاں حضرت جلال الدین گنجِ رواںؒ حضرت خواجہ منتجب الدین زر۔زری۔ زربخشؒ اور حضرت خواجہ برہان الدین المعروف بہ غریبؒ یکے بعد دیگرے دیوگیری دولت آباد خلد آباد میں رونق افروز ہوتے ہیں۔ وہاں سے علمِ تصوف، علمِ دین، علم و ادب اور اخلاق و آدابِ زندگی کے ایک نئے دور کا آغاز ہوتا

ہے۔اس اثناء میں ۱۳۲۷ء میں دہلی کے سلطان محمد تغلق دہلی سے دیو گیری کو دولت آباد اس نئے نام سے موسوم کر کے اپنا دار السلطنت دہلی سے دولت آباد کو منتقل کرتا ہے۔محمد تغلق سے قبل علاؤالدین خلجی کے جانشین بیٹے نے جب وہ دیو گیری آیا تھا اس نے اس شہر کا نام قطب آباد رکھا تھا جس پر حضرت امیر خسروؒ نے ۸۸ / اشعار کی صحفتہ الاوصاف نام سے مثنوی کہی تھی محمد تغلق نے دہلی کے تمام لوگوں کو دولت آباد جانے کا حکم صادر کیا تھا دولت آباد تغلق امپائر عظیم سلطنت کے ٹھیک درمیان میں تھا اس کا خیال تھا کہ وہ یہاں سے تمام صوبوں پر با آسانی حکمرانی کر سکے گا۔دولت آباد پہلی اور آخری مرتبہ ہندوستان کا دارالخلافہ بنا تھا ۱۳۲۷ء ۱۳۴۲ء یہ صرف ایک سیاسی انقلاب نہیں تھا بلکہ دراصل یہ ثقافتی کلچرل انقلاب Cultural Revolution تھا سرزمین دکن میں شمالی ہند ایران عرب ممالک اور وسط ایشاء (ترکستان) کے ہزاروں لوگوں نے دولت آباد' خلد آباد اور اکناف واطراف میں بود باش اختیار کی۔محمد تغلق کے قافلوں کے ساتھ اس کے شاہی خاندان کے افراد فوجی امراء' افسران کے علاوہ صوفیائے عظام' شعراء وادباء' مختلف فنون کے ماہرین اور عام لوگ بھی تھے صوفیائے عظام میں حضرت بندہ نواز گیسو درازؒ کے پدر بزرگوار حضرت خواجہ سیّد یوسف حسینی المعروف بہ شاہ راجو قتال حسینیؒ حضرت خواجہ عمادالدین کاشانیؒ اور ان کے پانچ فرزند جو صاحب تصانیف ہوئے' حضرت امیر حسن سجزیؒ جنھیں سعدیٔ ہند کہا جاتا ہے کے علاوہ کئی صوفیائے عظام' علماء اکرام جن میں امتیازی مقام حضرت خواجہ زین الدین داؤد بن حسین شیرازیؒ جو بعد میں حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ کے مرید و خلیفہ ہوئے کئی ادباء وشعراء بھی تھے۔حضرت خواجہ یوسف حسینیؒ فارسی اور دکنی کے شاعر بھی تھے ان کی فارسی ادب میں تحفت النصائح'

دیوانِ راجہ اور مثنوی راجا مقبول ہیں۔ کتاب تحفتہ النصائح پر مصنفہ نے سیر حاصل تبصرہ کیا ہے حضرت نے دکنی میں اپنی بیٹی کے لئے تصوف پر مبنی ایک مثنوی سہا گن نامہ بھی کہی تھی۔ اس طرح دکن میں اُردو کی بنیاد پڑی۔ پہلے ہندوی ہندی اور بعد ازاں دکنی کہلائی یہ ثقافتی کلچرل انقلاب کا ایک گوشہ تھا۔

محمد تغلق کے ہمراہ مختلف فنون کے ماہرین بھی دولت آباد آئے تھے انھوں نے اپنے تعمیراتی فن کا مظاہرہ کئی عمارتیں تعمیر کر کے دکن میں نئے تعمیری انداز کی پرداخت کی ان ماہرین نے کچھ عرصہ بعد گلبر گہ، بیجاپور، بیدر، حیدرآباد وغیرہ شہروں میں حسین وجمیل عمارتیں تعمیر کر کے اپنے فن کا جادو جگایا یہ بھی ثقافتی انقلاب کا ایک پہلو تھا۔

مصنفہ ڈاکٹر مرزا بیگ فرحین جہاں اور ترتیب کار محمد شفیع الدین صاحب کے کارہائے تحسین کو اللہ تعالیٰ شرف قبولیت بخشے اور انھیں الطاف وکرم سے نوازے۔ آمین

ڈاکٹر پروفیسر مرزا محمد خضر

موظف ریڈر۔ شعبۂ تاریخ اورنگ آباد کالج

فاروپمن اورنگ آباد ۲ر جولائی ۲۰۱۴ء م

۳ر رمضان المبارک ۱۴۳۵ھ۔

## ☆پیش لفظ☆

یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ اُردو زبان کی نشو ونما میں اولیائے کرام کا نمایاں حصہ رہا ہے۔ان بزرگان دین کی زبان ترکی اور فارسی تھی ان کا مشن دین کی تبلیغ واشاعت تھا۔مقامی افراد سے قربت بڑھانے کے لئے انھوں نے یہاں کی زبان سیکھی اور ملی جلی زبان میں لوگوں سے مخاطب ہوئے۔قلعہ دولت آباد پر یادوں خاندان کی حکومت، خلجیوں کی فتح، محمد بن تغلق کا پائے تخت دہلی سے دولت آباد تبدیل کرنا اُردو زباں ودکن کی تاریخ کے نہایت اہم موڑ ہے۔ محمد بن تغلق کے لشکر میں امیر، غریب، اعلیٰ، ادنیٰ، امراء حکماء، فقرائ، فضلاء ہر طبقے کے افراد شامل تھے۔اولیائے کرام اور بزرگانِ دین اس لشکر میں دہلی سے دولت آباد منتقل ہوئے۔

یوں تو مختلف وقتوں میں سینکڑوں اولیائے کرام ہندوستان تشریف لائے اوراس ملک کے گوشہ گوشہ میں رُشد وہدایت کا کام انجام دیتے ہوئے پیوندِ خاک ہوئے۔محمد بن تغلق کے لشکر میں آنے والے صوفیائے کرام خلد آباد، دولت آباد اور اورنگ آباد کے اطراف کے علاقوں میں پھیل گئے اور یہیں ان کی آخری آرام گاہ ہے ان کا تکیہ سبھی مذاہب کے لئے کھلا ہوتا تھا ہندو، مسلمان، عالم، جاہل، امیر، غریب میں کوئی امتیاز نہ تھا وہ دلوں کو جیتنا جانتے تھے۔زبان ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے اجنبیت ختم ہوکر اپنائیت پیدا ہوتی ہے ان بزرگوں نے عوام کے دل میں جگہ بنانے اور اپنا پیغام پہنچانے کے لئے اُس خطے کی زبان سیکھی یہ بزرگ مقامی اور وطنی بولیوں کو بطور خاص اپناتے اور مقاصد کی تکمیل کے لئے اس امر کو ضروری سمجھتے تھے۔

کسی نئی زبان کے بننے یا تشکیل پانے کا عمل ایک دو دن نہیں بلکہ

صدیوں پر محیط ہوتا ہے۔ یوں تو اُردو زبان کی تشکیل میں بہت سے عوامل کارفرما رہے ہیں لیکن محققین اور مورخین نے بزرگانِ دین کی اسلام کی تبلیغ واشاعت کو زبان کے بننے کی بڑی وجہ قرار دی ہے۔ اولیائے کرام نے اپنے اخلاق، محبت، تہذیب وتمدن، علم وادب سے مقامی افراد کے دلوں کو مسخر کرنا شروع کیا رفتہ رفتہ ان کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی۔ یہاں تک کہ باقاعدہ مجلسیں اور درس وتدریس کا سلسلہ شروع ہو گیا اور روزانہ سینکڑوں مرید اس سے فیض یاب ہوتے رہے ان میں سے اکثر مرید اپنے پیرومرشد کی زبان سے نکلے ہوئے ہدایات کو قلم بند کرلیا کرتے تھے۔ بزرگانِ دین کے دہنِ مبارک سے نکلی ہوئی بات جو ضبطِ تحریر میں لائی گئی ہے ملفوظات کہلاتی ہے۔ جس طرح موتی کے خوبصورت دانوں کو لڑی میں پیرو کر ہار بنایا جاتا ہے اسی طرح مریدین نے اپنے بزرگ، پیرومرشد کی گفتگو کو تسلسل کے ساتھ قرینے و سلیقے سے مرتب کر کے کتاب کی شکل دی ہے۔ اسے ملفوظاتی ادب کہا جاتا ہے۔

ملفوظات فارسی زبان میں ہے ان ملفوظات پر برج بھاشا، کھڑی بوی، پنجابی اور گجراتی کا اثر صاف نظر آتا ہے اُردو ادب کے مورخین کا کہنا ہے یہ زبان اس دور میں ضرورت کی زبان بن کر سارے برِ اعظم میں پھیل چکی تھی۔ ملفوظات کی فارسی تحریروں کے درمیان اُردو کے کچھ جملے بھی مل جاتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بزرگانِ دین کو اپنی بات کی وضاحت کے لئے اُردو جملوں سے مدد لینی پڑتی تھی غرض یہ کہ اُردو کی ترقی وترویج میں ملفوظاتی ادب کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ملفوظاتی ادب کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے ڈاکٹر فرحین صاحبہ نے ملفوظات کی طویل فہرست درج کی ہے۔

ڈاکٹر مرزا بیگ فرحین جہاں قابلِ مبارک باد ہے کہ انھوں

نے اُردو زبان کی تاریخ کے گوشے کی اہمیت کو سمجھا اور تحقیق کے لئے منتخب کیا موضوع کا یہ انتخاب ہی ان کی ادب فہمی اور ادبی ذوق کی نمائندگی کرتا ہے۔ نہ صرف موضوع کا انتخاب بلکہ تحقیقی کام کو بڑی محنت، لگن اور ذمہ داری سے انجام دیا ہے۔ محترمہ خلد آباد کی ساکن ہے اس لئے انھوں نے اپنے مطالعے کو مضافاتِ اورنگ آباد تک محدود رکھا ہے اس تحقیقی مقالے کو پی، ایچ ڈی کی ڈگری کے حصول کے لئے تحریر کیا گیا تھا۔ کچھ ترمیم کے ساتھ ''انوارِ خلد'' کتابی شکل میں اب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

دولت آباد، خلد آباد، اورنگ آباد کی تاریخ اور یہاں کے اولیائے کرام کی زندگی اور ان کے کشف و کرامات کے متعلق جاننے کے لئے یہ کتاب انوارِ خلد بنیادی حیثیت رکھتی ہے۔ اور انشاء اللہ حوالے کا کام دے گی۔ عام قارئین، طلبا، اساتذہ، ریسرچ اسکالر، محققین و مورخین کے لئے اس کتاب کا مطالعہ کارآمد ہوگا ڈاکٹر صاحبہ نے کئی بزرگوں کے ملفوظاتی کتب کے نام اور ان کے بارے میں معلومات تحریر کی ہے۔ حضرت برہان الدین غریبؒ حضرت زین الدین داؤد بن حسین شیرازیؒ حضرت شاہ راجو قتال حسینیؒ حضرت نظام الدین اورنگ آبادیؒ حضرت امیر حسن اعلائے سجزیؒ حضرت غلام علی آزاد بلگرامیؒ کی تصانیف اور ان سے متعلق دوسری تصانیف اور مترجمین کی فہرست درج کی ہے ان فہرستوں سے اندازہ ہوتا ہے کہ مریدین اور دانشوروں نے اپنی زندگیاں اس میں وقف کردی ہیں۔ اس سلسلہ میں کاشانی برادران کی خدمت قابلِ ستائش ہے۔ خواجہ عماد الدین کاشانیؒ کے پانچ بیٹے تھے ان میں سے تین بھائی صاحبِ علم و فضل، صاحبِ تصانیف، زاہد و متقی تھے۔ مصنفہ کو دو بھائیوں کی تصانیف کا پتہ نہیں چل سکا البتہ یہ دو بھائی بھی متقی و پرہیزگار تھے

یہ اوراس طرح کے کئی نکات صدیوں کی تہہ بہ تہہ گرد میں باذوق ادب نوازوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو گئے تھے ڈاکٹر فرحین جہاں نے محنت اور دلچسپی سے اسے صاف کیا اور عوام کے سامنے پیش کیا۔ اور اُردو زبان وادب کے قارئین کے لئے یہ خوشی کا موقع ہے کہ یہ کم یاب خزینہ ان تک پہنچ رہا ہے۔ اس کتاب کا ترجمہ دیوناگری' ہندی اسکرپٹ میں محمد شفیع الدین سوداگر لائبریرین صاحب نے کیا ہے اس لئے اس کتاب سے غیر اُردوداں بھی استفادہ حاصل کر سکے گے۔

قابل محققہ نے گیارہ اہم ملفوظاتی کتب کا تحقیقی وتجزیاتی جائزہ لیا ہے۔ اس میں فوائد الفواد' نفائس الانفاس' احسن الاقوال' شمائل الاتقیائ' مرات المحققین' ہدایت القلوب' حبۃ المحبت و جنت المودت' تحفۃ النصائح' احسن الشمائل' مجالسِ کلیمی' ملفوظات نقشبندیہ شامل ہیں۔ ان ملفوظات میں آیت قرآنی کی تشریح' حدیثوں کی توضیح' صوفیائے کرام کی حکائتیں' بزرگانِ دین کی تعریفیں' تصوف کی پیچیدہ گتھیوں کا حل' حقوق العباد' اخلاقی نسخے' تاریخی واقعات کے علاوہ سیاسی' سماجی' معاشرتی پہلوؤں کو اُجاگر کیا گیا ہے ان کی ادبی اہمیت یہ ہے کہ بے شمار اشعار برمحل اور برموقع استعمال کئے گئے ہیں کئی ہندی اور دکنی الفاظ کی لڑی پیرودی گئی ہے۔ جن بزرگوں کے ملفوظات ہیں وہ اپنے دور کے عالم' فاضل اور ادیب رہے ہیں احسن الاقوال میں کئی ہندی دوہے استعمال کیے گئے ہیں۔ نفائس الانفاس میں نئے الفاظ کی تشکیل' مفہوم پر غور' مرکب الفاظ کی وضاحت' برمحل اور برموقع الفاظ کا استعمال' لفظیات کے ان نکات پر بحث ملتی ہے یہ حضرت برہان الدین غریبؒ کی زبان دانی کی دلیل ہے۔ قابلِ قدر بات ہے کہ ڈاکٹر فرحین صاحبہ نے اُردو زبان وادب کی گمشدہ کڑیوں کو تلاش

کر کے اُردو کی تشکیل میں اورنگ آباد کی اہمیت کو واضح کر دیا ہے ان کی بازیافت نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ ملفوظات زبان کے دستاویزات ہیں۔ اولیائے کرام کے تکیہ پر حاضر ہونے والے عقیدت منداس وقت کے درپیش حالات اور زندگی کے مسائل کے بارے میں ان بزرگوں سے مشورہ بھی کیا کرتے تھے اولیائے کرام اسلامی احکام کی روشنی میں ہدایت دیتے کہ کون سا راہِ عمل اختیار کیا جائے یہ ہدایت نامے عملی زندگی میں مشعلِ راہ ہیں۔ اور اپنے دور کی تہذیب وتمدن معاشرت' سیاسی وسماجی حالات کے آئینہ دار ہیں۔

ڈاکٹر صاحبہ تحقیق کے لئے لکھنؤ' حیدرآباد' اورنگ آباد' خلدآباد چشتیہ کالج کی لائبریری وغیرہ کتب خانوں سے کتابیں اور رسائل حاصل کرتی رہی۔ فارسی ملفوظات کا اُردو میں ترجمہ کروایا۔ کئی مرتبہ اورنگ آباد آ کر اپنی نگران اور دیگر اساتذہ سے مشورے کیے آج یہ کتاب ''انوارِ خلد'' شائع ہو کر قارئین کے خدمت میں پہنچ گئی ہے۔ یہ اُردو ادب میں یقینا اضافہ ہے میں مصنفہ کو مبارکباد دیتی ہوں اور نیک خواہشات کا اظہار کرتی ہوں۔

ڈاکٹر مسرت فردوس

اسوسیٹ پروفیسر شعبۂ اُردو

ڈاکٹر باباصاحب امبیڈکر مراٹھواڑہ یونیورسٹی

اورنگ آباد بتاریخ ۱۶/اگست ۲۰۱۴ء

## ☆مقدمہ☆

''شروع اللہ کے نام سے جو انتہا مہربان اور رحم فرمانے والا ہے''

لا الہٰ اللہ اللہ محمد الرسول اللہ بے شک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہے۔ ہر مسلمان مرد اور عورت اور بچے نے اسے مانا اور اس کی گواہی قرآنِ مجید نے دیا ہے۔ اللہ نے اس روئے زمین پر کل اٹھارہ ہزار مخلوقات کو پیدا کیا ہے اور ان میں سب سے اہم و اونچا مرتبہ انسان کو دیا ہے۔ انسانوں میں بھی کوئی عام انسان ہے کوئی پیغمبر ہے تو کوئی ولی کامل گذرے ہیں۔ اللہ رب العزت نے ان پیغمبروں میں بھی سب کو الگ الگ صفات و درجات سے نوازہ لیکن ہمارے نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس روئے زمین پر اپنا نائب بنا کر بھیجا تھا اور ان کے سپرد اس کائنات کی ذمہ داری دے رکھی تھی۔ وہ اللہ کے محبوب بندے اور اس کے رسول تھے۔ اللہ کو اپنے رسول سے بے انتہا محبت تھی جب ہی تو انھیں اللہ تعالیٰ نے عرش پر بلوایا تھا۔ حضور اکرم کی پیدائش ۱۷۵ء کو مکہ معظمہ میں ہوئی آپ نے کل ۶۳ سال ۴ دن اس روئے زمین پر گذارے اور آپ نے کل ۲۳ سال پیغمبری کی۔ حضور اکرم ﷺ کے وفات کے بعد خلافت راشدہ کے دور کا آغاز ہوا جس میں حضرت ابو بکر صدیقؓ دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروقؓ، تیسرے عثمان غنیؓ اور چوتھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ شامل ہے۔

خلافتِ راشدہ کے بعد امیر معاویہ کے دور ہی سے خلافت ملوکیت میں تبدیل ہونا شروع ہوگئی' امیر معاویہ نے خود اپنی زندگی میں اپنے فرزند یزید کے لئے بیعت لینا شروع کردی تھی' جس کی وجہ سے عالمِ اسلام میں بے چینی کا آغاز ہونا شروع ہوگیا تھا امیر معاویہ کے بعد یزید کے ہاتھوں میں حکومت آئی اور بیعت کے مسئلہ پر امام حُسین اور اُن کے

ساتھیوں کو کربلا کے میدان میں شہید کر دیا گیا، لیکن بات یہاں پر تھمی نہیں خلافت جو ملوکیت میں تبدیل ہو رہی تھی بنی اُمیہ نے عالمِ اسلام پر اپنی حکومت قائم کر دی۔ حد تو یہ ہوئی جب حجاج بن یوسف جو عراق کا گورنر تھا اس نے لوگوں پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی تو مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت حکومت سے الگ ہو کر اس کے اخلاقی و روحانی نظام کی حفاظت پر کمر بستہ ہو کر میدانِ عمل میں نکل آئی۔

اس بات کا اعتراف کیا گیا ہے کہ اگر اس موڑ پر مسلمانوں کی یہ جماعت اپنا محاذ نہ سنبھالتی تو اسلام کا اخلاقی و روحانی نظام تباہ ہو جاتا۔ خلافت بظاہر ملوکیت میں تبدیل ہو گئی مگر اسلام کا نظام اخلاق و عبادات، فکر و عمل کی پاکیزگی خدا رسی اور خدمت گذاری اسی شان سے قائم رہی، یہ ضرور ہوا کہ پہلے یہ سب کچھ حکومت کے فرائض میں شامل تھا اب بے سروسامان فقراء کی جماعت نے یہ خدمت اپنے ذمہ لے لی۔ اور وہ زمانے میں بادشاہ کے اقتدار اور چھڑی کے خوف سے ان کی بات مانتے تھے، جب فقرائ، وصوفیاء ڈنڈا یا چھڑی نہ رکھنے کے باوجود لاکھوں لوگوں کے دلوں پر حکومت کرنے لگے تھے۔

اسلام کے اخلاقی اور روحانی نظام کی اس تبدیلی نے کئی مسائل پیدا کئے، چنانچہ مشاہیر صوفیا اپنی اپنی جگہ پر اسلام کی اخلاقی و روحانی تشکیل و تدوین میں مصروف ہو گئے۔ یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ قرآن کریم کی موجودگی کے باوجود حامل قرآن کو بھی مبعوث فرمایا گیا، اور ان کی خصوصیات یہ بتائی گئی کہ وقت اور حالات کے مطابق قرآن مجید کی تشریح و تعبیر اسی ذات گرامی کے سپرد ہے چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے ایک نباض کی حیثیت سے بیمار انسانیت کا علاج شروع کیا، اور بالآخر آپ نے اسے ایک صحت مند جسم میں تبدیل کر

دیا۔ اور حالات کا تقاضہ بھی یہ تھا کہ وہ حکومت سے علیحدہ رہ کر کسی مخالفت وموافقت کئے بغیر تزکیہ نفس اور اخلاقی تربیت کا ذمہ سنبھالے۔ اسی کے مدِ نظر صوفیوں نے اپنا کام شروع کیا فقراء کی ایک ایسی بے سروساماں جماعت اٹھی جس نے کوہِ صفا کی چوٹی سے بلند ہونے والی آواز کو دُنیا کے کونے کونے میں پہنچا دیا۔ ان صوفیوں میں اپنی روحانی واخلاقی دعوت کے ساتھ صرف دعوت و وعظ ونصیحت پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اپنے مقصد کے اصول کے لئے اور اسلام و دین کی سربلندی کے لئے انھوں نے تصانیف وتالیف کے کام کا آغاز بھی کر دیا اور عالمِ انسانیت کے لئے قرآن، حدیث کی تعلیمات لوگوں تک پہنچانے کے لئے انتہائی عام فہم زبان کا استعمال کرنا شروع کیا۔

اس سلسلے میں سب سے پہلی کتاب عبداللہ بن المبارک المروزی ۱۸۱ھ نے کتاب ''زاہد'' لکھی اس میں زہد کے بارے میں احادیث جمع کیں، اس کے بعد حارث بن الاسد المحابی ۲۴۳ھ میں ''الرعایۃ الحقوق اللہ'' اور کتاب ''التوہم'' لکھیں پھر محمد بن علی الحکیم الترمذی نے کئی کتابیں تحریر کیں۔ اس کے بعد عبدالجبار الفقری نے ۳۵۴ھ میں کتاب ''الموافقت'' اور کتاب ''النماطبات'' اور ابواللیث نصر بن محمد سمرقندی نے ۳۹۳ھ میں ''بوستان العارفین'' لکھی۔ ان کے بعد تاج الفقراء ابونصر سراج نے ۳۷۸ھ میں اپنی شہرۂ آفاق تصنیف ''کتاب اللمع'' لکھی اور یہی کتاب آگے چل کر تصوف کی دُنیا میں آب وتاب سے چمکنے لگی۔ کتاب اللمع کے بعد جتنی بھی کتابیں تحریر کی گئی وہ کتاب اللمع کی بازگشت تھی ابونصر سراج نے تصوف کی تمام فکری تعلیمات کا ماخذ کتاب وسنت قرار دیا تھا۔ اس لئے بعد کے مصنفین نے کتاب اللمع کے طرز کو ہو بہو اپنایا تصوف کے ابتدائی دور کی کچھ کتابوں کا ذکر کرنا یہاں پر

لازمی ہے۔

| ۱ | کتاب اللمع فی التصوف | ابونصر سراج | سنہ ۳۷۸ھ |
|---|---|---|---|
| ۲ | التصرف المذہب اہل التصوف | ابوبکر الکلاباذی | سنہ ۳۸۵ھ |
| ۳ | قوت القلوب | ابوطالب المکی | سنہ ۳۸۶ھ |
| ۴ | طبقات الصوفیہ | عبدالرحمن تسلمی | سنہ ۴۱۲ھ |
| ۵ | حلیتہ الاولیاء | ابونعیم الاصفانی | سنہ ۴۳۰ھ |
| ۶ | الرسالتہ القیشریہ | ابوالقاسم القیشری | سنہ ۴۶۵ھ |
| ۷ | کشف المحجوب | سیّد علی بن داتا گنج بخش علی ہجویری | سنہ ۴۷۰ھ |
| ۸ | فتوح الغیب | سیّد عبدالقادر جیلانی | سنہ ۵۶۲ھ |
| ۹ | تذکرۃ الاولیاء | شیخ فریدالدین عطار | سنہ ۶۲۰ھ |
| ۱۰ | عوارف المعارف | شیخ شہاب الدین سہروردیؒ | سنہ ۶۳۲ھ |

☆ قرآن کریم میں صوفیہ کے مختلف اسمائ (بحولہ کتاب اللمع):۔

الصادقین (سچے) الصادقات (سچی عورتیں) القانتین (ادب والے فرمابردار) القانتات (ادب والی فرمابردار عورتیں) الخاشعین (عاجزی کرنے والے) الموقنین (یقین والے) المخلصین (فقط اللہ کی بندگی کرنے والا) المحسنین (نیکی والے) الخائفین (اللہ کا خوف رکھنے والے) الراجین (اُمید رکھنے والے) الواجلین (ڈرنے والے) العابدین (عبادت

کرنے والے) السائعین (روزے رکھنے والے) الصابرین (صبر والے) الراضین (راضی رہنے والے) المتوکلین (توکل والے) المخبتین (تواضع والے) الاولیاء (اللہ کے ولی) المتصین (تقویٰ والے) المصطفین (منتخب' چنے ہوئے) المجتبین (چنے ہوئے الابرار' نیکو کار) المقربین (قرب والے) السابقین (سبقت لے جانے والے) المتقصدین (میانہ رو) السارعین الی الخیرات (بھلائیوں میں جلدی کرنے والے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری اُمت میں کئی ایسے بکھرے غبار آلود بالوں والے اشخاص موجود ہیں کہ اگر وہ کسی معاملہ میں اللہ پر قسم کھا جائے تو وہ ان کو ان کی قسم میں سچا فرمادے۔

☆صوفیہ کون ہے؟:۔

صوفیہ کرام کی کیا تعریف ہے اور وہ کون ہے اس بارے میں عبدالواحد بن زید یوں تحریر کرتے ہے کہ صوفیہ وہ ہے جو اپنی عقلوں اور قلوب کو مصائب و آرام کے باوجود ثابت قدم رکھتے ہیں اور نفس کے ہر شعلہ شر انگیز کو مرشد کامل کی اتباع سے سرد کر دیتے ہیں جنید بن محمد کا قول ہے کہ صوفیہ اللہ کے پسندیدہ بندے ہیں جب چاہتا ہے انھیں ظاہر کر دیتا ہے اور جب چاہتا ہے پوشیدہ کر دیتا ہے ابوالحسین نوری فرماتے ہیں صوفی وہ ہے جو سماع سنتا ہے اور اسباب کو تابع کر لیتا ہے۔صوفیہ کی ایک رائے کے مطابق بندہ' عبودیت میں ثابت قدم ہو جانے اور اللہ کی جانب صفاء قلب پالینے کے بعد حقیقت سے آگاہی حاصل کرتا ہے اور احکامِ شریعت سے قریب تر ہو جاتا ہے یعنی صفاء باطن کے حصوں کے بعد ہی کوئی بندہ صوفی بنتا ہے

☆صوفی کسے کہتے ہے؟:۔

صوفی کا ماخذ سوف ہے جو یونانی زبان کا لفظ ہے سوف کے معنی حکمت

ہے اسی لئے حکیم اور دانشور کو فیلسوف کہتے ہیں فیلا کے معنی مُحب اور سوف کے معنی حکمت یعنی دانش وحکمت سے محبت کرنے والا۔ لیکن البیرونی کی یہ رائے قابلِ اعتنا نہیں چونکہ یونانی کتب کے عربی تراجم کا سلسلہ تیسری صدی ہجری کے نصف کے لگ بھگ شروع ہوا اور اہلِ عرب کے ہاں صوفی کا لفظ اس سے بہت پہلے مستعمل ہوتا تھا جو صاحب سب سے پہلے صوفی کے لقب سے ملقب ہوئے وہ ابوالہاشم الکوفی تھے۔ جن کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی تھی بعض کے نزدیک صوفی صفا سے ماخوذ ہے کیونکہ یہ لوگ ظاہر اور باطن دونوں کی صفائی اور پاکیزگی کا بے حد اہتمام فرماتے تھے' اس لئے ان کو صوفی کہا جانے لگا۔

بعض حضرات کا خیال ہے کہ اصحاب صفہ کی نسبت سے انھیں صوفی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ حضرات دُنیا کے علائق سے اپنے آپ کو آزاد کر کے دن رات ذکر الہٰی اور اطاعت رسالت پناہی میں سرگرم رہتے تھے اور فقر و درویشی کی زندگی بسر کرنے والے لوگوں نے بھی دُنیا کی لذتوں' آسائشوں اور دلچسپیوں کو چھوڑ دیا۔ اور صرف اللہ کی یاد میں مصروف رہے اس لئے انھیں اصحابِ صفہ سے خصوصی نسبت ہے اسی وجہ سے انھیں صوفی کہا گیا۔ بعض محققین نے صوفی کی بہ نسبت یہ بیان کیا کہ یہ لوگ صوف یعنی اون کا لباس پہنتے تھے انھیں صوفی کہا جانے لگا۔ لیکن ضروری نہیں کہ ہر صوفی صوف کا لباس پہنے' بڑے بڑے جلیل القدر اصفیاء ایسے گذرے ہیں جو صوف کا لباس نہیں پہنتے تھے۔

☆ تصوف :۔

تصوف کی تعریف اور معنی صوفیاء اکابرین' علماء اور اللہ والوں نے اپنے اپنے طور پر بتائے ہیں بعض کے نزدیک اول تصوف علم ہے درمیان تصوف عمل ہے اور آخر تصوف بخشش

ہے۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ تصوف دراصل اقتدا ہے آٹھ پیغمبروں کی (۱) رضا حضرت اسماعیل کی سی ہو (۲) سخا حضرت ابراہیم کی سی ہو (۳) صبر حضرت ایوب جیسا ہو (۴) اشارہ حضرت ذکریا جیسا ہو (۵) غربت حضرت عیسیٰ جیسی ہو کہ بجز کاسہ اور شانہ کے کچھ بھی پاس نہ تھا (۶) سیاحت حضرت عیسیٰ جیسی ہو (۷) لباس صوف حضرت موسیٰ کا سا ہو کہ سارا لباس پشمسن تھا (۸) فقر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا سا ہوتا کہ تمام روئے زمین کے خزانوں کی کنجیاں خداوند کریم نے عنایت کیں مگر آپ نے سوائے فقر کے کچھ اختیار نہ فرمایا۔

علامہ ابن خلدون کہتے ہیں کہ تصوف کے معنی ہے عبادت پر ہمیشہ پابندی کرنا اللہ کی طرف ہمہ تن متوجہ رہنا دُنیا کی زیب و زینت کی طرف روگردانی کرنا لذت مال اور جاہ جس کی طرف عالم کے لوگ متوجہ ہیں اس سے کنارہ کش ہونا حضرت ابوبکر الکتائی کی رائے کے مطابق ''تصوف خُلق کا نام ہے''۔ ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں ''تصوف حریت' کرم' بے تعلقی اور سخاوت کا دوسرا نام ہے''۔ حضرت ابن سینا نے تصوف کے لئے عارف کا لفظ پسند کیا ہے اور ان کے مطابق صوفی وہی کہلانے کا مستحق ہے۔ زاہد تو وہ ہے جو دُنیا اور اس کی لذتوں سے منہ موڑے' عابد وہ ہے جو ہر لمحہ عبادت میں مصروف رہے اور جو شخص ہمیشہ اپنی فکر کو قدس جبروت کی طرف متوجہ رکھتا ہے اور ہر لحظہ اپنے باطن میں نورحق کی تابانی کا آرزومند رہتا ہے اسے عارف کہتے ہیں اور ابن سینا اسے ہی صوفی مانتے ہیں۔ بے شک خوف اور طمع سے الگ ہو کر عارف اللہ تعالیٰ میں مشغول اس لئے ہوتا ہے کہ وہ اس کا محبوب و مطلوب ہے رابعہ بصری کا یہ کہنا ہے کہ اگر میں آتش دوزخ کے خوف سے عبادت کرتی ہوں تو مجھے دوزخ میں جھونک دے اور اگر جنت کی لالچ میں کرتی ہوں تو جنت سے مجھے محروم

کردے۔ اگر میں صرف تیری ذات کے لئے تیری عبادت کرتی ہوں تو اے میرے محبوب مجھے اپنے شرف دیدار سے محروم نہ رکھیو ابن سینا کے قول کی تصدیق کرتا ہے۔ اور حضرت ابو سعید الخراز سے صوفی کے بارے میں پوچھے جانے پر آپ نے فرمایا ''جس کے دل کو اس کا رب پاک صاف کردے اور اس کا دل نورِ الٰہی سے لبریز ہو جائے اور جو شخص ذکر الٰہی شروع کرتے ہی لذت وسرود میں کھو جائے''۔

حضرت جنید بغدادی نے تصوف کے متعلق یہ کہا کہ ''تصوف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے تیری ذات سے فنا کردے اور اپنی ذات کے ساتھ تجھے زندہ کردے۔ ابوبکر الکتائی نے ایک جگہ اور فرمایا ہے کہ تصوف صفا یعنی تزکیہ اور مشاہدہ کا نام ہے۔ یہ تعریف اپنے سبب (صفا) اور غایت مدعا (مشاہدہ) کی وجہ سے مقبول عام ہوئی۔ اس میں سالک کی منزل اور راستہ دونوں موجود ہے امام غزالی نے کہا کہ ''اس منزل کا راستہ یہ ہے کہ پہلے مجاہدہ کرے صفات مذموم کو مٹائے تمام تعلقات توڑ ڈالے اور پوری طرح اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف متوجہ ہو جائے جب یہ سعادت حاصل ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے دل کا متولی بن جاتا ہے اور علم کے انوار سے منور کرنے کا ذمہ دار بن جاتا ہے۔ یہ ہے تصوف کا وہ مفہوم جس کو اولیاء اللہ اپنا مقصد حیات بتاتے ہیں ان کی ساری زندگی صفا اور تزکیہ کے کٹھین مرحلوں کو صدق دل سے طئے کرنے کے لئے وقف رہتی ہے تاکہ آخر کار وہ مشاہدہ کی منزل میں خیمہ زن ہونے کی سعادت حاصل کریں۔ اس طرح وہ انسانیت کے بلند مقام کو پالیتے ہیں جہاں نفخت فیہ من روحی کا سرّ نہاں عیاں ہو جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ بن جاتا ہے حضرت محمد بن احمد المقری فرماتے ہے کہ تصوف باری تعالیٰ کے ساتھ اقامت حال کا نام

ہے خلاصہ یہ ہے کہ تصوف رسوم وعلوم نہیں بلکہ اخلاق ہے اور تصوف مکمل ادب ہے آدمی کے لئے خدا یابی کا ایک جامع ذریعہ ہے اور اس میں راضی بہ رضا ہونے کا مواد بھی ہے کیونکہ اس میں بندہ وہی کرتا ہے جو ہر حال میں خداوند تعالیٰ کو پسند ہے۔

☆صوفیہ کے سلسلہ:۔

کتب تواریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ دُنیا اور ہندوستان میں کئی سلسلے پھیلے لیکن ان تمام سلسلوں میں چار سلسلے نہایت ہی مشہور و معروف کہلائے جاتے ہیں جن میں چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ، قادریہ ہیں۔

☆سلسلہ چشتیہ:۔

اس سلسلے کی بنیاد خواجہ ابواسحق شامی چشتیؒ نے ڈالی اسحق چشتی ممشاد علی دینوری کے خلیفہ وہ شاگرد مشہور ہے۔ اس سلسلے کے چار صوفی گذرے ہیں جن میں قابل ذکر (۱) خواجہ ابواحمد (۲) خواجہ ابومحمد (۳) خواجہ ابویوسف (۴) خواجہ مودود، حضرت خواجہ مودود کے شاگردوں میں چوتھا نمبر خواجہ معین الدین چشتیؒ کا ہے جو سب سے پہلے ہند میں آئے اور اجمیر شریف میں سکونت اختیار کی اُس زمانے میں پرتھوی راج چوہان کی حکومت تھی خواجہ اجمیری کو سلطان ہند کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔

خواجہ معین الدین چشتیؒ کے خلیفہ خواجہ بختیار الدین کا کیؒ ہوئے ان کے بعد حضرت خواجہ فرید الدین گنجِ شکرؒ خلیفہ نامزد کیے گئے حضرت کا مزار شریف (اجودھن) پاک پٹن پاکستان میں ہے۔ حضرت خواجہ فرید الدینؒ کے بعد حضرت خواجہ سلطان المشائخ المعروف محبوبِ الٰہیؒ خلیفہ ہوئے۔ بین السطور سلسلوں میں چشتیہ سلسلے کے بزرگان دین تمام

ہندوستان میں مشہور و معروف ہوئے آج بھی اس سلسلے کے بزرگانِ دین کی مزارات جگہ جگہ دیکھنے کوملتی ہے۔

☆ قادریہ سلسلہ:۔

قادریہ سلسلہ غوثِ اعظم میراں محی الدین جیلانی کی ذات مقدس سے منسوب ہے ۔شہزادہ داراشکوہ اپنی تصنیف ''سفینتہ الاولیائ'' میں رقم طراز ہے کہ محی الدین عبدالقادر جیلانی کی وفات کے بعد سلسلہ قادریہ وجود میں آیا۔

☆ سلسلہ سہروردیہ:۔

سلسلہ سہروردیہ کی بنیاد ضیاء الدین نجیب سہروردی نے ڈالی ان کی وفات سنہ ۱۱٦۷ میں ہوئی ان کی مشہور زمانہ کتاب ''آدب المردین'' ہے اس سلسلے کے دوسرے مشہور و معروف صوفی بزرگ شہاب الدین سہرورد یؒ ہے۔

☆ سلسلہ نقشبندیہ:۔

سلسلہ نقشبندیہ بہاؤ الدین نقشبندی سے منسوب ہے ہندوستان میں نقشبندی سلسلے کی داغ بیل ڈالنے والے پہلے صوفی خواجہ باقی بااللہ ہے۔

☆ ہندوستان میں بزرگانِ دین کی آمد:۔

قدیم زمانے سے ہی عربوں اور ہندوستانیوں کے درمیان تجارت کا تعلق تھا دنیا میں اسلام آنے سے پہلے اور ہندوستان میں بھی اسلام آنے سے قبل ہندوستان کے ساحلی علاقوں میں عرب لوگوں کی آبادی تھی' ان ساحلی علاقوں میں عربوں نے اپنی آبادی قائم کی ان میں قابلِ ذکر چول' کلیان' سوپارا وغیرہ شامل ہیں ۔ملابار علاقہ میں چھٹی صدی

عیسوی میں عربوں کی آبادی تھی ۔ساتویں صدی میں جب اسلام کا نور دُنیا میں آیا اور ساری دُنیا نورِ مصطفی سے جگمگانے لگی حضور اکرم ﷺ نے پورے عرب اور دُنیا کے سامنے توحید اور اسلام کی حقانیت پیش کی اور پورا عرب اسلام کی آغوش میں آ گیا۔ حضور کے بعد چار خلفائے راشدین نے دُنیا کے مختلف علاقوں میں اسلام کی دعوت پیش کی اور سارا عالم اسلام کی کرنوں سے ضیاء فشانی کرنے لگا جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے کہ ہندوستانیوں کے قدیم زمانے سے ہی عرب ممالک سے تجارتی تعلقات تھے جن میں سری لنکا' ملیشیاء' انڈونیشائی' مصر' افریقہ اور یورپ شامل ہیں۔

اسلام کی وجہ سے عربوں میں ایک نیا جوش وولولہ پیدا ہو گیا تھا بعد میں یہ عرب اسلام کی تبلیغ کے لئے دُنیا میں پھیل گئے ایسا کہا جاتا ہے حضور کے دورِ حیات میں ہی ہندوستان کے رتنا گیری علاقے میں حضور کے ایک صحابی تشریف لا چکے تھے ان کی مزار بھی رتنا گیری میں ہی ہے۔ ڈاکٹر دیورے کے مطابق ہندوستان کے مغربی ساحلی علاقوں سے عربوں کے تجارتی تعلقات تھے اور عرب لوگ سورت' بھڑوچ دابول اور تھانہ سے جنوبی بھارت کے جانب تجارت کے لئے گئے۔ بقول ابوالقاسم فرشتہ کے سولویں صدی میں مسلمانوں کا ایک گروہ ہندوستان میں سیاحت کے لئے آیا تھا یہ لوگ سری لنکا میں آدم علیہ السلام کے پاؤں مبارک کی زیارت کے لئے آئے تھے اس گروہ کا رہنما شیخ رؤف بن ملک تھا وہ (کرنگانر) ملابار کے راجہ کو اسلام کی دعوت دی تھی اس تعلق سے تاریخ نویس کا کہنا یہ ہے کہ یہ واقعہ حضورؐ کے دور کا ہے۔ لیکن کچھ مورخین کی رائے ہے کہ یہ واقعہ نویں صدی عیسوی کا ہے اوپر دیئے ہوئے تمام واقعات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ عربوں کے تعلقات ہندوستانیوں سے تجارتی تعلقات

زمانے قدیم سے ہی تھے راجانمانور کے تعلقات عربوں سے تجارتی تھے۔

☆ دکن میں اسلام اور صوفیوں کی آمد:۔

ملک دکن میں سب سے پہلے اسلام کی آمد ۹۰؁ھ میں حجاج بن یوسف شقفی جو اموی خلافت کے عبدالملک بن مروان کا سپہ سالار و عرب و عجم و عراق کا صوبیدار تھا بہت ہی ظالم اور سفاک تھا اس کے ظلم وستم سے تمام عرب پریشان تھا اس لئے شرفاء عرب اس کے ظلم وستم سے بچنے کے لئے اپنے خاندانوں کے ساتھ آٹھ دس بحری جہازوں میں سوار ہوکر درِ دکن یعنی دابول، چپلول، کھمبایت، بھروچ و مچھلی بندر پر اُترے اور دکن میں اسلام اور اس کی اشاعت انھیں شرفاء و سادات بنی ہاشم سے شروع ہوئی۔ کتاب احکام البلاد والحکام کے مصنف نے اس طرح تحریر کیا کہ ''تیسری و چوتھی صدی ہجری سے دکن میں بزرگانِ دین و عارفانِ علم الیقین بغرض اشاعت اسلام آمد ورفعت کرنے لگے بعض تاجر تھے اور بعض درویشانہ پیرائے میں ہوتے تھے تمام کا مقصد بذات یہی ہوتا تھا کہ اسلام کی تبلیغ ہو اور یہاں کے اہلِ وطن ہندو اسلام سے واقف ہو جائے اور اسلام کی آغوش میں آجائے۔ یہ حضرات ہندوستانیوں کے ساتھ حسنِ اخلاق سے پیش آتے تھے اور نہایت خندہ پیشانی سے ملتے تھے اور کبھی اپنی کشف و کرامات و خرق وعادات کے کرشمے دکھلاتے تھے یہاں کے لوگ بھی بزرگانِ دین کے اخلاق حمیدہ و اوصاف دیکھ کر یہ سمجھتے تھے کہ یہ بزرگ اوتار ہے جس گاؤں یا قصبہ میں وارد ہوتے تو یہاں کے لوگوں کی پریشانی، درد، رنج والم دور کرتے یہ بزرگانِ دین ان کے لئے دُعا کرتے اور ان کے یہی اوصاف و خرق عادات و کرامات دیکھ کر لوگوں نے اسلام کو قبول کرنا شروع کر دیا تھا۔

مختصراً یہ کہ دکن میں ان بزرگانِ دین کی آمد کے بعد یہاں کے مقامی لوگوں نے اسلام کو قبول کیا۔ اگر ہم کتب تواریخ کا مطالعہ کرے تو ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ اسلام کی تبلیغ کے لئے سب سے پہلے دکن دولت آباد میں حضرت خواجہ مومن عارف باللہ صاحبؒ تشریف لائے ان کے بعد حضرت شاہ جلال الدین گنجِ رواںؒ جلوہ افروز ہوئے ان کا مزار مبارک خلد آباد میں یوناس نگری پریوں کے تالاب کے قریب ہے ان دونوں حضرات کے بعد ہمیں مزید یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت خواجہ منتجب الدین زر۔زری۔زربخش دولہاؒ اپنے مریدین کے ساتھ دکن دولت آباد میں جلوہ فگن ہوئے زر۔زری۔زربخش دولہاؒ کے بعد اسد الاولیاء والعارفین حضرت خواجہ برہان المعروف بہ غریبؒ قیاس ہے کہ ۷۰۰ مریدین کے ساتھ دولت آباد موجودہ خلد آباد شریف میں تشریف لائیں۔ (یہاں پر ۱۴۰۰ پالکی تحریر کرنا اس لئے ممکن نہیں کہ روضۃ الاقطاب میں رونق علی صاحب نے تحریر کیا کہ ۷۰۰ مریدین حضرت خواجہ منتجب الدینؒ کے ہمراہ تشریف فرما ہوئے اور باقی ۷۰۰ حضرت خواجہ منتجب الدینؒ کی وفات کے بعد ان کے برادر کلاں حضرت خواجہ برہان الدین المعروف بہ غریبؒ کے ساتھ وارد ہوئے۔)

۱۲۹۴ء میں دہلی کے سلطان علاؤ الدین خلجی نے دیوگیری (دولت آباد) پر حملہ کیا اور یہاں کے یادوخاندان کے حکمراں راجا رام دیورائے کو شکست دے کر صلح کرنے پر مجبور کیا بعد ازاں سلطان علاؤ الدین کے انتقال کے بعد سلطان محمد بن تغلق دہلی کے تخت پر بیٹھے انھوں نے ہندوستان کو منگول اور دوسرے اقوام سے بچانے کے لئے ۱۳۲۷ء میں دہلی کا پائے تخت دولت آباد میں منتقل کیا۔ دہلی کا پائے تخت جب دولت آباد منتقل ہوا تو اس قافلے میں اعلیٰ ادنیٰ تاجر، عالم، فاضل غرض ہر طبقے کے لوگ شامل تھے۔ اور

انھوں نے اس نئے پائے تخت دیو گیری (دولت آباد) میں سکونت اختیار کرلی۔اس لشکر میں صوفیائے کرام بھی شامل تھے۔

ان صوفیائے کرام نے دولت آباد میں قیام کے بعد یہاں کے مقامی لوگوں کو اسلام کی دعوت دی اور اہلِ ہنود کو توحید کا درس دیا ان صوفیوں میں قابلِ ذکر حضرت خواجہ زین الدین شیرازیؒ حضرت خواجہ امیر حسن اعلاء سجزیؒ اور دوسرے صوفیاں شامل تھے ۔صوفیوں نے نہ صرف اسلام کی تبلیغ کی بلکہ اپنے مریدین کے ذریعے کئی کتابیں بھی لکھوائیں حضرت خواجہ برہان الدین المعروف بہ غریبؒ کی مجلس میں اُس دور کے مشہور و معروف حضرات جو کہ حضرت برہان الدین غریبؒ کے مریدِ خاص تھے موجود تھے ان حضرات میں حضرت خواجہ رُکن الدین کاشانیؒ، حضرت خواجہ حماد الدین کاشانیؒ اور حضرت خواجہ مجد الدین کاشانیؒ ہیں انھوں نے اپنے پیر و مرشد کے اقوال، اوصاف و عادات و خوارق میں کئی کتابیں ضبطِ تحریر کیے جن میں حضرت رکن الدینؒ کی "تفسیر رموزی، نفائس الانفاس، شمائل الاتقیایؒ، رموز الوالہین، اذکار المذکور"۔ حماد الدین کاشانیؒ کی تصانیف میں "احسن الاقوال، منافع المسلمین، اسرارِ طریقت" مجد الدین کاشانیؒ کی تصانیف میں "حصول الوصول، بقیۃ الغرائب، غرایب الکرامات، دیوانِ عین الحیات شامل ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت خواجہ زین الدین شیرازیؒ کے مرید حضرت امیر حسن مولف نے ہدایت القلوب، دلیل السالکین، حبۃ القلوب من مقال المحبوب، حبۃ المحبت و جنت المودت کتابیں تحریر کیں۔ غرض ان صوفیائے کرام کے مریدین نے ہر طرح سے اسلام اور اسلامی تعلیمات کو پھیلایا اور پروان چڑھایا۔

ڈاکٹر مرزا بیگ فرحین جہاں کا یہ فردوسِ نظر مقالہ بھی جواب کتابی شکل ''انوارِ خلد'' کے نام سے شائع ہونے جارہا ہے اس مقالے میں ڈاکٹر فرحین جہاں نے ۱۴ویں صدی عیسوی میں لکھی گئی کتابوں کا تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ پیش کیا ہے۔ مقالہ کل پانچ ابواب پر مشتمل ہیں انھوں نے اپنے مقالے میں جن کتابوں کا جائزہ لیا ہے اُن میں (۱) فوائد الفواد (۲) تحفتہ النصائح (۳) احسن الاقوال (۴) نفائس الانفاس (۵) شمائل الاتقیایٔ (۶) مرأت المحققین (۷) ہدایت القلوب (۸) حبتہ المحبت و جنت المودت (۹) احسن الشمائل (۱۰) مجالس کلیمی (۱۱) ملفوظاتِ نقشبندیہ۔

ڈاکٹر فرحین جہاں نے کل گیارہ کتابوں کا تحقیقی مطالعہ اپنے مقالے میں پیش کیا ہے جو یقیناً اہلِ تصوف کے لئے اور خانقاہی نظام سے تعلق رکھنے والوں کے لئے اور بزرگانِ دین سے محبت و عقیدت رکھنے والوں کے لئے کارآمد ثابت ہوگی ایسا کہنا بے جا نہ ہوگا۔ نیز اس مقالہ میں تین کتابیں ایسی ہیں جو عوام کے سامنے فارسی کے قالب سے نکل کر زبانِ اُردو میں پیش کی جارہی ہے جن میں (۱) ہدایت القلوب (۲) مرأت المحققین (۳) حبتہ المحبت و جنت المودت شامل ہے مصنفہ نے یہ تین کتابوں کا تذکرہ اُردو میں لاکر اہلِ تصوف' اہلِ خانقاہ و بزرگانِ دین سے عقیدت و محبت رکھنے والوں کے لئے ایک شہکار کارنامہ انجام دیا ہے۔ اللہ تعالٰی سے دُعا ہے کہ یہ کتاب ''انوارِ خُلد'' کے نام سے شائع ہوکر عوام و خواص میں شرف مقبولیت حاصل کریں (آمین)

محمد شفیع الدین شمس الدین سوداگر مداری صاحب

(ایم۔اے تاریخ' ایم لیب) لائبریرین چشتیہ کالج آف آرٹس خلد آباد شریف ضلع اورنگ آباد)

## ☆ تاثرات ☆

انوارِ خلد درحقیقت یہ تحقیقی مقالہ ڈاکٹر مرزا بیگ فرحین جہاں کی کئی سالوں کی مشقت کا پھل ہے۔ اس نوعیت کے کام کرنے کا موقع اللہ تعالیٰ نے انھیں عطا کیا اس سے قبل خلد آباد، دولت آباد کے بزرگوں کے واقعات و تصانیف کو لکھنے کی کوشش کی گئی لیکن ان صوفیہ کے ملفوظات پر تحقیق کرنے کی سعادت اللہ نے مصنفہ کو دیا۔ اس کتاب کے مطالعہ کے وقت قاری صوفیائے کرام کے ملفوظات میں ڈوب جاتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ و حضرت خواجہ زین الدین شیرازیؒ کی مجلس برپا ہے اور ہم بھی اُس میں موجود ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً ۷۰۰ سال قدیم صوفیوں کی رُشد و ہدایت اور سوالات کے جوابات آج بھی تازہ ہے اور عالمِ انسانیت کی ہر طرح سے مکمل رہبری کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مصنفہ کے ذریعہ گمشدہ تصوف کا خزانہ عوام و خواص کے لئے عیاں کر دیا ہے۔ قدیم اُردو، فارسی اور دکنی کے دستاویزات و قدیم کتب کی ورق گردانی کرنا یہ تو شیرنی کا دودھ نکالنے کے مانند ہے لیکن یہ سچ روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اُسی سے ایسے کام کروالیتا ہے یقیناً ''انوارِ خُلد'' یہ نایاب کتاب تصوف کے میدان میں سوئی ہوئی قوم کو بیدار کرنے کا کام انجام دے گی۔

''انوارِ خلد'' کا میں نے نہایت دلچسپی سے مطالعہ کیا مقالہ کا باب اوّل پڑھ کے محسوس ہوا کہ یہ ایک تاریخی کتاب ہے۔ ایک منفرد مورّخ کی طرح دکن کی تاریخ کا پس منظر قدیم سے لے کر ۱۹۴۸ء تک چند اوراق میں سمولیا اس باب میں خاص طور پر روضہ خلد آباد

دیوگیری دولت آباد اور کھڑکی اورنگ آباد کا تاریخی پس منظر نہایت ہی دلکش انداز میں پیش کیا گیا ہے اور تمام ثبوتوں کے ساتھ حوالے و تشریحات بھی درج کیے گئے ہیں اس سے مصنفہ کی دور رس نگاہی کا اندازہ ہوتا ہے جو قابلِ ستائش بھی ہے۔ کتاب کے دوسرے باب میں صوفیائے کرام کی آمد کب اور کیسے ہوئی اور ساتھ میں اُس دور کی مذہبی، سماجی اور تہذیبی و تمدنی زندگی بیان کی گئی ہے۔ مزید مصنفہ نے دکن کی اسلامی حکومت کا بھی جائزہ لیا ہے۔ اس ضمن میں بھی مصنفہ نے تاریخی حوالے دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ مقالہ نگار کی یہی تو کسوٹی ہوتی ہے اس میں مصنفہ کھری اتری ہے

غرض صوفیائے کرام کے حُسن اخلاق، بلند کردار اور ملک و ملت سے بے انتہا محبت یہ تمام دیکھتے ہوئے ہزار ہا لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے اس ضمن میں سب سے پہلے یہاں پر صوفی حضرت مومن عارف باللہؒ جلوہ فگن ہوئے اُس دور میں یہاں یادو کی حکمرانی تھی۔ یہاں کی زبان و ادب اور روایت وغیرہ سے وہ ناواقف تھے لیکن انھوں نے یہاں کی زبان سیکھی اور اُسی زبان میں رُشد و ہدایت کی جس سے یہاں کی عوام بخوبی واقف تھی ان کے ذریعہ یہاں ہزاروں لوگ دولتِ اسلام سے مشرف ہوئے اور ان کا یہ کارنامہ اللہ عزوجل نے قبول فرمایا۔

''انوارِ خُلد'' میں باب تیسرا اور چوتھا کتاب کی روح ہے۔ تیسرے باب میں ملفوظات کا مطلب اُس کی زبان، طرزِ تحریر و نوعیت کی تفصیل نہایت ہی انوکھے انداز میں بیان کی گئی ہے۔ دراصل بزرگان دین کے زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے لفظ با اثر ہوتے ہیں یہی ملفوظات نے عالمِ انسانیت کو سیدھی اور سچی راہ دیکھائی۔ مصنفہ نے اس باب میں کل ۴۹

ملفوظاتی کتب کی فہرست دی ہیں جس میں ۲۶ کتب کا زبانِ اُردو میں ترجمہ دیا ہے۔ اوران ۲۶ ملفوظات پر مختصراً روشنی بھی ڈالی ہے جس کے ذریعہ ہمیں ان ملفوظات پر نظر ثانی کا موقع ملتا ہے جو ہمارے علم میں اضافہ کا باعث ہے۔ ڈاکٹر مرزا فرحین جہاں نے اپنے مقالے میں سرزمین دکن میں دولت آباد' خلد آباد و اورنگ آباد کے صوفیائے کرام کے ملفوظات ان کے بابت' ان کے مریدین نے جو کتب تحریر کیا ان کا تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے جو آنے والی نسل اور نئے محقق کے لئے فائدہ مند ثابت ہوگا۔

باب چہارم کی ابتداء میں مصنفہ نے صوفیاء اوران کے ملفوظات پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے اسی مناسبت سے مصنفہ کی دانشوری کا احساس ہوتا ہے اس مقالہ میں کل ۱۱ ملفوظاتی کتب کا جائزہ پیش کیا گیا ہے جس میں فوائد الفواد' تحفتہ النصائح' احسن الاقوال' نفائس الانفاس' شمائل الاتقیایٔ' ہدایت القلوب' حبتہ المحبت' مرأت المحققین' احسن الشمائل' مجالسِ کلیمی' ملفوظاتِ نقشبندیہ شامل ہیں۔ مصنفہ نے ان تمام کتب پر نہایت باریک بینی سے تبصرہ کیا ہے اوران کی ادبی وتاریخی اہمیت کو بھی اُجاگر کیا ہے۔

کتاب ہذا کے پانچوے اور آخری باب میں مصنفہ نے صوفی وتصوف کے معنی و مطالب پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اور آخر میں بزرگانِ دین کے مقابیر کے چند فوٹوز بھی درج کئے ہیں جو کتاب کی خوبصورتی میں اضافہ کررہے ہیں۔

مختصراً تمام ملفوظات میں صوفیائے کرام نے شریعت اور حسن اخلاق پر خاص توجہ دی ہے صوفیوں کا مقصد اور پیشہ یہی تھا کہ وہ بندگانِ خدا کی مدد کریں اور انھیں راہِ نیک پر لے آئیں ان ہی بزرگوں کی بدولت ہندو دکن میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عروج بخشا

غرض ہندو رشی منیوں نے بھی ان بزرگوں سے خوشگوار تعلق رکھا ان صوفیہ کے ذریعہ ہزاروں لوگ دولت اسلام سے مشرف ہوئے اور کئی رہزن بھی راہِ نیک پر چلنے کے لئے آمدہ ہو گئے چونکہ بزرگوں کا مشن ہی یہی تھا اور وہ اسے خوب سمجھتے تھے۔ اس مناسبت سے یہاں یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ یقیناً ''انوارِ خلد'' تاریکی میں بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ نیک پر چلنے کا ایک اہم ذریعہ ثابت ہوگی۔ ساتھ میں، میں ترتیب نگار شفیع الدین سوداگر مداری صاحب کی بھی دوررس نگاہی کی داد دونگا انھوں نے اس مقالے کی تصیح کر کے اسے چار چاند لگا دیا۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا ہے کہ اللہ رب العزت ڈاکٹر مرزا فرحین جہاں کو بلند حوصلہ عطا کریں اور مزید زورِ قلم سے نوازے۔ (آمین)

ڈاکٹر شیخ اعجاز
(ایم۔ اے، بی ایڈ، ایم۔ فیل، پی ایچ، ڈی)
پروفیسر چشتیہ کالج شعبۂ تاریخ خلد آباد

## ☆ابتداء☆

اے قلم لکھ تو پہلے بسمہ اللہ
وحدہٗ لَا اِلٰہ اِلاّ للہ
اے قلم کس کا حال لکھتا ہے
حال لکھتا ہے یا خال لکھتا ہے
سر جھکا کر ادب سے یوں بولا
تذکرہ و تعلیمات ہے یہ اللہ والوں کا
جن پر ہر دم خدا کی رحمت ہے
دین و دُنیا میں جنکی عظمت ہے
پاک نفسوں کا قال لکھتا ہوں
اولیاء اللہ کا حال لکھتا ہوں
ہیں نبی ﷺ چاند یہ ستارے ہیں
کہتے سب ہیں یہ اللہ والے ہیں

## ......﴿بابِ اوّل﴾......

# دولت آباد، خلد آباد، اورنگ آباد کی

# ......مختصر تاریخ......

دولت آباد آج ایک دیہات ہے۔ جو اورنگ آباد سے تیرہ کلومیٹر کے فاصلے پر ہے اورنگ آباد ریاستِ مہاراشٹر کا ترقی یافتہ شہر ہے۔ عہدِ قدیم میں موجودہ ریاست مہاراشٹر، آندھرا پردیش ،کرناٹک اور مدراس وتامل ناڈو کا علاقہ دکن کے نام سے جانا جاتا تھا دولت آباد مورخین کے مطابق وہ شہر تھا جو کبھی دہلی کا مقابلہ کرتا تھا۔ اور یہی وجہ تھی کے یادو کے بعد خلجی اور اس کے بعد شاہانِ تغلق نے اسے اپنی سلطنت کا پائے تخت قرار دیا۔ آج دولت آباد میں تاریخی قلعہ کے علاوہ کوئی رونق نہیں اور یہ سیاحوں کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اورنگ آباد جسے ملک عنبر نے آباد کیا اور اس کا نام فتح نگر رکھا جو بعد میں دورِ مغلیہ کے ایک عظیم بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے اسے اورنگ آباد کے نام سے موسوم کیا۔ آج اورنگ آباد ترقی کے میدان میں ہندوستان کے بڑے شہروں کا مقابلہ کرتا ہے۔ غرض ان علاقوں نے تاریخ کے بدلتے منظر ناموں کو دیکھا اور خود بھی تاریخ کا ایک اہم حصہ بنے۔ بدلتے حالات کے ساتھ آج یہ علاقے موجودہ مہاراشٹر میں موجود ہیں۔ جیسا کے اوپر اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ ریاستِ مہاراشٹر ''دکن'' کا حصہ تھا اس لئے اس باب میں نہ صرف اورنگ آباد، دولت آباد کی تاریخ بیان کی جارہی ہے بلکہ دکن کی مختصر تاریخ وجہ تسمیہ، رقبہ اور محلِ وقوع سے بحث کی جارہی ہے اور اس بحث کے بعد دولت آباد، خلد آباد و اورنگ آباد کی تاریخ رقم کی گئی ہے۔

ہندوستان بنیادی طور پر دو حصّوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک حصہ شمالی ہند اور دوسرا حصہ جنوبی ہند، جنوبی ہند یعنی دکن قدرتی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو یہ تقسیم غلط نہیں ہے۔ بلکہ قدرت نے خود ہندوستان کو دو علحیدہ علحیدہ حصّوں میں تقسیم کر دیا ہے۔

☆ وجہ تسمیہ اور رقبہ:۔

پروفیسر غلام یزدانی اپنی کتاب ''دکن کی قدیم تاریخ''میں لفظ دکن کی وضاحت کرتے ہوئے رقم طراز ہیکہ

''دکن سے مُراد جزیرہ نما ہند کی وہ تاریخی سرزمین ہے جو سہیادری پربت یعنی ست مالا' چندور' اجنتہ یا اندیادری اور مہندر گیری کو جوڑنے والے پہاڑی اور پٹھار کے پھیلاؤ سے شروع ہوتی ہے اور شمال میں مہاندی اور گوداوری کے پانی کو علحیدہ کرتی ہوئی جنوب میں کرشنا اور تنگ بھدرا تک مغرب میں بحرِ عرب سے مشرق میں خلیج بنگال تک پھیلی ہوئی ہے۔ مذکورہ بالا علاقہ تقریباً ۱۳ڈگری ۵۹۰فٹ و ۲۰ڈگری ۳۳فٹ شمالی عرض البلد اور ۲۷ڈگری ۵۴فٹ و ۸۴ڈگری ۲۶فٹ مشرق طول البلد کے درمیان واقع ہے۔''(۱)

عبدالمجید صدیقی صاحب اپنی تصنیف ''مقدمۂ تاریخ دکن''میں تحریر فرماتے ہیکہ دکن جو سنسکرت لفظ دکشن کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔اس سطح مرتفع کا نام ہے جو جنوبی ہند میں دریائے تاپتی کے جنوب سے شروع ہو کر دریائے تنگ بھدرا تک پھیلی ہوئی ہے۔اگرچہ دکن یا دکشن کے لغوی معنی جنوب کے ہے اور اس سے مراد تمام جنوبی ہندوستان ہونا چاہئے اور قدیم مفہوم یہی تھا۔

جب آریا ہندوستان میں آئے تو انھوں نے ہندوستان کی تمام جنوبی سرزمین کو جو بندھیاچل کے پہاڑوں سے راس کماری تک پھیلی ہوئی ہے دکشن کے نام سے موسوم کردیا۔

اور ظاہر ہیکہ اس اصطلاح میں کوہِ بندھیا چل یا دریائے نربدا سے لے کر راس کماری تک تمام
جنوبی ہندوستان داخل تھا۔ اور قدیم زمانے میں دکشن سے یہی مفہوم لیا جاتا تھا۔ یعنی نا صرف
اس میں وہ سطح مرتفع داخل تھی جو دریائے تنگ بھدرا تک واقع ہے بلکہ جنوب تنگ بھدرا
کے کیرلا اور تامل علاقے بھی شامل تھے۔ لیکن جوں جوں زمانہ گذرتا گیا دکن کے معنی محدود
ہوتے گئے چالوکیہ سلطنت کے زوال کے بعد جب مسلمان یہاں آئے تو وہ صرف سطح مرتفع کو
ہی دکشن کے نام سے موسوم کرنے لگے چنانچہ اس زمانے کے مورخوں نے صرف اس
سرزمین کو جو دریائے تنگ بھدرا تک واقع ہے دکن اور اس سرزمین کے باشندوں کو دکھنی کہا۔
مثلاً فرشتہ نے بہمنی سلاطین اور ان کے جانشینوں یعنی عادل شاہی، نظام شاہی، قطب شاہی
سلطنت کو دکھنی سلاطین کہا ہے۔

مزید لفظ دکن کی وضاحت میں ان کی رائے ہیکہ اب دکن
اس سرزمین کو کہتے ہیں جو دریائے تاپتی کے جنوب سے یعنی بالا گھاٹ سے دریائے تنگ
بھدرا تک پھیلی ہوئی ہے۔ اگر چہ قلعہ اسیر گڑھ اس کا دروازہ سمجھا جاتا ہے۔ کیونکہ یہاں سے
دکن کی شاہراہ شروع ہو جاتی ہے۔ لیکن اصل دکن بالا گھاٹ سے شروع ہوتا ہے یہ ایک بڑی
سطح مرتفع ہے جس کے شمال میں پین گنگا، وار دہا اور گوداوری اس کے جنوب میں کرشنا اور تنگ
بھدرا جیسی بڑی ندیاں بہتی ہیں۔ اور اس کے مغرب و مشرق میں پہاڑوں کے طویل سلسلے
ہیں جو سمندر کے متوازی راس کماری تک چلے گئے اور یہ مشرقی اور مغربی گھاٹوں کے نام سے
موسوم ہے۔ لیکن ایک پرانی روایت کے مطابق اس سطح مرتفع کے ساتھ جنوب تنگ بھدرا کا
علاقہ بھی جواب ریاست میسور میں واقع ہے دکن میں شامل کر لیا جاتا ہے۔ اسی طرح اگر اس

کے مفہوم کو پرانی روایت کے ساتھ پھیلایا جائے تو اس میں دریائے کاویری تک تمام کرناٹک بھی داخل ہو جاتا ہے۔(۲)

محمد عبدالغفور نے اپنی تصنیف ''تاریخ دکن'' میں لفظ دکن کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

''کوہ بندھیاچل سے جو گجرات کے شمال مغرب سے مشرق کو گنگا تک چلا گیا ہے برِ اعظم ہندوستان کے شمالاً جنوباً دو حصے ہو جاتے ہیں۔ایک شمالی ہند دوسرا جنوبی ہند اس کے شمالی ملک کو ہندستان خاص اور جنوب کو دکن کہتے ہے۔بعض کا قول ہے کہ اس ملک کا نام جو دکن ہوا ہے وہ لفظ ''وندکا'' سے مشتق ہے۔جس کے معنی جنگل کے ہیں۔ اور جس میں راجہ رام چندر نے بن باس لیا تھا۔''

مزید انھوں نے لکھا کہ مگر یہ خیال نہایت بعید ہے کہ دکن لفظ سنسکرت کے لفظ دکشن کی بگڑی ہوئی شکل ہے جو جنوب کے معنی میں ہے اور بلکل صحیح ہے۔غرض کے مسلمانوں کے زمانے میں ہندوستان خاص اور دکن کی معنوی حدِ فاصل دریائے نربدا تھا مگر چونکہ قوموں کی تفریق پہاڑوں سے ہوا کرتی ہے اس لئے ہم نے بندھیاچل کو حدِ فاصل مانا ہے۔بنگلہ جو بندھیاچل کے مشرق کو ہے اور گجرات جو اس کے مغرب میں ہے نہ شمالی ہند میں داخل سمجھے جاتے ہیں۔نہ جنوبی ہند میں یہ دونوں حصے جدا ہیں۔(۳)

رسالہ سب رس میں سیدّ سراج الدین اپنے مضمون کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ دکن سنسکرت زبان میں دکشینا کہلاتا ہے یعنی جنوبی علاقہ یعنی وہ علاقہ جو دریائے نربدا کے جنوب میں واقع ہے سنسکرت اور بعض دوسری کتابوں میں اس علاقہ

کا نام ''دکشینا پتا'' بھی ہے۔یعنی جنوبی علاقہ پراکرت زبان میں اس علاقہ کا نام دکھینا بادہا Dakhnia Badha ہے۔یونانیوں نے اسے niabades لکھا ہے۔فاہیان نے اسے اپنے سفرنامہ میں سنسکرت کی تقلید میں صرف Ja -Shsin لکھا جو دکشینا کا مترادف ہے۔

قدیم ہندو جغرافیہ نویس نربدا کے جنوبی حصّے کو دکن کہتے ہیں۔مسلمانوں نے اپنی فتوحات کے دوران میں دکن کے علاقے کو صرف کرشنا ہی تک قرار دیا اور حالیہ مورخین بھی دکن سے وہ علاقہ مراد لیتے ہیں جو دریائے نربدا اور کرشنا کے درمیان ہے۔بعض مورخین دکن کی سرحد کو بالا گھاٹ تک قرار دیتے ہیں۔اور بعض نے میسور کے شمالی حصّے کو بھی دکن میں شامل کیا ہے۔جغرافی نقطۂ نظر سے یہ سرزمین سطح مرتفع دکن کہلاتی ہے کیونکہ یہ سمندر کی سطح سے تین ہزار سے پانچ ہزار فیٹ تک بلند ہے۔دکن کے شمال میں بندھیا چل اور ست پڑا پہاڑ ہیں۔اور اس کے مشرق و مغرب میں مشرقی و مغربی گھاٹ ہے۔اور جنوب میں دریائے کرشنا ہے۔جنوبی ہند کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے شمال میں کوہِ بندھیا چل دکن کی اس طرح حفاظت کرتا ہے جس طرح ہمالیہ ہندوستان کی۔علاوہ ازیں اس پہاڑ کے باعث ہندوستان دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔(۴)

عہدِ قدیم میں لفظ دکن کسی علاقے یا پھر جغرافیائی حدود کے تعین کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا تھا۔بلکہ ایک پوری تہذیب و ثقافت کو دکن سے منسوب کیا گیا۔ ڈاکٹر جمیل جالبی دکن کی ادبی خصوصیات کو نمایاں کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ:

"برِ عظیم پاک و ہند کے نقشہ پر نظر ڈالے تو دریائے نربدا اسے
دو حصوں میں تقسیم کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ شمال والے نربدا
کے اس پار کے سارے علاقے کو ہمیشہ کی طرح آج بھی دکن
کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یہی وہ وسیع و عریض علاقہ ہے
جہاں اُردو زبان و ادب کی قدیم روایت پروان چڑھی اور جہاں
کی آب و ہوا موسم اور فضا سے ایسی راس آئی کہ تقریباً ساڑھے
تین سو سال تک ذہنِ انسانی کی آبیاری کرتی رہی۔ قدیم زمانے
میں دکن جانے کے لئے گجرات ایک عام راستہ تھا عام طور پر جو بھی
فاتح آتا پہلے گجرات میں قدم جماتا اور پھر تسخیر دکن کے منصوبے
بناتا (۵)

اس تحریر سے علم ہوتا ہے کہ گجرات کو ابتدء ہی سے دکن کے باب الدخلہ کا درجہ حاصل تھا۔ لیکن رفتہ رفتہ خلجی تغلق، بہمنی، سلاطین کے دکن میں ورود گجرات کے بجائے دیوگیری دولت آباد کو دکن کے باب الداخلہ کا شرف حاصل ہو گیا۔ صوبہ مہاراشٹر دکنی ہندوستان کے شمالی حصے کا ایک طویل علاقہ ہے۔ جس کا رقبہ ۲۳ لاکھ ۷ ہزار ۶ سو ۹ مربع کلومیٹر ہے جو کل ۳۱/ اضلاع پر مشتمل ہیں محمد قاسم فرشتہ نے اس علاقے کو "مراہٹواڑی" کے نام سے موسوم کرتے ہوئے اس علاقے کے بہترین شہروں میں دولت آباد جنتر، چول، بیڑ اور مونگی پٹن کا ذکر کیا ہے۔ دولت آباد جو آج جنوبی ہند کی ریاستِ مہاراشٹر کے ضلع اورنگ آباد کا ایک قصبہ ہے اپنی طویل تاریخ کی وجہ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ (۶)

☆ دہارا گیر، دیوگڑھ، دیوگیری، دولت آباد:۔

قلعہ دولت آباد کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ اس قلعہ کا سب سے قدیم نام ''دہارا گیر'' تھا۔ جو خاندانِ دیوراؤ کے زمانہ حکومت میں دیوگڑھ اور دیوگیری بھی کہلایا دورِ محمد تغلق نے اس کا نام ''دولت آباد'' رکھا۔ دورِ فتح خان پسر ملک عنبر نے اِس کا نام ''فتح گڑھ'' رکھا لیکن یہ نام زیادہ دِنوں تک نہیں چل سکا۔ (۷)

دولت آباد تاریخی مقام ہے۔ جو اورنگ آباد سے ۱۳ کلومیٹر کے فاصلہ پر جانب شمال مغرب واقع ہے۔ یہ پہلے ''دیوگڑھی'' کے نام سے مشہور اور یادو خاندان کا پائے تخت تھا یہی وہ مقام ہے جس کے بارے میں سلطان علاؤالدین خلجی کڑہ (الہ آباد) کی صوبے داری کے زمانے میں اس کی دولت کی شہرت سُن کر ۶۹۴ھ م ۱۲۹۴ء میں راجا رام دیو سے جنگ کی تھی۔ گذشتہ زمانے میں اس شہر کی جو رونق تھی اس کا اندازہ ابوالعباس دمشقی مورّخ کے بیان سے ہوسکتا ہے۔ ''اس شہر کے بہت سے حصّے ہیں ہر حصّے میں بہت سی مسجدیں ہیں، سرائے، بازار، کنویں وغیرہ ہیں۔ مختلف صنعت وحرفت کے کاریگر یہاں رہتے ہیں۔ گویا ہر ایک حصّہ آزاد ریاست ہے''۔ مشہور سیّاح ابن بطوطہ نے اس کو دہلی کا ہم پلّہ قرار دیا ہے۔ (۸)

مشہور و معروف سیّاح ''ابن بطوطہ'' اپنی تصنیف ''عجائب الاسفار'' المعروف ''سفرنامہ ابنِ بطوطہ'' میں شہر دولت آباد کی تعریف کچھ اس طرح کرتا ہے۔

''دولت آباد بہت بڑا شہر ہے دہلی کا مقابلہ کرتا ہے اس کے تین حصے ہیں
ایک حصے کو دولت آباد کہتے ہے اس میں بادشاہ اور شاہی لشکر رہتا ہے
دوسرے حصے کو ''کتکتہ'' کہتے ہے تیسرے حصے کو جو قلعہ ہے ''دیوگیر''
کہتے ہے یہ قلعہ مضبوطی میں بے نظیر ہے خان اعظم قتلیغ بادشاہ کا
استاد اسی قلعہ میں رہتا ہے ساگر اور تلنگانہ اسی کے ماتحت ہے اس کا علاقہ
تین مہینے کی مسافت میں پھیلا ہوا ہے۔ اس کی طرف سے نائب اور حاکم
جگہ جگہ رہتے ہیں۔ دیوگڑھ کا قلعہ سطح زمین میں ایک چٹان پر واقع ہے۔
اس چٹان کو کھود کر اس کی چوٹی پر قلعہ بنایا ہے۔'' (۹)

یہ قلعہ مسلمانوں کے تصرّف میں کب اور کس طرح آیا اس کی وضاحت محمد غلام امام خان کی تحریر کردہ تاریخ خورشید جاہی میں اس طرح ملتی ہے۔ محمد غلام امام خاں رقم طراز ہیں:

''قلعہ دولت آباد مملکت دکن میں سب سے پہلے تعمیر ہوا ہے جس کی بناء
راجا ایل نے ڈالی ہے۔ پس بہ سبب گردش لیل ونہار کے رام دیو کے تصرّف میں آیا اور
۶۹۴ھ م ۱۲۹۴ء میں بقول بعض علاؤ الدین برادر زادہ سلطان جلال الدین خلجی والئی دہلی کا
اور بقول بعض کے سلطان بنفس نفیس افواج شائیستہ دوڑ کر کے بعد قتل کثیر کے مال کثیر قبضۂ
تصرّف میں لایا۔ اور باج وخراج مقرر کر کے نفست فرمائی یہ ابتداء حکومت اہلِ اسلام کی اس
نواح میں ہے۔

ازاں بعد سب سے پہلا حاکم مستقل سرزمین دکن کا حسن گنگوئی بہمنی ہوا ہے اور
اس کے عہدِ حکومت سے اس وقت تک اسلامیوں ہی کے قبضے میں ہے۔ رام دیو عدم ہوا اور

اس کا فرزند فرمان روا ہوا وہ بہ سبب چند حرکات ناشائستہ کے ملک نائب کے ہاتھ سے نہایت بدترین افعال سے مقتول ہوا۔ پس بہ وجہ تغیرات زمانہ کے دودمان شاہان نظام شاہیہ کے تصرّف میں آیا اور ۱۰۴۲ھ میں شاہ جہاں کے عہدِ حکومت میں نہایت ہی خانگی سعی سے ملحق ممالک محروسہ تیموریوں کا اور اب زیرِ تصرّف دودمان آصفیہ کے ہے۔ اس کا اصل نام ''دہارا نگر''، ''دیوگڑھ'' ہے۔ سلطان محمد تغلق شاہ نے اس کی شہر پناہ بنوا کر دولت آباد رکھا''۔ (۱۰)

☆ قلعہ دولت آباد کا محلِ وقوع:۔

قلعہ دولت آباد کے درمیان گہری خندق ہے۔ جس کی گہرائی ۳۰ سے ۴۰ فٹ ہے۔ جس میں پانی بھرا رہتا ہے۔ اس قلعے کا محلِ وقوع بہت عمدہ ہے۔ اور اسی زمانے میں جنگلات سے گھیرا رہتا تھا۔ اور جس کی آمد و رفت دشوار تھی یہ اورنگ آباد سے ۱۳ کلو میٹر ہے۔ اور درمیان میں کئی عمارت اور باغات ہیں ان قلعہ جات کا احاطہ ۵۵۰۰ وزعہ (اس دور کا پیمائشی آلہ) شاہ جہانی ہے۔ اور اس کی اونچائی ۱۴ تا ۱۵ وزعہ شاہ جہانی ہے۔ اور جس کی خندق سنگِ خارہ کی ہے۔ اسی قلعہ میں پُر پیچ راستے بنائے گئے ہیں۔ ان حصاروں کو حصار اوّل، دوّم و حصار سوّم کہتے ہیں۔ جو زمین سے ۲۰ فٹ اونچے اور ۱۰ تا ۱۲ فٹ چوڑے ہے۔ ان حصاروں کے نام کوٹ، کالا کوٹ، بالا حصار وغیرہ ہیں۔ جہاں کئی ہزار توپیں تیار رہتی تھیں اس طرح کا قلعہ دولت آباد کا رقبہ اور محلِ وقوع تھا۔ (۱۱)

اگر ہم قلعہ دولت آباد کی بناوٹ پر روشنی ڈالے تو ہمیں اس بات کا علم ہوگا کہ یہ ایک مخروطی پہاڑ پر بنایا گیا ہے۔ جو ۱۵۰ فٹ کی بلندی تک سیدھا کٹا ہوا ہے اور پہاڑ اطراف کے میدان سے عموداً ۶۰۰ فٹ بلند ہے۔ تین سلسلے قلعہ بندی کے اس حصار پر اور بالائی قلعہ کی بنیاد کے

درمیان واقع ہے۔قلعہ کے اندر داخل ہونے پر حسب ذیل عمارت اور ہاتھی حوض ملتے ہیں

☆ ہاتھی حوض:۔

یہ بہت عظیم الشان حوض ہے۔ جو ۱۵۰ فٹ عریض اور ۱۵۲ فٹ طویل اور ۲۱ فٹ عمیق ہے اس حوض کا چبوترہ نہایت ہی عظیم الشان اور وسیع ہے۔

☆ چاند مینار (دولت آباد):۔

اس کا ارتقاء ۲۱۰ فٹ اور محیط ۷۰ فٹ بنیاد کے قریب ہے۔ جس کو علاؤالدین حسن بہمنی نے اپنی فتح کی یادگار میں ۱۴۸۳ء میں تعمیر کروایا تھا۔ یہ بہمنیہ طرز تعمیر کا بہترین نمونہ ہے۔ ابتداء میں نہایت خوبصورت ایرانی کام کیا گیا ہے جو جنوبی ہند کے مسلمانوں کی فنِ تعمیر کا عمدہ نمونہ ہے۔ اس مینار کے اوپر چڑھنے سے میلوں دور تک نگاہ جاتی ہے۔

☆ سنہری و چینی محل:۔

سنہری محل کا تو کچھ پتہ نہیں چلتا البتہ چینی محل کے کچھ نشان موجود ہے۔ جس سے اندازہ کیا جاتا ہے کہ کسی زمانے میں یہ عمارت اپنی آپ نظیر ہوگی۔ ابوالحسن تاناشاہ کو اورنگ زیب نے ۱۶۸۷ء میں اسی محل میں قید کیا تھا۔ یہ دو منزلہ عمارت تھی۔ بعض جگہ چینی کا کام اب بھی نظر آتا ہے اس حوالے سے دولت آباد کے اہم پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہیں۔ (۱۲)

اس علاقے پر تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف خاندانوں نے حکمرانی کی ہے۔ جیسے ۹۰ ق م سے ۳۰۰ تک آندھرا کے بھارتیہ خاندان نے ۶۷۰ء سے ۹۷۳ تک راشٹر کٹ خاندان نے ۹۷۳ سے ۱۱۹۰ تک مغربی چالوکیہ نے اور ان کے بعد دیوگیر یا دیوگڑھ (موجودہ دولت آباد) یادو خاندان کے راجاؤں کے زیرِ نگیں رہا ۱۲۹۴ء میں علاؤالدین خلجی

کے زیرِ نگیں آیا ۱۳۲۵ء میں محمد بن تغلق کے عہدِ تسلط میں رہا تغلق خاندان نے اس علاقے پر ۱۳۴۵ء تک حکمرانی کی۔ (۱۳)

اس طرح ان خاندانوں کے سلاطین نے مختلف دور میں حکمرانی کی۔ آندھرا کا بھارتیہ خاندان، راشٹرکوٹ خاندان، مغربی چالوکیہ خاندان ان خاندانوں کے خاتمہ کے بعد نئے خاندان کی بنیاد پڑی جسے دیوگیری کا یادو خاندان کہا جاتا ہے۔ دکن میں ''دیوگیری'' کے یادو خاندان کا عروج تاریخ ہند کا ایک اہم باب ہے۔ یہ خاندان جنوب میں لگ بھگ اسی زمانے میں برسرِ اقتدار آیا جبکہ ہندوستان کے شمال میں محمد غوری اپنی فتوحات کے پرچم گاڑ رہا تھا۔ دیوگیری کے یادو خاندان سے پہلے دکن میں دوسرے قابلِ ذکر خاندانوں کے راجہ حکومت کر چکے تھے۔ جن کا ذکر کیا گیا ہے۔ چالوکیہ خاندان کے زوال کے بعد ۱۱۸۷ء میں یادو خاندان کی بنیاد پڑی۔ (۱۴)

☆ دیوگیری کے یادو:۔

> ''یادوں کو ''یدو'' کی نسل سے بتایا جاتا ہے مہابھارت کے ہیروں کرشن بھی اسی نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ بدقسمتی سے ان کی ابتدائی تاریخ تاریکی میں ہے۔ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ جب مانیہ کھیٹ اور کلیان کے چالوکیہ دکن میں حکومت کر رہے تھے۔ وہ ایک جاگیردار خاندان کی حیثیت رکھتے تھے۔'' (۱۵)

یادو خاندان کے راجا خود کو سری کرشنا کے نسل سے سمجھتے تھے۔ یہ لوگ جنوب میں ہوسلیا

حکومت سے برسرِ پیکار تھے۔اور شمال میں گجرات تک اپنی سلطنت کو وسعت دی ان کا بڑا حکمران سنگھانا ۱۲۱۰ء تا ۱۲۴۷ء تھا۔اس خاندان نے سنسکرت کی سرپرستی کی۔(۱۶)

بارہویں صدی کے اوائل میں دیوگیری، دیوگڑھ یا ''یادو خاندان'' کی حکمرانی تھی اور دولت آباد کا موجودہ علاقہ دیوگڑھ یا دیوگیری کے نام سے ان کا مضبوط اور شاندار پائے تخت تھا۔اس خاندان کی حکومت جنوب میں کرناٹک (گلبرگہ) اور مشرق میں آندھرا پردیش تک پھیلی ہوئی تھی۔اسی خاندان کے ایک راجا رام دیو نے یہاں کے قلعہ کو دو بارہ مستحکم کیا۔اور اس کو حملہ آوروں کے لئے نا قابلِ تسخیر بنا دیا۔یہ کہنا یہاں مناسب ہیکہ دولت آباد، دیوگیری کا قلعہ ہندوستان کے نا قابلِ تسخیر پہاڑی علاقوں میں سے ایک تھا۔ہم چاہے ایلورہ کے صنم خانوں کو جائیں یا خلد آباد کے آستانوں پر سب سے پہلے یہی قلعہ دامنِ کشاں ہوگا اور سیاح اس کی زیارت کریں بغیر آگے نہیں بڑھے گے۔یہ قلعہ یادو خاندان کے راجاؤں نے بنوایا تھا۔اور اس کو علاؤ الدین خلجی نے ۱۲۹۴ء میں فتح کیا۔(۱۷)

یادو خاندان کی بنیاد رکھنے والا بھلّم ہے۔جو کلیانی حکومت کے چالوکیہ خاندان میں ایک سردار تھا۔چالوکیہ کے زوال کے بعد یادو نمایاں ہونے لگے اور بہت جلد انھوں نے ایک وسیع سلطنت قائم کر لی۔ہوائے سلوں کے حملوں اور غصبانہ قبضے کے بعد چالوکیہ خاندان دم توڑ رہا تھا ان حالات کا فائدہ اٹھا کر تقریباً ۱۱۸۷ء میں سومیشور چہارّم کے کمزور ہاتھوں سے بھلّم نے حکومت اپنے زیرِ نگی کر لی۔بھلّم نے دیوگیری میں موجودہ دولت آباد کو اپنی راجدھانی قرار دیا کچھ عرصہ بعد بھلّم نے اورنگ آباد کے قریب دیوگیری پر ایک مستحکم قلعہ بنوایا۔

بقول ہمادری:۔

''اپنی سلطنت کا پائے تخت دیوگیری دولت آباد کو منتخب کر کے راجا بھلّم نے کٹک (فوجی لشکرگاہ) قائم کیں یہ کٹک نام آگے چل کر کٹکی کے نام سے جانے جانے لگا جو بعد میں کھڑکی ہوا کھڑکی اورنگ آباد کا قدیم نام ہے۔(۱۸)

بھلّم کی شاہی فوجیں جنوب کی طرف زیادہ نہ بڑھ سکی کیونکہ ۱۱۹۱ء میں یا اس کے قرب وجوار میں ہوائے سل راجا ویر بلال نے دھاڑواڑ کی جنگ میں اسے شکست دی اور قتل کر دیا۔ بھلّم کا جانشین اس کا بیٹا جیتر پال عرف جئے توگی تقریباً ۱۱۹۱ء میں تخت نشین ہوا۔ اس راجا نے شدید مجادلہ کے دوران تلنگوؤں کے راجا رودر دیو کو قتل کر کے اپنے بھتیجے گنپتی کو کاکتہ گدّی پر بیٹھا دیا۔ اس طرح یادو رفتہ رفتہ اپنے معاصرین پر اثر انداز ہونے لگے۔ یادو خاندان کا دبدبہ باقی رہا لیکن یہ بھی حقیقت ہے بھلّم جیسا فعال حکمراں اب موجود نہ رہا تھا۔ اس راجا کا عہدِ تسلّط ۱۲۱۰ء تک رہا۔

جیتر پال عرف جئے توگی اوّل کا لڑکا سنگھن دیوگیری کے تخت پر متمکن ہوا۔ سنگھن یادو سلسلے کا سب سے جوشیلہ شخص تھا ۱۲۱۰ء تا ۱۲۴۷ء تک طویل دورِ حکومت میں اس نے بہت سے قلعے فتح کر ڈالے سنگھن جو کہ نہایت بہادر راجا تھا۔ اس نے اپنے دادا کی ہزیمت کا بدلہ لیا۔ اور بلال دوّم ہوائے سل کو شکست دے کر اپنی حکومت کرشنا پار تک پھیلا لی۔ اس نے اپنے ہم عصر راجاؤں سے بڑی کامیابی کے ساتھ زور آزمائی کی۔ اسی کی بدولت یادو ریاست کے حدود اتنے ہی وسیع ہو گئے جتنے مغربی چالوکیوں کے تھے۔

سنگھن کے دورِ حکومت میں علم وادب کو کافی وسعت ملی۔اس کے دربار کی رونق سارنگ دھر تھا۔جس کا خاص علمی کارنامہ موسیقی پر ایک تصنیف ہے۔یہ تصنیف "سنگیت رتناکر" کے نام سے موسوم ہے۔اس راجا کے عہدِ حکومت میں یادو خاندان کو کافی وسعت ملی۔اور علم وادب بھی پروان چڑھا۔گو اس راجا کی وفات ۱۲۴۷ء میں ہوئی۔سنگھن کے بعد دیوگیری کے تخت پر اس کا پوتا کرشن یا کنہر متمکن ہوا جو تقریباً ۱۲۴۷ء تا ۱۲۶۰ء تک راج گدّی پر قابض رہا۔اس نے بھی اپنے اسلاف کی طرح مالوہ، گجرات اور کوکن کے راجاؤں سے ٹکّر لی یہ راجا نہایت ہی مذہبی تھا۔اور برہمن مت کا مخلص پیرو تھا۔اس کے دور میں بھی علم وادب کو کافی فروغ ملا۔اُس دور میں ایک نامور شاعر جلہن گذرا ہے اس کی نظموں کا مجموعہ "سوکتی"، "مکتاولی" اور املانند شرح ویدانت کل پتر واس کے دور کی یادگار ہیں۔

کرشن دیورائے کی وفات کے بعد اس کا لڑکا رام دیو کم سن ہونے کی وجہ سے کرشن دیورائے کا چھوٹا بھائی مہادیو راج گدّی پر بیٹھا اس کا عرصۂ حکومت ۱۲۶۰ء سے ۱۲۷۱ء تک رہا۔اس کے بارے میں شواہد یہ کہ اس نے کوکن کو اپنی ریاست میں شامل کر لیا کرناٹک اور لاٹ کے مقبول حکمرانوں کی حالت مضحکہ خیز بنادی۔اور کاکتیہ رانی رودرامبا پر اپنی ہیبت طاری کردی۔دیوگیری، دولت آباد کے تخت پر مہادیو کے بعد رام چندر یا رام راج تقریباً ۱۲۷۱ء سے ۱۳۰۹ء تک متمکن رہا۔چند تاریخ داں کا کہنا ہے کہ رام دیورائے نے قلعے دار کو لالچ دے کر قلعہ میں داخل ہوا۔(۱۹)

رام دیورائے کے زمانے میں عظیم برہمن وزیر ہیمادری یا ہیماد پنت موجود تھا۔جو ہندو دھرم شاستر پر کئی کتابوں کی تصنیف کے لئے مشہور ہے۔یہ عبارت اس بات کی صراحت

کرتی ہیکہ اس راجا کے عہدِ حکومت میں بھی علم وفن کو کافی فروغ رہا۔ رام دیو کے ہی عہد میں علاؤالدین خلجی نے ۱۲۹۴ء میں دیوگیری، دولت آباد پر حملہ کر کے راجا رام دیورائے کو شکست دی اور اسے اپنا باج گذار مقرر کیا۔

راجا رام دیورائے کو تین لڑکے تھے اس کا ولی عہد لڑکا شنکر دیورائے باقی دو لڑکے ایک کا نام بھلّم دوّم اور دوسرے کا نام بھلاّ ڑ تھا۔ شنکر دیورائے کو سنگھن دوّم کے نام سے بھی پہچانا جاتا ہے۔ شنکر دیورائے ۱۳۰۹ء میں تخت نشین ہوا تو اس نے رام دیورائے کا قبول کیا ہوا اخراج علاؤالدین خلجی کو دینا بند کر دیا۔ علاؤالدین خلجی کا سپہ سالار ملک کافور نے ۱۳۱۲ء میں شنکر دیورائے کو شکست دے کر قتل کر دیا۔ اور شنکر دیورائے کا بہنوائی ہر پال دیو کو ملک کافور نے علاؤالدین خلجی کا باج گذار بنا کر دیوگیری کے تخت پر بیٹھایا۔ بعدازاں رام چندر کے داماد ہر پال دیو نے مسلمانوں کے خلاف علمِ بغاوت برپا کر دیا۔ ۱۳۱۸ء میں علاؤالدین خلجی کے بیٹے قطب الدین مبارک خلجی نے ہر پال کو قتل کر دیا اس طرح یادو خاندان کا زوال ہوا۔ (۲۰)

☆ شاہانِ خلجی:۔

☆ سلسلہ نسب:۔

اس کے بارے میں تاریخ فرشتہ کا یہ کہنا ہیکہ ''خلجی چنگیز خان کے داماد قالج خان کی اولاد ہیں۔ جو قالج سے خالج کہلائے اور اس کے بعد ان کو خالجی یا خلجی کہا جانے لگا''۔ لیکن صاحبِ سلجوقیان کا بیان ہیکہ ''ابنِ یافت کے گیارہ بیٹے تھے جن میں سے ایک کا نام خلج تھا جس کی اولاد خلجی کہلائی''۔ کتب تاریخ میں چنگیز خان کے عروج سے قبل بھی جا بجا قوم خلج کا

ذکر آیا ہے۔اس کے علاوہ تاریخ سے یہ بھی پتہ چلتا ہیکہ خلجی قبیلہ زمانہ دراز سے غور و ہیرات کے علاقے میں آباد تھا۔جس کے اکثر افراد افغانی حملہ آوروں کے ہمراہ ہندوستان آتے رہے سلطان شہاب الدین غوری کے عہدِ حکومت میں اسی قبیلے کے ایک شخص بختیار خلجی نے بنگال و بہار کو فتح کیا تھا۔(۲۱)

خلجیوں کی اصل اور نسل کے بارے میں نظام الدین رقمطراز ہے کہ:

''خلجی چنگیز خان کے ایک داماد قلیج خان کی ایک اولاد تھے قلیج خان کے تعلقات اپنی بیوی سے خوشگوار نہیں تھے لیکن وہ اس کے والد منگول شہنشاہ چنگیز خان سے کھلم کھلا قطع تعلق کرنے کی جراٗت نہیں رکھتا تھا آخر کار اسے چنگیز خان کی اطاعت کے چولے کو اُتار پھینکنے کا ایک سنہرہ موقع مل گیا اور وہ اپنے خاندان اور پیروؤں سمیت جن کی تعداد تقریباً تیس ہزار تھی غور جرجستان کی وادیوں کی طرف ہجرت کر گیا وہاں وہ امن اور سکون سے رہا اور اس کے لوگ قلیج یا قلج سے قلجی کہلائے لیکن بعد میں کثرتِ استعمال سے وہ لفظ خلجی ہو گیا''۔(۲۲)

تاریخ فخر الدین مُبارک شاہ کے مصنف فخر الدین کی شہادت ہے۔جس نے برنی کی تاریخ سے ڈیڑھ صدی قبل اپنی کتاب ۱۲۰۶ء میں مکمل کر لی تھی۔

فخر الدین اپنی تصنیف میں چوسٹھ ترک قبیلوں کی فہرست دیتا ہے اس میں وہ ترک، غز، خلجی، تاتار

اغس، قے وغیرہ کو شامل کرتا ہے"۔(۲۳)

ریورٹی کے بیان کے مطابق:۔

"ریورٹی کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ خلجی کوئی
مفروضہ قبیلہ نا تھا بلکہ ان کا تعلق ایک ترُک قبیلے
سے تھا۔ مدت دراز سے افغانستان میں سکونت کے
باعث وہ مقامی باشندوں سے اتنا گھل مل گیا تھا کہ
وہ ترُک سے زیادہ افغان سمجھے جاتے تھے"۔(۲۴)

ابوالقاسم فرشتہ، فخر الدین و ریورٹی کے بیان کے مطابق یہ بات واضح ہوتی ہے کہ خلجی کا تعلق ایک ترُک قبیلے سے تھا۔ لیکن مفتی شوکت علی فہمی کی اختلاف رائے ہے وہ بتاتے ہیں کہ خاندانِ خلجی کا سلسلۂ نسب افغانی قبیلے سے ملتا ہے۔(۲۵)

☆ جلال الدین خلجی:۔

جلال الدین ۱۳ جون ۱۲۹۰ء م ۳ جمادی الثانی ۶۸۹ھ کو تخت نشین ہوا اور اسی کے زیرِ سرپرستی خلجی خاندان کی بنیاد پڑی جلال الدین خلجی نے جلال الدین فیروز شاہ خلجی کا لقب اختیار کیا اور کیلوگھڑی کو اپنا پائے تخت قرار دیا۔ جلال الدین خلجی کو تین فرزند تھے

**جلال الدین شاہ کے فرزند**

اکبر اختیار الدین حسام الدین (ارکلی خاں) اصغر الدین (قدر خاں) (۲۶)

جلال الدین خلجی نہایت ہی دریا دل بادشاہ گذرا ہے۔ مثلاً وہ انتہائی رحم دل، خدا ترس اور فیاّض تھا جلال الدین خلجی کا عہد حکومت صرف ساڑھے چار برس ہی رہا بادشاہ کو اس کے بھتیجے

وداماد علاؤالدین خلجی نے ۱۷ رمضان ۶۹۴ھ م ۱۲۹۴ء میں قتل کروادیا۔ (۲۷)

خلجی خاندان میں پانچ بادشاہ گذرے ہیں جن کا مجموعی عہدِ حکومت کُل ۲۳ سال ہے۔ لیکن حقیقت میں اس خاندان کے صرف دو بادشاہ قابلِ ذکر ہیں جن میں سے ایک جلال الدین خلجی ہے اور دوسرا سلطان علاؤالدین خلجی باقی تمام بادشاہوں کا عہدِ حکومت کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتا۔ خلجیوں کا دورِ حکومت فتوحات کے اعتبار سے بہت زیادہ درخشاں دیکھائی دیتا ہے۔ چانچہ شاہانِ ہند جن کی حکومت صرف شمالی ہند تک محدود تھی خلجیوں نے اس حکومت کو دکن کے دور دراز علاقوں تک پھیلا دیا۔ گجرات اور سوستان صحیح معنوں میں خلجیوں کے دورِ حکومت میں ہی فتح ہوا۔ خلجیوں کی فتح کو ہندوستان کی تاریخ میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ (۲۸)

☆علاؤالدین خلجی کی ابتدائی زندگی اور تخت نشینی:۔

علاؤالدین خلجی جو علی یا گرشاسپ کے نام سے بھی معروف تھا۔ جلال الدین کے بھائی شہاب الدین مسعود خلجی کا فرزند تھا۔

شہاب الدین کے فرزند

علی، گرشاسپ (علاؤالدین) الماس بیگ قتلغ تغین محمد

شہابُ الدین خلجی بھائی جلال الدین کی تخت نشینی سے قبل وفات پا چکا تھا اس لئے اس کے بڑے بیٹے کی پرورش اس کے چچا جلال الدین کے مشفقانہ نگرانی میں ہوئی تھی۔ علاؤالدین خلجی نہایت بہادر سپہ سالار تھا بادشاہ نے اس کی لیاقت کو دیکھتے ہوئے اُسے کڑہ کا صوبیدار مقرر کیا۔ خفیہ طور پر علاؤالدین دیوگری' دولت آباد پر حملے کے لئے آیا۔ اِس وقت دیوگری پر

رام چندر نامی ایک یادو حکمراں کی فرمانروائی تھی۔ علاؤالدین آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ ۲۶ فروری ۱۲۹۴ء م ۱۹ ربیع الآخر ۶۹۴ھ بروز سنیچر روانہ ہوا۔ (۲۹)

علاؤالدین خلجی پہلا مسلم سلطان گذرا جس نے دکن، دیوگری پر فوج کشی کی تھی۔ گو اس نے یہاں کے راجا رام چندر دیو کو شکست دی اور یہاں کے راجہ نے صلح کی۔ اور بے انتہا مال و اسباب اپنے ساتھ لے گیا اور راجا رام دیو کو اپنا باجگذار بنا کر دیوگری کے تخت پر بٹھایا (۳۰)

اس ضمن میں فرشتہ کا بیان ہے کہ

"یہ تاوان چھ من سونا سات من جواہرات
دو من قیمتی پتھروں مثلاً زمرد، نیلم، ہیرے
اور یاقوت ایک ہزار من چاندی اور چار ہزار
ریشم کے تھان اور دوسری بہت سی اشیاء پر
مشتمل تھا جس کا شمار دُشوار تھا۔" (۳۱)

سُلطان علاؤالدین خلجی نے ۶۹۵ھ م ۱۲۹۵ء کو دہلی میں داخل ہونے کے بعد بڑی دھوم کے ساتھ تخت نشینی کی رسم ادا کی تین شنبہ روز جشن منایا گیا، سرکاری خرچ پر دہلی کی آئینہ بندی ہوئی اور جا بجا شراب کی سبیلیں لگائی گئی مقربین اور عزیزوں کو خطابات عطا کیے گئے۔ (۳۲)

برنی لکھتا ہے:

"مقتول سلطان کے کٹے ہوئے سر سے ابھی خون ٹپک
رہا تھا کہ علاؤالدین کے سر پر چتر شاہی سایہ فگن ہوا

اس کے سلطان ہونے کا اعلان ہوا۔'' (۳۳)

مقتول سلطان سے مراد جلال الدین خلجی ہے جسے علاؤالدین خلجی نے قتل کر دیا تھا۔ کے ایس لال اپنی تصنیف ''خلجی خاندان'' میں رقم طراز ہیکہ ''۲۰ ر کتوبر ۱۲۹۵ء م ۲۲ ذی الحجہ ۶۹۵ھ کو علاؤالدین ایک فاتح کی حیثیت سے راجدھانی میں داخل ہوا نئے تخت نشین ہونے والے بادشاہ نے ابوالمظفر سلطان علاؤالدین محمد شاہ خلجی لقب اختیار کیا''۔ (۳۴)

علاؤالدین اس عہد کا پہلا حکمراں تھا جس نے تقریباً پورا شمالی اور جنوبی ہند فتح کیا۔ بے شمار داخلی اور خارجی خطرات کے باوجود اتنی وسیع سلطنت قائم کی اور نظم و نسق بھی برقرار رکھا تھا۔ وہ ناصرف ایک عظیم فاتح تھا بلکہ ایک بڑا منتظم بھی تھا۔ (۳۵)

ملک کافور جو سلطان کا بے وفا اور دغہ باز سپہ سالار تھا اس نے بادشاہ کی تمام ہمدردی حاصل کر رکھی تھی۔ بادشاہ کو اس دغہ باز پر نہایت اعتماد تھا۔ ملک کافور نے سیاسی چالیں چلنی شروع کیں۔ کافور کی ان سیاسی چالوں کا مقصد یہ تھا کہ وہ براہِ راست یا بالواسطہ دہلی کی حکومت پر قبضہ جمانا چاہتا تھا۔ بادشاہ جب ۷۱۵ھ م ۱۳۱۵ء میں زیادہ بیمار ہوا تو بادشاہ کی بیماری پر ملک کافور فوراً دہلی پہنچ کر دن رات بادشاہ کی تیمارداری کی اور بادشاہ کا دل اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

سلطان جو طویل علالت کی وجہ سے کمزور ہو گیا تھا ۶ شوّال ۷۱۶ھ م ۶ جنوری ۱۳۱۶ء کو اس کی وفات ہوئی۔ عام خیال ہے کہ ملک کافور نے سلطان کو زہر دے کر ختم کر دیا تھا۔ ملک کافور نے بادشاہ کی موت سے قبل بادشاہ سے ایک دستاویز بھی لکھوالی تھی جس کے ذریعہ ولی عہد سلطان خضر خان کو معزول کر دیا گیا۔ اور اس کی جگہ بادشاہ کے چھ سالہ

لڑکے شہاب الدین کو وارث تخت وتاج قرار دے دیا گیا تھا۔(۳۶)

☆ شہاب الدین خلجی:۔

علاؤالدین خلجی کے وفات کے دوسرے روز ملک کافور نے ایک بادشاہی فرمان دیکھایا جس کے مطابق خضر خان معزول ہوکر خوردسال شہزادہ شہاب الدین عمر بادشاہ ہوا چنانچہ خضر خان اوراس کے بھائی شادی خان کی آنکھوں میں سلائی پھیر کرانھیں اندھا کر دیا گیا۔(۳۷)

اس ضمن میں امیر خسرو کہتے ہے۔

''جو آنکھیں سرمہ کالمس نہیں برداشت کرسکتی تھی

اب ان کو اندھا کرنے والی سلائی کی تکلیف سہنی پڑی''(۳۸)

ملک کافور نے سلطان کے ولی عہد بیٹے کو بھی قید کرلیا جس کا اسمِ گرامی قطب الدین مبارک خان تھا۔ ملک کافور اب تحفظ کے ساتھ حکومت کرنے لگا کافور نے مبارک خان کو اندھا کروانے کے لئے چند پیادے بھجوایا جن کے نام مبشر، بشیر، صالح اور منیر ہیں۔ لیکن حالات نے پلٹا کھایا اور قاتلوں کو اس شہزادے پر رحم آ گیا اور انھوں نے بجائے شہزادے مبارک کے ملک کافور کے محل میں گئے اس کو اقتدار پر غاصبانہ قبضے کے صرف ۳۵ دن بعد قتل کر دیا۔(۳۹)

لیکن مفتی شوکت علی فہمی اپنی کتاب ''ہندوستان پر اسلامی حکومت'' میں بیان کرتے ہیکہ ملک کافور علاؤالدین کی وفات کے بعد ۳۰ دن زندہ رہا۔

☆قطب الدین مبارک شاہ خلجی :۔

ملک کافور کے قتل کے بعد شہاب الدین کا اتالیق قطب الدین کو مقرر کیا گیا۔ مبارک خان نے دو ماہ بعد بھائی کو اندھا کروا کر گوالیار بھیج دیا۔ قطب الدین مبارک شاہ خلجی ۱۷ یا ۱۸ سال کی کچی عمر میں ۱۴/ اپریل ۱۳۱۶ء ۲۰ محرم ۱۶ ۷ھ کو تخت نشین ہوا۔ (۴۰)

سلطان قطب الدین مبارک خان خلجی کی ابتداء اچھی تھی لیکن جلد ہی اس پر نامبارک اثرات غالب آنے لگے۔ جب چند امیروں نے ایک خوردسال شہزادے کو بادشاہ بنا کر بغاوت کا اہتمام کیا تو قطب الدین نے نا صرف باغیوں اور شہزادے کو سزا دی بلکہ اپنے بھائی خضر خان اور شادی خان کو قتل کروا دیا۔ اور جب تخت کے تمام دعویدار ختم ہو گئے تو بری طرح عیاشی اور ہوس پرستی پر کمر باندھ دی بادشاہ بالعموم اہلِ نشاط کی محفل میں رہتا گاہے گاہے دربار میں زنانہ کپڑے پہن کر آتا اور درباری مسخرے بھاٹ اور معزز امراء اور درباریوں کا تمسخر اڑاتے قطب الدین نے اپنا دین وایمان نیچ ذات خسرو خان کو دے رکھا تھا۔ (۴۱)

☆قطب الدین خلجی خان کی دیوگری مہم :۔

ملک نائب کافور کی موت کے بعد دیوگری سلطنت دہلی کے ہاتھ سے نکل گئی تھی۔ رام دیو کے داماد ہرپال دیو نے خود مختاری کا اعلان کر دیا ۱۳۱۸ء میں قطب الدین ایک لشکر جرار کے ساتھ دیوگری کی جانب روانہ ہوا۔ بادشاہ اور لشکر و سلطان کا سپہ سالار خسرو خان دو مہینے کی مدت کے اندر ہی دیوگری کے قریب پہنچ گیا۔ گو شدید معرکہ آرائی کے بعد ہرپال دیو کو شکست ہوئی اس کی بحکم زندہ کھال کھینچ لی گئی اور اس کی لاش

دیوگری کے دروازوں پر لٹکادی گئی سلطان نے کچھ مدت دیوگری میں قیام کیا اسی دوران میں وہ مرہٹہ علاقہ کو اپنے زیرِ نگیں لایا اور ملک ''یک لکھی'' کو دیوگری کا گورنر مقرر کر کے سلطان دہلی چلا گیا۔ (۴۲)

خسرو خان جو سلطان کا وزیر تھا اس نے بادشاہ کا اعتماد جیت لیا تھا۔ سلطان کو اس برواری پر نہایت اعتماد تھا لیکن یہ برواری اس کے برعکس تھا سلطان کے قتل کی سازش کر رہا تھا اس کارنامہ کو انجام دینے کے لئے خسرو نے اپنے رشتے داروں و دوستوں کی ایک بڑی تعداد دہلی میں بلوائی تھی ظالم نے ایک رات اپنے رشتے داروں و احبابوں کے ساتھ مل کر بادشاہ کا سر قلم کر کے محل کے صحن میں پھینک دیا اور شاہی محل کے عورتوں بچوں تمام کو قتل کروا دیا۔ گوہر فرد تہہ تیغ کر دیا گیا۔ (۴۳)

شیخ محمد اکرام اپنی تصنیف ''آبِ کوثر'' میں تحریر کرتے ہیکہ ''یہ واقعہ ۱۴/ اپریل ۱۳۲۰ء کا ہے اس کے بعد خسرو اور اس کے ساتھیوں نے محل سرا میں داخل ہو کر خاندانِ علائی کے بچے بچے کو تہہ تیغ کر دیا اور منِ اوّل تا آخر اس خاندان کا صفایا کر دیا۔'' (۴۴)

لیکن اس تاریخ میں اختلاف ہے تاریخ مبارک شاہی کے مصنف کے مطابق ''قطب الدین ۲۶ اپریل ۱۳۲۰ء م ۵ ربیع الاوّل ۲۰ ےھ کی رات میں قتل کیا گیا۔ (۴۵)

مفتی شوکت علی فہمی ''ہندوستان پر اسلامی حکومت'' میں ضبطِ تحریر کرتے ہیکہ ''۵/ ربیع الاوّل ۲۱ ےھ م ۲۴ مارچ ۱۳۲۱ء کی رات کو ایک غلام کے ہاتھوں اس خلجی خاندان کا خاتمہ ہو گیا۔ جس کی بنیاد جلال الدین خلجی جیسے نیک بادشاہ نے رکھی تھی۔'' (۴۶)

قطب الدین کے قتل میں خسرو خان کو تخت شاہی پر متمکن ہونے کا موقع

فراہم کردیا۔ خسرو جو خلجی نہیں تھا وہ گجرات کی برواری یا پرواری ذات سے تعلق رکھتا تھا لیکن بعض مورخین نے خسرو خان کا تعلق راجپوتوں کی اعلیٰ ذات سے بتایا ہے اس دوران اسلام کافی خطرے میں تھا اس نے شاہی خاندان درہم برہم کردیا۔ (۴۷)

خسرو خان اپنے آقا اور عاشق زار قطب الدین مبارک شاہ کو قتل کرنے کے بعد دوسرے ہی دن ۲۱ے ھ م ۱۳۲۱ء میں ناصر الدین خسرو خان کا لقب اختیار کر کے دہلی کے تخت پر بیٹھ گیا۔ (۴۸)

تغیر وقت کا تقاضہ ہے خسرو خان کی ناانصافیاں زیادہ دن تک نا رہ سکی۔ آخر کار غازی تغلق، غیاث الدین تغلق جو علاؤ الدین کے زمانے میں فوجی تھا۔ اس نے ناصر الدین خسرو کے خلاف شدید مجادلہ میں غیاث الدین کو فتح حاصل ہوئی اور خسرو خان میدانِ جنگ سے فرار ہوگیا۔ اس ضمن میں ابنِ بطوطہ کا بیان ہیکہ

''وہ کہتا ہے خسرو نے کامیابی سے اپنے آپ کو ملک شادی جو اس کا بچپن کا سرپرست تھا کہ باغ میں چھوپا لیا تھا لیکن وہ بھوک کی شدت برداشت نا کر سکا اور کھانا لانے کے لئے مالی کو اپنی انگوٹھی دے دی۔ انگوٹھی نے مالک کا نام و نشان بتادیا اور وہ گرفتار کر لیا گیا۔'' (۴۹)

بقول امیر خسرو:۔

''ناصر الدین بروز ہفتہ ۶ ستمبر ۱۳۲۰ء یکم شعبان ۲۰ے ھ کو قتل کیا گیا۔'' (۵۰)

اس طرح چار ماہ اور کچھ دنوں کی بے چینی کی حکومت کے بعد ناصر الدین خسرو مر گیا۔ مفتی شوکت علی فہمی رقم طراز ہیں کہ غیاث الدین تغلق اور خسرو خان کے لشکروں کا مقابلہ ''اندر پرست'' کے قریب ہوا۔ یہ حقیقت ہیکہ خسرو خان کا لشکر بے انداز تھا۔ لیکن پھر بھی وہ غازی ملک تغلق کے مٹھی بھر سپاہیوں کے مقابلہ پر نا ٹھہر سکا اور خسرو خان کو شکست ہوئی وہ بھاگ کر ایک مقبرے میں چھپ گیا۔ جہاں سے گرفتار کرنے کے بعد اسے قتل کیا گیا۔ (۵۱)

☆ شاہانِ تغلق :۔

☆ سلسلہ نسب :۔

شاہانِ تغلق کرونا نسل کے ان ترکوں میں سے تھے جو ترکستان سے آ کر سندھ میں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ غیاث الدین تغلق جس نے ہندوستان میں تغلق خاندان کی بنیاد قائم کی اس کا اصل نام ''غازی خان'' تھا۔ جو ترکوں کی اسی کرونا نسل سے تھا۔ یہ پنجاب کی ایک نو مسلم جاٹنی کے بطن سے پیدا ہوا تھا۔ جس سے کہ غیاث الدین کے والد نے نکاح کر لیا تھا (۵۲)

غازی ملک جس سے تغلق خاندان شروع ہوتا ہے غریب والدین کا چشم چراغ تھا۔ لیکن اپنی ذاتی قابلیت اور فہم و فراست کے بل بوتے پر ترقی کرتا گیا پاک پٹن میں جہاں حضرت خواجہ بابا فریدؒ کا مزار ہے ایک روایت مشہور ہیکہ جب غازی ملک چھوٹا سا بچہ تھا تو بابا صاحب کے ہمسایہ میں رہا کرتا تھا۔ بابا صاحب نے اسے دعا دی اور اس برکت سے وہ بڑھتے بڑھتے تختِ شاہی تک پہنچا۔

شروع میں سلطان تغلق ایک سوداگر کے گھوڑے چرانے پر نوکر تھا۔ پھر سلطان علاؤ الدین کے بھائی الغ خان کے پاس پیادوں میں بھرتی ہو گیا وہاں سے ترقی کرتا ہوا میر اخور

(یعنی سوار فوج کا افسرِ اعلیٰ ہوا) اور پھر تو اتنی ترقی کی کہ مملکت کی سب سے بڑی مہم یعنی منگلوں کی روک تھام اس کے سپرد ہوئی۔ غیاث الدین تغلق خسرو خان کے خاتمہ کے بعد امرائے سلطنت کے مشورہ کے ۷۲۱ھ م ۱۳۲۱ء میں دہلی کے تخت پر متمکن ہوا۔ (۵۳)

ایک قابل منتظم اور انصاف پسند بادشاہ ہونے کے علاوہ سلطان غیاث الدین تغلق ایک متدین مسلمان تھا۔ وہ خود بھی ارکانِ شریعت کا پابند تھا۔ اور خلجیوں کے زمانے میں جو مذہبی بدعنوانیاں شروع ہوگئی تھی ان کی اس نے اور اس کے جانشینوں نے اصلاح کیں۔ لیکن افسوس ہے کہ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین دہلویؒ سے اس کے تعلقات کشیدہ تھے۔ (۵۴)

بادشاہ جو ورنگل کی فتح کے بعد سلطان غیاث الدین نے بنگال کی جانب توجہ کی بنگال خلجی حکومت کے زوال کے بعد سے دہلی کی مرکزی حکومت سے الگ ہو گیا تھا۔ اور وہاں بنگال کے تخت کے مختلف دعویداروں میں خانہ جنگی جاری تھی۔ سلطان بلبن کا بیٹا ناصر الدین لکھنوتی پر قابض تھا اور اپنے آپ کو بنگال کی حکومت کا زیادہ حق دار سمجھتا تھا۔ اس نے اس معاملہ میں سلطان سے امداد چاہی، غیاث الدین جو پہلے ہی تسخیر بنگال کے لئے روانہ ہو گیا ۷۲۴ھ م ۱۳۲۳ء اور ۷۲۵ھ م ۱۳۲۴ء کے درمیان ان فتوحات سے فارغ ہو کر بادشاہ دہلی کی جانب روانہ ہوا۔ جونا خان المعروف محمد تغلق نے شہر میں اپنے والد کا استقبال بڑے اہتمام سے کیا۔ تغلق آباد کے قریب پہنچا تو جونا خان، محمد تغلق کئی میل آگے بادشاہ کے استقبال کے لئے پہنچا اور اسے وہی چوبی محل میں لایا گیا جو جونا خان نے اپنے والد کے لئے تعمیر کروایا تھا۔ نہایت عمدہ ضیافت کے بعد بادشاہ جب ہاتھیوں کے کرتب دیکھ رہا تھا کہ

اچانک اس چوبی محل کی چھت گر پڑی۔اس حادثہ میں بادشاہ اس کا چھوٹا بیٹا اور کئی آدمی دب کر ہلاک ہوگئے۔یہ حادثہ ربیع الاوّل ۷۲۵ھ م فروری ۱۳۲۴ء میں پیش آیا۔(۵۵)

اِس ضمن میں طرح طرح کی حاشیہ آرائیاں کی گئی ہیں۔بعض مورخین محمد تغلق کو اپنے باپ کا قاتل سمجھتے ہیں۔اور بعض کہتے ہیں کہ بادشاہ کی موت ایک اتفاقی حادثہ سے ہوئی۔

ابنِ بطوطہ لکھتا ہے:۔

"محل بادشاہ کی اپنی خواہش پر تیار کیا گیا تھا اور مقصد یہ تھا کہ بادشاہ یہاں آرام کرنے کے بعد شاہانہ جلوس کے ساتھ دارالخلافہ میں داخل ہو۔چونکہ یہ عمارت تین روز کی مدت میں بڑی عجلت کے ساتھ مکمل ہوئی تھی اور محل لکڑی اور کاٹھ کے ستونوں پر قائم تھا اس لئے اس میں کوئی خامی رہ گئی جس سے جب ذرا سا دباؤ پڑا ساری عمارت دھم سے گر گئی"۔(۵۶)

سُلطان غیاث الدین تغلق کا دورِ حکومت اگرچہ بہت مختصر ہے۔یعنی اُس نے کُل ساڑھے چار سال حکومت کی ہے۔لیکن اُس نے اس مختصر سے زمانہ میں جس خوش انتظامی کا ثبوت دیا ہے اور جو مفادِ عامہ کے کام کئے ہیں وہ قابلِ تعریف ہیں۔(۵۷)

☆سُلطان محمد شاہ تغلق:۔

۷۲۵ھ م ۱۳۲۴ء میں جونا خان تغلق سُلطان محمد شاہ کے لقب کے

ساتھ دہلی کے تخت پر بیٹھا۔ باپ کے چہلم کے بعد یہ تغلق آباد سے دہلی آ گیا اور پرانے بادشاہوں کے تخت پر اجلاس کیا۔ (۵۸)

مورخین کا خیال ہے کہ عہدِ وسطیٰ کی تاریخ میں غالباً سب سے زیادہ پُرکشش شخصیت محمد بن تغلق کی ہے۔

ڈاکٹر حمید اللہ بھٹ لینگ پول کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> ''محمد بن تغلق کے خیالات اس کے وقت سے آگے تھے
> وہ منطق، فلسفہ، ریاضی (صرف ونحو) فلکیات اور طبّی
> سائنس میں دخل رکھتا تھا ایک باصلاحیت مضمون نگار
> اور شاعر ہونے کے ساتھ مناظروں کا دلدادہ تھا۔'' (۵۹)

بقولِ ابنِ بطوطہ:۔

''یہ بادشاہ خونریزی اور جابجا سخاوت میں مشہور ہے۔ کوئی دن خالی نہیں جاتا کہ کوئی فقیر امیر نہیں بن جاتا اور کوئی زندہ آدمی قتل نہیں کیا جاتا۔ اس سخاوت اور شُجاعت، سختی اور خونریزی کی حکایت عوام الناس کی زبان زد ہیں۔ اس کے باوجود میں نے کوئی شخص اس سے زیادہ متواضع اور منصف نہیں دیکھا۔ (۶۰)

تغلق نے اپنے دورِ حکومت میں گجرات، مالوہ، تلنگانہ، مالابار، چٹگاؤں، سنارگاؤں اور ترہٹ وغیرہ پر تسلط قائم کر لیا تھا۔ محمد تغلق کو چونکہ ساری دُنیا کو فتح کرنے کا شوق تھا اس لئے اس نے عراق اور خراسان سے اُمرا کو بلا کر بڑی بڑی تنخواہوں پر ملازم رکھا تا کہ ان کے ذریعہ آسانی کے ساتھ مشرق وسطیٰ کو فتح کر سکے ان امرا اور سرداروں کے ماتحت

تین لاکھ ستر ہزار سوار نوکر رکھے پہلے سال تو ان سب کی تنخواہیں شاہی خزانے سے ادا کر دی گئی لیکن بعد کو تنخواہیں نہ ملنے کی وجہ سے یہ سارا لشکر منتشر ہو گیا۔ بادشاہ کو چین فتح کرنا تھا اس نے ۷۳۸ھ م ۱۳۳۷ء میں اپنے بھانجے خسرو ملک کے ساتھ ایک لاکھ سواروں کا لشکر چین روانہ کیا لیکن اس مہم میں انھیں کامیابی حاصل نہیں ہوئی اس لشکر کا ایک حصہ جاتے ہوئے ہلاک ہوا اور جو باقی رہے گئے وہ واپس ناکام آتے ہوئے ختم ہو گئے۔

بادشاہ جو منطق، فلسفہ، ریاضی، فلکیات اور طبّی سائنس میں دخل رکھتا تھا اس کے دل میں آیا کہ ہندوستان کا دارلسلطنت دہلی کے بجائے ہندوستان کے بالکل وسط میں ہونا چاہیے تا کہ تمام ملک پر قابو رکھا جا سکے اس خیال کے آتے ہی دیوگیر (دکن) کو دارلسلطنت قرار دیا گیا اور دہلی والوں کو حکم ہوا کہ وہ دیوگیری (دولت آباد) جا کر آباد ہو تبدیل دہر کی یہ مہم کافی زور وشور کے ساتھ شروع ہو گئی جس میں دہلی کی تمام اکثریت نے شہر چھوڑ دیا۔ جس میں علماء، فقراء، تجار غرض عوام کے ہر طبقہ کے افراد موجود تھے جس میں بے شمار راستے میں مر گئے جو زندہ بچے وہ بیکاری اور افلاس کی وجہ سے ختم ہو گئے اب دہلی پوری طرح اجڑ گئی تھی۔ (۶۱)

محمد بن تغلق نے ۱۳۲۷ء میں دہلی سے دولت آباد پائے تخت منتقل کیا۔ اس لشکر میں امیر غریب ، اعلیٰ ادنیٰ امراء حکماء فقراء فضلاء غرض ہر طبقے کے افراد شامل تھے۔ اولیائے کرام و بزرگانِ دین بھی اس لشکر میں دہلی سے دولت آباد وارد ہوئے۔ ان بزرگان کی زبان اور یہاں کی زبان کے اشتراک سے ایک نئی زبان کا جنم ہوا اور یہی سے اُردو تشکیل پانے لگی اور اس میں ان بزرگان کا کافی حصّہ رہا ان ہی بزرگوں کے ملفوظات پر یہ مقالہ تحریر کیا گیا ہے۔

محمد بن تغلق کے دہلی سے دولت آباد پائے تخت منتقل کرنے کے بارے میں برنی کی رائے ہیکہ

''ہندوستان میں شدید قحط پڑا اس قحط کی بھرپائی کے لئے محمد بن تغلق نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کی راجدھانی دیوگری ہونی چاہیے۔''

کولارکر مزید گرڈین براؤن کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ:

''ہندوستان پر منگولوں کے آئے دن حملہ کی وجہ سے پنجاب اور دیگر علاقوں میں محمد بن تغلق کی حکومت کمزور پڑ رہی تھی اسی لئے محمد بن تغلق نے محفوظ جگہ یعنی دیوگیری پر حکومت قائم کرنے کا فیصلہ کیا۔''(۶۲)

محمد بن تغلق نے دہلی اجاڑ کر دیوگری دولت آباد آباد کر دیا۔لیکن ۷۴۰ھ م ۱۳۳۹ء میں محمد بن تغلق دیوگیری کی بغاوت کو فرو کرنے کے بعد دہلی آیا تو اس شہر کو اجاڑ دیکھ کر اس کے دل پر بے حد اثر ہوا اسے اپنی حماقت کا احساس ہوا اور دہلی کو دوبارہ آباد کرنے کے خیال سے دہلی والوں کو پھر دہلی واپس آنے کی اجازت دے دی۔لیکن جو لوگ دولت آباد یا دوسرے شہروں میں آباد ہو چکے تھے دہلی کیوں واپس آنے لگے تھے۔بادشاہ نے دوسرے ضلعوں کے لوگوں کو دہلی میں آباد ہونے کی اجازت دی لیکن وہ بھی دہلی کی قحط سالی سے تنگ آ کر دہلی چھوڑ آئے۔اور دہلی آباد نہ ہو سکی۔(۶۳)(26/7/2014)

اس بات کا ذکر ہم کر چکے ہیکہ محمد بن تغلق اپنے وقت سے آگے تھا۔

منطق، فلسفہ، صرف ونحو، طبّی سائنس اور فلکیات میں عقل رکھتا تھا۔ غرض پے در پے فتنوں اور بغاوتوں کی وجہ سے بادشاہ کی صحت پر بہت برا اثر پڑا چنانچہ بادشاہ باغیوں کی سرکوبی کے سلسلے میں ٹھٹھ میں تھا کہ بخار میں مبتلا ہو گیا۔ اور اسی بخار میں ۲۱ محرم ۷۵۲ ھ م ۲۰ مارچ ۱۳۵۱ء کو وفات پا گیا۔ (۶۴)

کولارکر اپنی کتاب "مدھیہ یوگین بھارتا چہ اتحاس میں ضبطِ تحریر کرتا ہیکہ اس بادشاہ نے ۲۰ مارچ ۱۳۵۱ء میں بامقام گجرات میں وفات پائی۔" (۶۵)

☆ بہمنی سلطنت:۔

تغلق کے دورِ حکومت میں امراء دکن نے باہم اتفاق کر کے سلطان کے خلاف بغاوت برپا کردی دو سال کی جدوجہد کے بعد سلطانی لشکر کو ہزیمت ہوئی حسن خان المخاطب ظفر خان علاؤالدین بہمن شاہ کے خطاب کے ساتھ دکن کا خود مختار حاکم بن بیٹھا۔ تقریباً دوسو سال تک اس کے ۱۸ شخص گلبرگہ اور بیدر میں حکمرانی کرتے رہے لیکن سلطنت میں ضعف کی بدولت مختلف صوبیدار خود مختار ہو گئے اور اپنی جداگانہ سلطنت قائم کر لی۔ ایک بہمنی سلطنت کے بجائے پانچ حکومتیں گولکنڈا، بیجاپور، احمد نگر، برار اور بیدر میں قائم ہو گئیں۔ (۶۶)

علاؤالدین خلجی نے جب دکن کو فتح کر لیا تو اس نے اپنے مفتوحہ علاقوں کے انتظام کو موثر و بہتر بنانے کے لئے گجرات و دکن کو سو سو گاؤں کے حلقوں میں تقسیم کر کے ہر حلقے پر ایک ترک سردار مقرر کیا۔ اور شمال سے آیا ہوا یہ ترک سردار "امیرانِ صدہ" کہلاتا تھا۔ یہ سردار نا صرف مالیات کا ذمہ دار تھا بلکہ اپنے حلقے کے نظم ونسق اور فوج کا بھی ذمہ دار تھا۔ رفتہ رفتہ یہ ترک سردار مع خاندان کے دکن و قرب وجوار کے علاقوں میں آباد ہو

گئے۔ یہ امیران اوران کے متوسلین مختلف صوبوں کے رہنے والے تھے۔ ان امیران صدہ اور یہاں کی عوام کی زبان کے ٹکراؤں سے ایک نئی زبان تشکیل پا رہی تھی۔ جو دکنی کہلائی غرض اُردو کی ابتدائی تشکیل میں امیران صدہ کا کافی اہم حصہ رہا ہے۔ (٦٧)

☆ بہمنی سلطنت کے عروج میں حسن گنگو کا کردار:۔

حسن گنگو کی زندگی بڑی عجیب وغریب ہے۔ حسن گنگوابتداء میں دہلی کے ایک منجم گانگوی برہمن کا نوکر تھا۔ اس برہمن کو محمد تغلق کے زمانہ شہزادگی میں اس سے بے حد قرب حاصل تھا۔ اس لئے اس نے حسن کو بادشاہ کے ہاں ملازم کروادیا تھا رفتہ رفتہ ترقی کے بدولت اسے امیران صدہ کے زمرے میں شامل کردیا گیا۔ بعض مورخوں نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ شہزادہ تغلق حضرت خواجہ نظام الدینؒ کی دعوت میں شرکت کے بعد چلا گیا تو حسن گنگو وہاں پہنچا تو حضرت نے فرمایا کہ ''ایک بادشاہ تو گیا اور دوسرا آیا'' اوراس کے بعد حسن گنگو سے کہا کہ تجھ کو دکن کی بادشاہت ملے گی۔ (٦٨)

☆ حسن گنگو بہمنی کی سلطنت کی ابتداء:۔

۱۳ اگست ۱۳۴۷ء میں محمد بن تغلق کے دورِ حکومت میں جنوبی ہند میں امراء وسرداروں نے بغاوت کی اور انھوں نے دیوگیری دولت آباد پر اپنی خودمختار سلطنت کی بنیاد رکھی۔ ان باغی سرداروں میں سے ہی ایک اسماعیل نامی شخص کو نصیر الدین شاہ اس نام سے تخت شاہی پر متمکن کرنا چاہا لیکن اس نے سلطان بننے سے نکار کردیا اس کے بعد کچھ امیران نے حسن گنگو کو ابوالمظفر علاؤالدین بہمن شاہ کے خطاب سے نواز کر تخت نشین کروایا۔

حسن گنگو نے سلطنت کا نظامِ حکومت چلانے کے لئے اسے چار حصوں

میں تقسیم کیا۔ گلبرگہ، دولت آباد، ودربھ اور بیدر یہاں پر صوبیدار مقرر کیے اور نظامِ سلطنت بخوبی انجام دینے کے لئے ان صوبیداروں کے ہاتھوں میں کچھ فوج بھی دی۔ (۶۹)

حسن گنگو بہمنی نے گلبرگہ کو اپنا دارالسلطنت قرار دیا اور تخت پر بیٹھتے ہی جدید فتوحات کا سلسلہ شروع کر دیا چنانچہ بہت تھوڑی مدّت میں سُلطان حسن گنگو دکن کے اس تمام علاقہ پر قابض ہوگیا جو شاہانِ تغلق کے پاس تھا۔ حکومتِ دکن پر قابض ہونے کے بعد سُلطان حسن گنگو بہمنی کے حوصلے بے حد بڑھ گئے تھے۔ وہ چاہتا تھا کہ دہلی، مالوہ، گجرات اور ہندوستان کے دور دراز علاقوں کو جلد سے جلد فتح کر لے لیکن اس مہم کی تیاریوں میں وہ مصروف تھا کہ بیمار ہوگیا اور پانچ ربیع الاوّل ۷۵۹ھ م ۱۱ فروری ۱۳۵۷ء کو بہ عمر ۶۷ سال اس کا انتقال ہوگیا۔ وہ اپنے پیچھے دکن میں مسلمانوں کی ایک ایسی خود مختار حکومت بنا کر چھوڑ گیا جو تقریباً دو سو سال تک سارے جنوبی ہند میں اسلامی سطوت کا ڈنکا بجاتی رہی۔

بہمنی سلطنت کی بنیاد علاؤالدین حسن گنگو نے رکھی اس کے کل ۱۸ اسلاطین نے تقریباً دو سو سال تک گلبرگہ اور بیدر میں حکمرانی کیں لیکن سلطنت میں ضُعف کی بدولت مختلف صوبیدار خود مختار ہو گئے اور ایک بہمنی سلطنت کے بجائے پانچ حکومتیں گولکنڈا، بیجاپور، احمد نگر، برار اور بیدر میں قائم ہوگئی۔

امیر علی برادی نے ۱۵۲۷ء میں بیدر میں اپنے خاندان کی حکومت قائم کیں اور اس کا نام بُریدشاہی رکھا اس کے ساتھ ہی بہمنی سلطنت کے دیگر علاقوں پر وہاں کے صوبیداورں نے اپنے خاندانوں کی حکومت قائم کیں۔ ودربھ میں ۱۴۸۴ء سے ۱۵۷۴ء تک عمادشاہی کی حکومت رہی ۱۴۹۰ء تا ۱۶۳۶ء تک احمد نگر کی نظام شاہی چلی ۱۴۹۰ء تا ۱۶۸۶ء تک بیجاپور کی

عادل شاہی رہی ۱۵۱۸ء تا ۱۶۸۶ء تک گولکنڈے کی قطب شاہی رہی اس طرح دکن میں پانچ خودمختار حکومتوں کا قیام عمل میں آیا۔ (۷۰)

بہمنی سلطنت کے کل ۱۸ شخص نے ۲۰۰ سو سال حکومت کی اس درمیان علم وادب کو کافی وسعت ملی اور خاص کر جب سلطنت پانچ حصّوں میں بٹ گئی تب قطب شاہی وعادل شاہی اُردو کی ترقی وترویج میں معاون ومددگار ثابت ہوئے سلاطین قطب شاہی علم وہنر کی ترویج میں ہمیشہ کوشاں رہے نثر کی بہت ساری کتابیں اس دور میں مرتب ہوئی۔ نہ صرف تصوّف بلکہ دیگر فنون میں بھی اس دور کی نثری کتابیں ہمدست ہوتی ہیں اسی طرح عادل شاہی سلطنت میں بھی زبان اُردو کو کافی فروغ ملا اس خاندان کا بانی یوسف عادل شاہ ہے یوسف عادل شاہ کو علم وفن سے کافی دلچسپی تھی اس کے زمانے میں کئی اصحاب علم وفن علماء اور شعراء عراق اور ایران سے بیجاپور آئے اور یوسف شاہ کی سرپرستی سے نہال ہوگئے یہ بادشاہ خود بھی شاعر تھا۔ (۷۱)

دہارا گیر، دیوگیری، دیوگڑھ، دولت آباد جس کے بابت مشہور ومعروف سیاّح ابنِ بطوطہ کا بیان ہے کہ دولت آباد بہت بڑا شہر ہے۔ دہلی کا مقابلہ کرتا ہے اس کے تین حصّے ہیں اور اس کا علاقہ تین مہینے کی مسافت میں پھیلا ہوا ہے جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے کہ اس شہر پر تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف خاندانوں نے حکومت کیں القصہ مختصر علاؤالدین خلجی ہی ایک ایسا مسلم حکمراں گزرا جس نے دکن، دولت آباد پر ۱۲۹۴ء میں فوج کشی کیا اور اسی کے عہد سے مسلمان سلاطین کی آمد دکن میں ہوئی۔ دولت آباد جو نہایت ہی وسیع ترین علاقہ تھا جو پہاڑیوں اور جنگلات سے گھیرا ہوا تھا لیکن یہاں علاؤالدین خلجی سے قبل صوفیائے کرام کی آمد

ہو چکی تھی۔

علاؤالدین خلجی سے قبل دولت آباد دیوگیری میں موجود اہلِ اسلام حضرت مومن عارف باللہ اور شاہ جلال الدین گنجِ رواں سہروردیؒ جیسے مشاہیر وصوفیا تھے۔ شاہ جلال الدین گنجِ رواں خلد آباد میں یوناس نگری پر جو ٹیکڑی واقع ہے اسی کے دامن میں تشریف فرما تھے۔ اور بعد وصال وہی مدفون ہوئے اور حضرت مومن عارف باللہؒ دولت آباد کے قریب مشرقی پہاڑوں کے دامن میں تشریف رکھتے تھے اور بعد وصال ۷۰۵ھ وہیں مدفون ہوئے یہی وہ پیشوایانِ اسلام ہے جنھوں نے اس نواح میں سب سے پہلے قدم رکھا تھا۔(۷۲)

دولت آباد جو پہاڑیوں اور جنگلات سے گھرا ہوا تھا اسی کی ایک پہاڑی موجودہ خُلد آباد کہلاتی ہے۔ مولوی رونق علی صاحب اپنی کتاب ''روضۃ الاقطاب'' میں خُلد آباد کا تاریخی پس منظر یوں بیان کرتے ہیکہ

''۷۰۰ھ سے قبل تک اس پہاڑی پر آبادی کا نشان ہی نہیں تھا اور یہ پہاڑی دولت آباد کی قربت کی وجہ سے کوہ ہائے دولت آباد کہلاتے تھے روضہ یا خُلد آباد اس وقت گوشۂ گمنامی میں پنہا تھا خاندانِ چشت کے ایک ممتاز بزرگ جس کا نام منتجب الدین زر۔زری۔زر بخشؒ ہے جب سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء صاحب نے انھیں صاحبِ ولایت مقرر کر کے کثیر جماعت سے روانہ کیا۔ اور حضرت منتجب الدینؒ صاحب دہلی سے یہاں پہنچے تو یہاں کی سرزمین انھیں پسند آئی اور ہمسفروں کے ساتھ اسی مقام پر ہمیشہ کے لئے مقیم ہو گئے جب منتجب الدین صاحب کا جامۂ حیات بادۂ ممات سے لبریز ہوا مریدوں اور ارادت مندوں نے تجہیز و تکفین کے بعد قبر پر گنبد تعمیر کروائی اس غیر آباد

تختے پر عمارت نوتعمیر شدہ نے اطراف واکناف میں اس قدر جلد شہرت حاصل کی چند ہی روز میں کثرت استعمال سے وہ مقام ہی روضہ مقرر ہوگیا۔''

حضرت عالمگیر اورنگ زیب غازیؒ کا جب ۱۱۱۸ھ م ۱۷۰۷ء میں احمد نگر میں انتقال ہوا تو حسبِ وصیّت وہ حضرت خواجہ زین الدین شیرازی عرف بائیس خواجہؒ کے مقبرے کے صحن میں دفن کیے گئے اور ''خلدِ مکاں'' کے نام سے ملقب ہوئے۔ اسی وقت سے یہ قصبہ خُلد آباد کے نام سے موسوم ہوا غرض اس آبادی کا پہلا نام روضہ اور دوسرا نام خُلد آباد ہے۔

تاریخ ماثر الامراء میں حمید الدین خان پسر سردار خان نبیرہ باقی خان کے ذکر میں لکھا ہیکہ جب شاہ محی الدین اورنگ زیب غازیؒ عالمگیر احمد نگر میں ۲۸ ذی قعدہ ۱۱۱۸ھ م ۱۷۰۷ء جمعہ کی صبح پچاس برس دو ماہ اٹھائیس روز سلطنت کر کے ۹۱ برس ۱۳ روز کی عمر میں دنیا سے کوچ کیا مغفور وصیّت کے مطابق حضرت سیّد زین الدین شیرازی عرف بائیس خواجہؒ کے مقبرے کے صحن میں دفن کیئے گئے اور ''خلد مکاں'' سے ملقب ہوئے اور اسی وقت سے روضہ ''خلد آباد'' موسوم ہوا۔ (۷۳)

شیخ محمد اکرام اپنی تصنیف ''آبِ کوثر'' میں رقم طراز ہے کہ ''دکن میں رائج الوقت سلسلوں کے پہلے بزرگ جنھوں نے شمال اور جنوب کے درمیان رابطہ قائم کیا شیخ منتجب الدین زرزری زر بخشؒ ہے حضرت بابا فرید الدین گنجِ شکر کے مرید تھے بابا صاحب نے انھیں غیبی اشارے کے ماتحت دیوگیری' دولت آباد کی طرف روانہ کیا حضرت نے یہاں پہنچ کر یہاں کی آب و ہوا کو پسند فرمایا اور جہاں مزار ہے ہمرائیوں کے ساتھ مقیم ہوئے چشتیہ بزرگوں میں سرزمینِ خلد آباد پر سب سے پہلے آنے کا شرف آپ ہی کو حاصل ہے۔ ابتداء

میں انھیں کافی تکالیف سہنی پڑی لیکن وہ ہمت اور استقلال سے اپنے کام میں مشغول رہے اور بالآخر ۷۰۹ھ میں وفات پا گئے۔'' (۷۴)

حضرت خواجہ منتجب الدین زر۔زری۔زر بخشؒ کی وفات پھر اورنگ زیب عالمگیرؒ کی وفات غرض ان واقعات کے بعد اس آبادی کا پہلا نام ''روضہ'' اور دوسرا نام ''خُلد آباد'' کہلایا۔(۷۵)

ابوالقاسم فرشتہ اس شہر کا نام ''باغِ روضہ'' بھی لکھتا ہے۔

''روضہ'' اس مقام کی ابتداء حضرت منتجب الدینؒ کی وفات سے قبل یعنی ۷۰۹ھ م ۱۳۰۹ء سے ہوئی۔ جس کو آج ۷۰۰ سال برس سے چند سال زائد ہو چکے ہیں۔ یہ دولت آباد کے پہاڑی علاقے کی مختصر تاریخ تھی۔ جو ۷۰۰ ہجری سے قبل گوشۂ گمنامی میں تھی۔

غرض دکن دولت آباد میں سلاطین اسلام کی آمد ۱۲۹۴ء علاؤالدین خلجی سے شروع ہوئی۔ خلجی کے بعد محمد بن تغلق اور ان کے بعد دکن کی خود مختار بہمنی سلطنت جس کا آغاز ۱۳۴۷ء میں ہوا۔ سلطنتِ نظام شاہی کی بنیاد ۱۴۹۰ء میں ملک احمد نے احمد نگر میں رکھی کافی جدو جہد کے بعد اس نے ۱۴۹۹ء میں قلعہ دولت آباد کو اپنے قبضہ میں لیا۔ اور نظام شاہی سلطنت کو مزید مستحکم کیا۔ ملک احمد کے وصال کے بعد اس کا لڑکا برہان نظام شاہ نظام شاہی سلطنت کے تخت پر متمکن ہوا اس کے بعد سلطان نظام شاہ سوم تخت پر بیٹھا۔ اس کے وصال کے بعد اس کا لڑکا مرتضٰی نظام شاہ اوّل نظام شاہی سلطنت پر متمکن ہوا۔ (۷۶)

مرتضٰی نظام شاہ ۱۵۶۵ء میں نظام شاہی سلطنت کے تخت پر متمکن ہوا اس کے ملازمین میں سے دو اشخاص نے بڑا نام پیدا کیا اگر چہ یہ دونوں اصحاب جاہ ہشم نا تھے

لیکن اپنی ذاتی صلاحیتوں اور بلند ہمتی کی وجہ سے نامی گرامی امراء میں شمار ہونے لگے ان دو اشخاص میں ایک ''ملک عنبر'' اور دوسرا ''راجو دکنی'' تھا۔ (۷۷)

☆ابتدائی حالات ملک عنبر:۔

ملک عنبر مرار (حبشہ) میں پیدا ہوا مکہ کے قاضی القضاۃ نے اسے خریدا اس کے بعد اسے خواجہ میر بغدادی نے خریدا اور دکن لے آیا۔ یہاں مرتضیٰ نظام شاہ اوّل ۱۵۶۵ء تا ۱۵۸۶ء کے وزیر چنگیز خان نے خریدا اس کے سرپرست کی وفات کے بعد اسے فوج میں اچھا عہدہ مل گیا احمد نگر کے قلعہ پر مغلوں کا قبضہ ہونے کے بعد مرتضیٰ نظام شاہ کے بیٹے شاہ علی کو مرتضیٰ نظام شاہ دوّم کے لقب سے پرانڈہ میں تخت نشین کیا۔ اور اس کی بادشاہت کا اعلان کیا۔

ہندوستان کی قرونِ وسطیٰ کی تاریخ نے جن عظیم مدّبیروں کو پیدا کیا ان میں ملک عنبر ایک تھا۔ ایک طرف ملک عنبر کی اعلیٰ قیادت اور فنِ جنگ میں مہارت اور دوسری جانب مغلوں کی فوجی سرگرمیاں ان کے کمانداروں کی آپسی نزاعات کے باعث بری طرح متاثر تھیں۔ (۷۸)

ملک عنبر کی تاریخ پیدائش ۹۵۵ھ م ۱۵۴۸ء جیسا کہ شیخ چاند نے ''انسائکلو پیڈیا برٹانیکا'' سے ماخوذ بتایا ہے۔ اس کے والدین نے اس کو دو سال کے اندر قاضی حسین شریف مکہ کو فروخت کر دیا اس وقت اندلیس اسپین (موجودہ یورپ کا شہر) کے خلافت کا زمانہ تھا۔ جہاں سے مسلمان بے سہارا زخموں سے چور ہجرت کر رہے تھے۔ ان بے سہارا بچوں میں ایک کو قاضی حسین صاحب نے خرید لیا۔ اور اس کو زیور تعلیم سے آراستہ و پیراستہ و علوم مروّجہ سے فارغ

کیا۔اور قاضی صاحب نے اس کا نام عنبر رکھا۔ملک عنبر قاضی حسین کے وفات کے بعد
۹۷۰ھ م ۱۵۶۲ء میں مجاہدین کے ساتھ ساحل مالا بار پر آ گیا۔ یہ دور چنگیز خان و نظام شاہ کا
تھا۔ جو قلعہ دکن میں تھے۔اسی ساحل پر ان کی ملاقات ملک عنبر سے ہوئی اس کی لیاقت کو
دیکھنے کے بعد خوش ہو کر اسے اپنا صلح کار مقرر کیا اور اپنے پاس ملازم رکھ لیا۔(۷۹)

ملک عنبر کی ابتدائی حیات کے بارے میں موٗرخین نے اس کے ابتدائی حالات قلم بند کیے
ہیں۔بعض کی رائے ہے کہ ''صحرائی صنائی'' کا پھول ہے۔مولوی شیخ چاند اپنے مقالے میں
تحریر کرتے ہے کہ ملک ابی سینا کے ایک شہر الحرّہ کے حبشی قبیلے کا لڑکا ہے ۹۵۵ھ م ۱۵۴۸ء کو
پیدا ہوا اس کے والدین نے اس کا نام شنبھو رکھا جو ہندوستان کے شنبھو کے مترادف ہے۔
''انسائکلوپیڈیا برٹانیکا'' سے ماخوذ اس کے والدین اس کو حجاز لاتے ہے۔اور مکہ شریف
کے قاضی حسین کو فروخت کر دیتے ہے۔قاضی صاحب اسے اسلامی علوم سے بہرہ مند کروا کر
شائستہ انسان بنا دیتے ہے۔اور اس کا نام عنبر رکھتے ہے۔ تعلیم کے ختم ہوتے ہی قاضی
صاحب کا انتقال ہو جاتا ہے۔کوئی تاجر اس کو خرید کر حجاز سے ہندوستان لاتا ہے۔اور چنگیز
خان جو نظام شاہیاں احمد نگر کا سپہ سالار کا پیشوا تھا اس کو فروخت کر دیتا ہے۔دوسری تحریر میں
جناب جوگیندر ناتھ چودھری اپنی تصنیف میں قلم بند کرتے ہے کہ:

> ''اصل میں ملک عنبر خواجہ بغدادی کا غلام تھا جو میر قاسم
> کے نام سے جانا جاتا تھا۔میر قاسم نے اس کو بغداد میں
> خرید ا احمد نگر میں چنگیز خان کو فروخت کر دیا۔چنگیز خان
> جو پیشوائے سلطنت مرتضٰی نظام شاہ تھا۔جس کا دور

۱۵۶۵ء تا ۱۵۸۸ء ہے چنگیز خان نے ایک ہزار غلام
خریدا ان میں سے ایک عنبر بھی تھا۔''

"Malik amber was born of an obscure abyss
Iranian family orignaly ,he was a slave of
khaja bagdadi other wise known as meer qasm
pur-chasing him in bagdad meer qhasim sold him
at ahemad nagar to changez khan,the loyal &
devoted minister of murtaza nizam shaɑ the
ourth sovereiogn of that dynasty (1565-1588 AD)

cngez khan had athousands pur chesed slaves
and amber was one of them(۸۰)

ملک عنبر ۹۷۲ھ م ۱۵۶۴ء آس پاس مجاہدین کے ساتھ جو حجاز سے
ہندوستان آرہے تھے دکن آ گیا۔(۸۱)

کئی معرکہ آریوں کے بعد ۱۰۰۹ھ م ۱۶۰۰ء میں اور اس کے بعد قطب شاہی علاقوں پر حملہ آور
ملک عنبر نے افواج اکبری سے بڑا مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اور فتح وکامرانی اس کے نصیب و مقدر
میں آئی ۱۰۱۶ھ م ۱۶۰۷ء میں نظام شاہی مملکت پورے طور سے ملک عنبر کے ہاتھ میں آئی۔
مرتضٰی نظام شاہ برائے نام بادشاہ تھا۔ غالباً اسی وقت ملک عنبر کو وکیل السلطنت اور مملکت مدار
کا لقب ملا۔(۸۲)

ملک عنبر نے ۱۶۰۰ء سے ۱۶۲۶ء تک مغلوں سے مسلسل جنگیں کیں جس میں وہ کئی مرتبہ فاتح ٹھہرا اور کئی مرتبہ شکست سے دوچار ہوا۔

☆سنگِ بنیاد شہر کھڑکی:۔

''دکشن بھارتاچہ اتحاس ساتواہن تے یادو'' کے مصنف انیل سنگھارے تحریر کرتے ہیکہ بھلّم یادو جو یادو گھرانے کا پہلا راجا گذرا ہے دیو گیری، دولت آباد کے قریب ''کٹک'' نامی مقام پر فوجی لشکر گاہ قائم کیا۔ کٹک جو بعد میں ''کٹکی'' اور پھر ''کھڑکی'' ہوا جو اورنگ آباد کا قدیم نام تھا۔ (۸۳)

شہر اورنگ آباد کھام ندی پر جو دریائے گوداوری کا معاون ہے بسایا گیا ہے۔ اس کے شمال میں خاندیش جنوب میں گوداوری مشرق میں پربھنی مغرب میں احمد نگر اور قلعہ ممبئ ہے۔ ملک عنبر حبشی نے اس شہر کو ۱۰۰۹ھ میں کھڑکی کے نام سے آباد کیا تھا۔ جس کو دورِ مغلیہ میں شاہ جہاں نے فتح کر کے اپنے بیٹے اورنگ زیب کے نام سے موسوم کیا۔ (۸۴)

۱۶۱۰ء میں حالات کو سازگار دیکھتے ہوئے ملک عنبر نے دولت آباد کے مشرق میں تقریباً ۲۰ کلومیٹر دوری پر ایک نہایت ہی غیر آباد مقام ''کھڑکی'' کے قریب ایک نیا شہر آباد کیا۔ اور نظام شاہی سلطنت کا پائے تخت دولت آباد سے منتقل کر کے اپنے بسائے ہوئے نئے شہر کھڑکی میں لے آیا۔ اس نے اس نئے شہر میں سلطان کے لئے ایک بنگلہ تعمیر کیا جسے ''سبز محل'' نام دیا۔ اپنی اور اپنے اہلِ خاندان کے رہائش کے لئے شاہ گنج موجودہ کے قریب ایک بڑی حویلی تعمیر کی اس کے دیگر امراء نے بھی اپنے اپنے محلات اور مکانات تعمیر کیے۔ ملک عنبر نے کئی مساجد تعمیر کیں لگان اور مال گذاری کے لئے نئے قوانین ترتیب

دیے۔(۸۵)

شہر کھڑ کی بسانے کے سال کے بارے میں مورخین اور محققین نے اپنی اپنی آراء پیش کیں ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں۔ اورنگ آباد کے ایک صوبیدار غلام احمد خان نے اپنے مضمون میں لکھا ہیکہ

''ملک عنبر نے تقریباً ۱۶۰۴ء
میں شہر اورنگ آباد کی بنیاد رکھی''(۸۶)

تاریخ اورنگ آباد خجستہ بنیاد کے مولف نے ایک نئی بات پیدا کی وہ لکھتے ہیکہ

''اورنگ آباد کا پرانا نام کھڑ کی نہیں''خرگاہی''تھا
لفظ خرگاہی کثرت استعمال سے''خرگہی''اور''کرکی''
یا''کہڑکی'' ہوا خرگہی کی ٹھیک ٹھیک تاریخ ہمیں
۱۶۱۰ء سے ملتی ہے۔(۸۷)

مولف کے بیان سے اس بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ لفظوں کی تبدیلی کی بناء پر لفظ خرگہی کرکی یا کہڑکی ہوا ہے۔

ڈاکٹر رادھے شیام:۔

''۱۶۰۵ء میں ملک عنبر نے شہر
کھڑ کی آباد کیا اور اپنے بیٹے کے
نام پر اس کا نام فتح نگر رکھا۔''(۸۸)

ڈاکٹر رادھے شیام کے بیان کے مطابق ہمیں یہ بات کا علم ہوتا ہے کہ ملک عنبر نے شہر کھڑ کی

۱۶۰۵ء میں آباد کیا اور کھڑکی کے بعد اس کے بیٹے نے اس شہر کا نام فتح نگر بھی رکھا تھا۔
بساطین السلاطین میں لکھا ہے کہ:۔

''عبداللہ خان پر ملک عنبر نے کھڑکی کے مقام
پر فتح حاصل کی اس لئے گاؤں کو مبارک اور سعد
سمجھ کر اس نے کھڑکی کو فتح نگر کا نام دیا۔'' (۸۹)

ڈاکٹر رادھے شیام کے بیان سے مختلف بیان بساطین السلاطین میں لکھا ہے کہ ملک عنبر نے فتح حاصل کی اس لئے گاؤں کو مبارک وسعد جان کر اس نے کھڑکی نام تبدیل کر کے فتح نگر رکھا۔
اورنگ آباد ڈسٹرکٹ گزیٹر میں لکھا ہیکہ:۔

احمد نگر کے مرتضیٰ نظام شاہ کے وزیرِ اعظم نے کھڑکی گاؤں کے
قریب یہ شہر ۱۶۱۰ء میں آباد کیا اور اسے اپنی راجدھانی بنایا اور اس
کے فوجیوں نے اپنی بود باش کے لئے یہاں مکانات بنائے۔'' (۹۰)

احمد نگر ڈسٹرکٹ گزیٹر میں کھڑکی کے بارے میں لکھا ہیکہ:۔

''۱۶۰۷ء میں ملک عنبر اور مرتضیٰ دس ہزار سوار کے ساتھ
جنّر کے خلاف روانہ ہوئے اور جنّر کو مرتضیٰ کا پائے تخت بنایا
شہر جنّر سے ملک عنبر نے دولت آباد فوج روانہ کی راجو دکنی کو شکست
ہوئی اسے گرفتار کیا گیا اور اس کے تمام علاقے مرتضیٰ کی تحویل
میں آ گئے آئندہ برسوں میں ملک عنبر کی قوّت میں اضافہ ہوا
اس نے کھڑکی کے نام سے نئی راجدھانی کی بنیاد رکھی جس کا

نام بعد میں اورنگ زیب نے اورنگ آباد کر دیا۔''(۹۱)

ملک عنبر نظام شاہی حکومت کے متعلق ڈاکٹر مسرّت فردوس اپنی کتاب ''بابائے اُردو مولوی عبدالحق کی خدمات میں'' خالدہ یوسف کا اقتباس اس طرح درج کرتی ہیں:

''ملک عنبر جو مرتضیٰ نظام شاہ ثانی کا وزیر تھا اس سلطنت کی رکھوالی کے لئے کھڑا ہو گیا۔ اور دولت آباد کو پائے تخت بنا کر اسی جگہ پرانے شاہی خاندان کے افراد کو جو گوشۂ گمنامی میں پڑے ہوئے تھے تخت نشین کر کے ازسرِنو نظام شاہی حکومت شروع کر دی۔ چند روز بعد ملک عنبر کی قوت اس قدر بڑھ گئی کہ ان کی فوجیں مغل افواج کا سر توڑ مقابلہ کرنے لگیں۔ اگرچہ نظام شاہی کا صدر مقام دولت آباد تھا لیکن ملک عنبر کی تمدنی وسعت آگے بڑھ رہی تھی ایک بڑے شہر کی طالب تھی چنانچہ انھوں نے دولت آباد کے متصل قصبہ کھڑکی کو ۱۶۱۰ء کے لگ بھگ اپنی راجدھانی بنایا۔''(۹۲)

کھڑکی کا نام فتح نگر بھی تھا۔ لیکن اس میں اختلاف ہیکہ یہ نام ملک عنبر نے رکھا تھا کہ اس کے بیٹے نے رکھا تھا۔ ڈاکٹر اسلم مرزا کا مضمون ''کھڑکی فتح نگر خجستہ بنیاد اورنگ آباد'' ماہنامہ فنون جنوری ۲۰۰۸ء میں شائع ہوا اس مضمون میں انھوں نے مختلف حوالوں سے یہ نکتہ اس طرح درج کیا جاتا ہے۔

ڈاکٹر رادھے شیام کی تحقیق کے مطابق:۔

''ملک عنبر نے جو شہر آباد کیا اس کا نام اپنے بیٹے کے نام پر فتح نگر رکھا۔''

امپریل گزیٹر آف انڈیا میں لکھا ہیکہ :-

''ملک عنبر نے کھڑکی شہر کی بنیاد رکھ کر اسے

اپنا مستقر بنایا اور فتح نگر نام دیا۔''

جیمس گرانٹ ڈف کا بیان ہیکہ :-

''ملک عنبر کے بیٹے نے کھڑکی کا نام بدل کر فتح

نگر رکھا لیکن یہ نام قائم نہیں رہے سکا۔''

اورنگ آباد گزیٹر میں لکھا ہیکہ :-

''جب فتح خان اپنے باپ کا جانشین ہوا

تو اس نے کھڑکی کا نام فتح نگر رکھا۔'' (۹۳)

ملک عنبر نے شہر کھڑکی، کی بناء ڈالی یہ امر ہم نے مختلف حوالوں کے ذریعے ثابت کر دیا۔ غرض ملک عنبر نے شہر حیدر آباد کی طرز پر اس شہر میں بھی آب رسانی کا ایسا کام کیا تھا جو آج کے بڑے بڑے آرکٹیکٹ بھی نہیں کر سکتے۔ ملک عنبر نے جگہ جگہ بمبے اور نہریں تعمیر کروائی جو آج بھی ''نہر عنبری'' کے نام سے جانی جاتی ہے جو آج بھی جاری ہے۔ ملک عنبر کا یہ شہر مغلوں نے دو مرتبہ تاراج کیا تھا۔ ملک عنبر ۱۶۲۶ء کو اپنی عمر کے ۸۰ سال پورے کر کے بمقام امراپور میں اپنے مالکِ حقیقی سے جاملا۔ اس کی لاش کو امراپور میں غسل دے کر خلد آباد لایا گیا جہاں اس کے بنائے ہوئے گنبد میں اس کی تدفین عمل میں آئی۔ (۹۴)

مرزا آغا بیگ اپنی کتاب حقیقت ملک عنبر میں مفتح التواریخ جو تھامس ولیم بیل کے زیرِ نگرانی لکھی گئی تحریر کرتے ہے کہ ملک عنبر حبشی ۸۰ سال کی عمر میں ۱۰۳۵ھ میں فوت ہوا۔ (۹۵)

ملک عنبر کے بعد اس کا بیٹا فتح خان برہان نظام شاہ کا وکیل السلطنت بنا۔
اس کو فروری ۱۶۳۲ء میں قتل کر کے فتح خان نے اس کے دس سالہ بیٹے حسین نظام شاہ سوم کو تخت نشین کر دیا۔ ۱۷ جون ۱۶۳۳ء کو مغلوں نے دولت آباد پر زبردست حملہ کیا فتح خان مغلوب ہوا اور مغلیہ فوج قلعہ میں داخل ہوگئی۔ سلطان اور فتح خان دونوں گرفتار کر لیے گئے لیکن نظام شاہی سلطنت کا خاتمہ اب بھی نہیں ہوا تھا۔ نظام شاہی سلطنت شاہ جی بھوسلے نے سنگم نیر کے قریب نظام شاہی خاندان کے فرد کو مرتضیٰ نظام شاہ سوم کے نام سے تخت پر متمکن کر کے اس کے نام سے حکومت شروع کی۔ اور کئی قلعے فتح کیے جب شاہ جہاں کو محسوس ہوا کہ اس کے سردار شاہ جی کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کر رہے تو وہ بذاتِ خود شہزادہ اورنگ زیب کو اپنے ساتھ لے کر ۲۱ ڈسمبر ۱۶۳۵ء آگرہ سے نکل کر دکن کی جانب روانہ ہوا مئی ۱۶۳۶ء میں شاہ جہاں نے ایک جنگ میں شاہ جی بھوسلے کو زبردست شکست دی اور نظام شاہی خاندان کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔

اس معرکہ آرائی میں عادل شاہی حکومت جو بیجا پور میں قائم تھی اس کی مددگار و معاون تھی۔ اس لئے احمد نگر کا کچھ علاقہ عادل شاہی کو دے دیا۔ شاہ جہاں نے ۱۶۳۶ء میں دکنی صوبے دوبارہ تشکیل دیے جو اس طرح تھے۔ (۱) صوبۂ دولت آباد (۲) صوبۂ خاندیش (۳) صوبۂ برار (۴) صوبۂ تلنگانہ صوبۂ دولت آباد کے اضلاع یا سرکارات بنائے گئے جو اس طرح تھے۔ (۱) احمد نگر (۲) پیٹھن (۳) بیڑ (۴) جالنہ (۵) سنگم نیر (۶) فتح آباد (۷) دھارور۔ (۹۶)

شاہ جہاں غرض دکن کے معاملات کو طئے کرنے اور اپنی حکومت کی سرحدیں متعین

کرنے کے بعد ۱۶ جولائی ۱۶۳۶ء کو شمالی ہندوستان کی جانب لوٹ گیا اور اپنے نائب سلطنت دکن کے صوبیدار کی حیثیت سے اورنگ زیب کو مقرر کیا۔(۹۷)

اورنگ زیب دکن میں مغلیہ سلطنت کا پہلا صوبیدار مقرر ہوا اس کی صوبیداری ۱۴ جولائی ۱۶۳۶ء سے ۲۸ مئی ۱۶۴۴ء تک رہی۔ اس درمیان میں اس کی شادی دل آراء بیگم (دلرس بانو بیگم) سے بمقام آگرہ ۸ مئی ۱۶۳۷ء کو ہوئی۔ آگرہ سے دولت آباد واپس لوٹتے ہوئے وہ اپنی خالہ کے پاس برہان پور میں کچھ عرصہ ٹھہرا۔ اور دولت آباد آیا۔ ۲۸ مئی ۱۶۴۴ء کو اسے اپنی بہن جہاں آرا کے جلنے کی اطلاع ملی تو وہ آگرہ چلا گیا۔(۹۸)

جامع اُردو انسائکلو پیڈیا تاریخ میں تحریر کیا گیا ہیکہ ۱۶۳۶ء میں اورنگ زیب کو دکن کا وائسرائے بنایا گیا ۱۶۴۴ء میں اس نے گورنری سے استعفادے دیا غالباً اس لئے کہ اس کے بھائی شہزادہ دارا شکوہ کو شاہ جہاں نے اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔(۹۹)

اورنگ زیب دوسری مرتبہ دکن کی صوبیداری پر مقرر ہوا۔ تو وہ نومبر ۱۶۵۳ء میں دولت آباد پہنچا یہاں اسے اپنے والد شاہ جہاں کی علالت کی خبر ملی وہ تخت سلطنت حاصل کرنے کے لئے ۵ فروری ۱۶۵۷ء کو دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ باحیثیت مغل بادشاہ اورنگ زیب کی پہلی تاج پوشی ۲۱ جولائی ۱۶۵۸ء کو ہوئی۔(۱۰۰)

جامع اُردو انسائکلو پیڈیا تاریخ میں درج ہیکہ دہلی میں اورنگ زیب نے نہایت عجلت سے اپنی تاج پوشی کی اور تمام حریفوں کو زیر کیا۔ اس نے دوسری بار تاج پوشی ۵ جون ۱۶۵۹ء کو منائی۔ اور عالم گیر بادشاہ غازی کے خطاب سے شہرت پائی۔(۱۰۱)

غرض دکن میں قطب شاہ، عادل شاہ اور مراٹھوں کو باج گذار بنانے

کے لئے اورنگ زیب ایک بادشاہ کی حیثیت سے ۲۲ مارچ ۱۶۸۲ء کو دکن آیا۔ اور ۱۷۰۷ء تک دکن ہی میں رہا۔ (۱۰۲)

اورنگ زیب عالم گیر نے دکن میں اپنی عنان حکومت قائم کرلی لیکن اس نے ملک عنبر کے بسائے ہوئے شہر ''کھڑکی'' کو اپنا مستقر قرار دیا۔

گزیٹر آف دی بمبے پریسیڈنسی احمد نگر ڈسٹرکٹ میں لکھا ہیکہ :۔

''۱۶۵۹ء میں شہزادہ اورنگ زیب کو
دکن کا دوسری بار گورنر مقرر کیا گیا تو
اس نے یہاں اپنی حکومت کا مستقر
ملک عنبر کے بسائے ہوئے شہر کھڑکی
میں قائم کیا اور اپنے نام پر اسے اورنگ آباد کہلوایا'' (۱۰۳)

گورنمنٹ آف انڈیا اورنگ آباد ڈسٹرکٹ گزیٹر میں لکھا ہیکہ :۔

''اورنگ زیب کو ۱۶۵۳ء میں دوبارہ دکن
کا وائس رائے مقرر کیا گیا اس نے ملک
عنبر کے بسائے ہوئے شہر کھڑکی کو اپنا
دار الخلافہ بنایا اور اس کا نام اورنگ آباد رکھا۔'' (۱۰۴)

دلکش حیدر آبادی نے لکھا ہیکہ :۔

''جب اورنگ زیب ۱۰۲۶ھ م ۱۶۵۳ء میں
صوبیدارئی دکن پر مقرر ہوا تو اس نے فتح

نگر کو اپنا صدر مقام بنا کر اورنگ آباد کے
نام سے موسوم کیا۔'' (۱۰۵)

اورنگ زیب اپنے زمانے کا نہایت عظیم سپہ سالار تھا اس کی تمام عمر شمشیر زنی میں گذری ہے۔ اس نے اپنے دورِ حکومت میں بہار اور آسام کے ناقابلِ تسخیر علاقے کو فتح کرلیا تھا۔ چنانچہ اورنگ زیب کی عمر کا آخری حصہ دکن میں گذرا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اورنگ زیب کو دکن کے معرکوں میں بڑی مشقت اور تکلیف اٹھانی پڑی۔ وہ برابر ۲۶ سال تک دکن میں اپنے مخالفوں کو کچلنے میں مصروف رہا۔ اس سخت محنت کے بعد ۱۱۱۸ھ م ۱۷۰۷ء میں رحلت فرمائی۔ اورنگ زیب نے ۵۰ سال تین ماہ حکومت کیں ان کا دورِ حکومت اس قدر طویل ہیکہ اس سے قبل کسی بادشاہ کو میسر نہیں ہوا۔ (۱۰۶)

جامع اُردو انسائکلو پیڈیا تاریخ میں قلم بند کیا گیا ہیکہ اورنگ زیب عالمگیر ۱۳ اکتوبر ۱۶۱۸ء میں مالوہ میں پیدا ہوئے ۱۶۳۶ء میں اپنے والد کے ساتھ دکن آئے اور یہاں کے گورنر مقرر ہوئے۔ لیکن انھوں نے گورنری سے استعفا دے دیا غالباً اس لئے کہ اس کے بڑے بھائی شہزادہ دارا شکوہ کو شاہ جہاں نے اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ اور پھر دوبارہ ۱۶۵۲ء میں دکن کے گورنر مقرر ہوئے مئی ۱۶۵۸ء میں اورنگ زیب نے اپنے والد شاہ جہاں کو آگرہ کے قلعہ میں محصور کیا۔ اور نہایت عجلت سے اپنی تاج پوشی کی۔ اس نے دوسری بار تاج پوشی ۵ جون ۱۶۵۹ء اور عالمگیر بادشاہ غازی کے خطاب سے شہرت پائی۔ دکن میں اس نے ملک عنبر کے بسائے ہوئے شہر کھڑکی جو بعد میں اس کے بیٹے فتح خان نے فتح نگر کے نام سے نوازہ اور جب اورنگ زیب عالمگیر دکن کا گورنر مقرر ہوا تو اس نے اس شہر کا

نام ''اورنگ آباد'' رکھا۔ جو آج بھی اسی نام سے مشہور ہے۔ (۱۰۷)

القصہ مختصران ماہ وسال کی تبدیلیوں پر طائرانہ نظر ڈالی جائے تو جودکن اور مہاراشٹر کی تاریخ وجود میں آتی ہے وہ یہ کہ ۱۲۹۴ء میں علاؤ الدین خلجی نے دیوگیری، دولت آباد پر حملہ کر کے یہاں کے راجا رام دیورائے کو شکست دے کر صلح کرنے پر مجبور کیا اور اس کے بعد علاؤ الدین خلجی کے سپہ سالار ملک کافور نے دہلی سے دکن وارد ہو کر تمام دکن اور ہندوستان کو اپنے قلمرو میں شامل کر لیا۔ پھر علاؤ الدین خلجی کے بعد دہلی پر تغلق خاندان کا تسلّط قائم ہو گیا۔ محمد بن تغلق نے دہلی کی راجدھانی دولت آباد ۱۳۲۷ء میں منتقل کر دیا اس لشکر میں شاہی خاندان کے ساتھ ساتھ دہلی کی تمام عوام جن میں امیر، غریب، اعلیٰ ادنیٰ، فقراء، فضلاء غرض ہر طبقے کے افراد موجود تھے۔ یہ تاریخی کروٹ دولت آباد و خُلد آباد کے لئے فالِ نیک ثابت ہوئی اس لشکر کے ساتھ بزرگانِ دین و عارفان کی آمد ہوئی جن میں شاہ راجو قتّال حسینیؒ، حضرت زین الدین شیرازیؒ، امیر حسن سجزیؒ کاشانی برادران مع خاندان کے فوقیت رکھتے ہیں اس لشکر میں شامل بزرگ اوران سے ذرا پہلے اور ذرا بعد میں آنے والے بزرگوں کے ملفوظات پر یہ تحقیقی مقالہ مبنی ہے۔

محمد بن تغلق کے انتقال کے بعد دکن پھر سیاسی انتشار کا شکار ہوا اور یہاں پر بہمنی سلطنت کا قیام عمل میں آیا۔ لیکن سلطنت میں ضعف کی بدولت مختلف صوبیدار خود مختار بن گئے اور ایک بہمنی سلطنت کے علاوہ پانچ چھوٹی چھوٹی حکومتوں کا قیام عمل میں آیا۔ جن میں احمد نگر کی نظام شاہی، گولکنڈا کی قطب شاہی، بیجاپور کی عادل شاہی، برار کی عماد شاہی اور بیدر کی بُرید شاہی شامل ہیں۔

نظام شاہی حکومت میں ایک شخص ملک عنبر کافی ہوشیار و دلیر تھا اسے چنگیز خان جو پیشوائے سلطنت مرتضیٰ نظام شاہ تھا خرید کر دکن لایا۔ غرض ملک عنبر نے اپنی ہوشیاری و عقل مندی سے ملک دکن کو اپنے قبضے میں لے لیا۔ اور ۱۶۱۰ء میں کھڑکی نامی شہر آباد کیا اس کے انتقال کے بعد اورنگ زیب عالمگیر جو مغلیہ سلطنت کا چشم و چراغ تھا اور نہایت ہی دیندار بادشاہ گذرا ہے اس نے اس شہر کا نام بدل کر اورنگ آباد کے نام سے موسوم کیا۔ ۱۷۰۷ء میں اورنگ زیب عالمگیر کے انتقال کے بعد دکن پھر سیاسی انتشار میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اور اورنگ آباد میں آصف جاہ اوّل نے سلطنتِ آصفیہ کی بنیاد رکھی بعد میں پائے تخت حیدر آباد منتقل ہو گیا۔ ہندوستان کے دیگر حصّوں پر برٹش حکومت کا قبضہ رہا لیکن حیدر آباد میں خود مختار سات سلاطین نے ایک کے بعد ایک حکومت کی۔ آخر کار ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء میں ہندوستان آزاد ہو گیا اور ۱۷ ستمبر ۱۹۴۸ء میں دہلی یعنی ہندوستانی حکومت نے حیدر آباد کو اپنی حکومت میں ضم کر لیا۔ غرض اب بادشاہی حکومت دم توڑ چکی تھی اور جمہوری حکومت عام ہو گئی تھی جو آج تک قائم ہے۔ ۱۹۵۶ء میں زبانوں کی بنیاد پر ریاستوں کی تشکیل جدید عمل میں آئی مراٹھی زبان کے علاقے مہاراشٹر میں اور تیلگو زبان کے علاقے آندھرا پردیش میں چلے گئے۔ اس اعتبار سے اورنگ آباد مہاراشٹر میں شامل ہوا۔ اور تاریخی و جدید تر سہولتوں سے آراستہ یہ شہر ترقی کی راہوں پر گامزن ہے۔

## ☆حوالے وتشریحات☆

| سلسلہ نمبر | اسمائے کتاب | مصنف/مولف | سنِ اشاعت/ایڈیشن | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|---|
| ۱ | دکن کی قدیم تاریخ | پروفیسر غلام یزدانی | جنوری تا مارچ ۱۹۸۴ء | ۹ |
| ۲ | مقدمہ تاریخ دکن | عبدالمجید صدیقی | ۱۹۴۰ء ناشر ادارہ ادبیاتِ اردو حیدر آباد | ۷۔۸ |
| ۳ | تاریخ دکن | محمد عبدالغفور | | ۲۷۔۲۸ |
| ۴ | رسالہ سب رس | مضمون نویس سیّد سراج الدین | مرقع دکن نمبر جنوری ۱۹۳۹ء | ۱۷ |
| ۵ | تاریخ ادبِ اُردو | ڈاکٹر جمیل جالبی | جلد اوّل طبع چہارم ۱۹۹۲ء شیبا پرنٹرس لال کنواں دہلی ۶ | ۱۴۷ |
| ۶ | ماہ نامہ فنون | اسلم مرزا | خصوصی شمارہ جنوری فروری ۲۰۰۸ء | ۲۶ |
| ۷ | سوانح حیات ملک عنبر | مرزا آغا بیگ | ۱۹۸۸ء م ۱۴۰۸ھ | ۹۰ |

| ۸ | اورنگ آباد دکن | محمد معین الدین متعلّم | | ۸۔۹۔۱۰ |
|---|---|---|---|---|
| ۹ | عجائب الاسفار المعروف سفرنامہ ابنِ بطوطہ | شیخ ابنِ بطوطہ مترجم محمد حسین | | ۲۷۲ |
| ۱۰ | تاریخ خورشید جاہی | امام خاں | | ۴۱۴۔۴۱۵ |
| ۱۱ | سوانح حیات ملک عنبر | مرزا آغا بیگ | ۱۹۸۸ء م ۱۴۰۸ھ | ۹۰ |
| ۱۲ | اورنگ آباد دکن | محمد معین الدین متعلّم | | ۸۔۹۔۱۰ |
| ۱۳ | تاریخ فرشتہ جلد اوّل | محمد قاسم فرشتہ مترجم محمد عبدالحیی | اشاعت جنوری مارچ ۱۹۸۵ء شک ۱۹۰۶ء | ۴۱۸ |
| ۱۴ | دکشن بھارتا چہ اتحاس | انیل سنگھارے مترجم محمد شفیع الدین | | ۱۲۹۔۱۳۰ |
| ۱۵ | قدیم ہندوستان کی تاریخ | رما شنکر ترپاٹھی مترجم سیّد یحیٰ حسن نقوی | پہلا ایڈیشن ۱۹۸۱ء دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۸ء | ۴۶۳۔۴۶۵ |

| ۱۶ | رسالہ سب رس | مضمون سیّد سراج الدین | مرقع دکن نمبر جنوری ۱۹۳۹ء | ۲۵ |
|---|---|---|---|---|
| ۱۷ | اورنگ آباد ملک عنبر سے عالمگیر تک | وحیدہ نسیم | اشاعت اوّل ۱۹۹۳ء (آر۔آئی پرنٹرس کراچی) | ۵۲_۵۳ |
| ۱۸ | دکشن بھارتا چہ اتحاس | انیل سنگھارے مترجم محمد شفیع الدین | | ۱۱۰ |
| ۱۹ | قدیم ہندوستان کی تاریخ | رماشنکر ترپاٹھی مترجم سیّد سخی حسن نقوی | پہلا ایڈیسن ۱۹۸۱ء دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۸ء | ۴۶۳_۴۵۶ |
| ۲۰ | دکشن بھارتا چہ اتحاس | انیل سنگھارے مترجم محمد شفیع الدین | | ۱۲۹_۱۳۰ |
| ۲۱ | ہندوستان پر اسلامی حکومت | مفتی شوکت علی فہمی | پہلا ایڈیشن ۱۹۴۹ء جدید ایڈیشن ۱۹۵۴ء آفسیٹ ایڈیشن ۱۹۸۹ء اٹھارواں ایڈیشن ۱۹۹۷ء | ۲۳۶ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۲۲ | خلجی خاندان | کے۔ ایس لال مترجم ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی | ۱۹۸۰ء شک ۱۹۰۱ء | ۱۷ |
| ۲۳ | خلجی خاندان | کے۔ ایس لال مترجم ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی | ۱۹۸۰ء شک ۱۹۰۱ء | ۱۹ |
| ۲۴ | خلجی خاندان | کے۔ ایس لال مترجم ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی | ۱۹۸۰ء شک ۱۹۰۱ء | ۲۰ |
| ۲۵ | ہندوستان پر اسلامی حکومت | مفتی شوکت علی فہمی | | ۲۳۷ |
| ۲۶ | خلجی خاندان | کے۔ ایس لال مترجم ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی | ۱۹۸۰ء شک ۱۹۰۱ء | ۲۳_۲۴ |
| ۲۷ | ہندوستان پر اسلامی حکومت | مفتی شوکت علی فہمی | | ۴۸ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۲۸ | ہندوستان پر اسلامی حکومت | مفتی شوکت علی فہمی | | ۲۷۹ |
| ۲۹ | خلجی خاندان | کے۔ایس لال مترجم ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی | ۱۹۸۰ء شک ۱۹۰۱ء | ۵۲ |
| ۳۰ | خلجی خاندان | کے۔ایس لال مترجم ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی | ۱۹۸۰ء شک ۱۹۰۱ء | ۵۴ |
| ۳۱ | خلجی خاندان | کے۔ایس لال مترجم ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی | ۱۹۸۰ء شک ۱۹۰۱ء | ۵۸ |
| ۳۲ | ہندوستان پر اسلامی حکومت | مفتی شوکت علی فہمی | | ۲۵۱ |
| ۳۳ | خلجی خاندان | کے۔ایس لال مترجم ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی | | ۷۰ |

| ۳۴ | خلجی خاندان | کے۔ایس لال مترجم ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی | | ۷۴ |
|---|---|---|---|---|
| ۳۵ | خلجی خاندان | کے۔ایس لال مترجم ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی | | ۱۷۰ |
| ۳۶ | ہندوستان پر اسلامی حکومت | مفتی شوکت علی فہمی | | ۲۶۴ |
| ۳۷ | آبِ کوثر | شیخ محمد اکرام | طبع پنجم | ۱۷۰ |
| ۳۸ | خلجی خاندان | کے۔ایس لال مترجم ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی | | ۳۰۷ |
| ۳۹ | خلجی خاندان | کے۔ایس لال مترجم ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی | سنہ ۱۹۸۰ء شک سنہ ۱۹۰۱ء | ۳۰۸ |
| ۴۰ | خلجی خاندان | کے۔ایس لال مترجم ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی | سنہ ۱۹۸۰ء شک سنہ ۱۹۰۱ء | ۳۱۰ |

| ۴۱ | آبِ کوثر | شیخ محمد اکرام | طبع پنجم | ۱۷۰ |
|---|---|---|---|---|
| ۴۲ | خلجی خاندان | کے۔ ایس لال مترجم ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی | سنہ ۱۹۸۰ء شک سنہ ۱۹۰۱ء | ۳۱۶ |
| ۴۳ | خلجی خاندان | کے۔ ایس لال مترجم ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی | سنہ ۱۹۸۰ء شک سنہ ۱۹۰۱ء | ۳۱۷ |
| ۴۴ | آبِ کوثر | شیخ محمد اکرام | طبع پنجم | ۱۷۱ |
| ۴۵ | خلجی خاندان | کے۔ ایس لال مترجم ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی | سنہ ۱۹۸۰ء شک سنہ ۱۹۰۱ء | ۳۳۰ |
| ۴۶ | ہندوستان پر اسلامی حکومت | مفتی شوکت علی فہمی | | ۲۷۵_۲۷۶ |
| ۴۷ | خلجی خاندان | کے۔ ایس لال مترجم ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی | سنہ ۱۹۸۰ء شک سنہ ۱۹۰۱ء | ۳۳۷ |
| ۴۸ | ہندوستان پر اسلامی حکومت | مفتی شوکت علی فہمی | | ۲۶۷ |

| ۴۹ | خلجی خاندان | کے۔ ایس لال مترجم ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی | ۱۹۸۰ء شک ۱۹۰۱ء | ۳۴۶ |
|---|---|---|---|---|
| ۵۰ | خلجی خاندان | کے۔ ایس لال مترجم ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی | ۱۹۸۰ء شک ۱۹۰۱ء | ۳۴۷ |
| ۵۱ | ہندوستان پر اسلامی حکومت | مفتی شوکت علی فہمی | | ۲۷۸ |
| ۵۲ | ہندوستان پر اسلامی حکومت | مفتی شوکت علی فہمی | | ۲۸۴ |
| ۵۳ | آبِ کوثر | شیخ محمد اکرام | طبع پنجم | ۳۹۵۔۳۹۶ |
| ۵۴ | آبِ کوثر | شیخ محمد اکرام | طبع پنجم | ۳۹۷ |
| ۵۵ | ہندوستان پر اسلامی حکومت | مفتی شوکت علی فہمی | | ۲۸۸۔۲۸۹ |
| ۵۶ | آبِ کوثر | شیخ محمد اکرام | طبع پنجم | ۳۹۸ |
| ۵۷ | ہندوستان پر اسلامی حکومت | مفتی شوکت علی فہمی | | ۲۹۱ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۵۸ | ہندوستان پر اسلامی حکومت | مفتی شوکت علی فہمی | | ۱۹۲ |
| ۵۹ | مخزن العلوم تاریخ جلد دوّم انسائکلو پیڈیا | پروجیکٹ ڈائرکٹر ڈاکٹر حمید اللہ بھٹ | سنہ ۲۰۰۰ء پہلا ایڈیشن قومی کو نسل برائے فروخت اُردو زبان نئی دہلی | ۳۵۸ |
| ۶۰ | سفرنامہ ابنِ بطوطہ | شیخ ابنِ بطوطہ مترجم مولوی محمد حسین | اشاعتِ پنجم سنہ ۱۹۹۸ء | ۱۲۵ |
| ۶۱ | ہندوستان پر اسلامی حکومت | مفتی شوکت علی فہمی | | ۲۹۶_۲۹۲ |
| ۶۲ | مدھیہ یوگین بھار تاچہ اتحاس | ش۔گ کولارکر مترجم محمد شفیع الدین | | ۶۷ |
| ۶۳ | ہندوستان پر اسلامی حکومت | مفتی شوکت علی فہمی | | ۳۰۲_۳۰۱ |
| ۶۴ | ہندوستان پر اسلامی حکومت | مفتی شوکت علی فہمی | | ۳۰۴ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۶۵ | مدھیہ یوگین بھار تاچہ اتحاس | ش۔گ کولار کر مترجم محمد شفیع الدین | | ۷۷ |
| ۶۶ | دکن میں اُردو | نصیر الدین ہاشمی | جنوری، مارچ ۱۹۸۵ء شک ۱۹۰۶ء پہلا ایڈیشن | ۴۴ |
| ۶۷ | تاریخ ادبِ اُردو | ڈاکٹر جمیل جالبی | طبع چہارم ۱۹۹۲ء | ۱۴۸ |
| ۶۸ | ہندوستان پر اسلامی حکومت | مفتی شوکت علی فہمی | | ۵۳۲ |
| ۶۹ | دلّی سلطان شاہی چہ اتحاس | ماما دیشمکھ مترجم محمد شفیع الدین | دیشو بھارتی پر کاشن ناگپور | ۱۲۲ |
| ۷۰ | ہندوستان پر اسلامی حکومت | مفتی شوکت علی فہمی | | ۵۳۲_۵۳۳ |
| ۷۱ | دکن میں اُردو | نصیر الدین ہاشمی | جنوری، مارچ ۱۹۸۵ء شک ۱۹۰۶ء پہلا ایڈیشن | ۲۵۶ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۷۲ | دلّی سلطان شاہی چہ اتحاس | ماما دیشکھ مترجم محمد شفیع الدین | ویشو بھارتی پر کاشن ناگپور | ۱۷۸ |
| ۷۳ | روضۃ الاقطاب | مولوی رونق علی صاحب | چوتھا ایڈیشن فروری ۲۰۰۰ء م ۱۴۲۰ھ | ۱۵ |
| ۷۴ | روضۃ الاقطاب | مولوی رونق علی صاحب | چوتھا ایڈیشن فروری ۲۰۰۰ء م ۱۴۲۰ھ | ۱۷-۲۲ |
| ۷۵ | آبِ کوثر | شیخ محمد اکرام | طبع پنجم | ۳۶۳ |
| ۷۶ | گلستانِ خُلد آباد | محمد عبدالحیی | ۱۴۲۲ء م ۲۰۰۱ء | ۲۸-۲۹-۳۰ |
| ۷۷ | دلّی سلطان شاہی چہ اتحاس | ماما دیشکھ مترجم محمد شفیع الدین | ویشو بھارتی پر کاشن ناگپور | ۱۸۲ |
| ۷۸ | تاریخ فرشتہ جلد دوّم | محمد قاسم فرشتہ | | ۴۴۹ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۷۹ | مخزن العلوم تاریخ جلد دوّم (انسائکلوپیڈیا) | | ۲۰۰۰ء پہلا ایڈیشن قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان | ۳۹۳ |
| ۸۰ | سوانح حیات ملک عنبر | مرزا آغا بیگ | ۱۹۸۸ء | ۱۴ |
| ۸۱ | سوانح حیات ملک عنبر | مرزا آغا بیگ | ۱۹۸۸ء | ۴۳۔۴۴ |
| ۸۲ | سوانح حیات ملک عنبر | مرزا آغا بیگ | ۱۹۸۸ء | ۴۷ |
| ۸۳ | دکشن بھارتا چہ اتحاس ساتواہن تے یادو | انیل سنگھارے مترجم محمد شفیع الدین | | ۱۰۹ |
| ۸۴ | اورنگ آباد دکن | محمد معین الدین متعلم مدرسہ فوقانیہ دارالشفاء | | ۵ |

| ۸۵ | کنگڈم آف احمد نگر | ڈاکٹر راھے شیام | ماہ نامہ فنون خصوصی شمارہ ۲۰۰۸ء | ۲۵۵۔۲۵۸ (۲۷) |
|---|---|---|---|---|
| ۸۶ | ماہ نامہ سب رس | حیدر آباد دکن نمبر ۱۹۳۹ء | جنوری ۱۹۳۹ء | ۱۱۷ |
| ۸۷ | اورنگ آباد خجستہ بنیاد | محمد عبدالحیی | ۱۴۲۵ھ ۲۰۰۴ء | ۴۵ |
| ۸۸ | کنگڈم آف احمد نگر | | ماہ نامہ فنون خصوصی شمارہ ۲۰۰۸ | ۲۸۷ |
| ۸۹ | امپریل گزیٹر آف انڈیا جلد ششم (آکسفورڈ) | | ماہ نامہ فنون خصوصی شمارہ ۲۰۰۸ | ۱۴۸ |
| ۹۰ | اورنگ آباد ڈسٹرکٹ گزیٹر | | ماہ نامہ فنون خصوصی شمارہ ۲۰۰۸ | ۹۳۷ (۲۸) |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۹۱ | احمد نگر ڈسٹرکٹ گزیٹر | | ماہ نامہ فنون خصوصی شمارہ ۲۰۰۸ء (۱۹۸۴ | ۳۹۲ (۲۸) |
| ۹۲ | بابائے اُردو مولوی عبدالحق کی خدمات قیامِ اورنگ آباد کے دوران | ڈاکٹر مسرّت فردوس | پہلی اشاعت جنوری ۱۹۹۹ء حیدر آباد | ۵۰ |
| ۹۳ | ماہ نامہ فنون | چیف ایڈیٹر عبدالنعیم اعظمی ایڈیٹر یاسمین ترنم | خصوصی شمارہ ۲۰۰۸ء | ۲۹ |
| ۹۴ | ماہ نامہ فنون | چیف ایڈیٹر عبدالنعیم اعظمی ایڈیٹر یاسمین ترنم | خصوصی شمارہ | ۳۰ |
| ۹۵ | حقیقت ملک عنبر | مرزا آغا بیگ | ۱۹۸۸ء | ۳۷ |
| ۹۶ | ماہ نامہ فنون | | خصوصی شمارہ ۲۰۰۸ء | ۳۰ |
| ۹۷ | تاریخ شاہ جہاں | | خصوصی شمارہ ۲۰۰۸ء ماہ نامہ فنون سے ماخوز | ۱۴۶ (۱۳۰) |

| ۹۸ | اورنگ زیب چہ اتحاس | سرجادوناتھ سرکار؛ جلد اوّل | ۱۹۷۸ء ماہ نامہ فنون سے ماخوذ | ۳۰ |
|---|---|---|---|---|
| ۹۹ | مخزن العوم تاریخ ۱۲ انسائیکلوپیڈیا | | | ۵۳ |
| ۱۰۰ | اورنگ زیب چہ اتحاس | سرجادوناتھ سرکار؛ جلد اوّل مترجم محمد شفیع الدین | ۱۹۷۸ء (ماہ نامہ فنون سے ماخوذ | ۳۰ |
| ۱۰۱ | مخزن العلوم تاریخ ۱۲ انسائکلو پیڈیا | | | ۵۳ |
| ۱۰۲ | اورنگزیب چہ اتحاس | سرجادوناتھ سرکار جلد اوّل مترجم محمد شفیع الدین | ماہ نامہ فنون سے ماخوذ (۱۹۷۸ء) | ۳۰ |
| ۱۰۳ | احمد نگر ڈسٹرکٹ گزیٹر | | ایڈیشن ۱۹۸۴ء (فنون سے ماخوذ) | ۳۹۹ |
| ۱۰۴ | اورنگ آباد ڈسٹرکٹ گزیٹر | | ماہ نامہ فنون سے ماخوذ | ۱۲۸ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۰۵ | اورنگ آباد کی نہریں | دلکش حیدرآبادی | | ۱۳ |
| ۱۰۶ | ہندوستان پر اسلامی حکومت | مفتی شوکی علی فہمی | | ۵۷۱ |
| ۱۰۷ | مخزن العلوم اُردو جامع انسائکلو پیڈیا تاریخ (۲) | | | ۵۳ |

# ﴿بابِ دوّم﴾

## دولت آباد خلد آباد، و اورنگ آباد کے

## اولیائے کرام کے مختصر حالات

اس باب میں اورنگ آباد یعنی دولت آباد خُلد آباد کے بزرگانِ دین کی آمد، سلسلے اور مختصر حالات سے متعارف کروایا گیا ہے۔ اس سے قبل دکن میں اسلام اور اسکی اشاعت کے بارے میں مختصر معلومات پیش کی جارہی ہے۔

☆ دکن میں اسلام اور اس کی اشاعت:۔

ملک دکن میں سب سے پہلے اسلام کی آمد ۹۰ھ میں حجاج بن یوسف شقفی جو عبدالملک بن مروان کا سپہ سالار وعرب وعجم وعراق کا صوبیدار تھا۔ بہت ظالم بیباک اور سفاک تھا۔ اس کے ظلم وستم سے تمام شرفاءعرب وسادات بنی ہاشم میں پریشانی عالمگیر تھی۔ اور تمام عالم مضطرب تھا۔ خاص کر کے امّتِ محمدی تنگ وعاجز ہوگئے تھے اور اس ظلم وستم کے سبب مع اہل وعیال آٹھ دس بحری جہازوں میں سوار ہوکر درِ دکن یعنی دابول، چیلوں، کھمبایت، بھروچ ومچھلی بندر پر اترے اور دکن میں اسلام اور اس کی اشاعت انھیں شرفاء وسادات بنی ہاشم سے شروع ہوئی۔ اس ضمن میں ''احکام البلاد ولحکّام'' کے مولف نے اس طرح تحریر کیا کہ:

''تیسری وچوتھی صدی ہجری سے دکن میں بزرگانِ دین وعارفانِ علم الیقین بغرض اشاعتِ اسلام آمدورفت کرنے لگے۔ بعض تاجرانہ شعار رکھتے تھے اور بعض درویشانہ پیرائے میں ہوتے تھے۔ تمام کا مقصد بذاتِ یہی ہوتا تھا کہ اسلام اور دین کی اشاعت ہو اور اہلِ ہنود اسلام سے واقف ہوجائے بنا علیہ ہنود کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے تھے۔۔ اور نہایت لطف اور خنداں پیشانی سے ملتے تھے۔ اور کبھی اپنی کشف و کرامات وخرق وعادات کے کرشمے دکھلاتے تھے۔'' (۱)

اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے مزید یہ تحریر کرنا یہاں مناسب ہے کہ ''ہنود بھی ان بزرگوں

کے حسن واخلاق دیکھ کر گرویدہ اور بندہ دام ناخریدہ ہوتے تھے کرامات وخرق عادت دیکھ کر یہ سمجھتے تھے کہ یہ بزرگ اوتار ہیں۔ جس گاؤں یا قصبہ میں کوئی بزرگ اسلام وُرود ہوتا تو وہاں کے اہلِ اصنام اس کے پاس آمدورفت کرتے تھے۔ اور مصیبت ورنج کی حالت میں بزرگ سے اعانت چاہتے تھے۔ وہ حضرت دعا اور دوا سے اعانت فرماتے تھے۔ اور اکثر ہنود بزرگانِ دین کی خرق عادت وکرامات دیکھ کر مُستفید ہونے لگے۔ اور اسلام کی راست بازی تسلیم کرنے لگے۔ تب کوئی اہلِ اسلام سے اگر اسلام کے حلقے میں شریک ہوجاتا کوئی اس کا مزاحم ومانع نہیں ہوتا۔'' (۲)

اسی حوالے کے تحت یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہندو بھائی ان بزرگوں کی کشف وکرامات سے متاثر ہوتے۔ خود بھی اخلاق ومحبت سے پیش آتے اور مصیبت کے وقت ان سے دعاؤں کی درخواست کرتے تھے۔

☆سلاطین اسلام کی آمد:۔

دکن میں سلاطین اسلام کی آمد کا سلسلہ کب شروع ہوا اس متعلق پتہ چلا ہے کہ علاؤالدین خلجی سے قبل ۶۹۴ھ م ۱۲۹۴ء کسی سُلطان نے دکن کا رُخ نہیں کیا تھا۔ علاؤالدین خلجی کے بعد محمّد بن تغلق نے ۱۳۲۷ء میں دہلی سے دولت آباد کو پائے تخت منتقل کیا۔ اور دلّی کو ویران کرکے دولت آباد کو آباد کیا۔ اسی وقت سے دکن میں اسلامی سلطنت کی بنیاد قائم ہوگئی۔

۷۴۷ھ م ۱۳۴۷ء بہمنی سلطنت کا آغاز دکن میں مسلم حکومت کا قیام تاریخ ہند کا اہم ترین واقعہ ہے۔ مسلمانوں کی آمد کے بعد اسے پہلی مرتبہ سیاسی وحدت حاصل ہوئی۔ مسلمانوں نے اپنے دورِ حکومت میں ایک زندہ وجاوید قوم کی حیثیت سے ہندو

سماج کو اپنی تہذیب وتمدّن اور معاشرتی وسیاسی نظام سے متاثر کیا۔ جو رفتہ رفتہ حالات کے تحت ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کو سمجھنے لگے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کی منافرت دور کرنے اور انھیں ایک دوسرے سے قریب تر لانے میں خود مختار مسلمان حکمران کے علاوہ مسلمان صوفیوں کا بھی بہت بڑا حصہ ہے۔ اس تہذیب وتمدّن کی تعمیر میں بزرگانِ دین اور اولیاء کرام کا پورا پورا حصہ رہا ہے۔ انھوں نے نہ صرف دکن بلکہ ہندوستان کی قوموں کا عام انسانی اتحاد کی بنیاد پر متحد کرنے کے لئے جو عظیم الشان خدمات انجام دی ہے اور ان بزرگانِ دین نے روحانیت اور اخلاص فی العمل کی قوت سے ہندوستانی قوم کے کردار واعمال کی جس عظیم الشان طریقے سے اصلاح کی ہے وہ تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں۔ یہ بزرگانِ دین نہایت ہی رواداراور غیر متعصب تھے۔ وہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے اپنے اصولوں میں لچک رکھتے تھے۔ انھوں نے عوام کی زبان کو اپنی زبان سمجھا۔ اور اسی زبان میں تمام خلقت کو تلقین وہدایت فرمائی۔

اس بات کی صراحت کی گئی ہے کہ ملک دکن میں اسلام کی آمد سنہ ۹۰ ھ سے ہوئی۔ اور احکا البلاّ دولحکاّم کے مؤلف میر حسن کرمانی نے بھی لکھا ہے کہ تیسری و چوتھی صدی ہجری سے دکن میں بزرگانِ دین وعارفانِ علم الیقین بغرض اشاعتِ اسلام آنے جانے لگے۔

غرض سنہ ۶۹۴ ھ م سنہ ۱۲۹۴ء میں علاؤالدین خلجی کے حملے سے قبل دیارِ دکن میں بزرگانِ دین کی آمد ہو چکی تھی۔ جن میں سرِ فہرست حضرت مومن عارف باللہؒ اور حضرت شاہ جلال الدین گنجِ رواں سہروردیؒ ہیں۔ (۳)

☆ صوفیائے کرام کے سلسلے: ''یا''

☆ صوفیاء کے سلسلوں کی وسعت اور پھیلاؤ:

مولّف سیّد عابد علی وجدی الحسینی (قاضی شہر بھوپال) اپنی تصنیف "قطب مالوہ حضرت شاہ شرف الدین حسینی چشتی المعروف بہ شاہ فتح اللہ چشتی" میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ حسن بصری، شیخ المحدثین اور امام العارفین ہیں۔ جس طرح ان کے ذریعہ حدیث شریف کی نشر و اشاعت ہوئی اسی طرح صوفیاء کے سلسلوں کی شاخیں بھی پھلیں جو سلسلے ان کے واسطہ سے پھیلے ان کو پنج چشت اور نو قادریہ کہتے ہیں۔

☆ سلسلۂ نو قادریہ:

(۱) حبیبیہ:۔

حضرت حبیب عجمی خلیفہ خواجہ حسن بصریؒ

(۲) طیفوریہ:۔

حضرت بایزید بسطامی نے امام جعفر صادقؒ سے روحانی فیض حاصل کیا اور امام علی موسیٰ رضا سے خلافت پائی۔

(۳) کرخیہ:۔

حضرت معروف کرخی داؤد طائی کے خلیفہ ہیں۔ جو ایک واسطہ سے حبیب عجمی کے مرید تھے۔

(۴) سقطیہ:۔

سقطی جو حضرت معروف کرخی کے خلیفہ تھے۔

(۵) جُنیدیہ:۔

جو اپنے ماموں سری سقطی کے خلیفہ تھے۔

(۶) گازورینیہ:۔

خواجہ ابواسحٰق گازورنی حضرت جُنید کے مرید تھے۔

(۷) ممشادیہ:۔

خواجہ ممشاد جو خواجہ علی سوری کے مرید و خلیفہ تھے۔

یہ سلسلے قادری پھر سہروردیہ سلسلہ جو خواجہ ابوحسن سہروردی کے واسطہ سے پھیلا۔ خواجہ ابوحسن حضرت طرطوسی کے خلیفہ تھے۔

﴿ ''پنج چشت'' کے نام سے جو سلسلے پھیلے وہ حسب ذیل ہیں ﴾

(۱) وجدیہ:۔

یہ سلسلہ حضرت حسن بصری کے خلیفہ عبدالواحد سے منسوب ہیں المتوفی ۱۷۶ھ

(۲) عیاضیہ:۔

یہ سلسلہ حضرت ابواحد کے خلیفہ فیصل بن عیاض سے منسوب ہے۔ المتوفی ۱۸۷ھ

(۳) ادھمیہ:۔

یہ سلسلہ فیصل کے خلیفہ خواجہ سُلطان ابراہیم بن ادھم المتوفی ۱۶۲ھ سے منسوب ہیں۔

(۴) ہبیریہ:۔

یہ سلسلہ خواجہ حذیقہ رعشی کے واسطہ سے حضرت ابراہیم ادھم تک پہنچتا ہے۔

(۵) چشتیہ:۔

یہ سلسلہ خواجہ اسحٰق چشتی کے نام سے چشتیہ کہلایا یہ خواجہ ممشاد دینوری کے

واسطہ سے ہبیرہ بصری تک پہنچا ہے۔اور یہ سلسلہ نقشبندیہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی سے پھیلا۔پرانے غیر منقسم ہندوستان میں چاروں سلسلے پھیلے اوران چاروں سلسلوں کو یہاں وہی مقبولیت حاصل ہوئی جوفقہ کے چاروں مذہب حنفیؒ شافیؒ مالکیؒ وحنبلیؒ مسلکوں کو ہوئی بہر حال سلسلۂ چشتیہ کوہمارے ملک میں جس قدرمقبولیت حاصل ہوئی وہ ظاہر ہے۔(۴)

ہندوستان میں صوفی بزرگوں میں آنے والے بزرگ ''حضرت خواجہ شیخ علی ہجویریؒ تھے ان کی مزار روضہ لاہور پاکستان میں ہے ان کی تصنیف ''کشف المحجوب''میں انھوں نے ۱۲ سلسلوں کی نشاندہی کی۔جوحسب ذیل ہیں۔

۱) مہاصبیہ (۲) کھاری (۳) طیفوری (۴) نوری (۵) جُنیدی (۶) صو ہلیاں (۷) حکیمیاں (۸) خراجیاں (۹) حفیظیاں (۱۰) صیاریاں (۱۱) ہولیاں:۔اس سلسلے کی بنیاد ابو احلم نے ڈالی جو دمشق کے رہنے والے تھے۔(۱۲) ہولولیاں:۔اس سلسلے کی بنیاد ایران کے صوفی نے ڈالی۔آئینہ اکبری کے حوالے سے ہندوستان میں صوفیوں کے ۱۴ سلسلوں کی نشاندہی ملتی ہیں۔(۵)

| | |
|---|---|
| ۱) حبیبیہ | شیخ حبیب عجمی |
| ۲) طیفوریاں | شیخ بیجد طیفوری بسطامی |
| ۳) کراردیاں | خواجہ معروف کرخی |
| ۴) سقطیہ | شیخ ابوالحسن ساری سکتی |
| ۵) جُنید یاں | شیخ جُنید بغدادی |
| ۶) گجرونیاں | شیخ ابواسحٰق بن شہریار |

۷) طورسیاں شیخ علاؤالدین غوشی

۸) فردوسیہ شیخ نجم الدین کبریٰ

۹) سہروردیہ شیخ نجیب الدین سہروردی

۱۰) ضیدیاں شیخ عبدلواحید بن زید

۱۱) عیاضیہ شیخ فیصل بن عیاض

۱۲) ادھمیاں شیخ ابراہیم بن ادھم

۱۳) ہوبیریاں خواجہ ہوبیر البصریٰ

۱۴) چشتیہ خواجہ ابواسحٰق چشتیؒ

''مشہور و معروف مورّخ'' ''ستیتو مادھوراؤ پگڑی'' نے اپنی تصنیف ''صوفی سمپردائے'' میں طریقت کے ۱۲ معروف سلسلوں کی نشاندہی کی جو حسب ذیل ہیں

۱) عیاضیہ: خواجہ فیصل بن عیاض

۲) ادھمیاں: ابواسحٰق ابراہیم

۳) ہوبیریاں: بصریٰ کا خواجہ ہوبیر

۴) چشتیہ: خواجہ ابواسحٰق چشتی

۵) کرخیہ: معروف کرخی

۶) سقطیاں: خواجہ حسن سقطی

۷) طیفوریاں: خواجہ بیجد بسطامی

۸) جُنیدیاں: ابوالقاسم جنید

۹) گجرونیاں: خواجہ ابواسحٰق گجرونی

۱۰) تارطوسیاں: ابوالفراح طرطوسی

۱۱) سہروردیہ: ابوالنجیب سہروردی

۱۲) فردوسیہ: ابوالجناب احمد بن عمر القوادکی (۶)

ابوالمعارف قاضی میر لطف علی عارف ابوالعلائی نے اپنی تصنیف ''پیرانِ طریقت'' میں مندرجہ ذیل ۱۴ خانوادوں کا ذکر کیا ہیں۔

☆ نوخانوادے:۔

حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ سے نو خانوادے جاری ہوئے ہیں۔ جن میں (۱) خانوادۂ حبیباں (۲) خانوادۂ طیفوریاں (۳) خانوادۂ کرخیاں (۴) خانوادۂ سقطیاں (۵) خانوادۂ جنیدیاں (۶) خانوادۂ گازورون (۷) خانوادۂ طوسیاں (۸) خانوادۂ فردوسیاں (۹) خانوادۂ سہروردیہ (۱) خانوادۂ زیدیاں (۲) خانوادۂ عیاضیاں (۳) خانوادۂ ادھمیاں (۴) خانوادۂ ہبیریاں

(۵) خانوادۂ چشتیاں۔ (۷)

ان تمام سلسلوں میں مشہور و معروف ۴ سلسلے ہوئے جن میں

(۱) چشتیہ (۲) قادریہ (۳) سہروردیہ (۴) نقشبندیہ

☆ سلسلہ چشتیہ:۔

اس سلسلے کی بنیاد حضرت خواجہ ابواسحٰق شامی چشتیؒ نے ڈالی اسحٰق چشتی ممشاد علی دینوری کے خلیفہ و شاگرد مشہور ہیں اس سلسلے کے چار صوفی بزرگ گذرے جس میں

(۱) خواجہ ابو احمد (۲) خواجہ ابو محمد (۳) خواجہ ابو یوسف (۴) خواجہ مودود

حضرت خواجہ مودودؒ کے شاگردوں میں چوتھا نمبر حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کا ہے۔ جو سب سے پہلے ہندستان وارد ہوئے اور اجمیر شریف میں قیام فرما ہوئے انھیں سُلطان الہند بھی کہتے ہیں۔

خواجہ معین الدین چشتیؒ کے خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی کی وفات ۱۲۳۷ء ان کے خلیفہ حضرت خواجہ فرید الدین گنجِ شکرؒ ان کی مزار پاک پٹن پاکستان میں ہے۔ چشتی سلسلے میں بابا فریدؒ کے دو خلیفہ و مرید ہے ایک حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دوسرے مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر یہ صابری سلسلہ میں مشغول ہوئے سلسلہ چشتیہ ہندوستان میں نہایت ہی مشہور و معروف ہے اس سلسلے کے اولیاء کرام کی درگاہ جگہ جگہ دیکھی جا سکتی ہے۔ (۸)

دارشکوہ اپنی تصنیف ''سفینتہ الاولیاء'' میں تحریر فرماتے ہے کہ سلسلہ چشتیہ جو حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہ تک منتہی ہوتا ہے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ہندوستان میں سلسلئہ چشتیہ کے سردار مانے جاتے ہیں۔ جائے پیدائیش اور آبائی وطن سجستان ہے آپ کی تربیت خراسان کے ملک میں ہوئی والد ماجد کا نام خواجہ غیاث الدین حسن ہے۔ جو حُسینی سادات سے ہے شیخ ہارونی کے مرید تھے آپ کی ولادت ۵۳۷ھ میں ہوئی اور وفات ۲ شنبہ ۶ رجب ۶۳۳ھ کو ہوئی۔ ایک دوسری روایت میں ۳۰ ذالحجہ کو وفات ہوئی۔ لیکن پہلا قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے آپ کے وصال کے وقت آپ کی پیشانی پر لکھا ہوا دیکھا ''حبیب اللہ مات فی حب اللہ'' حضرت کا عرس شریف ہندوستان کے مشائخ ۶ رجب کو کرتے ہیں حضرت کی عمر ایک سو چار سال ہوئی مزار مبارک اجمیر

شریف میں ہے۔(۹)

مزید شہزادہ ''داراشکوہ'' اپنی تصنیف ''سفینتہ الاولیاء'' میں تحریر کرتے ہیکہ ''سلسلۂ شریفۂ چشتیہ'' جواہلِ ہند کے مقتداء شیخ طریقت رموزِ حقیقت سے آگاہ حضرت معین الدین چشتیؒ سے نسبت رکھتا ہے اس سلسلے کے مریدوں کو چشتی کہتے ہیں۔(۱۰)

مضامین کتاب ''خسروشناسی'' میں مولف 'محمد علی شاہ میکش اکبرآبادی'' نے مضامین ترتیب دیے ہیں وہ رقمطراز ہیں کہ خواجگانِ چشت کے حالات واقوال سے جواس سلسلے کی نمایاں خصوصیات ثابت ہوئی ہے وہ یوں ہے۔

☆عشقِ الٰہی اور سوز وگداز:۔

مُرشد کے ساتھ محبت کی غیر معمولی اہمیت انسان دوستی' خدمتِ خلق اور دل نوازی ودل داری غیر مذاہب کے ساتھ رواداری اور شفقت وبادشاہوں سے بے تعلقی اوران سے دور رہنا۔(۱۱)

شیخ محمد اکرام کا ''آبِ کوثر'' میں بیان ہیکہ۔

''چشتیہ سلسلہ میں کلمۂ شہادت پڑھتے وقت ''الا اللہ'' پر خاص طور پر زور دیا جاتا ہے بلکہ وہ عموماً ان الفاظ کو دُہراتے وقت سراور جسم کے بلائی حصّے کو ہلاتے ہیں ان میں شعیہ حضرات کثرت سے ہیں۔'' اس سلسلہ کی امتیازی خصوصیات سماع کا رواج ہے حضرات چشت پر سماع کے وقت ایک وجدانی کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور وہ بسااوقات اس سے تھک کر چور ہوجاتے ہیں۔ چشتی درویش بالعموم رنگ دار کپڑے پہنتے ہیں اوران میں زیادہ تر ہلکے بادامی رنگ کو ترجیح دیتے ہیں۔(۱۲)

(۲) سلسلۂ قادریہ:۔

قادریہ سلسلہ شیخ الکل غوث اعظم میراں محی الدین جیلانیؒ کی ذاتِ اقدس سے منسوب ہے۔ اس سلسلے کی خصوصیت توحید وتفویض ہے توحید سے مراد اہلِ ظاہر کی توحید نہیں بلکہ توحید کا وہ آخری درجہ جو تمام صوفیوں کا آخری نصب العین ہے۔ تفویض سے مراد یہ کہ انسان اپنے اختیار سے باہر آجائے اور اپنا ظاہر و باطن قصدواراور سب کچھ اللہ کے سپرد کردے۔ (۱۳)

''سفینتہ الاولیاء'' میں صاحبِ کتاب شہزادہ ''داراشکوہ'' تحریر کرتے ہے کہ سلسلۂ عالیہ کو محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کی وفات کے بعد سے سلسلہ قادریہ کہتے ہیں۔ آپ کے اوپر سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ تک اس کا سلسلہ ملاتے ہیں۔ (۱۴)

ابن ابی صالح سنوسی حنبلی دوست بن ابی عبداللہ بن یحییٰ زاہد بن محمّد بن داوٗد بن موسیٰ الجون بن عبداللہ محض بن حسن بن علی مرتضیٰ عنہمؓ ہے۔ آپ کو حسن حُسینی اس لئے کہا جاتا ہے کہ عبداللہ محض کے والد حسن مثنیٰ بن حسن بن علی مُرتضیٰ ہے اور عبداللہ محض کے والدہ فاطمہ بن حسین بن علی مُرتضیٰ ہے۔ دوسرے یہ کہ آنحضرت کی والدہ ماجدہ بھی حُسینی ہے۔ (۱۵)

شیخ محمّد اکرام ''آبِ کوثر'' میں قلم بند کرتے ہے کہ پنجاب کے مبشّرِ سنّی مولوی اس سلسلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ قادری سماع بالمزامیر کے خلاف ہیں۔ اوران کے حلقوں میں موسیقی کو بہت کم بار ملتا ہے۔ قادری درویش بالعموم سبز پگڑی پہنتے ہیں۔ اوران کے لباس کا کوئی نا کوئی حصہ ہلکے بادامی رنگ کا ہوتا ہے۔ وہ درود شریف کو بہت اہمیت دیتے ہیں۔ ان کے ہاں ذکرِ ''خفی'' اور ذکرِ ''جلی'' دونوں جائز ہے۔ (۱۶)

''رودِ کوثر'' میں صاحبِ کتاب ''شیخ محمّد اکرام'' نے تحریر کیا کہ زمانِ

وسطیٰ کے ہندوستان میں مرکزی حکومت کمزوری کا آخری زمانہ مذہبی انتشار کا بھی زمانہ تھا۔

لیکن سیاسی استحکام اور علومِ اسلامی کی اشاعت کے ساتھ حالات سُدھر گئے اس اصلاح حالات میں ایک نئے صوفیانہ سلسلے سے بھی مدد ملی جس نے شمالی ہندوستان بالخصوص پنجاب اور سندھ میں بڑا اقتدار حاصل کیا۔ اور جس کا اثر آج کسی دوسرے خانوادے کے اثر سے کم نہیں یہ سلسلہ پیرانِ پیر غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے شروع ہوا جو ۱۱۶۵ء میں بغداد میں فوت ہوئے اور جن کے نام پر یہ سلسلہ قادریہ کہلایا۔ (۱۷)

شہزادہ داراشکوہ اپنی تصنیف "سکینتہ الاولیاء" میں رقمطراز ہے کہ سلسلۂ عالیہ قادریہ کی نسبت استادِ عارفان شیخ واصلاں پیشوائے اولیاء مقتدائے اتقیاء سُلطان طریقت برہانِ شریعت، بحرِ حقیقت گنجِ معرفت، اہلِ اللہ کے ہادی بادشاہِ مشائخ، امام الائمہ، خلف سیّد عبد القادر جیلانیؒ الحسینی الحنبلیؒ سے ہے۔ اس مقدّس سلسلے کے پیروؤں کو قادریہ کہتے ہیں۔ (۱۸)

جیلی یا جیلانی اس لفظ کی وضاحت میں شہزادہ داراشکوہ تحریر کرتے ہیکہ آپ کو جیلی اس وجہ سے کہتے ہے کہ آپ کی اصل ولایت جیل سے ہے آپ کی ولادت مبارک بھی مقام جیل میں ہوئی۔ جیل طبرستان کے عقب میں ایک ملک کا نام ہے۔ جس کو جیلان اور گیلان اور گیل بھی کہا جاتا ہے۔

بعض مورّخین کی رائے ہے کہ جیل دریائے دجلہ کے کنارے ایک موضع کا نام ہے۔ بغداد سے واسط کی طرف ایک دن کی مسافت پر واقع ہے۔ اور ایک روایت کے مطابق ملآمین کے نزدیک ایک موضع کا نام جیل ہے۔ ان موضعوں کی نسبت سے آپ کو جیلانی یا گیلانی کہا جاتا ہے۔ (۱۹)

(۳) سلسلۂ سہروردیہ:-

سلسلۂ سہروردیہ کی بناء ضیاء الدین نجیب سہروردیؒ نے ڈالی۔ ان کی وفات ۱۱۶۷ء کو ہوئی ان کی تصنیف ''آداب المردین'' ہے۔ اس سلسلے کے دوسرے مشہور و معروف صوفی بزرگ شہاب الدین سہروردیؒ ہے۔ ان کی ولادت ۱۱۴۵ء اور وفات ۱۲۳۴ء کو ہوئی۔ ان کی تصنیفات میں مشہور تصنیف ''عوارف المعارف'' گراں مایہ تصنیف ہے۔ شہاب الدین سہروردیؒ کے شاگرد مرید و خلیفہ بہاؤالدین زکریا ہے جن کی ولادت ۱۱۸۲ء کو ہوئی۔ اور وفات ۱۲۸۶ء کو ہوئی انھوں نے ہندوستان میں سہروردی سلسلے کی تبلیغ کی۔ (۲۰)

سلسلۂ سہروردیہ کے بارے میں شیخ محمد اکرام ''آبِ کوثر'' میں تحریر کرتے ہیں کہ ان کے ہاں سانس بند کر کے (حبس دم) اللہ کا ورد کرنے کا بڑا رواج ہے۔ ذکرِ جلی ذکرِ خفی دونوں کے قائل ہے۔ سماع سے بے اعتنائی برتتے ہیں۔ اور تلاوت قرآن پر زور دیتے ہیں۔ (۲۱)

داراشکوہ اپنی تصنیف ''سفینتہ الاولیاء'' میں لکھتے ہے کہ سلسلۂ سہروردیہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ سے منسوب ہے۔ (۲۲)

مضامین کتاب ''خسرو شناسی'' محمد علی میکش اکبرآبادی تحریر کرتے ہے کہ حضرت شیخ شہابُ الدین سہروردیؒ مصنف ''عوارف المعارف'' سے منسوب ہے ہندوستان میں حضرت شیخ سہروردیؒ کے ایک باکمال خلیفہ شیخ بہاؤالدین زکریہ ملتانیؒ ہے جو حضرت شیخ کبیر فریدالدین چشتیؒ کے ہم عصر اور مخصوص احباب میں سے ہے۔ اس سلسلے کی خصوصیات میں کثرتِ ذکر اور صدق و اخلاص قابلِ ذکر ہیں۔ (۲۳)

''آبِ کوثر'' میں شیخ محمد اکرام رقمطراز ہے کہ تصوّف کے ہندوستانی

سلسلوں میں سب سے زیادہ شہرت چشتیہ خاندان کو ہے۔ لیکن سہروردیہ سلسلہ بھی چشتیہ کی طرح بہت پرانہ ہے۔ اور ٹھوس تبلیغی کاموں میں شاید اس کا پلّہ چشتیہ سے بھاری ہے۔ کشمیر میں کبرویہ سلسلے کے بزرگوں مثلاً (کبیر سیّد علی ہمدانیؒ اور ان کے صاحبزادے میر محمّد ہمدانیؒ) نے پھیلایا جو سہروردیوں کی ایک شاخ سے تعلق رکھتے تھے۔ بنگال کے پہلے مبلّغ شیخ جلال الدین تبریزیؒ تھے۔ جو شیخ شہاب الدینؒ سہروردی کے خلیفۂ اعظم تھے۔ اس وقت مشرقی بنگال کی سب سے بڑی زیارت گاہ سلہٹ میں ایک سہروردی (شاہ جلال یمنیؒ) کا مزار ہے۔ گجرات کے قدیمی دارالخلافہ پٹن میں حضرت سلطان المشائخ اور حضرت چراغ دہلویؒ نے بھی اپنے خلفاء بھیجے۔ لیکن دارالخلافہ یعنی شہر احمد آباد کی سب سے بڑی زیارتیں یعنی قطبِ عالمؒ اور حضرت شاہ عالمؒ کے سر بہ فلک روضہ سہروردی یادگار رہے اور پاک پٹن سے مغرب کے علاقہ یعنی سندھ، پنجاب اور بلوچیستان کو تو بابا فریدؒ بہاؤالدین زکریاؒ سہروردی کی ولایت کا جز مانتے ہیں۔ چشتیوں اور سہروردیوں میں بہت سی چیزیں مختلف تھیں۔ اور اس عمل کا بھی عام رواج تھا۔ کہ ایک شخص دونوں سلسلوں کے بزرگوں سے فیضیاب ہو لیکن ان بزرگوں کے حالاتِ زندگی اور کارناموں کو غائر دیکھے تو ان کا امتیازی رنگ صاف نظر آتا ہے۔ (۲۴)

سکینۃ الاولیاء میں مصنف شہزادہ داراشکوہ نے سلسلہ سہروردیاں کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ یہ سلسلہ شیخ المشائخ، مالکِ قلوب، عیبوں کو مٹانے والے، برگزیدۂ عالم، استادِ عارفاں حضرت شہابُ الدین سہروردیؒ سے منسوب ہے۔ اس سلسلے کے مریدوں کو سہروردی کہتے ہیں۔ (۲۵)

☆ سلسلۂ نقشبندیہ:۔

سلسلۂ نقشبندیہ حضرت بہاؤ الدین نقشبندیؒ سے منسوب ہے۔ان کی وفات ۱۳۸۹ء میں ہوئی۔ان کا سلسلۂ نسب خواجہ امیرِ لولاک ان کی وفات ۱۳۷۱ء میں ہوئی تھی۔ خواجہ محمّد بابا سیاسی خواجہ محمّد انجیر فگمند، خواجہ ابو یوسف ہمدانی، ابوالحسن خرقانی بایزید بسطامی، جعفر صادق سے ہوتا ہوا محمّد علیہ ﷺ تک پہنچتا ہے۔ ہندوستان میں نقشبندی سلسلے کی داغ بیل پروان چڑھانے والے پہلے صوفی بزرگ خواجہ باقی باللہؒ ہے۔ان کا دور سولہویں صدی عیسوی کا ہے۔(۲۶)

شیخ محمد اکرام ''آبِ کوثر'' میں ضبطِ تحریر کرتے ہے کہ وہ ذکرِ جلی کے خلاف ہے۔فقط ذکرِ خفی کو جائز سمجھتے ہیں۔ وہ بالعموم مراقبہ میں سر جھکائے آنکھوں کو بند کیے زمین پر بٹھتے ہیں۔موسیقی اور سماع کے خلاف ہے۔اور احکامِ شریعت پر سختی سے عامل ہے ان کے یہاں مرشد اپنے مریدوں سے علحیدہ نہیں بیٹھتا۔ بلکہ حلقے میں شریک ہوتا ہے۔اور توجہ الی الباطن سے ان کی رہنمائی کرتا ہے۔(۲۷)

محمّد علی میکش اکبر آبادی مضامین کتاب ''خسرو شناسی'' میں تحریر کرتے ہے کہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی بخاریؒ کی نسبت سے سرفراز ہے۔ ہندوستان میں اس سلسلے کے نمایاں شخصیتوں میں حضرت خواجہ باقی باللہؒ اور ان کے خلیفہ و مرید شیخ احمد سر ہندیؒ ہیں۔ جو مجدّدالف ثانی کے نام سے معروف ہے۔اس سلسلے کی خصوصیات عمل با عزیمت اور پابندی شریعت ہے۔مجدد صاحب ایک نئے سلسلے کے بانی ہے۔جس کے سلوک ،بنیاد وحدت الشھو داور لطائف ستہ پر ہے۔(۲۸)

''فرہنگِ آصفیہ'' جلد سوّم میں تحریر کیا گیا ہے کہ صوفیوں کے ایک مشہور خاندان کا نام جس کا سلسلہ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ سے جو ساتویں ہجری کے قریب شہر بخارا میں تھے۔ چونکہ آپ کے یہاں نقاشی اور گلکاری کا کام ہوتا تھا یعنی شجر چکّن وغیرہ تیار ہوتی تھی۔ اس وجہ سے یہ لقب پڑ گیا۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس خاندان میں دل کی شکل پر تصوّر جما کر شغل کیا جاتا ہے۔ اس سبب سے نقشبندیہ خاندان کہلایا۔ (۲۹)

''سکینۃ الاولیاء'' میں مصنف شہزادہ داراشکوہ نے تحریر کیا کہ سلسلۂ نقشبندیہ کی نسب استادِ امام زین السلام، داعی عصر یگانۂ دہر، شاہِ محققان حضرت بہاؤ الدین نقشبندؒ سے ہے۔ اس سلسلے کے پیرو نقشبندی کہلاتے ہیں۔ (۳۰)

☆بزرگانِ دین کی آمد اور مختصر حالات:۔

دولت آباد جو زمانہ قدیم یعنی آج سے تقریباً سات سو سال قبل دیوگری، دیوگڑھ کہلاتا تھا۔ اور دکن دولت آباد دیوگری میں بزرگانِ دین کی سب سے پہلے آمد ہوئی تھی۔ چونکہ یہ شہر اورنگ آباد سے قبل عالمِ وجود میں تھا۔ اس لئے یہاں کے بزرگانِ دین کے حالات، آمد اور سلسلۂ نسب کا سب سے پہلے ذکر کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے بے شک اللہ کے ولیوں کو کسی چیز کا ڈر خوف نہیں۔ وہ ہر حال میں بے خوف و نڈر ہیں۔ ولی اور ان کے مشن پر بات کرنے سے پہلے یہ بات کا اندازہ ہوتا ہے کہ اولیائے کرام اللہ کے دوست ہوتے ہیں اسی لئے ہم ان اولیائے کرام کی شان و مرتبہ کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ انھیں میں سے ایک ہستی دولت آباد کی سرزمین پر آرام فرما ہے۔

☆ حضرت مومن عارف باللہؒ:۔

کتاب عشقِ ربانی اور ایک قدیم مخطوط میں سیّد محمد مومن عارف باللہؒ کا سلسلۂ نسب اس طرح درج ہے۔ حضرت سیّد محمدِ مومن عارف باللہؒ کا سلسلۂ نسب چودہ پشت کے بعد حضرت امام جعفر صادقؓ سے ملتا ہے۔ شجرۂ نسب یہ ہے سیّد محمّد عارفؒ بن سیّد عماد الدین بن سیّد شرف الدین بن سیّد تاج الدین بن سیّد عماد الدین بن سیّد شرف الدین بن سیّد ابوالقاسم بن سیّد حسن بن سیّد موسیٰ بن سیّد محمّد بن سیّد ابراہیم بن سیّد موسیٰ بن سیّدنا امام کاظم بن سیّدنا امام جعفر صادقؓ عنہ۔ (۳۱)

☆ ولادت، اسمِ گرامی، بچپن:۔

آپ کا اسمِ گرامی حضرت سیّد محمّد شاہ محمّد عارف باللہؒ ہے۔ آپ عراق میں پیدا ہوئے اور وہی پر آپ کا بچپن گذرا۔ دینی تعلیم مکمل ہونے کے بعد تلاشِ مرشد نے آپ کو بغداد کا سفر باندھنے پر مجبور کیا۔ بغداد شریف پہنچنے کے بعد آپ عبادت و ریاضت میں مشغول ہوئے۔ اور پیر کی جستجو میں بھی کوشاں رہے۔ اور آخر کار اللہ تعالیٰ نے حضرت خواجہ شیخ شہابُ الدین سہروردیؒ سے ملا دیا۔

☆ خرقۂ خلافت و ہندوستان دکن، دولت آباد آمد:۔

آپ یعنی حضرت سیّد محمّد شاہ محمّد عارف باللہؒ شہابُ الدین سہروردیؒ کے دستِ حق پر بعیت ہو کر ان کے ارادت مندوں میں شامل ہو گئے۔ اور حضرت کی خدمت میں علومِ باطنی سے فیضیاب ہوئے۔ جب آپ علم و حکمت میں کمال کو پہنچے تو آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو ہندوستان جانے کا حکم دیا۔ (۳۲)

اللہ عزوجل نے کفر کی طاقتوں کو توڑنے کے لئے باکرامات اولیاء اور صاحب تصرف کی بے شمار جماعتیں بنابنا کر اطرافِ عالم میں بھیجیں۔ یہ فوجیں جدھر گئی اس دیار میں اپنی فتح کا پرچم گاڑھ دیا ایک واقعہ سے دین کی خدمت ان اللہ والوں نے کیسے کی اس کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ دولت آباد شہر جو کہ کسی زمانہ میں دہلی کا ہم پلہ تھا یہاں پر ایک بزرگ آرام فرما ہیں جن کا تذکرہ چل رہا ہے۔ زمانۂ قدیم میں دولت آباد کے جنگل میں ٹھرے تو آپ اور آپ کے ساتھی نمازیں پڑھتے اور اللہ کی یاد میں غرق رہتے۔ چونکہ زمانۂ قدیم میں راجا مہاراجہ کا دور دورا تھا اس وقت اس دیار پر ہندو راجہ کی حکومت تھی۔ راجہ کو لوگوں نے اطلاع دی کہ ایک نئے مذہب کے لوگ آئیں ہیں اور وہ نیا مذہب پھیلا رہے ہیں راجہ نے ایک پولیس کا دستہ بھیجا کہ ان لوگوں کو مار بھاگا دو وہ آئے حضرت اس وقت ساتھیوں کے ساتھ مراقبہ میں تھے ان پر ایسا رعب پڑا کہ وہ بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے بہت دیر بیٹھے جب اٹھنا چاہے تو اٹھ نہیں پا رہے تھے۔ راجہ نے انتظار کیا جب دیر ہوگئی تو اور زیادہ پولیس بھیجی وہ آئے ان پر بھی رعب پڑا وہ بھی ان میں شامل ہو گئے راجہ نے ان کا بھی انتظار کیا یہ بھی نہیں آئے تو فوج کو بھیجا فوج آئی سب خاموش بیٹھے تھے فوج پر بھی رعب طاری ہوا وہ بھی بیٹھ گئی غرض راجہ نے پریشان ہو کر جو جا رہا ہے واپس نہیں آرہا ہے ارکانِ سلطنت کو بھیجا وہ بھی آکر بیٹھ گئے اب تو راجہ کی تمام قوت بیکار ہوگئی اور وہ بہت پریشان ہو گیا راجہ کی بیٹی نے باپ کو پریشان دیکھا تو پوچھا ابا آپ پریشان ہے کیا بات ہے راجہ نے سارا قصہ سنایا لڑکی نے کہا میں جاتی ہوں اور اطلاع لاتی ہوں لڑکی آئی تو آپ نے اس پر محبت کی توجہ ڈالی وہ آپ کے قریب آئی حضرت نے اسے قریب بلالیا اور اسے اپنی بیٹی بنالیا لڑکی آپ ہی کے پاس رہے

گئی حضرت نے سب کی چھٹی کردی سب واپس ہو گئے مرعوب تھے پھر آنے کی ہمت نہ کر سکے۔ حضرت نے اس لڑکی کو تعلیم دی حافظِ قرآن بنایا اس لڑکی کا مزار حضرت کے مزار کے بازو ہے۔(۳۳)

☆ وفات:۔

عشقِ ربّانی میں سیّد محمّد عارف باللہؒ کی تاریخ وفات ۱۱۱۳ء ۵۰۷ھ درج ہے(۳۴) دکن میں اُردو کے مصنف نصیر الدین ہاشمی صاحب نے سیّد محمد مومن عارف باللہؒ کی وفات ۵۹۷ھ تحریر کیا ہے۔(۳۵)

☆ روضۂ مبارک:۔

سیّد محمد مومن عارف باللہؒ کا روضہ مبارک دولت آباد، دیوگیری میں ہے۔ حضرت کا حصار دو احاطوں میں منقسم ہے۔ پہلا احاطہ سطح زمین سے کچھ بلند ہے۔ چند سیڑھیاں چل کر اس میں داخل ہوتے ہیں۔ اس کا صدر دروازہ باب الداخلہ جنوب کی طرف ہے۔ اور اطراف میں قدیم قبروں سے معمور ہیں۔ اس کے گوشۂ مغرب، جنوب میں نقار خانہ بنا ہوا ہے۔ اور تنگ و تاریک تہہ خانہ بھی ہے۔ جس کا دروازہ احاطے کی جنوبی دیوار میں احاطہ کے باہر ہے۔

دوسرے احاطہ کا دروازہ جنوب کی طرف پہلے احاطے سے اسی قدر بلند ہے۔ احاطہ سطح زمین سے کافی بلند ہے۔ ۱۲ زینے طئے کر کے صحن کے احاطے میں پہنچتے ہیں۔ احاطے کے وسط میں سیّد محمد مومن عارف باللہؒ کا گنبد مبارک ہے۔ گنبد سے باہر جانبِ جنوب ایک چبوترے پر قبریں، کھرنی کا درخت اور چبوترے سے شمال ایک چار دیواری اس سے

مشرقی احاطے کے افتادی حدود کے نصف حصّے میں زائرین کے قیام کے لئے مختصر سی عمارت ہے۔

☆عرس شریف:۔

سیّد محمد مومن عارف باللہؒ کا عرس شریف ۲۰ صفر کو ہوتا ہے۔ جس میں اطراف واکناف ضلع کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ (۳۶)

''گلستانِ اولیاء'' میں مصنف ''ابو محمّد'' نے تحریر کیا کہ حضرت کا عرس شریف ۱۷ صفر سے ۱۹ صفر تک ہوتا ہے۔ (۳۷)

☆حضرت شیخ بہاؤالدین انصاری شطاری المعروف بہ لنگوٹ بند انصاریؒ:۔

☆سلسلۂ نسب:۔

حضرت عبّاس جیلیؒ اپنے والد حضرت حسن جیلیؒ وا پنے والد موسیٰ جیلانیؒ وا پنے والد حضرت علائیؒ وا پنے والد ابو نسترؒ محی الدین جیلانی وان کے والد سیّد نا سرکارِ غوثِ اعظم کے خلیفہ وجانشین تھے۔

☆ولادت:۔

حضرت کی ولادت باسعادت ہریانہ میں ہوئی۔ اور نامور علمائے کرام سے علومِ دین کی تکمیل فرمائی۔ اس کے بعد شیخ کامل کی تلاش ہوئی۔ اور لحاظہ قدرت نے آپ کو بہت اونچے دربار میں پہنچا دیا۔ یعنی حضورِ غوثِ اعظم کی ساتویں پشت کے سجّادہ نشین حضرت ابو احمد عبّاس جیلیؒ جیسے کامل مرشد سے آپ کو بشرف بیعت حاصل ہوا۔

☆خرقۂ خلافت ودکن آمد:۔

شیخ کامل نے آپ کو ہر طرح کامل و مکمل بنا کر مخلوقِ خدا کی طرف رہنمائی اور طالبانِ راہِ طریقت کی تربیت و تکمیل کی ذمہ داری عطا فرمائی۔ دولت آباد میں قیامِ حج بیت اللہ کی زیارت سے آراستہ و پیراستہ ہوکر آپ کے روحانی و تبلیغی سفر کا آغاز ہوا کئی مقامات کو اپنے قدم مبارک سے مشرّف کرتے ہوئے بادشاہِ وقت کی گذارش پر آپ نے قصبہ مانڈو (مدھیہ پردیش) میں قیام فرمایا کچھ عرصہ بعد وہاں علم کے موتی لٹانے کے بعد آپ نے بیدر کا ارادہ کیا اور دولت آباد میں ہمیشہ کے لئے سکونت اختیار کرلی اور گوشۂ تنہائی میں عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔

شیخ محدّث دہلوی آپ کے بارے میں اپنی تصنیف اخبار الاخیار میں تحریر فرماتے ہیکہ:

''آپ صاحبِ حالت و جامِ برکات و کرامات تھے
ہزاروں بندگانِ خُدا کو علم واصرار معرفت سے
فیضیاب فرمایا سینکڑوں بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ راست
پر لائے۔'' (۳۸)

غرض آپ ابراہیم عطا اللہ انصاری قادری جیسے بزرگوں کی اولاد میں سے ہیں۔ سلطان غیاث الدین کے دور میں اپنے پیر و مرشد کے حکم پر دکن کا سفر اختیار کیا آپ کا سلسلۂ قادریہ شطاریہ ہے آپ نے کئی رسالے تصنیف کئے۔ اور عوام الناس میں آپ لنگوٹ بند انصاری کے نام سے مشہور ہیں۔ (۳۹)

''مکاشفات الاولیاء'' میں مصنف ''مستجاب الدین'' قلم بند کرتے ہیکہ آپ یعنی حضرت خواجہ بہاؤالدین انصاری شطاری خلف ابراہیم بن عطا اللہ قادری اکابر مشائخیں

کرام ومشاہیر بزرگانِ عظام سے ہیں۔صاحبِ کمالات وبرکات تھے آپ کا وطن قصبۂ جندسرکارِ ہند سے ہیں۔مندو کے حاکم نے آپ کو طلب کیا زمانۂ سلطنت سلطان غیاث الدین کے مندو میں بسر کیا اور علوم ظاہری اور باطنی میں طلباء کو درس دیتے تھے۔چند سال بعد ملک دکن کی طرف راہی ہوئے شہر بیدر میں آکر سکونت اختیار کی فیض قادریہ شطاریہ رکھتے تھے آپ کی تصنیف سے ایک رسالہ انواع واقسام اذکار واشغال مشہور ہے۔

☆وفات:۔

آپ کی رحلت کا سبب یہ لکھا ہیکہ ایک مرتبہ حالت ضیف وپیری میں ایک شخص معتقد آپ کے روبرو غالیہ (مشک وعنبر کی نہایت تیز خوشبوں) لایا ایسی خوشبوں کی ذوق وشوق میں تاریخ ۱۹ صفر ۹۲۱ھ کو آپ نے وفات پائی۔(۴۰)

''امام الاولیاء'' وشیش انک ہندی ساپتا ہک اورنگ آباد داوان میں تحریر کیا گیا کہ حضرت شیخ بہاؤالدین انصاری' شطاری امام الاولیاء کے وصال کے بارے میں اختلاف رائے ہیں بعض کا خیال ہیکہ ۱۹ صفر کو آپ کا وصال ہوا لیکن سن کے بارے میں اتفاق رائے ہے کہ آپ کا وصال ۹۲۱ھ میں ہوا۔(۴۱)

شیخ ابو محمد نے تحریر کیا کہ حضرت کا وصال ۹۲۱ھ میں ہوا۔(۴۲)

☆حضرت پیر مردان الدینؒ:۔

حضرت پیر مردان الدین کہاں کے رہنے والے تھے کہاں پیدا ہوئے وغیرہ سے کتب تواریخ خاموش ہیں۔

☆صفات:۔

حضرت پیر مردان الدینؒ کے بچپن ہی سے آثارِ بزرگی نمایاں تھے۔ آپ ہم عمر بچّوں کی طرح کھیل کود میں دلچسپی نہیں لیتے تھے۔ عہدِ طفلی سے آپ عشقِ الٰہی کے اسیر ہوئے۔ اکثر آپ جنگلوں میں تشریف لے جاتے تھے۔ اور وہاں ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کو حسن باطن کے علاوہ حسنِ ظاہری ہوا تھا۔ بے دریغ خرچ کرتے۔ آپ کا معیارِ رہائش اونچا تھا۔ آپ کا لباس اعلیٰ قسم کا ہوتا تھا۔ آپ لباس پر کافی خرچ کرتے تھے۔ حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندرؒ آپ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ بچپن ہی میں وہ آپ کو دیکھنے کے لئے روزانہ آپ کے گھر آیا کرتے تھے۔ آپ کے یتیم ہونے کے بعد آپ کے پرورش کا آپ کے چچا نے ذمہ لیا۔ (۴۳)

☆ تعلیم، بعیت:۔

حضرت پیر مردان الدینؒ نے بچپن ہی میں قرآن مجید حفظ کیا۔ علم، تفسیر، حدیث اور فقہ حاصل کیا۔ آپ حضرت محبوبِ الٰہیؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔ آپ کو محبوبِ الٰہیؒ سے بے حد محبّت اور عقیدت تھی۔ محبوبِ الٰہیؒ کے خدمت میں ہمہ تن مصروف رہے۔

☆ دکن، دولت آباد آمد:۔

آپ کے بارے میں سیر السالکین میں لکھا ہے کہ چودہ سو اولیاء کے بادشاہ امام اور عالم راہین ہوسکتا ہے کہ اس قافلہ کے ساتھ دولت آباد تشریف لائے ہوں گے جو حضرت زرزری زر بخشؒ کے وصال کے بعد حضرت برہان الدین غریبؒ کی قیادت میں یہاں آئے ہو۔ دونوں قافلوں کی آمد کے درمیان سترہ برس کا فرق بتایا گیا ہے۔ اور دونوں قافلوں کے تعلق سے کہا جاتا ہے کہ ان میں سات سو پالکیوں میں ۱۴سو اولیاء موجود تھے۔ (۴۴)

☆لقب:۔

آپ کی ملاقات ''زوالجلال غیب'' یعنی مردانِ غیب سے ہوتی تھی۔اس لئے آپ کا لقب مردان الدین مشہور ہوا۔(۴۵)

☆وصال:۔

حضرت خواجہ مردان الدینؒ بچپن ہی سے قرآن مجید کے حافظ تھے۔قرآن مجید کی کتابت کر کے گذرا کرتے تھے۔نہایت ہی بُردبار متوکّل اور قانع تھے۔ترک تجدید میں خوشی پاتے تھے۔جمالِ ورع اور کمالِ تقویٰ سے آراستہ تھے۔اور صاحبِ کرامات بھی تھے۔آخری ایام دولت آباد میں گذارے اور یہیں پر ۷۳۶ھ میں وصال فرمایا۔

☆مزار مبارک:۔

آپ کا مزار دولت آباد میں سیّد محمد مومن عارف باللہؒ صاحب کی درگاہ کے شمال جانب پہاڑ کے دامن شہر کی فصیل مشرق میں گنبد چھوٹا سا خوبصورت ہے اور مسجد شکستہ ہے۔

☆عرس شریف:۔

حضرت خواجہ مردان الدینؒ کا عرس شریف ہر ۱۸ صفر کو ہوتا ہے۔آپ کے تصرفات باطنی درجۂ کمال کو پہنچ گئے تھے۔عشق الٰہی کے اسیر تھے۔عبادات ومجاہدات میں بےنظیر تھے۔حضرت نظام الدینؒ کے مرید ومحبت میں رہتے تھے۔صاحب کشف وکرامات تھے۔لیکن حضرت کا سلسلۂ نسب معلوم نہ ہوسکا۔(۴۶)

☆سیّد علاؤالدین:۔

آپ کا اسم گرامی سیّد علاؤالدین اور والد بزرگوار کا اسمِ گرامی سیّد ضیاء الدین

ہے۔بی بی عائشہ صاحبہ کے نواسے ہیں اور بی بی عائشہ صاحبہ حضرت فریدالدین گنجِ شکرؒ کی بیٹی ہیں۔اور آپ سلسلۂ چشتیہ سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔آپ کے پیرومرشد رُکن الدین چشتیؒ جو گجرات احمد آباد میں مدفون ہے۔

☆سیدّ علاؤ الدین کے تولّد ہونے کا عجیب واقعہ:۔

آپ کے تولّد ہونے کا عجیب وغریب واقعہ ہے کہ حضرت غریب برہان الدینؒ پیرو مرشد کے حکم سے بی بی عائشہ صاحبہ کے پاس ہر جمعہ کے روز خیروعافیت کے لئے تشریف لے جاتے تھے ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضرت بی بی عائشہ صاحبہ کی دُختر کو دیکھکر تبسُم فرمایا بی بی صاحبہ نے عرض کیا کہ میری دختر کو دیکھکر مسکرانے کی کیا ضرورت ہے یہ جملہ بی بی عائشہ صاحبہ نے بازبان ملتانی فرمایا تھا اور وہ اس طرح تھا'' اے برہان ساڈی دھیہ کئہ کیبا ہسندا ہے '' اسی واقعہ کا ذکر اُردو تاریخ کی کتابوں میں موجود ہے کیونکہ اس جملے سے اُردو کی تشکیل کے عمل کا پتہ چلتا ہے۔یہ سُن کر حضرت غریب برہان الدینؒ کے جسم میں لرزہ پڑھ گیا غریب نے عرض کی کہ میری کیا قدرت کے میں بی بی صاحبہ کی جانب کسی اور نظر سے دیکھوں اور تبسُم کروں میرے مُسکرانے کا سبب یہ کے کہ صاحبزادی صاحبہ کے شکم مُبارک میں ایک ولی ہے جو مجھے سلام کر رہا ہے لیکن حیرت یہ ہے کہ یہ ولی پردۂ شکم سے کس طرح دُنیا میں ظہور کرے گا کیونکہ صاحبزادی صاحبہ کا ارادہ نکاح کرنے کا نہیں ہے شاید صفت عیسوی رکھتا ہوگا بغیر باپ کے پیدا ہوگا۔غرض کچھ عرصہ بعد ایک بُزرگ دوتین خادموں کے ساتھ تشریف لائے اور نکاح کا پیغام دیا۔غریبؒ نے عُلمائے شہر کو بلا کر نیک ساعت میں صاحبزادی صاحبہ کا نکاح ان صاحب کے ساتھ کر دیا۔صاحبِ موصوف کا اسمِ گرامی سیدّ ضیاء الدین تھا۔نوماہ بعد سیدّ

علاؤالدین پیدا ہوئے مادرِ مہربان کو فرزند دلبند کے جمال جہاں آرا دیکھنے سے مسرت حاصل ہوئی عقیقے کے وقت حضرت غریبؒ نے علاؤالدینؒ کو مونگی پٹن اور خاندیش کو بطور مبارک باد پیش کر کے فرمایا کہ اس علاقہ میں فیض بخشی اور دین محمدی کی رہنمائی آپ کے مدد باطنی سے ہوگی چنانچہ اس وقت تک سیدؒ علاؤالدینؒ کا فیض ان علاقوں میں جاری ہے۔

سیدؒ علاؤالدینؒ حضرت رُکن الدینؒ چشتی کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے حضرت نے انھیں خرقۂ خلافت سے نوازہ سیدؒ صاحب کو علومِ ظاہر و باطنی میں کمال تصرف تھا جن لوگوں کو تصوّف وسلوک میں کوئی مشکل پیش آجاتی تھی آپ سے حل کرتے تھے۔ جس وقت حضرت سیدؒ علاؤالدین کی رحلت کا وقت آیا تو فرمایا اگرچہ خُلفاء بہت ہے لیکن جس کسی کو نظام الدین ادریس قبول کریں خلافت اور نعمت اس پر مقرر ہوگی اس کے بعد خرقۂ خلافت سیدؒ نظام الدین صاحب کو دیا اور نصیحت و وصیّت فرما کر رحلت فرمائی۔

☆ مزار مبارک:۔

سیدؒ علاؤالدین صاحب کی قبر کہاں ہے اس میں اختلاف ہے اکثروں کا خیال ہیکہ آپ کی قبر شریف ''روز پراڑہ'' (رونا پراڑہ، عنبڑ ضلع جالنہ) میں ہے اور اس علاقہ میں آپ ثقلاوٹی صاحب کے نام سے مشہور ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ آپ کا مزار مبارک دولت آباد میں ہے۔ (۴۷)

لیکن حاصل شدہ شجروں کے مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ دولت آباد میں مدفون علاؤالدین کا زمانہ تقریباً سو سال پہلے کا ہے۔ یہ شجرہ محمد شفیع صاحب لائبریرین چشتیہ کالج خُلد آباد کے پاس محفوظ ہے۔

☆مان پوری پرشاد دولت آبادیؒ:۔

یہ ہندوی صوفی شاعر جو حضرت شاہ نور حمویؒ اورنگ آبادی کے مریدین سے ہے ہر دو حضرات دیگر مردین وخلفاؤں کے کوہ سلطان گڑھ دولت آباد میں مصروف عبادت الیہ وجبس دم (کپالی) کیا کرتے تھے جن کا تعلق دور عالمگیری سے ہے۔اورنگ زیب جب دہلی روانہ ہوئے تو اپنے اہل وعیال کو قلعہ مبارک دولت آباد میں مقیم کیا۔

اس دور میں قلعہ دولت آبا کے سامنے سے ایک ندی بہا کرتی تھی ندی کے دوسرے کنارے مان پوری پرشاد کی کٹیا تھی۔ان ایام میں شاہ نور حمویؒ اورنگ آبادی محلہ موچی واڑہ اورنگ آباد آچکے تھے۔مان پوری اپنے دور کا مشہور صوفی شاعر گذرا ہے جس کے اشعار مسئلہ تصوف سے خالی نہیں ہیں حضرت عالمگیر نے اس سے ملاقات کی تھی اور کچھ گاؤں بطور جاگیر دیے تھے۔مان پوری کا سماں خانہ آج بھی دولت آباد میں موجود ہے جہاں حضرت شاہ نور حمویؒ اور مان پوری پرشادؒ کے قلمی فوٹو موجود ہیں۔چونکہ مان پوری اپنے دور کا مشہور ومعروف شاعر گذرا ہے یہاں اس کے کچھ اشعار درج کیے جاتے ہیں جو اپنے پیر ومرشد کی شان میں کہے ہیں۔مان پوری کے اشعار پڑھنے کے بعد یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ وحدانیت کے قائل تھے۔

”سا دھو کی سنگت پائی     واکی پورن کمائی
سادھو کے دوارے کڑوٹ تومبڑیا (کدو)     سب تیرتھ کرکر آئی
کہت مان پوری ایک بھاؤ سے     ہردم ہری گن اللہ گائی“

چنانچہ مان پوری پرشاد نے اپنے اشعار میں اس دور کے اُردو الفاظ استعمال کئے ہیں جو آہستہ

آہستہ صقیل ہوتے جارہے تھے۔ جو آخر کار زبان اورنگ آبادی کی شکل میں ظاہر ہوئے (۴۸)

☆ شاہ چاند بودھلےؒ :۔

آپ کے زندگی کے حالات نہ فارسی مخطوط میں پڑھنے ملتے ہیں نہ ہی اُردو قدیم وجدید کتب میں۔ البتہ زبان مراٹھی میں اچھا خاصا سرمایہ ان کے تعلق سے موجود ہیں۔ کسی مراٹھی داں حضرت سے معلوم ہوا کہ آپ پر پی ایچ ڈی بھی ہوئی ہے۔ ابھی حال ہی میں چشتیہ کالج کے پروفیسر جن کا نام ڈاکٹر اعجاز شیخ ہے انھوں نے اپنی کتاب ''صوفی سمپر دائے دھارمیک وسماجیک'' میں صوفی سنتوں پر تحقیق کی ہے جو زیور طبع سے آراستہ وپیراستہ ہوگئی ہے جس میں دیگر صوفی سنتوں کے علاوہ ''چندر بودھلے'' وان کی زندگی کے حالات اوران کے دوہے شائع کیے ہے جو زبان ہندی میں پڑھنے ملتے ہیں۔ نفسِ مضمون میں انھیں پر روشنی ڈالی جائے گی۔ دیگر شری جناردھن سوامی دولت آبادی کی کتاب ''چرتر'' نامی ۵۹۷ھ کی نقل درج کی جاتی ہے۔ جس کے پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ چندر بودھلے زبان مراٹھی کے دانشور گذرے ہیں ان کی تحریر کردہ کُتب ان کی زندگی میں ہی مشہور ہوچکی تھی ان کے زبانِ مراٹھی میں کہے گئے دوہے ان کے سالانہ عرس پر دولت آبادی حضرات بڑے ذوق وشوق سے سناتے ہیں۔

''آپ ضلع ناسک تپون علاقہ کے رہنے والے تھے شری جناردھن سوامی جب دہلی کے بادشاہ کے ساتھ ناسک گئے ہوئے تھے وہاں چاند بودھلے سے ان کی ملاقات سن شکہ ۱۵۷۱ھ میں ہوئی۔ اور آپ ہی نے چندر بودھلے کو دولت آباد اپنے ساتھ لائے اس

تحریر سے واضح نہیں ہوتا کہ اس وقت جو بادشاہ دہلی پر حکومت کر رہا تھا اس کا نام کیا تھا۔ جس سن کو یعنی ۱۵۷۷ ؁ کو تحریر کیا گیا دور نظام شاہ والی احمد نگر اس دور میں دہلی پر اکبر بادشاہ حکمرانی کرتا تھا اور ناسک ضرور آیا تھا جس کی راقم نے اپنی کتاب ''ملک عنبر'' میں نقشہ کشی کی ہے۔ اور جنار دھن سوامی نظام شاہ والی احمد نگر کے دور میں صیغہ حساب کے انچارج تھے جیسا کہ مراٹھی کتاب شری جنار دھن سوامی ''چرتر'' کے صفحات ۵۷۔۵۸ کی نقل سے ظاہر ہوتا ہے۔''

☆مقبرہ چاند بودھلے:۔

چاند بودھلے کے مقبرہ کی طرزِ تعمیر دیگر مقبروں سے علیحدہ نوعیت کی ہے جس کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ طرزِ تعمیر دورِ نظام شاہی احمد نگر کے دور کی ہے جس کا فوٹوں شریک کتاب کیا گیا ہے سنگ خارہ سے تراشہ ہوئے پتھر کے گول کھم ہیں جو اپنی نوعیت کے واحد ہیں اس قسم کی تراش وخراش کسی اور عمارت یا مقبرہ کی عمارت میں نظر نہیں آتی ہے جو کافی کشادہ، لمبا چوڑا صحن پر اور پتھر کی کسری پر تعمیر کیا گیا ہے۔ یہ عمارت شاہی حمام خانہ کی قریب ہے دونوں عمارتوں کے درمیان میں سڑک حائل ہے۔ ساتھ ہی میں ایک چھوٹی سی مسجد جو قدیم طرز کی ہے سنگ خارہ کی آج بھی موجود ہے۔ آپ کی کوئی تصنیف بزبان دکنی یا بزبان فارسی میں موجود نہیں ہے آپ کے دوہے کافی شہرت رکھتے ہیں۔ البتہ آپ کی حیات اور کارناموں کے تحت زبان مراٹھی میں کافی مواد پڑھنے ملتا ہے۔

نیز پروفیسر ڈاکٹر اعجاز صاحب نے صوفی سنت جو دولت آباد وغیرہ سے تعلق رکھتے ہیں اس مضمون کے تحت پی ایچ' ڈی کی ہے جس میں انہوں نے چاند بودھلے کے دوہے اور ان کے پیر و مرشد شیخ محمد کی حیات وغیرہ پر اپنے مقالہ میں بصراحت روشنی ڈالی

ہے۔ جو شریک کتاب کیا گیا ہے۔ موصوف کی کتاب سے یہ دوہا نقل کیا جاتا ہے، جس میں شیخ محمدؒ نے اپنے شاگرد کے کارہائے نمایاں کو اُجاگر کیا ہے۔

"دھنیے چاند بودھلے تیانی جنو پنتھ لودھلے!
تیاچے شیش دھالے، ایکو جنار دھن!!
کیلی بھاگوت ٹیکا، ودھاروشولوکا!
تیچ دسوسائکو، سوامی پاسی"!!

بودھلے صاحب کے دوہوں کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے دور کے اہم دانشور، صوفی، شاعر گذرے ہیں۔ (۴۹)

خلد آباد وہ پہاڑی علاقہ ہے جس کی سرزمین پر ۱۴۰۰ اولیاء اللہ ورود ہوئے۔ اور اسی سرزمین سے وہ اپنے کارہائے نمایاں انجام دینے کے لئے اپنے اپنے قصبہ میں تشریف فرما ہوئے۔ دولت آباد کا پہاڑی علاقہ جو منتجب الدینؒ کی آمد و وفات کے بعد روضہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کی تدفین کے بعد خُلد آباد کہلایا جو شروع سے ہی صوفیوں کا مسکن رہا ہے اس علاقہ میں چند اولین بزرگان دین کی آمد، سلسلہ نسب اور مختصر حالات کا جائزہ ذیل میں درج ہے۔

☆ شاہ جلال الدین گنج رواں:۔

صوفیوں کے جن سلسلوں نے نہ صرف دکن بلکہ ہندوستان میں ترویج اسلام کا کام کیا ان میں سلسلئہ سہروردیہ اور چشتیہ ممتاز ہے تصوّف کے ہندوستانی سلسلوں میں سب سے

شہرت چشتیہ سلسلے کو ہے لیکن سہروردیہ سلسلہ بھی چشتیہ کی طرح بہت قدیم ہے سہروردیہ سلسلہ کے پہلے بزرگ جو وارد دیوگیر دکن ہوئے اور جن بزرگوں کی مساعی جمیلہ سے دکن میں اسلام کو فروغ حاصل ہوا ان میں شاہ جلال الدینؒ کو نمایاں حیثیت حاصل ہے۔

☆ نام ولقب:۔

حضرت کا نام شاہ جلالؒ اور لقب گنجِ رواں ہے بعض مورخین نے حضرت شاہ جلال الدینؒ گنجِ رواں بھی لکھا ہے آپ بخارا میں پیدا ہوئے۔ (۵۰)

صاحبِ عشقِ ربانی نے لکھا ہے کہ آپ کا نام شاہ جلال الدین خرقانی ہے اصل آپ کی خرقانی سے ہے جو ایک مشہور شہر ہے۔ (۵۱)

☆ آمد:۔

دیوگیر دکن یعنی موجودہ خُلد آباد میں سب سے پہلے سہروردی سلسلے کے پہلے بزرگ جو چھٹی ھجری میں سلطان شمس الدین التمش کے زمانہ میں یہاں تشریف لائے آپ ہی تھے آپ صاحبِ جلال اور خاصانِ خدا سے تھے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے مرید تھے۔ (۵۲)

مولوی رونق علی صاحب اپنی تصنیف ''روضۃ الاقطاب'' میں رقمطراز ہیکہ اکثروں کو اس بات کا دھوکہ ہوتا ہے کہ شاہ جلال الدین گنجِ رواں وہی جلال الدین ہے جو تبریزی کے نام سے مشہور ہے اور جن کا ذکر معتبرہ میں بہت جگہ آیا ہے اور جنھوں نے شیخ نجم الدین صغرا شیخ الاسلام دہلی کے نقاض سے دہلی چھوڑی تھی لیکن ایسا سمجھنا غلطی ہے کیونکہ مولانا شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی نے ''اخبار الاخیار'' میں شیخ جلال الدین تبریزی کی قبر بنگالے

میں بتلائی ہے اور شیخ غوثی حسن نے ''گلزارِ ابرار'' میں اور ابوفضل نے ''اکبرنامہ'' میں لکھا ہے کہ جلال الدین تبریزی کا مزار بندر دیو محل واقع بنگالہ میں ہے۔ (۵۳)

غلام علی آزاد بلگرامی اپنی تصنیف ''روضۃ الاولیاء'' میں بیان کرتے ہے کہ آپ قدیم بزرگوں میں اور خاصانِ درگاہ کبریا میں سے ہے۔ اس علاقے میں ان کی تشریف آوری کو چشتی بزرگوں کی آمد سے قبل بتاتے ہیں اور لکھا ہیکہ شیخ کے ملفوظات حوادثِ زمانہ سے ضائع ہو گئے ہیں اس لئے ان کے حالات معدوم ہو گئے مگر ان کی بزرگی اور ولایت ایک کے بعد دوسری نسل میں تواتر کے ساتھ مانی گئی ہے۔ (۵۴)

☆ پھلوں کے درخت:۔

آغا مرزا بیگ صاحب نے اپنی نایاب کتاب ''تاریخِ دولت آباد دیوگڑھ'' میں پھلوں کے درخت کے ضمن میں لکھا ہے کہ ان کے ایک کرم فرما ناصر الدین صاحب نے ان درختوں پر تحقیق کی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بے شک ان اشجار میں ایسے اجزاء شامل ہے۔ جس سے عورت حاملہ رہے سکتی ہے۔ اس تحقیق کی بناء پر قابل ناصر الدین صاحب کو سرکار ہند کی جانب سے انعامات سے بھی نوازہ گیا ہے۔ (۵۵)

☆ وصال:۔

حضرت شاہ گنجِ رواں کا وصال مورخہ ۲۶ ذی قعدہ ۶۴۴ھ میں ہوا۔ تاریخ ماہ وفات (معتقدمین) ۶۴۴ھ ہے۔ (۵۶)

☆ مزارِ مبارک:۔

حضرت کا مزار شاہ خاکسار صاحب کی درگاہ سے گوشۂ مشرق اور جنوب

میں اندازاً آدھے میل اور روضہ خُلد آباد سے جنوب دو میل کے فاصلے سے پہاڑی پر ہے۔

درگاہ کے دواحاطے ہیں جس احاطے میں گنبد ہے اس کی شمالی اور مشرقی حد دیوار سے محدود ہے۔ مشرقی حد میں صرف دروازہ درِچاک ہے مغربی حد کے وسطی حصّے میں مسجد اور مسجد کے شمال میں کھڑکی ہے۔ جنوبی حد میں چند کمانوں کی ایک خانقاہ ہے اور ایک حُجرہ ہے۔(۵۷)

شیخ ابو محمد گلستان اولیاء میں تحریر کرتے ہیں کہ شاہ جلال الدین گنجِ رواں سہروردیؒ خلد آباد میں سہروردی سلسلے کے سب سے پہلے بزرگ ہے اور ان کا مرقدِ مبارک بستی سے ایک کلومیٹر فاصلے پر یوناس نگری پریوں کے تالاب کے قریب ہے۔(۵۸)

☆منتجب الدین زر۔زری۔زر بخشؒ دولہا:۔

منتجب الدینؒ کا سلسلہ نسبی ''۱۱'' واسطوں سے امام ابوحنیفہ کوفیؒ تک اور شجرۂ مشخیت ''۲۱'' واسطے سے حضرت رسولِ کریم سیدّ المرسلین تاج المحققین محمد الرسول ﷺ واصحاب سلم تک حسبِ تفصیل ذیل میں درج ہے۔

☆شجرۂ نسب:۔

منتجب الدین بن محمود ناصر ہانسوی سلطان مظفر بن سُلطان ابراہیم بن شیخ عبداللہ بن شیخ عبدالرشید بن شیخ عبدالصمد بن عبدالسلام بن امامِ اعظم حضرت ابوحنیفہ کوفیؒ صاحبِ عشق ربّانی نے سلسلۂ نسبی ''۱۲'' واسطے سے لکھا ہے۔ دسویں پشت تک سلسلہ مذکور کے موافق ہے۔(۵۹)

☆شجرۂ مشخیت:۔

(۱) منتجب الدین زر۔زری زر بخشؒ (۲) حضرت نظام الدین

اولیاء (۳) حضرت بابا فرید الدین گنجِ شکرؒ (۴) حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ (۵) حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ (۶) حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ (۷) حضرت حاجی شریف زندانیؒ (۸) حضرت شیخ مودود چشتیؒ (۹) حضرت ابو یوسف چشتیؒ (۱۰) حضرت ابو احمد چشتیؒ (۱۱) حضرت خواجہ احمد ابدال چشتیؒ (۱۲) حضرت ابو اسحٰق چشتیؒ (۱۳) حضرت علی دینوری چشتیؒ (۱۴) حضرت ہبیرۃ البصری چشتیؒ (۱۵) حضرت حدیقۃ المرعشی چشتیؒ (۱۶) حضرت سُلطان ابراہیم بن ادھم چشتیؒ (۱۷) حضرت فیضل بن عیاضؒ (۱۸) حضرت عبدالواحد بن زیدؒ (۱۹) حضرت حسن بصریؒ (۲۰) حضرت امیر المومنین سیدّ نا حضرت علی کرم اللہ (۲۱) رحمت العالمین پیشوائے انبیاء حضرت سیدّ نا محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلّم ۔(۶۰)

☆ولادت باسعادت:۔

باتفاق مورخین منتجب الدینؒ ۶۷۵ھ میں ولادت باسعادت ہوئی آپ کے حالات مُبارک پر جتنی بھی تصانیف ہیں۔"خزینۃ الاصفیاء" کے سوا تمام کو اس بات پر برہان الدین اولیاء غریبؒ سے عمر میں چھوٹے ہیں۔ اتفاق ہے۔(۶۱)

صاحب عشق ربّانی نے آپ کا سن ولادت ۶۷۵ھ م ۱۲۷۶ء بتایا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ برہان الدین غریبؒ سے چھوٹے اور حضرت شیخ محمودؒ کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ وحیدہ نسیم نے اپنی تصنیف "شاہانِ بے تاج" میں حضرت منتجب الدین زرزری زر بخشؒ کے چھوٹے بھائی اور نظام الدین دہلوی کے مُریدو خلیفہ بتایا ہے۔(۶۲)

☆ والدین و بھائی بہنیں :۔

حضرت منتجب الدینؒ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت شیخ محمود ہانسوی اور والدہ ماجدہ کا نام بی بی حاجرہ ہے۔ شیخ محمودؒ کو چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں تھیں۔

☆ بیٹے :۔

(۱) برہان قتالؒ (۲) بابا محمد عرف برہان الدین غریبؒ

(۳) عزیز قتالؒ (۴) منتجب الدین زر۔ زری بخشؒ

☆ بیٹیاں :۔

(۱) بی بی خدیجہ (۲) بی بی عائشہ (۳) بی بی مریم (۴) بی بی آمینہ (۵) بی بی حمیدہ برہانِ قتال اور عزیز قتاّل کے سِوا باقیوں کے مزارات خُلد آباد میں ہے۔ (۶۳)

☆ بچپن :۔

آپ مادرزاد ولی ہیں بچپن سے ہی آپ کے چہرے مُبارک سے ولایت نمایاں تھے آپ کی طبعیت ابتدائی سے فقر پر مائل تھی اور کم سنی ہی سے ذکر و اشغال میں رہا کرتے تھے۔ صلواۃ خمسہ کے علاوہ اشراق، چاشت، اوابین اور تہجد گذار تھے۔ آپ شریعت محمدّی کے بے حد پابند اور سنّتِ رسول اللہ ﷺ کے دلدادہ تھے دُنیاوی اُمور سے کنارہ کش رہے کر بلا لحاظ موسم سخت ریاضت اور مجاہدات میں مستغرق رہا کرتے تھے۔ (۶۴)

☆ خلافت نامہ کی سرفرازی :۔

منتجب الدینؒ صاحب جو برہان الدین غریبؒ کے برادر خورد ہے اور حضرت خواجہ نظام الدین دہلویؒ کے مرید و خلیفہ ہے یہ بات تاریخ فرشتہ ہشت بہشت، نسخہ عشقِ ربآنی

سے باوضاحت ثابت ہے۔ لیکن سیّد غلام علی آزاد بلگرامی نے تحریر کیا کہ آپ خواجہ شیخ فرید الدین گنجِ شکرؒ کے مرید اور برہان الدین اولیاء صاحبؒ کے برادر کلاں ہے۔ (۶۵)
غرض مورخین نے آپ کی ارادت کے بارے میں کافی اختلاف بتایا ہے کسی کا کہنا ہے کہ آپ حضرت شیخ المشائخ نظام الدین دہلویؒ کے مرید وخلیفہ ہے اور کسی نے لکھا ہے کہ آپ حضرت خواجہ فرید الدین مسعود گنجِ شکرؒ کے مرید وخلیفہ ہے اور ہر ایک نے اپنی بات کو منوانے میں کافی دلائل بھی پیش کئے ہیں۔ عبدالجبار خان ملکاپوری اس ضمن میں اپنی تصنیف ''تذکرہ اولیائے دکن'' میں تحریر کرتے ہیں کہ آپ شیخ فرید الدین گنجِ شکرؒ کے مرید وخلیفہ ہیں ملکاپوری صاحب مزید تحریر کرتے ہیں کہ بعض شعراء نے شیخ کی مدح میں چند ابیات بھی لکھے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ واقع میں گنجِ شکرؒ کے مرید تھے۔

| | |
|---|---|
| ''منتجب شیخ زر۔ زری۔ زر۔ بخش | کو شفیق کلان بود بشمار |
| از مرید ان خواجۂ گنجِ شکرؒ | کرد اوّل بدیو گیر قرار |
| خلعتِ زر غیب می آید | در صباح ورواح ولیل نہار |
| شد ازان نام زر زری زربخشؒ | می نمودش براہِ خیر نثار |
| رفت زین تنگنائے چون بربست | بخر امید سوئے وارقرار |
| خواجہ برہان سوئے دکن آمد | زندہ زوگشت ست وآثار |
| شو خاموش ازثنائے اوعبدی | کے تو ان کرد وصف او تکرار |

ان ابیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ منتجب الدین زر۔ زری۔ زر بخشؒ حضرت خواجہ بابا فرید الدین مسعود گنجِ شکرؒ کے مرید وخلیفہ تھے۔ (۶۶)

مورخ و محقق ڈاکٹر شیخ محمد اکرام ''آبِ کوثر'' میں لکھتے ہیکہ

رائج الوقت سلسلوں کے پہلے بزرگ جنھوں نے شمال اور جنوب کے درمیان رابطہ قائم کیا منتجب الدین زرزری زر بخشؒ تھے۔ وہ ہانسی کے رہنے والے اور شیخ جمال الدین ہانسوی کے خواہرزادہ تھے۔ شیخ کبیر فرید الدین گنجِ شکرؒ کے مرید تھے۔ بابا صاحب نے غیبی اشارے کے ماتحت انھیں دیوگیر' دولت آباد کے طرف اس وقت بھیجا جب یہاں ہنود کا غلبہ تھا۔ دکن کے مذہبی حلقوں میں شمالی ہندوستان سے پالکی آنے کا ذکر کیا جاتا ہے۔ مشہور ہیکہ یہاں دہلی سے سات سو یا بقول چودہ سو بزرگانِ دین تشریف لائے تھے۔ جن میں بعض پالکی نشین تھے ابتداء میں ان کی بڑی مخالفت ہوئی لیکن وہ ہمت اور استقلال سے اپنے کام میں مشغول رہے۔(٦٧)

☆ خطابِ زرزری زربخش:۔

''روضۃ الاولیاء'' میں سیّد غلام علی آزاد بلگرامیؒ نے ''معراج الولایت'' کے حوالے سے لکھا ہیکہ جب منتجب الدین صاحب نے مجاہدہ ریاضت کو حدِ کمال تک پہنچادیا اور محبوبی کے مرتبے تک رسائی ہوگئی تو ان کے لئے صبح و شام دو زرّین خلعتیں غیب سے نازل ہونے لگی جنھیں وہ فقراء کے مصارف میں خرچ کر دیا کرتے تھے۔ خود استعمال نہ کرتے تھے اسی لئے اس نام سے مشہور ہوئے موسوی خاں جرأت میر منشی آصف جاہ اوّل آپ کی مدح میں کہتا ہے۔

''آن جوان مردے کہ درراہِ خُدا

زر بہ محتاجاں رساند زرزری زراست''

ترجمہ:۔ (وہ جوان مرد جو راہِ خُدا میں محتاجوں کو زر دیتا ہے وہی زرزری ہے)

فرشتہ لکھتا ہے کہ ہر شب تہجد کی نماز کے وقت غیب سے دُرج زرین آتا تھا صبح آپ اس کو فروخت کروا کر فقراء پر صرف فرماتے تھے اس وجہ سے زر بخشؒ مشہور ہوئے۔ (۶۸)

کتاب احسن الاقوال جو کہ حضرت خواجہ اسد الاولیاء والعارفین بابا برہان الدین غریبؒ کے ملفوظات کا خزانہ ہے جسے ان کے مرید خاص حضرت خواجہ منظور الاولیاء حماد الدین بن عماد کاشانیؒ نے ضبطِ تحریر کیا انشاء اللہ اس نایاب ملفوظ کا تذکرہ آئندہ باب میں تفصیلی طور پر کیا جائے گا حماد کاشانیؒ تحریر کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت غریبؒ نے فرمایا کہ مولانا منتجب الدینؒ نے ایک روز دُعا گو کے سامنے کھانا پیش کیا (دُعا گو سے مراد حضرت غریبؒ) میں نے کہا آج روزہ ہوں فرمایا افطار کرنا چاہیے روزہ کا عوض روزہ رکھ سکتے ہیں میں نے قبول نہیں کیا۔ اسی روز میں نظام الدین محبوب الٰہیؒ کی خدمت میں پہنچا فرمایا فلاں کے سامنے کھانا پیش کرو میں نے شیخ کے سامنے افطار کیا جب میں وہاں سے مکان پر واپس آیا میں نے چاہا کہ عصر کی نماز جماعت سے ادا کروں میں جس کے پاس پہنچتا تھا اور کہتا تھا کہ عصر کی نماز باہم مل کر جماعت سے ادا کریں وہ کہتا تھا کہ میں ادا کر چکا ہوں آخر کار میں نے بغیر جماعت کے نماز ادا کی اور افسوس کیا کہ میں نے مولانا منتجب الدینؒ کے قول پر عمل نہیں کیا روزہ و جماعت دونوں ہاتھ سے کھوئے (۶۹)

'نفائس الانفاس'' بھی حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ کے ملفوظات سے پُر ہیں جسے ان کے مریدِ خاص حضرت خواجہ رُکن الدین کاشانیؒ نے بہ زبان فارسی میں حوالۂ قلم کیا۔ اور اس کتاب کا با محاورہ اُردو ترجمہ شبیب انور علوی صاحب کاکوروی نے کیا اس کا ہندی ترجمہ استاد کامل عالی جناب محمد شفیع الدین لائبریرین صاحب نے کیا۔ باب چہارم میں اس کتاب کے متعلق تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ حضرت خواجہ منتجب الدینؒ کے

ضمن میں حضرت غریبؒ فرماتے ہیں کہ برادر مولانا منتجب الدینؒ کا ایک دوست تھا جس کا نام سیّدی تھا بڑا تند مزاج تھا جب راہ میں چلتا تھا راستے میں سپاہی یا سپہ سالار یا عالم فاضل اگر سامنے گذرتا تو سلام نہیں کرتا تھا اگر راستے میں کسی فقیر گرد آلود کو دیکھتا تو اس کے قدم پر گر جاتا تھا اور اس کی تعظیم و تکریم کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ایسے شخص کی تعظیم کرنا ایک امر عظیم ہے یہ رتبہ وہ کلامہ سیّدی صاحب کو منتجب الدین زر۔زری۔زر۔بخشؒ کی صحبت کی برکت سے حاصل ہوا تھا۔(۷۰)

☆وفات:۔

جب ہم صوفیزم پر تحریر کردہ کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم اس بات سے آشنا ہو جاتے ہیں کہ منتجب الدین زر زری زر بخشؒ کی وفات ۷ ربیع الاوّل ۷۰۹ھ م ۱۹ر جون ۱۳۰۹ء بروز پنجشنبہ کو ۴۴ برس کی عمر میں ہوئی۔اس بیان کے برعکس شیخ محمد اکرام تحریر کرتے ہے کہ بقول ''خزینۃ الاصفیاء'' معراج الولایت کا بیان ہے کہ آپ کی وفات ۶۹۵ھ میں ہوئی۔حضرت کا مزار خلد آباد میں واقع ہے اور مزار مبارک پر عالیشان گنبد بنا ہوا ہے۔(۷۱) (۷۲)(۷۳)(۷۴)(۷۵)(۷۶)(۷۷)(۷۸)

☆بابا برہان الدین غریبؒ:۔

☆نام و نسب:۔

آپ کا اسمِ گرامی برہان الدین تھا اور پیرومرشد سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ کا عطا کردہ لقب (غریب) ہے۔آپ منتجب الدین زر زری زر بخشؒ کے حقیقی برادر کلاں ہے۔آپ کا شجرۂ نسب گیارہ واسطوں سے حضرت امامِ اعظم ابو حنیفہؒ تک اور شجرۂ طریقت اکیس واسطوں سے سرورِ کائنات افضل الانبیاء محمد رسول

اللہ ﷺ تک پہنچتا ہے۔آپ نظام الدین محبوب الٰہیؒ کے مرید وخلیفہ ہے۔آپ کو حضرت سے خرقۂ خلافت حاصل ہے برادر منتجب الدینؒ کی وفات کے بعد باحکم پیرومرشد دکن دولت آباد وارد ہوئے (۷۹)

☆ولادّت باسعادت:۔

بابا برہان الدین غریبؒ کی ولادّت باسعادت ۶۵۴ھ م ۱۲۵۶ء بمقام شہر ہانسی میں ہوئی۔اور ۶۹۳ھ میں حضرت محبوب الٰہیؒ کے حلقۂ ارادت سے مشرّف ہوئے۔(۸۰)

☆سلسلۂ نسب:۔

حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ بن شیخ محمد محمود بن شیخ ناصر ہانسوی بن سلطان مظفر بن سلطان ابراہیم بن شیخ ابوبکر بن شیخ عبداللہ بن شیخ عبدالرشید بن شیخ عبدالصمد بن شیخ عبدالسلام بن امام اعظم حضرت ابوحنیفہؒ۔

☆وطن:۔

آپ کا خاندان شہر ہانسی میں آباد تھا۔یہ خاندان روحانی لحاظ سے بہت اونچا درجہ رکھتا تھا۔والد بزرگوار بڑے مقبول اور بااثر تھے۔آپ کے حقیقی بھائی منتجب الدینؒ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے ممتاز خلفاء میں سے تھے۔خواجہ گنجِ شکرؒ کے خلیفہ جمال الدین ہانسویؒ سے جمالیہ سلسلہ شروع ہوا۔آپ کے ماموں تھے۔اور حضرت محبوب الٰہیؒ کے خلیفہ مولانا قطب الدین منورؒ آپ کے ماموں زاد بھائی تھے۔(۸۱)

☆آپ کے والدین:۔

منتجبُ الدینؒ اور بابا برہان الدین غریبؒ جو کہ حقیقی برادر

ہے آپ کے والدین کا ذکر منتجب الدینؒ کے تعارف میں کروا چکے ہیں۔غرض آپ کو پانچ بہنیں اور آپ ملا کر چار بھائی تھے۔تمام اولاد میں آپ کو سب سے بڑے ہونے کا شرف حاصل ہیں۔(۸۲)

☆قیام دہلی:۔

بابا برہان الدین غریبؒ دہلی اس زمانے میں تشریف لائے جب نظام الدینؒ کے فیوض و برکات کے سرچشمہ سے تمام ہندوستان سیراب ہورہا تھا۔ مولوی رونق علی صاحب اپنی تصنیف ''روضۃ الاقطاب''میں رقم طراز ہیں کہ کیمیا سکھنے کا شوق تھا اور شیخ کامل کی ہمیشہ تلاش رہتی تھی۔کچھ بہ شوق کیمیا اور زیادہ بہ تلاش پیر ہانسی سے دہلی وارد ہوئے۔(۸۳)

روضۃ الاولیاء کے مصنف کتاب ''حبۃ المحبۃ'' کے حوالے سے لکھتے ہیں مؤلف خواجہ زین الدین شیرازیؒ کے جس زمانے میں بابا برہان الدین غریبؒ ہانسی سے دہلی تشریف لائے وہاں پُل کے نزدیک ایک مسجد تھی کچھ دنوں اس میں مشغول رہے اللہ نے ان کے قدم کی برکت سے اس جگہ کو آباد کر دیا اور بہت مخلوق وہاں آنے لگی۔(۸۴)

☆ارادت:۔

آپ نے ۱۹ برس کی عمر میں اور بعض روایات کے مطابق ۲۹ برس میں حضرت محبوب الٰہیؒ سے بیعت کی اور فرمایا کہ میں نے اس بیعت سے پہلے خواب دیکھا تھا کہ میں ایک گہرے گڑھے میں گر پڑا ہوں اور باوجود کوشش کے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔یہاں تک کے حضرت سلطان المشائخ نظام الدین تشریف لائے اور اپنا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں دے کر آپ

کو اس گڑھے یا خود خندق سے نکال لائے۔ (۸۵)

احسن الاقوال میں موّلف حماد الدین کاشانیؒ و مترجم عبدالمجید خُلد آبادی تحریر کرتے ہے کہ بابا برہان الدین غریبؒ ۶۹۳ھ میں سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ کے حلقۂ ارادت سے مشرّف ہوئے۔ (۸۶)

☆ خلافت سے سرفرازی:۔

آپ ۶۹۳ھ میں سلطان المشائخ حضرت نظام الدینؒ کی بیعت سے مشرّف ہوئے آپ حضرت محبوبِ الٰہیؒ کے تمام مریدوں میں سب سے ممتاز مانے جاتے تھے۔ (۸۷)

☆ دکن روانگی:۔

اس بات پر تو سب متفق ہیں کہ بابا برہان الدین غریبؒ بہ ہیئت مجموعی برادارن طریقت سے دولت آباد وارد ہوئے لیکن اس امر میں اختلاف ہے۔ بابا برہان الدین غریبؒ دکن میں کب وارد ہوئے پیر و مرشد حضرت خواجہ نظام الدین دہلویؒ کے قید حیات میں دہلی سے آئے یا وفات کے بعد لشکر کے ساتھ یا علیحدہ۔

حضرت شیخ غریبؒ کے بھائی منتجب الدینؒ کی وفات کے بعد حضرت محبوب الٰہیؒ نے اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور مسلمانوں کی رُشد و ہدایت کی غرض سے حضرت شیخ کو دکن جانے کا حکم دیا حضرت غریبؒ کو مرشد کی مفارقت پسند نہ تھی۔ اس لئے یہ حکم سن کر عرض کیا کہ نعلین مبارک سے جدا ہو جاؤ ںگا حضرت محبوب الٰہیؒ نے فرمایا نعلین بھی ہمراہ لے جاؤ۔ پھر عرض کیا مجلس سے دور ہو جاؤں گا مرشد نے فرمایا اس وقت مجلس میں جتنے لوگ بیٹھے ہیں ان کو بھی ساتھ لے جاؤ کہا جاتا ہے کہ مجلس میں سات سو مریدین بیٹھے تھے حضرت کو مرشد کا حکم

بجالانا پڑا۔اور سات سو ہمراہیوں کے ساتھ دولت آباد روانہ ہوگئے۔یہ گویا دکن میں روحانی سپاہیوں کی فوج کشی تھی۔رُخصت کرتے وقت مرشد نے کچھ نصیحت بھی کی تھی۔(۸۸)

☆رُشد وہدایت:۔

حضرت سے عام مسلمانوں نے بھی ہر طرح کا استفادہ کیا۔اور جوق در جوق حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے۔خواجہ رُکن الدین کاشانیؒ کی وساطت سے ایک ہزار آدمیوں نے بیعت کیں۔ان مریدوں کو مذہبی اور روحانی تعلیمات دی جس سے شیخ نے اپنے مریدوں کی اخلاقی اور معاشرتی حالات سنوارنے کی کوشش کی۔(۸۹)

حضرت کی حیات اور وفات کے بعد کئی کرامتوں کا ظہور ہوا حماد الدین کاشانیؒ ''احسن الاقوال'' میں تحریر کرتے ہیں کہ مولانا نصیر الدین امیر صدیہہ سوگاؤں کا حاکم نے کہا کہ ایک روز میں حاضر تھا خواجہ خیر الدین اور خواجہ قبول حضرت غریبؒ کی خدمت با برکت میں آئے اور عرض کیا کہ آج ہم کو کچے انگور توڑنے کے سبب مولانا لطیف الدین نے کئی چھڑیاں مارا ہے حضرت غریبؒ نے فرمایا تم ہمارے فرزند ہو میں بھی تمہارے ساتھ شریک تھا پیراہن مبارک اٹھایا دیکھا کہ حضرت کی پشت مبارک پر ترٹ (چھڑی) کے ضرب کا اثر موجود تھا۔اور مولانا لطیف الدین کو طلب کیا اور فرمایا پھر دوبارہ ان کو تکلیف نہ دینا کیونکہ کچا پکا سب انہیں سے تعلق رکھتا ہے۔

منظور الاولیاء خواجہ حماد الدین کاشانیؒ مزید تحریر کرتے ہیں کہ خواجہ شجاع بیمار تھے ایک شخص کو حضرت شیخ کی خدمت میں فاتحہ طلب کرنے بھیجا حضرت نے اس کو کوئی چیز دے کر واپس کر دیا اور اس امیدوار کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا شجاع کی عمر سے

ایک دن باقی ہے دوسرے روز خواجہ شجاع نے انتقال کیا۔(۹۰)

☆اقوال مبارک بابا برہان الدین المعروف بہ غریبؒ:۔

۱)خادم بہ صفا حضرت خواجہ کا کاشاد بختؒ کے بارے میں فرمایا کہ کا کا نیک و پاک لوگوں میں سے ہیں۔۲)قدوۃ الاولیاء فرید الدین بادیبؒ کے حق میں فرمایا جو کچھ ظاہری و باطنی نعمت تھی ہم نے تم کو دے دیا۔اور نیز اس فرزند پر جادہ و مرید صاحبِ سجادہ کو فرمایا اگر مجھ کو کل قیامت میں پوچھے کہ ہماری بارگاہ میں کیا تحفہ لایا کہوں گا فرید کو لایا ہوں۔

۳)مولانا زین الدینؒ کے بارے میں فرمایا جب مرید کمالیت کو پہنچتا ہے پیر مرید کو شجرہ دیتا ہے یہ بات زبان مبارک سے فرمایا اور شجرۂ طیبہ مولانا وافر برکت زین الملۃ والدین کو دیا۔

۴)حماد الدین کاشانیؒ تحریر کرتے ہے کہ مجھ بیچارے کے حق میں فرمایا انشاء اللہ تعالیٰ تو زندہ ولی ہوگا اور پان عنایت کیا اور فرمایا جو کچھ نعمت رکھتا ہوں تجھ کو اس سے حصہ ملے گا۔(۹۱)

☆وفات:۔

ماہ نامہ ''منادی''،جس میں ''نفائس الانفاس'' کے دو نسخوں کا ترجمہ ''نثار احمد فاروقی'' صاحب نے کیا''خواجہ رکن الدین کاشانیؒ'' صاحبِ کتاب تحریر کرتے ہے کہ ۱۱ رصفر ۷۳۸ھ م ۹ ستمبر ۱۳۳۷ء کو حضرت نے رحلت فرمائی ''نور عشق بود'' مادّہ تاریخ وفات ہے۔(۹۲)

عبدالجبار خان صاحب آپ کی وفات ۱۳ صفر ۷۳۸ھ م ۱۳۳۷ء تحریر کرتے ہیں۔(۹۳)

سیّد صباح الدین ''بزمِ صوفیہ'' میں لکھتے ہیں کہ آخر وقت میں ایک روز مریدوں کو بلا کر نصیحتیں کیں اور ان میں ہر ایک کو دستِ مبارک سے کچھ کپڑے عنایت کیے

وفات کے روز آپ نے مرشد نظام الدین محبوب الٰہیؒ کی تسبیح منگوائی اس کو سامنے رکھا اور اپنی دستار گلے میں ڈال کر کہنے لگے مسلمان ہوں، امتِ رسول ہوں، شیخ کا مرید ہوں، میں نیک ناتھا نیک زندگی بھی بسر نہیں کی اپنا انصاف خود کرتا ہوں پھر مرشد کی تسبیح سے تجدید بیعت کی اور زار زار رونے لگے۔ چاشت کے وقت خادمِ خاص سے کہا کہ باورچی خانے میں دوستوں کو لے جا کر کھانا کھلا دو وہاں کچھ باقی نہ رہے۔ اور جب یارانِ طریقت کھانا کھا رہے تھے تو حضرت شیخ نے مرشد کا خرقہ اور تبرکات لانے کو کہا اور اسی وقت روح نفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ حضرت غریبؒ کی وفات ۳۸ے ھ میں ہوئی 'انوارِ اصفیاء' میں حضرت کی وفات ۳۸ے ھ تحریر کی گئی ہے (۹۴)

گلستانِ اولیاء میں حضرت کی وفات ۳۸ے ھ بروز شنبہ چاشت کے وقت ہوئی اس طرح لکھا ہے بابا برہان الدین غریبؒ کی مزار مبارک محلہ فرش خلد آباد شریف میں واقع ہے (۹۵)

☆ خواجہ زین الدین داؤد حسین شیرازیؒ:۔

☆ نام ونسب:۔

تذکرۂ اولیائے خُلد آباد، شاہانِ بے تاج اور ہدایت القلوب کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہیں کہ آپ کا اسمِ گرامی سیّد داؤد بن حسین اور پیر و مرشد کی طرف سے سیّد زین الدین کا لقب عطا کیا گیا۔ عوام آپ کو بائیس خواجہ کے نام سے یاد کرتی ہیں۔ اور اسی نام سے آپ زیادہ مشہور ہے۔ آپ خواجہ حسین بن محمود شیرازیؒ کے صاحبزادے ہے آپ کے چچا کا اسمِ گرامی خواجہ عمر و ہے حضرت خوجہ حسینؒ و حضرت خواجہ عمرؒ دونوں حقیقی بھائی سیّد محمود شیرازی روز میاں کے صاحبزادے ہیں۔ (۹۶) (۹۷) (۹۸)

☆ سلسلۂ نسب:۔

کتب تواریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ "سیّد داؤد عرف زین الدین زین الحق دولت آبادی بن سیّد حسین بن سیّد محمود بن سیّد طاہر علیم الدین بن سیّد احمد بن سیّد قطب الدین بن سیّد داؤد بن سیّد خیر والدین بن سیّد شمس بن سیّد احمد علی بن سیّد علی رومی حسن بن احمد الفرح بن حضرت امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام۔(۹۹)

☆ ولادت:۔

خواجہ زین الدین شیرازیؒ ۷۰۱ھ م ۱۳۰۱ء میں شیراز میں پیدا ہوئے ابھی سات برس کے تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا آپ کے والد ماجد نے تعلیم و تربیت کی نگرانی کیں۔(۱۰۰)(۱۰۱)(۱۰۲)

☆ بچپن:۔

آپ نے کم سنی میں مولانا نصیر الدین اور شہاب الدین کے ساتھ حج کا ارادہ کیا اور وطن مالوف کو خیر آباد کہہ کر سیدھے عرب پہنچے اور حرمین شریفین کی زیارت سے مشرّف ہوئے۔ چونکہ پردۂ تقدیر میں ان کے لئے فتح باب بابا برہان الدین غریبؒ کی توجہ تھی حضرت کی توسط سے آپ کی تقدیر کے دروازے کھلے دیارِ عرب سے ہندوستان کا رُخ کیا۔ پہلے دار الخلافہ دہلی میں وارد ہوئے اور کلام اللہ کو یاد کر لیا۔ پھر فضائل علمی کے حاصل کرنے پر کمر باندھی دہلی کے جیّد علماء خصوصاً مولانا کمال الدین سامانہ سے کسبِ علوم کیا اور فضیلت کے اعلیٰ مدارج پر پہنچے اور سند فضیلت لی۔(۱۰۳)

☆ دکن روانگی یا دولت آباد تشریف آوری:۔

بادشاہِ وقت سلطان محمد بن تغلق نے تمام باشندگان دہلی کو دولت آباد روانہ کیا تھا اس لشکر میں آپ اور آپ کے استادِ محترم کمال الدین سامانہ بھی موجود تھے۔ جو دہلی سے دولت آباد تشریف لائے۔ آپ علماءؒ کے پیرائے میں تھے اکثر اوقات تدریس، علوم و عبادت حیّ وقیّوم میں بسر فرماتے تھے۔ پارسائی و پرہیزگاری میں کوشش بلیغ بجالاتے تھے۔ شرع محمدی و سنّت نبوی کے تابع رہتے تھے۔ اور مشائخ صوفیہ کی محبت سے پرہیز کرتے تھے۔ (۱۰۴)

☆ بیعت، ارادت، خلافت:۔

حضرت غریبؒ نے ۷۳۲ھ میں خواجہ زین الدین شیرازیؒ کو بیعت سے مشرّف فرمایا اسی دن خواجہ رُکن الدین عماد کاشانیؒ اور ان کے خاندان کے دوسرے افراد بھی بیعت ہوئے۔ ۱۸ ربیع الثانی ۷۳۷ھ م ۲۵ نومبر ۱۳۳۶ء کو اپنی وفات سے دس ماہ قبل حضرت غریبؒ نے خواجہ زین الدین شیرازیؒ کو اپنی جانشینی اور خلافت کا شرف عطا فرمایا۔ زین الدین خطاب بھی شیخ کا ہی عطا کردہ ہے۔ حضرت غریبؒ کے سوّم کے دن سب یارانِ سلسلہ مشائخ کی موجودگی میں سجّادہ پر تشریف فرما ہوئے۔ (۱۰۵)(۱۰۶)

☆ اقوال:۔

۱) دین کے کاموں میں اپنے بہتر انسان کی پیروی کرنی چاہیے یہ ظاہر ہے اور دُنیا کے معاملات میں اپنے سے کمتر کی پیروی کرے۔ مثلاً کوئی شخص دو سو تنکے (سکے) کی آمدنی رکھتا ہے تو اسے چاہیے کہ کسی ایسے شخص کی نقل کرے جس کی آمدنی سو تنکے ہو باقی سو تنکے خیرات و صدقات میں دے تا کہ دُنیا میں بھی اچھی گذرے اور دین میں بھی۔

۲) مردانِ خدا اللہ کے سکھانے سے ایسی باتیں کہتے ہیں جو مخلوق کے علم و عقل میں نہیں

سما سکتیں اس لئے وہ ان کے کافر اور گمراہ ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں۔
۳) جو قناعت کو ترک کر دیتا ہے اور حرص میں مبتلا ہو جاتا ہے شیطان اس کو گوپھن کا پتھر بنا دیتا ہے اور جدھر کو چاہتا ہے دوڑا دیتا ہے۔ ۴) گوشہ نشینی میں ہر ایک کی نیت مختلف ہوتی ہے۔ ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ خلق کے شر سے نجات پائیں اس سے ایک درجہ بلند یہ ہے کہ اپنے شر کو خلق سے دور رکھیں۔ (۱۰۷)

☆ علالت، وفات:۔

ربیع الاوّل ۱۱۷۷ھ روز دوشنبہ کو کھانسی، زکام اور تپ سے مزاج علیل ہوا۔ ۱۲ روز کامل سخت تکلیف رہی ابتدائے بیماری سے آخر تک پانی کے سوا کوئی چیز نہیں کھائی۔ اور ضعف کے باوجود کل نمازیں کھڑے ہو کر پڑھتے تھے۔ فرض کے علاوہ کوئی سنّت نفل اور مستحب تک فوت نا ہوئی۔ یہاں تک کہ امامہ کھڑے ہو کر باندھتے تھے۔ ایک خادم نے کہا کہ ایسے وقت میں قیام آپ پر ساقط ہے۔ نمازِ ظہر سے پہلے خواجہ شہاب الدین اور بابا برہان الدین اولیاءؒ صاحب کے بعض خدّام حاضر تھے۔ شہاب الدین نے عرض کیا کہ خدّام کوئی معروضہ پیش کرنا چاہتے ہیں۔ اگر حکم ہو تو عرض کریں فرمایا جانتا ہوں۔ تھوڑی دیر کے بعد انگوٹھا آنکھ پر رکھ کر پوچھا اذان ہوئی۔ خواجہ شہاب الدین نے کہا وقت آگیا ہے۔ لیکن اذان نہیں ہوئی اسی وقت سب حاضرین کو نماز پڑھنے کی تاکید کی اور خود بھی مصلے پر آئے جب تمام خدّام نماز سے فارغ ہو چکے تو سب کے سب اس غرض سے سامنے حاضر ہوئے شاید حضرت کچھ وصیّت کریں۔ ''دلیل السالکین'' میں لکھا ہیں کہ آپ کے پاس اُس وقت دُنیاوی اسباب میں کچھ نہ تھا صرف تین عدد کیلے تھے وہ بھی کوئی نذر کر گیا تھا۔ اس

کے علاوہ کُتب خانہ تھا وصیّت کی غرض سے جیسے ہی خادم سامنے آئے خواجہ شہاب الدین سے کہا کہ موز فلاں شخص کو دے اور اس کے بعد کہا کہ میں دُنیاوی اسباب اس قدر رکھتا تھا اس کو تجرید کیا اب مجرّ دہوا۔ غلام سب آزاد اور کُتب خانہ وقف ہے۔ اس کے بعد پلنگ پر تشریف لے گئے۔ حاضرین نے گذارش کی کہ وصیت کرنی چاہیے اور کوئی خلیفہ مقرر کرنا چاہیے اتنا سنتے ہی منہ پھیر لیا اور قبلہ رو ہو گئے۔ بزرگانِ دین پر تحریر کردہ کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نصیر الدین بدھری نے جرأت کر کے جب دوبارہ یاددہانی کی تو اس وقت بہ زبان ہندی میں کہا: ''منجہ مت بلاوہ''

اُردو زبان وادب کے تاریخ نویس نے جہاں اُردو زبان کی تشکیل کا ذکر کیا اور زبان کی ترویج میں بزرگانِ دین کا تذکرہ کیا ہے تقریباً سب ہی محققین نے خواجہ زین الدین شیرازیؒ کے اس جملے کا بطور خاص حوالہ دیا ہے۔ غرض آپ نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا اور اس وقت مرید کرنے کی اجازت خاص طور پر نہیں دی حالت بیماری میں کہا تھا کہ میں خلافت کی لیاقت کسی میں نہیں پاتا ہوں۔ جب نمازِ عصر کا وقت آیا تو اس وقت تھوڑی غشی طاری رہی وقت تنگ ہونے لگا۔ مولانا شہاب الدین اور مولانا عزیز الدین امام وغیرہ سرہانے آئے خواجہ صاحب نے پائے مبارک پکڑ کر عرض کی مخدوم نماز کا وقت آ گیا ہے نماز کا سنتے ہی ہوش میں آئے اور کسی خادم یا تکیہ کے بغیر مدد کے چارپائی پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد مصلے پر اترے اور نماز پڑھی۔ اور بعد ادائے فرض سجدے میں سر رکھ کر ۲۵ ربیع الاوّل ۷۷۱ھ م ۱۳۶۹ء یکشنبہ کے دن جاں شیریں اس جانِ آفریں کو سونپی۔ (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲)

حضرت کا مزار مبارک اپنے پیرومرشد کے درگاہ کے سامنے محلّہ فرش خلد آباد میں واقع ہے مزار پر عالیشان گنبد ہے اور عوام الناس میں آپ بائیس خواجہ کے نام سے مشہور ہے۔

(۵) ☆ حضرت سیّد یوسف حسینی عرف شاہ راجو قتّال حسینیؒ:۔

☆نام ونسب:۔

آپ کا اسمِ مبارک حضرت سیّد یوسف حسینیؒ ہے عوام میں سیّد شاہ راجو قتّال حسینی کے نام سے مشہور ہے۔آپ کا شمار سعادت حسینی میں ہیں۔آپ حضرت سیّدنا امام زین العابدینؓ کی اولاد میں ہے۔آپ کا شجرۂ نسب سیّدنا علی ابن ابو طالبؓ امیر المومنین خلیفہ چہارّم تک پہنچتا ہے۔

☆شجرۂ نسب:۔

حضرت سیّد یوسف عرف سیّد شاہ راجو قتّال حسینیؒ بن سیّد علی بن حضرت سیّد محمدؒ بن حضرت سیّد یوسف بن حضرت سیّد حسنؒ بن سیّد محمد بن حضرت سیّد علیؒ بن حضرت حمزہؒ بن حضرت سیّد داؤدؒ بن حضرت سیّد زیدؒ بن حضرت سیّد ابوالحسینؒ جنیدیؒ بن حضرت حسین بن حضرت سیّد ابی عبداللہ بن حضرت سیّد محمدؒ بن حضرت سیّد عمرؒ بن حضرت سیّد یحییٰؒ بن حضرت سیّد حسین بن حضرت زید شہیدؒ مظلومؒ بن حضرت سیّدنا امام زین العابدین بن حضرت سیّدنا امام حسینؓ شہیدِ کربلا بن سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ۔(۱۱۳)

تواریخ کتب میں تحریر کیا گیا کہ آپ کا نام ''شاہ سیّد یوسف حسینیؒ ہے۔ اور عام طور پر شاہ راجو قتّالؒ کے نام سے مشہور ہے۔اور حضرت سیّد محمد بندہ نواز المعروف گیسو دراز حسینیؒ کے والد بزرگوار ہے۔شاہ سیّد یوسف حسینی اور ان کے والد حضرت سیّد شاہ علیؒ حسینی دونوں حضرت سلطان المشائخ نظام الدین محبوبِ الٰہیؒ کے مرید تھے۔اور حضرت خواجہ محمود نصیر الدینؒ چراغ دہلویؒ کے فیض یافتہ تھے''۔آپ کے والد ماجد حضرت سیّد حسینی کے

تین فرزند تھے۔

۱) شاہ سیّد یوسف حسینی المعروف شاہ راجو قتّال حسینیؒ

۲) سیّد جلال الدینؒ

۳) سیّد گُل بہارؒ

شاہ سیّد یوسف حسینی المعروف شاہ راجو قتّال حسینیؒ کے چار فرزند اور ایک دُختر تھی۔

۱) سیّد حسین مالقب شاہ چنداں حسینیؒ ان کا مزارِ مبارک والد کے گنبد کے بازو جانب مشرق واقع ہے۔

۲) سیّد محمد بندہ نواز گیسو درازؒ آپ کا روضہ گلبرگہ شریف میں ہے۔

۳) سیّد گل بہار کم سنی میں فوت ہوئے۔

۴) سیّد علی حسینی لاولد انتقال فرما گئے۔

دُختر کا نام بی بی رانی ہے۔(۱۱۴)

☆ حالات مبارک:۔

۱۴ویں صدی عیسوی کے وسط میں خاندان تغلق کے زمانے میں سیّد یوسف حسینی عرف سیّد شاہ راجو قتّال حسینی شرفاء میں تھے۔آپ سے کسی وقت فرض، سنّت اور نفل تک قضا نہیں ہوئے۔سماع کا زیادہ شوق تھا، سماع میں بے خود ہو جاتے تھے۔آپ صاحبِ تصانیف بھی ہے۔اور آپ کو کشفِ باطن حاصل تھا۔(۱۱۵)

☆ بیعت:۔

آپ کے والد بزرگوار حضرت سیّد علیؒ سلطان الاولیاء نظام الدین

محبوبِ الٰہیؒ کے سلسلے ارادت میں داخل تھے۔ بعضوں کا خیال ہیں کہ آپ نظام الدین محبوبِ الٰہیؒ کے مرید اور نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ کے فیض یافتہ تھے۔

☆ وجہ تسمیہ:۔

آپ کی عرضیت شاہ راجو قتّال ہونے کی وجہ تسمیہ یہ ہیں کہ آپ شاعر تھے اور اپنا تخلص راجا رکھتے تھے جو لفظ راجا کے بجائے راجو کہلائے جانے لگا۔ پھر آپ اسی نام سے مشہور ہوئے۔ قتّال سے مراد قتّال نفس ہے یعنی خواہشاتِ نفس کا قتل کرنا چونکہ آپ نے نفس کے ساتھ پورا پورا جہاد فرمایا تھا اس لئے شاہ راجو قتّال حسینی کہلائے جانے لگے۔ (۱۱۶)

''گلستانِ اولیا'' میں تحریر کیا گیا کہ آپ کا پورا نام حضرت سیّد یوسفؒ ہے اور لقب قتّال ہے۔ کیونکہ جب آپ حیات تھے تو آپ کو کوئی شخص نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اور وصال کے بعد بھی آپ کی مزار کے اوپر سے پرندہ بھی نہیں جا سکتا تھا۔ ایک پرندہ آپ کے گنبد مبارک کے اوپر سے گذرا تو اس پرندے کے دو ٹکڑے ہو گئے ان دو ٹکڑوں کے مزارات آپ کے پائنتی میں بنے ہوئے ہے۔ اس کی وجہ سے آپ کا لقب قتّال ہو گیا۔ (۱۱۷)

☆ دولت آباد آمد:۔

سلطان محمد تغلق نے دیو گیری کو اپنا دار السلطنت بنایا اور دولت آباد کے نام سے موسوم کیا۔ اور دہلی کے تمام لشکر کے ساتھ عمائدین، فضلاء، علماء اور بزرگانِ دین کو وہاں منتقل ہونے کا حکم دیا۔ اس سلسلے میں آپ بھی مع اپنے اہل و عیال کے ساتھ ۲۰ رمضان المبارک ۷۲۵ھ م ۱۳۲۵ء کو دہلی سے روانہ ہو کر ۴ ماہ کی مسافت طئے کر کے بروز پنچشنبہ ۷ محرم الحرام ۷۲۶ھ میں دولت آباد پہنچے۔ چند دن دولت آباد میں قیام کے بعد بالائے کوہ کے اِس مقام

پر قیام پذیر ہوئے جواب خُلد آباد کہلاتا ہے۔(۱۱۸)(۱۱۹)

کتاب ''تذکرہ اولیائے خُلد آباد شریف'' میں مصنف محمد علی خاں مجدّدی نقشبندی القادری حوالہً قلم کرتے ہیں کہ سلطان محمد تغلق شاہ کے حکم سے دلّی اُجڑی اور دکن کی عزّت بڑھی۔ دیوگیری دولت آباد آباد ہو گیا۔ اہلِ کمال فیض بخش قدموں سے سرزمین دکن کا نصیبہ جاگا۔ اس کارواں میں آپ بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ ۲۰ رمضان المبارک ۷۲۸ھ سُلطان محمد تغلق شاہ کے عہد میں دہلی سے روانہ ہوئے اور راستے کی صعوبتیں جھیلتے ہوئے چار ماہ کے سفر کے بعد ۷ المحرم ۷۲۹ھ کو دکن کے پایۂ تخت دولت آباد پہنچے۔ اور بالائے کوہ کے اس مقام پر سکونت پذیر ہوئے جواب خُلد آباد کہلاتا ہے۔(۱۲۰)

''تحفۃ النصائح'' حضرت کی شعری تصنیف ہے جس کے ۴۵ باب ہیں۔ جو کل ۷۶۷ اشعار پر مبنی ہے۔ باب چہارم میں اس شعری تصنیف کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ شاہ راجو قتّال حسینیؒ سے رسالے و نامے بھی منسوب ہیں جن میں سے اکثر عدم دستیاب ہیں۔(۱۲۱)

☆ وفات:۔

شاہ سیّد راجو قتّال حسینیؒ نے ۵ شوّال ۷۳۱ھ کو انتقال فرمایا۔ ان کا مرقدِ منوّر روضہ مقدسہ کی چار دیواری کے باہر واقع ہے۔(۱۲۲)

آپ نے ۲ رمضان المبارک ۷۲۵ھ م ۱۳۲۴ء کو دہلی سے دولت آباد ہجرت کی اور چار ماہ کے سفر کے بعد محرم الحرام ۷۲۶ھ کو دکن پہنچے ۷۳۱ھ م ۱۳۳۰ء کو اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔(۱۲۳)

۵ شوال ۷۳۱ھ م ۱۳۳۰ء میں شاہ راجو قتال حسینیؒ نے اس دارِفانی سے کوچ کیا۔ "طیب مآب چشت" تاریخ رحلت ہے اپنے مکان کے بیرونی حصے میں تدفین عمل میں آئی۔ (۱۲۴)

☆ روضہ مبارک:۔

آپ کا مزار مبارک خُلد آباد شریف میں حضرت خواجہ منتجب الدین زرزری زر بخشؒ دولھا میاں کی درگاہ سے تھوڑے فاصلے پر جانبِ مغرب واقع ہے۔ مزار مبارک پر شاندار گنبد بنا ہوا ہے۔ (۱۲۵) (۱۲۶)

(۶) نجم الدین امیر حسن بن علاء السّجزی الدہلوی الدولت آبادیؒ:۔

☆ نام ونسب:۔

امیر حسن کا نام حسن اور لقب نجم الدین ہے۔ مگر وہ امیر حسن علاء کے نام سے مشہور ہے۔ اس میں اسمِ ثانی علاء ان کے پدر بزرگوار کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جن کا لقب علاء الدین تھا۔ حسن بدایوں میں پیدا ہوئے وہ نسباً ہاشمی قریشی تھے۔ (۱۲۷)

ڈاکٹر محمد شکیل احمد صدیقی اپنی تصنیف "امیر حسن سجزی حیات اور ادبی خدمات" میں تحریر فرماتے ہیں کہ امیر حسن علاء نام نجم الدین لقب اور حسن تخلص والد کا نام علاؤ الدین تھا جو سیستان کے رہنے والے تھے۔ مولانا جامی نے بہارستان اور مولانا عبد الحق محدّث دہلوی نے اخبار الاخیار میں والد کا نام علاء سجزی لکھا ہے۔ تاریخ فرشتہ نیز برٹش میوزیم لائبریری کے فارسی مخطوطات کی فہرست (مرتبہ چارلس ریو) اور اشیاء ٹک سوسائٹی بنگال کے کتب خانہ کی فہرست (مرتبہ پروفیسر مرزا اشرف علی) میں والد کا نام علائی سجزی ملتا

ہے۔علاء یا علائی عرفیت معلوم ہوتی ہے۔جیسا کے حسین قلی نے ''نشترِ عشق'' اور سیّد احسن شیر نے خدا بخش اورینٹل لائبریری پٹنہ کی فہرست کے بنام ''نوادر'' میں علاؤالدین سیتانی المعروف بہ علائی سجزی لکھا ہے۔اسی طرح انسائکلو پیڈیا آف اسلام جلد دوّم میں بھی علاؤ الدین سیتانی المعروف بہ علائی سجزی درج ہے۔(۱۲۸)

☆ولادّت:۔

حسن کی ولادت ۶۵۱ ھ م ۱۲۵۳ء بمقام بدایوں میں ہوئی۔سرزمین بدایوں کو شروع ہی سے بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔اس کا شمار ہندوستان کے اسلامی تہذیب کے قدیم ترین مرکزوں میں تھا۔بڑے بڑے عُلماء اور مشائخ اس سرزمین سے اٹھے اور بے شمار فقراء یہاں کے فرش خاک پر ابدی نیند سو رہے ہیں۔اسی لئے یہ پیرانِ شہر مشہور ہے۔(۱۲۹)

دیگر کتب میں یہی بات تحریر کی گئی ہیں کہ نجم الدین امیر حسن سجزیؒ کی پیدائش ۶۵۱ ھ م ۱۲۵۳ء بمقام بدایوں میں ہوئی۔ساتھ میں اس بات کی بھی وضاحت کی ہے کہ امیر حسن کا مولد جو تذکرہ نگاروں نے دہلی لکھا ہے اس کی تردید خود امیر حسن کے مندرجہ شعر سے ہوتی ہے۔

پروردہ فضل ایزدش ارشاد غیبی مرشدش

بودہ بدایوں مولدش دہلی ست فشا داشتہ۔(۱۳۰)

وحیدہ نسیم صاحبہ،محمد علی مجدّدی نقشبندی القادری،مولوی رونق علی صاحب نے اپنی تصنیف میں نجم الدین امیر حسن سجزی کی پیدائش دہلی میں ہوئی تحریر کیا ہے جو درج بالا شعر سے غلط ثابت ہوتی ہے۔''روضتہ الاولیاء'' میں سیّد غلام علی آزاد بلگرامیؒ نے نجم الدین امیر حسنؒ کی جائے ولادت ہندوستان بتایا ہے انھوں نے کسی شہر کو نامزد نہیں کیا ہے۔(۱۳۱)

☆تعلیم:۔

دہلی میں آپ کی تعلیم وتربیت ہوئی نجم الدین امیر حسن کی تعلیم کے بارے میں تفصیلی حالات نہیں ملتے۔ان کی نظم ونثر کو دیکھ کر پتہ چلتا ہے کہ ان کی علمی استعداد مکمل تھی فارسی کے ساتھ ساتھ عربی میں بھی انھیں مہارت حاصل تھی۔جس کا ثبوت ان کی کتابیں اور نظم ونثر میں عربی کے برجستہ فقرے اور مصرعے ہیں۔دیباچہ ''کلیاتِ حسن'' مرتبہ مسعود حسن محوی نے لکھا ہے کہ نحو عربی میں امیر حسن کی ایک مشہور کتاب ''قواعد النحو'' تھی۔یہ حسن کی عربی دانی کا ایک بہترین ثبوت ہے۔یہ ہندوستان کا ایک عظیم المرتبت فارسی گو شاعر اور نثر نگار جو ہندوستان کے فارسی گو شعراء کی صفِ اوّل میں ہے۔''سعدی ہند'' کہلاتا ہے۔(۱۳۲)(۱۳۳)

☆دہلی سے دکن، دیوگیر، دولت آباد آمد:۔

شیخ محمد اکرام اپنی تصنیف ''آبِ کوثر'' میں تحریر کرتے ہیں کہ نجم الدین امیر حسن سجزیؒ ویرانی دہلی کے وقت زندہ تھے اور سُلطان محمّد بن تغلق کے حسبُ الحکم آپ کو دہلی کو خیر آباد کہہ کر دولت آباد آنا پڑا۔(۱۳۴)

''فوائد الفواد'' میں بھی اسی بات پر اتفاق کیا گیا ہے کہ نظام الدین دہلویؒ کی وفات کے بعد امیر حسن سجزیؒ کو محمّد بن تغلق کے زمانۂ حکومت میں دولت آباد کوچ کرنا پڑا۔(۱۳۵)

ڈاکٹر شکیل احمد صدیقی اپنی تصنیف ''امیر حسن سجزی حیات اور ادبی خدمات'' میں رقم طراز ہے کہ ۷۲۵ھ م ۱۳۲۵ء کا سال امیر حسن کے لئے سخت جانفرسا ثابت ہوا کیونکہ اسی سال ان کے پیر و مرشد حضرت محبوبِ الٰہیؒ اور ان کے برادر معنوی اور عزیز ترین دوست امیر

خسروؒ نے سفر آخرت اختیار کیا۔ ان دونوں کی جدائی سے امیر حسن پر کیا گذری ہوگی۔

ان جانکاہ سانحات کے بعد دو سال انھوں نے دہلی ہی میں گذارے اس کے بعد جب ۷۲۷ھ میں محمد شاہ ابن تغلق نے پائے تخت دہلی سے دیوگیر دولت آباد منتقل کیا تو دہلی کے جملہ باشندوں کی طرح نجم الدین امیر حسن کو بھی دیوگیری آنا پڑا۔ حسن کے دیوگیری آنے کے بارے میں بعض کا خیال ہے کہ وہ سلطان المشائخ کی زندگی میں آپ کے ایک خلیفہ بابا برہان الدین غریبؒ کے ساتھ سلطان المشائخ کے ہی حکم سے گئے تھے۔ یہ بات حسن بن موسیٰ شطاری نے اپنی تصنیف ''گلزارِ ابرار'' میں تحریر کیا ہے۔

اگر سلطان المشائخ نے آپ کو دیوگیری بھیجا ہوتا تو امیر خورد ضرور اس کا ذکر کرتے۔ اس کے برعکس حسن کے بیشتر تذکرہ نگار اس بات پر متفق الفظ ہیں کہ وہ پائے تخت کی تبدیلی کے وقت سلطان محمد تغلق کے حکم سے دیوگیری گئے۔ (۱۳۶)

نجم الدین امیر حسن سجزیؒ دُنیائے ادب میں بہترین شاعر کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔ فارسی شاعری کا ضخیم دیوان ہے۔ ''فوائد الفواد'' ان کی ملفوظاتی کتاب ہے آئندہ باب میں اس پر تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ ان کی تصنیف میں رسائل بھی موجود ہیں ان کا ایک رسالہ ''مخ المعانی'' کا ذکر ''فوائد الفواد'' میں ملتا ہے۔

☆وفات:۔

۲۹ صفر ۷۳۷ھ م ۳۰ جولائی ۱۳۳۶ء دولت آباد جانے کے دس گیارہ سال کے بعد چمنستان شاعری کا یہ طوطی عالم خاکی سے ملک بقا کی طرف پرواز کر گیا۔ (۱۳۷)

نجم الدین امیر حسن سجزیؒ کی وفات کے بارے میں اختلافات ہیں شیخ محمد اکرام، رونق علی

صاحب، محمد علی مجدّدی نقشبندی نے اپنی تصنیفات میں ۳۸ےھ تحریر کیا ہے۔ لیکن لچھمی نارائن شفیق نے ''گلِ رعنا'' میں عبدالرزّاق شاہ نواز خاں نے ''بہارستان'' میں حسین قلی خان نے ''نشترِ عشق'' میں اور مولانا عبدالحیی نے ''نزہت الخواطر'' میں سنِ وفات ۳۷ےھ لکھا ہے یہی زیادہ مستند معلوم ہوتا ہے۔

☆مزار مبارک:۔

نجم الدین امیر حسن سجزیؒ کی مزار خُلد آباد میں ہے جو دولت آباد سے ۱۲ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہاں متعدد جلیل القدر بادشاہوں کے مقبرے اور بزرگانِ دین کے کافی مزارات ہیں۔ امیر حسن کا مزار العرفان ہائی اسکول کے قریب خلد آباد کی چہار دیواری کے باہر واقع ہے۔ احاطہ کی چار دیواری نہایت مستحکم پتھروں سے بنی ہے۔ جو دور سے نظر آتی ہے چہار دیواری کے دروازے پر ایک کتبہ ہے جس پر مندرجہ ذیل عبارت کندہ ہے۔

''اَللّٰھمَّ صل علی محمد و علی اٰل محمد

کتبہ محمد یحییٰ خادم تعمیر مزار''

چہار دیواری کے احاطہ کے اندر مسجد ہے۔ احاطہ کے وسط میں امیر حسن دہلوی کا مزار ہے مزار کے چاروں طرف سنگ مرمر کی ڈیڑھ دو فٹ اونچی جالی دار چار دیواری ہے۔ مزار کے سرہانے کتبہ بھی ہے۔ یہ کتبہ ۳۰۔۳۵ سال سے زیادہ پرانہ نہیں معلوم ہوتا۔ کتبے کی عبارت یہ ہے۔

هوالحیی القیوم

نجم الدین خواجہ امیر حسن دہلوی

بن علاء سجزیؒ صاحب "فوائد الفواد"

ولادت ۶۵۲ھ

وفات ۷۳۸ھ مخدوم الاولیاء(۱۳۸)

(۷) خواجہ حُسینؒ وخواجہ عمرؒ:۔

☆ نام ونسب:۔

ان کا اسمِ گرامی حضرت خواجہ حُسین وحضرت خواجہ عمر ہے بعض کتابوں میں حضرت خواجہ عمر کا نام حضرت خواجہ عمرو بھی آیا ہے۔ان کی جنم بھومی شیراز ہے۔ان کے والد سیّد محمود بڑے اولیاءاللہ میں سے تھے اُن کا مزار شیراز میں ہے۔ان کے دو سعادت مند بیٹے پیدا ہوئے خواجہ حسین وخواجہ عمرؒ بڑے نامی تاجروں میں سے تھے۔اور خوب ٹھاٹ سے زندگی بسر کرتے تھے۔(۱۳۹)(۱۴۰)

☆ شیراز سے ہندوستان آمد:۔

حضرت خواجہ حُسینؒ صاحب بڑے اور حضرت خواجہ عمرؒ صاحب چھوٹے تھے خواجہ عمرؒ لاولد فوت ہوئے اور خواجہ حُسینؒ صاحب سے حضرت خواجہ زین الدین عرف بائیس خواجہ پیدا ہوئے۔حضرت خواجہ حُسینؒ وعمرؒ دونوں حضرت خواجہ شیخ المشائخ نظام الدین دہلویؒ کے مرید تھے۔جب زین الدینؒ شیراز سے حرمین شریفین کی زیارت کو تشریف لے گئے اور زیارت کے بعد دہلی آئے خواجہ حسینؒ کو فرزند دلبند کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا اور محبت پدری تمام اہلِ

بیعت کے ساتھ دہلی آ کر فرزند دلبند کے دیدار سے آنکھوں کو روشن کیا۔(۱۴۱)

سیّد غلام علی آزاد بلگرامی ''روضۃ الاولیا'' میں رقم طراز ہیں کہ خواجہ حسینؒ کے فرزندار جمند مولانا زین الدین داؤد حرمین شریفین کے راستے سے ہندوستان کی طرف آئے تو خواجہ حُسین کو بیٹے کی محبت نے اکسایا۔ اور وہ اپنے بھائی اور اہل وعیال کے ساتھ رختِ سفر باندھ کر ہندوستان آ گئے۔(۱۴۲)

☆ دولت آباد آمد، قیام دولت آباد:۔

مولوی رونق علی اپنی تصنیف ''روضۃ الاقطاب'' میں ضبطِ تحریر کرتے ہیں کہ جب محمد بن تغلق نے تمام دہلی کی عوام کو دولت آباد، دیوگیری منتقل ہونے کا حکم دیا تو اس حادثے میں حضرت خواجہ حُسینؒ و حضرت خواجہ عمرؒ دیوگیری رونق افروز ہوئے۔(۱۴۳)

دوسری اور تاریخ میں ہیں کہ جب محمد تغلق نے حکم دیا کہ دہلی کی تمام رعایاں دیوگیر کو روانہ ہو تو وہ خود تمام اراکین امراء معہ رعایا کو ساتھ لے کر دیوگیری آیا اور دیوگیری کا نام دولت آباد رکھا۔ اور اسی ہنگامہ میں دونوں بزرگوار بھی بزرگانِ دین کے قافلے کے ساتھ دولت آباد آ گئے۔(۱۴۴)

☆ وفات:۔

حادثے دہلی میں بزرگانِ دین کے قافلے میں یہ دونوں بزرگ بھی دیوگیر دولت آباد جلوہ افروز ہوئے اور ۲۷ شعبان ۷۵۲ھ کو انتقال فرمایا ''یافت ابراھیم'' مادہ تاریخ ہے۔(۱۴۵)

''گلستانِ اولیاء'' میں تحریر ہیں کہ حضرت خواجہؒ نے ۲۷ شعبان ۷۵۲ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا یہ عبارت اس بات کی صراحت کر رہی ہے کہ حضرت خواجہ حُسینؒ کی وفات کا ذکر نہیں ہوا یا

اُن کی تاریخ گوشۂ گمنامی میں پنہاہ ہے۔البتہ حضرت خواجہ حسینؒ وحضرت خواجہ عمرؒ دونوں بھائیوں کے مزارات ایک ہی جگہ ہیں۔دونوں مزارات ایک ہی گنبد میں واقع ہے۔(۱۴۶)

☆گنبد مبارک:۔

دونوں بھائیوں یعنی خواجہ حسینؒ وخواجہ عمرؒ کے قبور پُر نور روضہ مقدسہ کے حصار کے باہر دامن کوہ میں ایک گنبد کے اندر واقع ہے۔(۱۴۷)

مولوی رونق علی صاحب اپنی تصنیف ''روضتہ الاقطاب''میں لکھتے ہیں کہ ان کا مزار شریف روضہ خُلد آباد میں واقع ہے ان کی قبر پر گنبد ہے اور گنبد چہار دیواری سے گھیرا ہوا ہے۔درگاہ کے غرب نالہ اور جنوب قبرستان اور مشرق میں سڑک اور شمال ہوڑے کا دامن ہے۔(۱۴۸)

(۸) ☆فریدالدین بادیبؒ:۔

آپ کا اسمِ گرامی فریدالدینؒ ہے۔بابا برہان الدین غریبؒ کے مشہور مریدوں میں سے ہے۔اپنے مرشد برہان الدین غریبؒ سے ۱۳ دن قبل انتقال ہوا لہذا زیادہ شہرت نہیں پائی۔(۱۴۹)

☆لڑکپن:۔

بچپن ہی سے مولانا کے ہر ایک حرکات وعادات سے سعادت کی علامتیں نظر آتی تھی۔آپ ہی سے منقول ہیں کہ فرماتے ہے میں پندرہ سال کا تھا اپنے ماموں کے ساتھ ایک مجلس میں گیا وہاں سماع ہورہا تھا اس محفل میں ہمارے شیخ یعنی بابا برہان الدین غریبؒ بھی تشریف فرما تھے۔میرے ماموں نے مجھ کو حضرت شیخ کے قدموں میں ڈالا یعنی قدم بوسی کروایا میں نے دل میں نیت کیا کہ اگر شیخ صاحبِ وِلایت ہے تو مجھ کو کم کھانے کی نعمت حاصل

ہو جائے۔ جب میں اس مجلس سے واپس آیا حق تعالیٰ نے دُنیا کی محبت میرے دل پر سے سرد کر دی اور قلّت طعام یہ نوبت پہنچی کہ دن بھر میں ایک روٹی وقت سے کھا سکتا تھا۔ (۱۵۰)

☆ارادت:۔

بہ روایت کتاب ''غرائب الکرامات'' فرید الدین بادیبؒ اٹھارہ سال کی عمر میں مریدی کے شرف سے بہرہ اندوز ہوئے۔ مولانا جس روز حضرت شیخ کی خدمت میں مرید ہوئے حضرت شیخ نے فرمایا کہ یہ جوان میری نظر میں آج اس طرح آیا ہے کہ کوئی مرید تیس سال تک پیر کی خدمت میں رہا ہو۔ (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳)

☆عنایت شیخ:۔

حضرت بابا برہان الدین غریبؒ نے فرمایا کہ فرید تیرا خط اُستاد کے خط کے برابر ہو گیا۔ یعنی حصول منازل، سلوک و عرفاں میں پیر کے ہم پلّہ ہو گیا۔ یعنی کمال حاصل کر لیا۔ اور ایک مرتبہ مولانا کو حضرت شیخ نے یہ بھی فرمایا کے جو نعمت ظاہری و باطنی رکھتا ہوں وہ تجھ کو دے دیا ہوں۔ اور بھی حضرت شیخ نے فرمایا کہ کل اگر قیامت کے روز اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ برہان تو نے ہماری بارگاہ میں کیا تحفہ لایا عرض کرونگا فرید کو لایا ہوں۔ (۱۵۴)

☆وفات/ اجابت دُعا اور اختیاری موت:۔

قاضی فرید الدینؒ سے منقول ہے کہ کہتے ہے میں ایک روز مولانا فرید الدین ادیبؒ خلیفہ شیخ قدس سرہ کی پابوسی کو گیا دیکھتا ہوں کہ مولانا اکیلے بیٹھے ہوئے زار۔ زار رو رہے ہیں اور اپنے ہوش و حواس کھو رہے ہے۔ جو رونا موقوف کیا اور ہوش میں آئے میں نے عرض کیا کہ مولانا اس قدر رونے کا سبب کیا ہے۔ فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ حضرت شیخ کا حکم

ہے کہ بعد وفات کے حضرت شیخ کی جگہ پر میں بیٹھوں یعنی سجادہ بنو بھلا میری کیا طاقت ہے کہ شیخ کی جگہ پر جانشین ہوسکوں میں نے خُدا سے دعا مانگی ہے کہ حضرت غریبؒ سے پہلے ہی اس عالم سے رُخصت ہو جاؤں چونکہ آپ ''مستجاب الدعوات'' تھے آخر ایسا ہی ہوا بابا برہان الدین غریبؒ کی وفات کے ۱۳ روز قبل ۲۹ محرم الحرام ۷۳۸ھ میں ریاضِ رضواں میں خراماں خراماں سدھارے۔(۱۵۵)

''غرائب الکرامات'' میں درج ہے کہ ۲۹ محرم کو حضرت خواجہ فرید الدین بادیبؒ یادِ حق میں آنکھ بند کر کے مشغول تھے۔ کہ ایک مرید نے آواز سے کلمہ پڑھا تھوڑی دیر کے بعد آپ نے آنکھ کھول کر اس مرید کو کہا تو نے کیا مجھے یادِ حق سے غافل سمجھا ہے خبردار ایسی گُستاخی عاشقانِ خدا سے کبھی مت کرنا ورنہ نقصان پائے گا اور اتنا کہہ کر جاں بحق ہو گئے۔ آپ کا وصال حضرت شیخ کی وفات سے ۱۳ روز قبل ۲۹ محرم الحرام ۷۳۸ھ م ۱۳۳۷ء میں ہوا۔ مادہ تاریخ رحلت کلیم۔ ملک رحمت سحر عشق ہے جن سے ۷۳۸ سن برآمد ہوتا ہے۔(۱۵۶)

☆ **مزار مبارک:۔**

فرید الدین بادیبؒ کی مزار مبارک منتجب الدینؒ کے احاطہ حریم کے باہر طرف مستعل جانب غرب واقع ہے۔(۱۵۷)

**(۹) نصیر الدین پون پیک:۔**

آپ بابا برہان الدین غریبؒ کے مشہور چار خلفائے کبار سے ایک خلیفہ ہے صاحب غرائب نے لکھا ہے کہ آپ مقبول صاحبِ دل غریض دریائے عشق سوختہ آتش محبت تھے۔ آپ کو نہایت غلبہ شوق کمال انس رہتا تھا۔ آپ پر کبھی نفس کا قابو نہیں

چلا۔ اکثر طریق محو پر بسر کیا۔ ایک عالم آپ کے فیض کرامات سے معمور اور نورِ باطن سے منوّر رہے۔ علاوہ اس بزرگی کے یہ طرہ ہے کہ آپ نونہال دودمان سیادت میوۂ بوستان شاہ ولایت شعبۂ خاندان رسالت ہیں۔ (۱۵۸)

نصیرالدینؒ صاحب پون پیک کا شمار بابا برہان الدین اولیاءؒ کے مقبول خلفاء میں ہوتا ہے۔ آپ کے حسب کی شاخ کا درخت ولایت سے اور نسب کی ڈالی شجرۂ نبوت سے ملی ہے۔ (۱۵۹)

☆ شوق عبادت:۔

آپ عابد و زاہد تھے نوافل و عبادت کے اسرار و صفائی باطن کے اوراد حضرت شیخ سے دریافت فرمایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ نوافل و سنّت میں بعض آیات قرآنی سورے پڑھنے کی فضیلت بیان فرمارہے تھے۔ جب یہ فرمایا کہ فرض عشاء کے بعد دو سنّت دو نفل پڑھ کر چار رکعت بہ نیت سنّت عشاء ادا کریں پہلی رکعت میں بعد فاتحہ آیت الکرسی عظیم تک تین مرتبہ دوسری میں اخلاص و موذتین ایک ایک مرتبہ پھر اسی قراۃ سے بقیہ دو رکعتیں بھی ادا کریں حضرت سیّد السادات نصیرالدینؒ نے عرض کیا یہ چار سنّتوں کے پڑھنے سے جو کچھ حسد، بغض، بخل اس میں ہے وہ دور ہو جائے گا۔ (۱۶۰)

☆ عطا خلافت:۔

آپ نے اکثر پیر کی خدمت میں رہے کر تکمیل سلوک حاصل کر لی تھی چنانچہ مرض آخر میں بھی آپ پیر کے پاس موجود تھے۔ کتاب ''شمائل الاتقیاء'' بیان خلافت میں تحریر ہے کہ حضرت شیخ نے آخر وقت کا کاسعد بخت خادم کو وصیّت فرمایا تھا کہ میری وفات کے تیسرے دن بعد فاتحہ

سیّوم حضارمحل کے روبروایک خرقۂ خلافت معہ اجازت نامہ خواجہ سیّدزین الدین شیرازیؒ کو ایک خرقۂ خلافت واجازت نصیرالدینؒ پون پیک کوعطا کردینا۔ چنانچہ حسب وصیت حضرت کاکاؒ نے تیسرے دن سب کے سامنے دونوں بزرگان سیادت نشان کوخرقہائے خلافت و اجازت نامے عطا کیا۔ تمام امراء وملوک وخاناں نے ان کو پڑھ کردیکھااوران ہردو بزرگوں کی خلافت وفضیلت کااصرار کر کے دست بوس ہوئے اور مبارک باددی۔ (۱۶۱)

☆لقب پون پیک:۔

یہ مشہورروایت ہے کہ آپ کثرت ریاضت کے سبب روحانیت غالب اور جسمانیت لطیف ہوکرآپ کومقام سیرطیر حاصل تھااورہوا کی طرح تیز چلتے تھےاس لئے پون پیک ہوا کا قاصد مشہور تھے۔

☆وفات:۔

آپ کے سن وفات کاپوری طرح پتہ نا چل سکا تاہم ''بقیۃ الغرائب'' سے واضح ہوتا ہے کہ آپ ۱۶۷ھ کے قبل انتقال فرما چکے تھے۔ (۱۶۲)

☆مزار مبارک:۔

احمد نظام شاہ کے گنبد سے پچھم اورشاہ راجوقتال حسینیؒ صاحب کی درگاہ کی مسجد سے باہر گوشۂ شمال وغرب میں نصیرالدینؒ پون پیک کی مزار مبارک ہے(۱۶۳)
اورتاریخ سے پتہ چلتا ہیں کہ حضرت خواجہ نصیرالدین پون پیکؒ کامزار مبارک پنچ بیبیاں کی چبوترے کے پائتی میں درخت کے نیچے بلند چبوترے پر ہیں۔ (۱۶۴)
(۱۰) فخرالدین انصاری المعروف پیر مبارک کارواں چشتیؒ:۔

سیّد غلام علی آزاد بلگرامی اپنی تصنیف ''روضۃ الاولیاء'' میں تحریر کرتے ہیں کہ بعض حضرات کو خواجہ مبارک غوری کا مزار احاطہ باادیب میں ہونے سے ہم نامی کے سبب یہ دھوکہ ہوا کہ مولانا فخر الدین ملک مبارک کا مزار بھی وہی ہے۔ اور پیر مبارک صاحب کوئی علحیدہ بزرگ ہے۔ جو درحقیقت ایسا نہیں ہے۔

تواریخ و ملفوظ غرائب سے بابا برہان الدین غریبؒ کا خلیفہ ہونا امر مسلمہ ہے۔ احاطہ فرید الدین باادیب کے مزارات پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ چاروں میں صرف ایک مزار امتیازی حیثیت کا بنا ہوا ہے جو خود بتاتا ہے کہ مولانا فخر الدین باادیبؒ خلیفہ شیخ نہیں ہے۔ اگر ان میں مولانا فخر الدین بھی یہی آسودہ ہوتے تو ضرور بہ وجہ خلیفہ و ہم مرتبہ ہونے کے آپ کا مزار بھی امتیازی حیثیت سے بنایا جاتا باقی تینوں مزار مساوی طور پر ہیں۔ جس سے ثابت ہو گیا کہ ملک مبارک معروف یہاں پر نہیں ہے۔

☆ سلسلہ نسب/شجرۂ نسب:۔

تاریخ محمدیہ میں آپ کا سلسلۂ نسب حضرت سلطان ایوب انصاریؓ سے اس طرح ملتا ہے کہ فخر الدین انصاری پیر مبارک کارواںؒ بن تاج الدین بن حسام الدین بن علاؤ الدین انصاری بن فرید الدین بن نظام الدین بن ابراہیم انصاری بن ممریز انصاری بن یعقوب بن شمس الدین بن ضیاء الدین بن منہاج الدین انصاری بن نصیر الدین بن عبداللہ انصاری بن ایوب انصاری بن تمیم انصاری رضی اللہ عنہم۔ (۱۶۵)

☆ خاندان:۔

فخر الدین انصاری المعروف پیر مبارک کارواں چشتیؒ حضرت ابوایوب

انصاریؓ صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد سے ہیں۔ یہ وہی صحابی ہیں جنھیں حضرت کے زمانے میں سب سے اوّل مہاجرین اور آنحضرت کی میزبانی اور مہمان نوازی کا شرف حاصل ہوا تھا۔ مسجد نبوی اور مہاجرین کے حجرے ابھی تیار نہیں ہوئے تھے۔ قافلہ رسالت پناہی یعنی مہاجرین اور حضوری آپ کے مکان میں مقیم تھے۔ حضرت ابو منصور امت الانصاری، شیخ السلام حضرت خواجہ عبداللہ انصاری، ملک محمود شاہ انجو خواجہ میر ک علی شاہ اور قاضی ملک ولی شاہ وغیرہ جلیل القدر اصحاب بھی حضرت ابوایوب انصاری کے اولاد سے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ نہایت ہی نامور اور مشہور بزرگ ہوئے ہیں۔ (۱۶۶)

☆ آباواجداد:۔

فخر الدین انصاری المعروف پیر مبارک کارروان چشتی کے اجداد محمد بن قاسم کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے کہتے ہیں کہ سندھ میں ان کی حکومت قائم تھی۔ اس بناء پر نظام الدین اور حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ حضرت مولانا فخر الدینؒ انصاری ملک زادے سے مخاطب فرماتے تھے۔ آپ کے والد حضرت شمس الملک تاج الدین انصاریؒ قاضی شہر تھے۔ تغلق خاندان کا دورِ حکومت تھا اور کیلوکھڑی میں دولت کدہ تھا۔ اپنے زمانے میں علم و فضل میں ممتاز تھے۔ شیخ نظام الدینؒ نے اپنے زمانے تعلیم میں آپ سے تلمذ کیا اور مقامات حریری پڑھی تھی شہر کے اکثر علماء آپ کے شاگرد تھے۔ شیخ نظام الدین فرماتے ہے کہ جب میرا سبق ناغہ ہوجاتا اور دوسرے دن ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تو فرماتے

''آخر کم از آنکہ گاہے: آئی وہما کنی نگاہے۔'' (۱۶۷)

☆ ارادت:۔

ایک روز ملک مبارک حضرت قطب المدار بابا برہان الدین غریبؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب شیخ نے آپ کے چہرے سے علامت سعادت و دولتِ نعمت معائنہ کیا تو قوت باطنی سے اپنے طرف کھینچا چنانچہ کئی مرتبہ آپ ملاقات کو حاضر ہوئے لیکن حرفِ ارادت زباں پر نہیں لایا دل ہی میں پوشیدہ رکھا جب اس کا وقت پہنچا بغیر کہے شیخ نے دستِ بیعت دیا۔ اور کلاں ارادت آپ کے سر پر رکھی۔ ارادت کے بعد ریاضت و سلوک میں کمر ہمت باندھی مگر لباس امیرانہ و ملازمت شاہانہ قائم تھی۔ (۱۶۸)

☆وفات:۔

فخر الدین انصاری المعروف پیر مبارک کارروان چشتیؒ کی وفات ۵ شوال ۷۶۴ھ کو ہوئی آپ کا عرس شریف بھی اسی دن ہوتا ہے۔ (۱۶۹)

سیّد غلام علی آزاد بلگرامیؒ اپنی تصنیف ''روضۃ الاولیاء'' میں رقم طراز ہیں کہ دوبارہ حج سے واپس ہو کر دولت آباد تشریف لائے اور آخر عمر تک کمال تجرید کے ساتھ شیخ کے طریقے پر بسر کیا اور ۵ شوال کو عالمِ جاودانی کی طرف کوچ کیا اور اسی تاریخ کو سالانہ عرس ہوتا ہے۔ (۱۷۰)

☆مزار مبارک:۔

مورخین آپ کا مزار کاغذی پورے سے شمال مغرب کی جانب تقریباً آدھا پون میل کے فاصلے پر شاہ جلال الدین گنج رواںؒ کی درگاہ سے ایک میل ٹیکڑی پر آپ کا مزار مبارک بتلاتے ہے۔ لیکن تاریخِ حقائق اور حضرت کے حالات متفریق کتابوں میں مثلاً روضۃ المشائخ، سوانح عمری حضرت علاؤ الدینؒ، روضۃ الاقطاب اور دیگر کتب پڑھنے سے یہ

ظاہر ہوتا ہے کہ منتجب الدین زرزری زربخشؒ کی درگاہ کے جنوبی حصّے کی مغربی دیوار کے دروازے سے باہر جائے تو وہاں چاردیواری نظر آئے گی۔ جس میں مولانا فریدالدینؒ فخر الدین شمس الملک پیر کارروان ہیں ان کے والد کا خطاب شمس الملک تھا اسی لئے مزار مبارک وہی ہونے کی تصدیق ہوتی ہے۔ روضتہ الاولیاء میں اس موضوع پر دلائل پیش کرتے ہوئے مترجم عبدالمجید صاحب نے مزار مبارک کا غذی پورے کے قریب ٹیکڑی پر بتلایا ہے۔ (۱۷۱)

(۱۱) ☆ شاہ خاکسار:۔

آپ کی ولادت شہر بیجاپور میں ہوئی اور آپ خاندان سادات سے ہیں ارادت کا سلسلہ حضرت سلطان المشائخ سیّد عبدالقادر جیلانیؒ سے ملتا ہے۔ اس طریقے پر حضرت شاہ خاکسار قدس سرہ مرید شاہ مہتاب قدس سرہ و مرید شاہ منتجب الدین قدس سرہ و مرید شاہ رکن الدین نوری قدس سرہ و مرید شان اللہ و مرید شاہ بدرالدین قدس سرہ کے و مرید شاہ عبدالواہاب محرم رام قدس سرہ کے و مرید سیّد عبدالرحمٰن شاہ کونینؒ کے و مرید سیّد نسیم الدین قدس سرہ کے و مرید سیّد زین العابدین قدس سرہ کے و مرید شیخ سیّد عبدالرزّاق قدس سرہ کے و اپنے والد بزرگوار حضرت غوثِ اعظم شاہ عبدالقادر جیلانیؒ کے ہیں۔ (۱۷۲)
(۱۷۳)(۱۷۴)(۱۷۵)(۱۷۶)

☆ وصّیت عجیب اور وفات:۔

حضرت شاہ خاکسار صاحب نے مرتے وقت اپنے ایک ارادت مند سے وصّیت کی کہ مجھے بغیر غُسل دفن کرنا جب وصال ہوا لوگوں نے غُسل دینا چاہا جس سے

وصیت کی تھی وہ مانع ہوااور شاہ صاحب کی وصیت بیان کی آخر کار یہ قرار پایا کہ جسم کا کوئی وضو دھوکر دیکھ لیا جائے اگر کچھ آشکارا ہوتو خیر ورنہ غُسل دے کر دفن کر دے غرض ایک ہاتھ کی چھوٹی انگلی دھوئی پانی ڈالتے ہی وہ راخ ہوکر گر گئی۔ جس سے معلوم ہوا کہ شاہ صاحب نے خود کو اپنی زندگی میں ہی ''موتو قبل ان تموتو

خاک شو پیش از انکہ خالی شوئی''

کا مصداق بنا رکھا تھا اور ظاہر و باطن خاکسار ہو گئے تھے پس اس وقت بغیر غُسل دفن کر دیا گیا۔ (۱۷۷)

☆مزار مبارک:۔

حضرت شاہ خاکسارؒ نے ابوالمظفر شاہ اورنگ زیب کے شباب سلطنت میں وفات پائی اور اسی تکیہ میں مدفون ہوئے جس میں رہتے تھے۔ یہ کوہستانی مقام جہاں پر شاہ صاحب مدفون ہے خُلد آباد سے گوشۂ جنوب و غرب میں اندازاً ڈیڑھ میل کے فاصلے پر ہے۔ اس مقام پر کوئی قصر عالیشان یا دُنیا کا خدم وحشم یا امیرانہ جاہ وجلال نہیں ہے صرف دو گنبد ہیں جن کی عظمت و شان دُنیا کے شاہانِ عظمت و جلال سے بہت بڑھی ہوئی ہے۔ یہ دونوں گنبد ایک مستطیل ٹیکڑی پر شرقاً و غرباً واقع ہے۔ اور بہ اعتبار وضع اور عظمت کے خُلد آباد کے اور گنبدوں سے چھوٹے ہیں۔ شاہ خاکسارؒ کا مزار پچھّم والے گنبد میں ہے ان گنبدوں کو اونچی اونچی پہاڑی ٹیکڑیاں چہار طرف سے اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں۔

یہ پہاڑی خُلد آباد کی تمام پہاڑیوں سے ہر موسم میں شاداب رہتی ہے خصوصاً موسمِ برسات میں چٹانوں پر سبز سبز گھانس جس کو قدرتی مخملی فرش کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا

یہ بہت حسین معلوم ہوتی ہے۔(۱۷۸)

غرض شاہ خاکسارؒ کے حالات زندگی پوری طرح دستیاب نہیں ہوسکے البتہ اتنا معلوم ہوا کہ آپ کے ایک خلیفہ رُکن الدین تھے جو گلبرگہ کرناٹک میں رہے اور وہی ان کا وصال ہوا اور وہی مدفون ہے۔(۱۷۹)

(۱۲) بابو جلالؒ صاحب:۔

بابو جلالؒ کے حالات وواقعات سے کُتب تاریخ خاموش ہے۔نہ ہی ان کے شجرۂ نسب کا پتہ چلتا ہے اور نہ ہی سلسلۂ نسب معلوم ہوتا ہے۔البتہ محمد سامانی نے اپنی تصنیف ''سیری محمدی'' میں لکھا ہیں کہ شیخ بابو جلالؒ صاحب مردِ بزرگ اور صاحبِ نعمت تھے۔سماع کا بہت شوق تھا اور آپ کا بیشتر وقت اسی میں گذرتا تھا۔سماع میں بے خود ہوکر منہ سے کف جاری ہوجاتا تھا اس بے خودی میں زباں سے جو نکل جاتا اکثر اسی کا ظہور ہوتا۔حضرت یوسف حُسینی المعروف شاہ راجو قتال حُسینیؒ جب دولت آباد تشریف لائے تو آپ یعنی حضرت بابو جلالؒ کی ملاقات کو گئے حضرت سیّد حُسینی بندہ نواز گیسودرازؒ بھی اس وقت ان کی عمر چار برس تھی والد بزرگوار کے ہمراہ تھے۔حضرت بابو جلالؒ نے ان کو دیکھ کر فرمایا تھا کہ یہ بہت بڑا ولی کامل ہوگا۔حکمِ خُدا سے وہی ظہور میں آیا جیسا آپ نے فرمایا تھا۔آپ مستجاب الدعوات تھے اکثر حاجت مند آپ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔(۱۸۰)(۱۸۱)(۱۸۲)۔

☆مزار مبارک:۔

قاضی ضیاءالدین سنائیؒ کی درگاہ کے جانب جنوب تقریباً تین سوفٹ کے

فاصلے پر آپ کا مزار ہے۔ بابوؒ جلال صاحب کے قبر پر گنبد ہے گنبد کا ایک گوشہ گر گیا ہے۔ لیکن حال ہی میں کسی عقیدت مند نے گنبد کی تعمیر نو کی قاضی ضیاء الدینؒ صاحب کے عرس کے ساتھ ۲۹ ذی قعدہ کو آپ کا بھی عرس ہوتا ہے۔ (۱۸۳)

(۱۳) بی بی عائشہ صاحبہؒ:۔

بی بی عائشہ صاحبہؒ اپنے والد کے سائے میں مُلتان میں پرورش پائی پھر دہلی آ گئیں اور وہاں سے دکن ہجرت کی۔ روضۃ الاقطاب میں مولوی رونق علی صاحب نے تحریر کیا کہ:

''بی بی صاحبہ کے حالات ''فتوح الاولیاء'' کے سوا دوسری کتاب میں میری نظر سے نہیں گذرے مولّف فتوح الاولیاء نے صاف الفاظ میں بی بی صاحبہ کا نا سلسلۂ نسبی بتلایا ہے اور نہ لکھا ہے کہ وہ دولت آباد کب اور کس کے ساتھ تشریف لائی آنے کے نسبت لوگوں کا یہ قیاس ہے کہ منتجب الدینؒ کے ساتھ تشریف فرما ہوئی ہوگی کیونکہ بابا برہان الدینؒ جس وقت دولت آباد آئے وہ وہاں موجود تھی۔ اسی طرح نسب کے بارے میں فتوح الاولیاء کے اس بیان پر جس وقت برہان الدینؒ دہلی سے دکن آنے لگے حضرت شیخ الاسلام نظام الدینؒ نے منجملہ نصائح اور ہدایات کے ایک نصیحت یہ بھی کی تھی کہ میری پیرزادی صاحبہ بی بی عائشہ کی خدمت سے جو دولت آباد میں مقیم ہیں غافل نہ رہنا ہر شخص کا خیال ہے کہ حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ صاحب کی صاجبزادی تھیں۔

لیکن بابا صاحب کے تذکرے میں جس قدر کتابیں دیکھنے میں آئی کسی میں بی بی عائشہ صاحبہ کا ذکر نہیں دیکھا گیا بابا صاحب کثیر العیال ضرور تھے ممکن ہے کہ ان کی کسی صاحبزادی کا نام عائشہ ہو لیکن مولف 'فتوح الاولیاء' نے لکھا ہے تو کسی تاریخ سے لکھا ہوگا۔ (۱۸۴)

ایک اور تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ بی بی عائشہ صاحبہؒ دولت آباد، خلد آباد شریف میں فرید الدینؒ گنج شکرؒ صاحب کی صاحبزادی مشہور ہیں۔ آپ کے دولت آباد میں تشریف لانے کے متعلق لوگوں کا خیال ہے کہ منتجب الدینؒ کے ساتھ آئی ہوگی کیونکہ بابا برہان الدین غریبؒ جس وقت تشریف لائے شیخ کے حکم پر پیرزادی صاحبہ (حضرت بی بی عائشہؒ) کی خدمت میں ہمیشہ جمعہ کی نماز کے بعد حاضر ہوا کرتے اور بی بی صاحبہ کو بابا صاحب کے مانند تصور فرما کر خدمت گذاری کا حق جیسا کہ چاہیے بجالاتے اور ہمیشہ ان کے حال سے با خبر رہتے۔ (۱۸۵)

☆ مزار مبارک:۔

بی بی عائشہ صاحبہؒ کا مزار مبارک نجم الدین امیر حسن سجزیؒ کی مزار سے جانبِ جنوب موجود ہے بی بی عائشہ صاحبہؒ اور ان کی صاحبزادی کا عرس ہر سال شعبان کی ۷ تاریخ کو ہوتا ہے۔ (۱۸۶)

مزار پر گنبد نہیں ہے۔ اطراف میں چہار دیواری موجود ہے۔ ۷ شعبان المعظم کو بی بی عائشہ صاحبہؒ اور ان کی صاحبزادی دونوں کا عرس مقامی طور پر ہوتا ہے۔ ان کا مزارِ مبارک العرفان ہائی اسکول خلد آباد شریف کے پیچھے واقع ہے۔ (۱۸۷)

(۱۴) ☆ شیخ حبیب العیدروس:۔ (۹۹۳ھ م ۱۵۸۴ء)

☆ پیدائش:۔

آپ کی ولادت ۹۹۳ھ م ۱۵۸۴ء میں شہر تریم میں واقع ہوئی آپ حضر موت کے رہنے والے تھے۔

☆ تعلیم:۔

نشو و نما کے بعد خورد سالی میں قرآن شریف حفظ کیا۔ اور والد ماجد کی خدمت میں تحصیلِ علوم میں مشغول ہوئے تحصیلِ علوم کے بعد خرقۂ شریفہ سے مشرّف ہوئے فقہ کی تکمیل شیخ عبدالرحمٰن بافضل سے کی اور تیسویں سال ۱۰۱۶ھ میں حرمین شریفین کی زیارت سے مشرّف ہوئے اور شیخ کامل عراقی اور علمائے حرمین شریفین سے استفادہ فرمایا اور اکثر مشائخین نے خرقہ پہنایا حرمین کے قیام کے زمانے میں آپ نے زیادہ محدثین کی صحبت سے فیض حاصل فرمایا اور تقریباً ۹ سال تک قیام حرمین شریفین میں رہے۔

☆ ہندوستان آمد:۔

آپ ہندوستان کس طرح یا کس راستے سے ورود ہوئے اس بارے میں تاریخ خاموش ہے البتہ آپ ۱۰۲۵ھ میں ہندوستان تشریف لائے اور اپنے عم حضرت شیخ عبدالقادرؒ سے مل کر بہت سے فوائد حاصل کیے چچا صاحب نے بھی آپ کو خرقہ پہنا کر مرید کرنے کی اجازت سے سرفراز فرمایا آپ کو متعدد طریقوں و سلاسل سے اجازت ملی تھی قادریہ، ساذلیہ، الجروتیہ، سہروردیہ، کازرونیہ و ہدلیہ ان تمام سلاسل میں آپ مرید کر سکتے تھے کچھ دن قیام فرمانے کے بعد چچا صاحب سے رُخصت ہو کر دیارِ احمد نگر میں تشریف لائے۔ بر ہان نظام شاہ و ملک عنبر سے ملاقات ہوئی دونوں نے آپ کو اپنے پاس مہمان رکھا

اور مہمان داری میں کوئی بات فروگذاشت نہیں کی جب احمد نگر میں جھگڑے شروع ہوئے
آپ بیجاپور چلے گئے۔ وہاں آپ ابراہیم عادل شاہ کے مہمان ہوئے۔ آپ کا خیال تھا کہ
حضرموت ایک عمدہ عمارت اور ایک بڑا باغ تیار کروا کر سادات کے لئے وقف کردو اور اس کی
تکمیل کے لئے آپ نے کچھ روپیہ اور چند نایاب کتابیں حضرموت کو روانہ فرمائی اتفاق سے
کُتب اور روپیہ دریا میں غرق ہوا ابراہیم عادل شاہ کی وفات تک آپ کا بیجاپور ہی میں قیام رہا
ان کے انتقال کے بعد ملک عنبر کے بیٹے فتح خاں کے پاس دولت آباد آ گئے۔

☆ وفات:۔

۴۹ سال کی عمر میں ۱۰۴۱ھ م ۱۶۳۱ء میں آپ کا وصال ہوا۔

☆ مزار مبارک:۔

آپ عمر کے ۴۹ سال مکمل کرنے کے بعد دولت آباد میں ۱۰۴۱ھ م ۱۶۳۱ء
میں اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے اور موجودہ روضہ، خلد آباد میں مدفون ہوئے ملک عنبر کی گنبد
سے پورب گوشۂ جنوب میں آپ کی مزار شریف ہے۔ قبر پر یہ کتبہ ہے۔

"بسملہ الرحمٰن الراحیم"

وجود الحبیب شیخ بن عبداللہ شیخ العیدروس بجہت حضرموت بلد تریم ۹۹۳ھ
وتوفا بجت الہند ودفن نجیب قبہ ملک عنبر روضہ ۱۵۔۲۔۱۰۴۱ھ ہجریہ ۱۳۷۔ (۱۸۸)
(۱۸۹)(۱۹۰)

(۱۵) ☆ سیّد یوسف زینوؒ:۔

خُلد آباد جو اسمِ بامسمّیٰ کا درجہ رکھتا ہے اس قصبہ میں سیّد یوسف زینو صاحبؒ

بھی آرام فرما ہے۔ آپ کا اصل نام سیّد یوسف ہے آپ کی ارادت، آمد و سلسلے کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ البتہ آپ ہمیشہ زین الدین شیرازیؒ کی خدمت میں رہتے تھے۔ اور مشہور ہے کہ آپ شیخ زین الدینؒ کے بھانجے تھے۔ آپ کا چہرہ سیاہ فام اور کس قدر کمرو تھا آپ کو اپنی کمروئی اور سیاہ فامی کا ہر وقت خیال رہتا تھا۔ ایک روز اسی خیال میں آپ حضرت سیّد زین الدینؒ کے سامنے حاضر ہوئے کشفِ باطنی سے حضرت نے ان کا خیال دریافت کر کے اپنے آگے طلب فرمایا جب وہ سامنے حاضر ہوئے دست شفقت پیٹ پر پھیر کر فرمایا تم میرے یوسف ہو اسی روز سے آپ کے چہرے کی رنگت صاف ہونے لگی اور رفتہ رفتہ نہایت خوبصورت اور حسین و جمیل ہو گئے۔ اور آپ سیّد زینو یوسف کے نام سے مشہور ہوئے زہد و تقویٰ صبر و رضا آپ کے مزاج میں تھا ہمیشہ عبادت الٰہی و ریاضت اشغال و اذکار میں مصروف رہے۔

☆ مزار مبارک:۔

سیدانی صاحبہ کے مزار کے جانبِ جنوب تقریباً دو سو فٹ کے فاصلے پر قاضی کے حوض (فقیر واڑہ خلد آباد) سے نزدیک چہار دیواری میں حضرت یوسف زینوؒ اور ہمشیرہ بی بی رابعہ مشہور ہے کہ حضرت سیّد زینو یوسف کی بیوی عصمت النساء اور ان کے بھائی سیّد عبداللہؒ کے مزارات ہیں۔ (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳)

(۱۶) سیّد غلام علی آزاد بلگرامی (حسان الہندؒ):۔

☆ اسمِ گرامی، ولادت و سلسلۂ نسب:۔

میر غلام علی نام تخلص آزاد آپ کی ولادت محلہ میدان پورہ واقع قصبہ بلگرام صوبۂ اودھ ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت ۲۵ صفر روز یکشنبہ ۱۱۱۶ھ میں واقع ہوئی۔ آپ کا

سلسلۂ نسب عیسیٰ موتم الاشبال بن زید شہید امام زین العابدینؓ عنہ سے ملتا ہے۔ چنانچہ خود آزاد نے خزانۂ عامیرہ میں لکھا ہے کہ

"گرچہ باشد موتم الاشبال عیسیٰ جد من
عیسیٰ جاں بخش شیرانم بامداد نفس"

☆ بچپن و تعلیم:۔

آپ نسباً حسینی واصلاً واسطی و وطناً بلگرامی مذہباً حنفی و طریقۃً چشتی تھے۔ آپ نے کُتب درسیہ میر طفیل محمد اور کُتب احادیث و نعت و سیر نبوی اور فن ادب مولانا عبدالجلیل اور علمِ عروض و قافیہ سیّد محمد صاحب خلف الصدوق مولانا عبدالجلیل بلگرامی سے حاصل کیا سیّد لطف اللہ معروف باشاہ لدھا بلگرامی سے بیعت کی۔

☆ سیاحت:۔

مدّت العمر میں تین سفر پیش آئے پہلے بغرض ملازمت دہلی گئے اور دو سال کے بعد واپس آئے دوسری بار سیستان پہنچے ۱۱۴۷ھ میں لاہور ہوتے ہوئے الٰہ آباد سے بلگرام آئے تیسری مرتبہ حرمین شریفین کا ارادہ کیا اور تین رجب ۱۱۵۰ھ م ۱۷۳۳ء کو گھر سے نکلے اور خشکی و تری کی مسافت طئے کر کے مکّہ معظّمہ پہنچے چونکہ حج کا زمانہ دور تھا۔ اس لئے تین روز کے بعد مدینہ منورہ کا رُخ کیا حضرت رسول کریم ﷺ کی زیارت سے شرف یاب ہو کر مولانا شیخنا محمش حیات السندی المدنی الحنفی سے صحیح بخاری پڑھی اور دوسری کُتب احادیث کی اجازت لی جب حج کا وقت آیا مکّہ معظّمہ آئے حج ادا کرنے کے بعد شیخ عبدالوہاب طنطاوی المعری المکّی سے فواید حاصل کر کے دوسرے سال ۱۱۵۲ھ میں بندر سورت سے دیارِ دکن میں آئے اور آخر

تک اورنگ آباد ہی میں رہے آزاد بلگرامیؒ نے اپنی عمر کے ۴۸ سال دکن ہی میں گذارے۔

☆وفات:۔

سیّد غُلام علی آزاد بلگرامیؒ ۱۲۰۰ھ م ۱۷۸۵ء میں دارِ فانی سے عالمِ جاودانی کی طرف رُخصت کر گئے۔

☆مزار مبارک:۔

سیّد غُلام علی آزاد بلگرامیؒ کی مزار مبارک العرفان اُردو ہائی اسکول خُلد آباد میں درگاہ نجم الدین امیر حسن سجزیؒ کے مزار مبارک کے جنوب مغرب میں کُھلے احاطے میں جو عاقبت خانہ کے نام سے تیار تھا وہاں واقع ہے۔(۱۹۴)(۱۹۵)(۱۹۶)

(۱۷) ☆حافظ محمد یحییٰ:۔

چونکہ آپ خُلد آباد شریف میں مسافرانہ وارِد ہوئے تھے۔آپ کے شجرۂ نسب ولادت کا کوئی حال معلوم نہ ہوسکا۔آپ کا شمار ۱۳ ویں صدی ہجری میں ہوتا ہے خلد آباد نقار خانہ دروازے سے جنوب مغرب بہت ہی کم فاصلہ پر حضرت حافظ محمد یحییٰ ناندوی فیض آباد کی قبر ہے۔اور حال ہی میں ان کے عقیدت مندوں نے قدیم گنبد کو توڑ کر مزار پر اچھا گنبد عمارت مدرسہ و مسجد تعمیر کی۔

☆آمد:۔

یہ بزرگ اچانک خلد آباد درگاہ خواجہ شیخ زین الدین شیرازیؒ میں شروع جمادی الاوّل ۱۳۴۴ھ میں وارِد ہوئے اور ہفتہ عشرہ علیل رہے کر ۱۶ جمادی الاوّل ۱۳۴۴ھ روز چہار شنبہ اپنے مولائے حقیقی سے جاملے اوران کے وجود مبارک کو اس جگہ دفن کر دیا گیا جو

''پنچھاوا'' کے نام سے مشہور ہے۔ چونکہ آپ مسافرانہ انداز میں وارِد ہوئے تھے اس لئے ان کی بزرگی اور عظمت کا پتہ کسی کو نا ہوا۔ کچھ دنوں بعد حضرت کے بہت سے مریدین تلاش میں سرگرداں خلد آباد پہنچے یہاں حضرت کی مختصر سی گٹھڑی جس میں چند کپڑے تھے دیکھ کر اور حُلیہ بتلانے پر مریدین نے آپ کو شناخت کر لیا تب معلوم ہوا کے یہ خدا رسیدہ اور کامل بزرگ تھے۔ خود کو دینوی میں چھپائے رکھتے تھے۔ اپنے مریدین سے یہ کہہ کر آئے تھے کہ اب ہم ''پنچھاوے'' میں ملیں گے (۱۹۷)

پنچھاوا یہ خلد آباد کا ۷۰۰ سالہ قدیم ترین قبرستان ہے۔ جہاں عام نو وارد مرحومین کو دفن کیا جاتا ہے۔ (۱۹۸)

دھولیہ، مالیگاؤں میں حافظ صاحب کے بہت مرید ہیں آپ نے اپنے مریدین کو پنچھاوے میں ملیں گے کہہ کر آئے تھے۔ جہاں یا جس قطۂ زمین پر حافظ صاحب مدفون ہے وہ پنچھاوا مشہور ہے۔ آپ کے گنبد میں دو مزارات ہیں آپ کے فرزند ربّانی میاں کا ۱۶ یا ۱۷ ذی قعدہ ممبئی مدن پورہ میں انتقال ہوا آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ مجھے میرے والد حافظ محمد یحییٰ کے پہلو میں مدفون کرنا ربانی میاں کے ارادت مندوں نے ممبئی سے خلد آباد لا کر والد کے پہلو میں دفن کر دیا۔ گنبد میں حافظ یحییٰ صاحب اور ربانی میاں دونوں کے مزارات ہیں آج بھی آپ کے مریدین دونوں کی تاریخ وفات پر حاضر ہوتے ہیں اور قدیم مراسم کے تحت عرس کرتے ہیں۔

☆ عرس مبارک:۔

آپ کا عرس مبارک ۱۶ جمادی الاوّل کو ہوتا ہے جن میں بیرون مقامات سے بھی

عقیدت مند کثیر تعداد میں شرکت کرتے ہیں۔(۱۹۹)

(۱۸) نظام الدین پیش امامؒ (کاغذی پورہ ،خلد آباد):۔

نظام الدین پیش امامؒ کے ملفوظات تلف ہونے سے ان کے حالات مفقود ہوگئے اس لئے تاریخ ان کی آمد و پیدائش سے خاموش ہے۔آپ کی بزرگی وعظمت کا اندازہ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے کہ آپ امام چہاردہ اولیاء ''چودہ سو اولیاء'' کے پیش امام تھے۔ بابا برہان الدین غریبؒ اور منتجب الدینؒ صاحب کی ساتھ والی جماعت ان کی مقتدائی کو اپنا فخر جانتی تھی۔آپ سلسلۂ چشتیہ سے تعلق رکھتے تھے۔آپ نے وہی تعلیمات دی جو چشتیہ سلسلے کے بزرگوں نے دی ظاہری علوم فقہ ،حدیث ،تفسیر میں بڑے ماہر تھے۔کلام پاک کی تفسیر سب سے پہلے فارسی میں لکھنے کا شرف آپ کو ہی حاصل ہے۔آپ بہت بڑے عالمِ دین تھے۔

☆وفات:۔

حضرت حاجی نظام الدین پیش امامؒ چہاردہ صد اولیاء نے یکم ربیع الآخر ۷۷۲ھ م ۱۳۷۰ء میں داعی اجل کو لبیک کہا۔

☆مزار مبارک:۔

حاجی صاحب کا مزار کاغذی پورہ میں لبِ سڑک ہے۔اور مزار پر گنبد ہے اُس کے اطراف چار دیواری ہے۔اور چار دیواری میں ہی اندر پچھم کی طرف اُسی زمانے کی مسجد ہے جس چار دیواری میں حاجی صاحب کا گنبد ہے اس میں دو دروازے قدیم جنوبی وغربی ہے۔ زائرین کی سہولت یا سڑک سے گذرنے والوں کی آرام کے لئے تیسرا دروازہ پورب کی طرف

اور بنایا گیا ہے۔

☆ **عرس شریف:۔**

حضرت حاجی نظام الدین پیش امامؒ کا عرس ہر سال ربیع لآخر کو ہوتا ہے۔ کاغذی پورہ کے علاوہ خلدآباد و دولت آباد کے لوگ بھی عرس میں شریک ہوتے ہیں۔ گنبد سے جنوبی احاطے کے دروازے ہی پر نقار خانہ ہے جس پر صبح و شام نوبت بجا کرتی تھی۔

حاجی صاحب کے علاوہ کاغذی پورہ اور اس کے حدود میں اور بھی بزرگوں کے مزارات ہیں وہ سب کے سب بابا برہان الدین غریبؒ کے اصحاب مشہور ہیں۔ (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲)

اورنگ آباد جو زمانۂ قدیم میں کھڑکی کہلاتا تھا۔ اورنگ زیب نے اسے خجستہ بنیاد ''اورنگ آباد'' کے نام سے نوازہ اورنگ آباد جو علم و ادب کا گہوارہ کہلاتا ہے، روضہ خلدآباد سے ۲۳ کلومیٹر فاصلے پر واقع ہے۔ یہ شہر آج بھی وہی اپنی قدیم تہذیب و تمدّن کا چربہ اڑھے ہوئے ہے۔

بین السطور بلدہ زمانۂ قدیم میں بزرگانِ دین کا مسکن رہا۔ چونکہ دیوگیری دولت آباد جو ۱۴ ویں صدی عیسوی میں تغلق خاندان کے زیرِ نگیں رہا اس دور میں یہاں بزرگانِ دین کی آمد ہوئی ان میں سے چند روضہ، خلدآباد میں اور چند اورنگ آباد میں قیام پذیر ہوئے۔ اور چند ۱۴ ویں صدی عیسوی کے بعد ورود ہوئے۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ اورنگ آباد کی بنیاد ملک عنبر نے رکھی۔ جو کھڑکی کہلایا ۱۶۱۰ء میں ملک عنبر نے کھڑکی کا نام بدل کر فتح نگر رکھا۔ بعد میں اورنگ زیب نے ''اورنگ آباد'' کے نام سے موسوم کیا۔ لیکن اس شہر سے پہلے دیوگیری، دولت آباد کا قیام عمل میں آچکا تھا جو یادو حکمراں کے زیرِ تسلّط میں

تھا۔اس حکومت کے بعد شاہانِ خلجی اور پھر شاہانِ تغلق کا زمانہ آیا۔اور محمد بن تغلق نے اسے دولت آباد کے نام سے نوازہ اور پھر دکن کی خود مختار بہمنی سلطنت کا جنم ہوا۔دیو گیری، دولت آباد روضہ، خلد آباد کھڑکی، اورنگ آباد سے قدیم ترین شہر ہیں۔اس لئے آخر میں اورنگ آباد کے بزرگانِ دین کی آمد، سلسلہ اور مختصر تعارف پیش کیا جارہا ہیں۔

﴿اورنگ آباد کے بزرگانِ دین کی آمد، سلسلۂ نسب اور مختصر حالات﴾

(۱) بابا پلنگ پوش محمد سعیدؒ:۔

☆نام ونسب، پیدائش:۔

آپ کا اصلی نام محمد سعید ہے چیتے کی کھال کو لباس بنانے کی وجہ سے ''پلنگ پوش'' کا لقب اختیار کیا۔آپ ایک صاحب ثروت اور خوش حال گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔وہ گھرانہ بخارا کے عجد وان نامی مقام پر آباد تھا۔وہی دسویں صدی ہجری کے نصف آخر کے ابتدائی سالوں میں پیدا ہوئے تھے۔یہ وہ علاقہ ہے جہاں نقشبندیہ سلسلے کے چھٹے جانشین عبدالخالق عجدوانی پیدا ہوئے تھے۔یہ علاقہ اب روسی ترکستان میں شامل ہے اس علاقہ میں ایک اور مقام فرغانہ بھی ہے۔وہاں شہنشاہ بابر کی آبائی سلطنت تھی۔

☆تعلیم:۔

حضرت بابا پلنگ پوشؒ ایک صاحبِ ثروت اور خوش حال گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔اسی لئے ان کی تعلیم وتربیت پر والدین نے بطور خاص توجہ دی تا کہ ہونہار بیٹا دُنیا اور دین دونوں کے علوم سے سرفراز ہو۔محمد سعید اپنی خداداد ذہانت فراست اور ذکاوت کی وجہ سے اپنے ہم مقبول میں ہمیشہ ممتاز رہے۔

☆ بیعت:۔

محمد سعید ایک دن اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کہیں جارہے تھے۔ کہ دیکھا راستے میں ایک گروہ قلندروں کا چلا آتا ہے۔ ان میں سے چند ایسے بھی تھے جن کا تعلق فرقہ ''ملامتہ'' سے تھا۔ یہ قلندروں کا گروہ ہے جو ظاہری طور پر اپنے آپ کو ایسے افعال اور حال میں قصداً رکھتا ہے کہ لوگ ان کو ملامت کرتے رہے۔ اور اس طرح ان کی عبادت وریاضت دنیا پر ظاہر نا ہو ظاہر ہے کہ جب ان کو مخلوق خدا اچھی نظر سے نہیں دیکھے گی تو ان سے دور بھاگے گی اور وہ یوں دنیا کے فتنوں سے محفوظ رہے کر خدا کی یاد کے لئے زیادہ سے زیادہ وقت دے سکے گے۔

انھیں میں سے بابا سعید کی نظر ایک قلندر پر پڑی جس کا چہرہ چاند کی طرح روشن تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہو۔ یہ بابا قُل احمد کی ذات مبارک تھی۔ عوام میں یہ بابا قُل فرید بابا قُل مزید کہلاتے تھے۔ اور یہ اپنے زمانے کے قطب تھے۔ ان کو دیکھتے ہی محمد سعید ان کے گرویدہ ہو گئے۔ اور ان کے پیچھے پیچھے چل پڑے اور بیعت کے لئے آپ سے التجا کی جو قبول نا ہوئی بابا قُل فرید نے ان کو بغور دیکھا اور فرمایا کہ میاں صاحزادے تمہاری عمر سات آٹھ برس کی ہے ابھی تحصیل علم میں لگے رہو درویشی کا راستہ بڑا کٹھین اور دشوار گذار ہے۔ محمد سعید نے جواب دیا کہ میں جس جگہ کھڑا ہوں وہاں سے واپسی ممکن نہیں ہے اس جواب کے بعد آپ والدین کو چھوڑ کر اسی گروہ کے ساتھ چل پڑے اور ایک طویل مدّت تک ان کے ہم سفر ہو کر ان کے خدمت گذار بنے رہے۔

بابا قُلؒ نے آپ سے پیچھا چھوڑانے کے لئے نہایت بے تکے جملے کہے کہ آپ یہاں سے بددل ہو کر چلے جائے۔ یا ان کا ساتھ چھوڑ دے لیکن محمد سعید پر ان باتوں

کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اور آپ بہ دستور اپنے رہبر کی عقیدت مندی میں بیٹھے رہے۔ ان کا استقلال دیکھ کر باباقُلؒ نے آپ کو سینے سے لگالیا۔ نہ صرف بیعت کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا بلکہ اپنا خرقہ بھی عنایت فرمایا۔ (۲۰۳)

☆اورنگ آباد آمد:۔

خرقہ عنایت ہونے کے بعد جذب کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کے دُنیا و مافیہا کا ہوش ہی نہ رہا۔ عرصۂ دراز تک برہنہ صحرا نوردی کی اور بالآخر ۱۱ برس کی طویل جذب کی کیفیت سے ایک درویش کامل کی نظر کے باعث ہوش میں آئے۔ جنھوں نے انھیں چیتے کی کھال پہنادی تھی۔ یہی لباس آخر تک زیب تن رہا۔ اور آپ پلنگ پوش کہلائے۔ اور مختلف مقامات سے گذرتے ہوئے کابل، کشمیر، دہلی اور پھر اورنگ آباد کی زمین کو اپنی مستقل قیام گاہ بنانے کا شرف بخشا۔

جس وقت آپ اورنگ آباد آئے اس وقت اورنگ زیب عالمگیر کا زمانہ تھا۔ بعد میں آپ غازی الدین بہادر والد نظام الملک آصف کے لشکر سے وابسطہ ہوگئے۔ جو اس وقت دکن کی کسی اہم مہم کو سر کر رہا تھا۔ آپ خود اپنی زبان مبارک سے فرمایا کرتے تھے کہ خدائے عز وجل کی طرف سے اس لشکر کی اعانت کا حکم ملا ہے۔ بابا پلنگ پوشؒ سراپا رحمت اور مجسم شفقت تھے۔ اپنے بیگانے سب پر آپ کا لطف و کرم تھا۔ بچّوں اور بیواؤں پر آپ کی نظرِ عنایت ہمیشہ رہتی تھی۔ آپ سراپا جمال تھے۔ (۲۰۴)

☆وفات:۔

حضرت بابا پلنگ پوشؒ غازی الدین فیروز جنگ کے ہمراہ گلبرگہ کی مہم سر کر رہے

تھے کہ ان کی وفات رمضان المبارک سنہ ۱۱۱۰ھ م ۱۶۹۸ء کو ہوئی۔ (۲۰۵)

☆ **مزار مبارک:۔**

حضرت شاہ بابا پلنگ پوشؒ غازی الدین فیروز جنگ کے لشکر سے وابستہ تھے۔ اس وقت نواب صاحب کا لشکر گلبرگہ کرناٹک میں پڑاؤ ڈالے ہوا تھا۔ آپ کا وصال وہی ہوا اور آپ کا جسد مبارک گلبرگہ سے اورنگ آباد لایا گیا۔ موجودہ پن چکّی کے احاطہ میں دفن کر دیے گئے کسی ہم عصر شاعر نے حسبِ ذیل فارسی قطعہ تحریر کیا ہے جو اب بھی آپ کے مزار کی جنوبی دیوار یعنی پائنتی دروازے کے داہنی طرف پتھر پر کندہ ہے۔

**"قطب روئے زمین و غوث زماں**
**اختر بُرج سعد شاہ سعید**
**سال تاریخ وصل گفت خرد**
**قصّہ جنّت بود مکاں سعید" (۲۰۶)**

**(۲) بابا شاہ مُسافر محمد عاشورؒ:۔**

☆ **نام ونسب:۔**

آپ کا اصلی نام محمد عاشور ہے۔ مُسافر شاہ کا خطاب کثرت سفر کی بناء پر آپ کے پیرومرشد حضرت بابا سعید پلنگ پوشؒ نے دیا تھا۔ آپ ان کے خلیفہ تھے۔ اور چند روایت کے مطابق جو سینہ بہ سینہ آ رہی ہے کسی کتاب میں سند نہیں ہے آپ اپنے پیرومرشد کے بھانجے بھی تھے۔ آپ کا سن ولادت باوثوق طور سے نہیں بتایا جا سکتا۔ قیاساً کہا جاتا ہے کہ آپ کی ولادت سنہ ۱۰۶۰ھ کے بعد کے کسی سال کی ہوگی آپ بہت چھوٹے تھے۔ جب آپ کے والد

صاحب اور پھر آپ کی والدہ صاحبہ نے سفر آخرت قبول کیا۔ اور آپ کی پرورش آپ کی خالہ نے کی آپ کا اصلی وطن عجد وان تھا۔ ۷ برس کی عمر میں بخارا گئے۔ تا کہ اس دور کے مشہور و معروف مکتب مسجد پیر محمد میں داخل ہو سکے یہی آپ نے کلام مجید حفظ کیا۔ اور علوم دینی کی تکمیل فرمائی۔ چونکہ آپ کے والد ماجد ''کبرویہ'' سلسلہ کے مرید تھے۔ اس لئے آپ نے بھی لڑکپن میں اسی مسلک کے ایک پیر میر عطا اللہ سا کتری سے بیعت کی اور دن رات مجاہدہ نفس اور عبادت میں لگ گئے۔ (۲۰۷)

ایک اور تاریخ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بابا شاہ مسافرؒ بابا پلنگ پوشؒ کے بھانجے نہیں تھے۔ (۲۰۸)

☆ وطن:۔

آپ کا اصل وطن عجد وان تھا۔ تاہم ۷ برس کی عمر میں ہی بخارا چلے آئے اور یہی آپ نے کلامِ مجید حفظ کیا یہی پر آپ کی نظر بابا سعید پلنگ پوشؒ پر پڑی تھی بابا کی عقیدت میں آپ ان تمام مقامات پر ان کے پیچھے جاتے رہے جہاں جہاں پلنگ پوش جاتے رہے۔

☆ ارادت و آمد:۔

نجف اشرف، کابل، غور، پیشاور، کشمیر، حسن ابدال پہنچے وہاں بابا سعید پلنگ پوشؒ نے آپ کو بیعت کی اور وہی مُسافر شاہ کا خطاب دیا۔ اور اپنی کلاں (ٹوپی) آپ کے سر پر رکھ کر آپ کی عزّت افزائی فرمائی۔ جب حضرت پلنگ پوشؒ زیارت بیت اللہ سے مشرّف ہونے کے بعد اورنگ آباد آئے تو بابا شاہ مُسافر بھی دہلی سے ہوتے ہوئے اورنگ آباد پہنچے یہاں بابا پلنگ پوشؒ نے ان کو خلعت عطا کی اور خلافت سے سرفراز فرمایا۔

☆وفات:۔

۵ رجب المرجب ۱۱۲۶ھ م ۱۷۱۴ء کو آپ نے انتقال فرمایا۔ اور اپنے پیر بابا پلنگ پوشؒ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔ اس کے برعکس ایک تاریخ میں تحریر کیا گیا کہ حضرت کی وفات ۲۵ رجب ۱۱۲۵ھ مغرب کی اذان کے وقت ہوئی۔ اور اپنے پیرومرشد بابا شاہ پلنگ پوشؒ کے پہلو میں دفن کر دئے گئے۔(۲۰۹)

ڈاکٹر شیخ اعجاز نے حضرت کی وفات ۲۵ رجب ۱۱۲۵ھ بعد مغرب کے اذان کے بعد ہوئی تحریر کیا ہے۔(۲۱۰)

وحیدہ نسیم صاحبہ اس ضمن میں تحریر کرتی ہے کہ ۵ رجب المرجب مغرب کی اذان سن کر لا الہٰ الا اللہ فرمایا اور جان ناتواں جان آفرین کے سپرد کر دی اور اپنے پیرومرشد کے پہلو میں دفن کئے گئے۔(۲۱۱)

(۳) شاہ نور حمویؒ:۔

☆نام ونسب، اسمِ گرامی، تعلیم، ارادت:۔

حضرت شاہ نور حمویؒ ۹۶۴ھ میں رونق افروز ہوئے۔ حضرت کے والد ماجد کا نام سیّد عبداللہ بن سیّد ابوالعلیٰ تھا جو آپ کو بچپن میں ہی یتیم کر گئے۔ آپ نے گیارہ برس کی عمر میں اپنی والدہ ماجدہ سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کیے اور پھر حضرت شرف الدین قطب حمویؒ سے سلسلۂ چشتیہ میں بیعت کی بارہ برس تک حضرت پیرومرشد کی خدمت میں رہے۔ اور چوبیس برس کی عمر میں حصول علم اور دین کی خاطر سیر وسیاحت کے لئے نکل گئے۔(۲۱۲)

☆اورنگ آباد آمد:۔

حضرت شاہ حموئؒ اورنگ آباد کی بستی فتح نگر آباد ہونے سے پہلے کئی مرتبہ اورنگ آباد آچکے تھے اور آخر کار آپ نے بستی سے ایک کوس (دو میل) دور ایک پُر سکون مکان پر مستقل سکونت اختیار فرمائی۔ (۲۱۳)

اورنگ آباد آمد کے بارے میں عبدالجبار خان ملکاپوری صاحب اپنی گراں مایا تصنیف ''تذکرۂ اولیائے دکن'' میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت نے تحصیلِ علوم ظاہری و باطنی کی تکمیل کے بعد سیر و سیاحت اختیار کی اکثر اولیاء اللہ سے مستفید ہوئے۔ آپ کی تعداد عمر کسی کو معلوم نہیں ہوئی۔ استفصار کے وقت صاف و صریح جواب نہیں دیتے تھے ایک شخص نے عمر شریف پوچھا فرمایا کہ قلعہ آگرہ کی تعمیر کے وقت فقیر پر حالت جذبی تھی اور ایسا ہی دوسرے کے جواب میں فرمایا کہ وزیر خان کی مسجد کی تعمیر کے وقت شاہ جہاں آباد میں اورنگ آباد آباد ہونے سے قبل متعدد مراتب دکن میں سیر کرتے ہوئے آیا ہوں جس نفس کا شغل بارہ سال تک کرتا رہا اورنگ آباد کی آبادی ختم ہونے کے بعد سیر و سیاحت ختم کیا۔ شہر مذکور میں سکونت اختیار کی۔ پچیس برس تک ہدایت وارشاد فرماتے رہے۔ اکثر آپ کی توجہ سے درجہ کمال کو پہنچے۔ (۲۱۴)

قاضی مسعود آپ کے مرید تھے قاضی کے ارادت و بیعت کی عجیب کیفیت تھی جب شاہ نور قدس سرہٗ اورنگ آباد میں وارد ہوئے محلہ موچی واڑہ میں فروکش ہوئے۔ انھیں ایام میں قاضی صاحب کو پیچیش کا عارضہ ہوا عارضہ کی شدت سے قریب المرگ ہو گئے کبھی بے ہوش ہوتے کبھی ہوش میں آجاتے تھے بے ہوشی کی حالت میں عالم رویا میں ایک بزرگ کو دیکھا کہ وہ فرماتے ہیں اے قاضی ہم چند روز سے شہر میں وارد ہوئے ہیں تو ہم سے ملنے

کے لئے نہیں آیا قاضی ہوش میں آتے ہی پالکی میں سوار ہوئے اور فرمایا لے چلو پوچھا کہاں فرمایا جہاں کوئی فقیر نو وارد ہو۔ شہر کے تمام پورجات و مساجد و خوانق میں جستجو کرتے رہے آخر موچی واڑہ میں پہنچے معلوم ہوا کہ یہاں ایک درویش نو وارد فلاں مسجد میں فروکش ہے آپ کی پالکی وہاں لے گئے آپ پالکی سے اترے کہ شاہ نور قدس سرہٗ کی نظر پڑی فرمایا بیا بیا قاضی بابا ازخود نیامدی از طلبیدن ما آمدۂ قاضی یہ کلمہ سنتے ہی قاضی صاحب متغیر حال ہوئے۔ افاقہ کے بعد شاہ صاحب نے پوچھا قاضی اشتہا داری الخ۔ قاضی گفت دارم الخ شاہ نے فرمایا کون سی چیز مرغوب طبع ہے قاضی نے عرض کی کباب و نان بازار سے کباب و نان منگوائے اور آپ نے قاضی کو فرمایا کھایئے قاضی نے باوجود پیچیش بے تحاشا کھایا اور پالکی میں سوار ہو کر مکان پر مراجعت کی پالکی سے خود اترے بغیر عصا محل میں داخل ہوئے۔ قاضی صاحب فرماتے تھے کہ ہر لقمہ کہ میں کھاتا تھا مجھ میں قوت و طاقت محسوس ہوتی تھی اور ضعف کم ہوتا تھا۔ قاضی صحت کاملہ کے بعد شاہ صاحب کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ (۲۱۵)

☆ وفات:۔

حضرت شاہ نور حمویؒ چشتی چہار شنبہ چوتھی تاریخ جمادی الثانی ۱۱۰۲ھ میں بہشت بریں روانہ ہوئے۔

☆ مزار شریف:۔

حضرت کی مزار شریف اورنگ آباد کے محلّہ عثمان پورہ میں واقع ہے۔ نور محض ۱۱۰۲ھ تاریخ وصال ہے آپ کی قبر پر گنبد عالیشان بنایا گیا ہے ہر روز خلائق زیارت سے مشرّف ہوتی ہیں۔ خاص بروز پنجشنبہ مجمع کثیر رہتا ہے۔ سالانہ عرس بھی نہایت عظمت و شان

سے ہوتا ہے دعوت عام کرتے ہیں فقراء مشائخ، امراء وغربا مستفید ہوتے ہیں۔(۲۱۶)

**(۳) نظام الدین اورنگ آبادیؒ:۔**

**☆اسمِ گرامی، سلسلۂ نسب وولادت:۔**

حضرت خواجہ نظام الدینؒ ۱۰۶۰ھ کا کوروی شہر میں تولد ہوئے یہی نشاندہی آپ کے روضہ مُبارک کے کتبہ پر بھی کی گئی ہے۔(۲۱۷)

''تذکرۂ اولیائے دکن'' میں عبدالجبار خان ملکاپوری نے لکھا کہ خزان و بہار کے مولّف نے لکھا ہیں کہ شاہ نظام الدین نام اور شیخ الاسلام لقب ہے۔(۲۱۸)

**☆وطن شریف:۔**

خان صاحب نے مزید اس بات کی بھی صراحت کی ہیں کہ حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ کا وطن شریف قصبۂ نکراوں ضلع پورب ہے۔(۲۱۹)

آپ کی نسب کا سلسلہ بالواسطہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، حضرت امیرالمومنین ابوبکر صدیقؓ عنہ منتی ہوتا ہے۔(۲۲۰)

**☆دہلی آمد:۔**

حضرت خواجہ نظام الدینؒ نے اپنی ابتدائی تعلیم وطن ہی میں مکمل کی اور اس کے بعد تلاشِ علم میں دہلی آئے جہاں شاہ کلیم اللہ صاحبؒ کا طوطی بول رہا تھا۔ اور ان کا سلسلۂ بیعت بھی چشتیہ نظامیہ تھا آپ نے ان سے ملاقات کا ارادہ کیا نوعمری کا زمانہ تھا۔(۲۲۱)

حضرت خواجہ نظام الدینؒ گیارہ برس کی عمر میں وطن سے دارالخلافہ دہلی میں تشریف لائے اور تحصیلِ علم عقلی و نقلی میں مشغول ہوئے۔(۲۲۲)

☆ مرشد کی خدمت میں:۔

چند سال میں تحصیلِ علوم ظاہری سے فارغ ہونے کے بعد آپ کے دل میں علوم باطنی کی تحصیل کا شوق پیدا ہوا۔ حضرت شاہ کلیم اللہ چشتیؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرّف ہوئے اور ریاضت وعبادت میں مشغول ہوئے۔ موصوف نے آپ کو ذکر بالجہر کی اجازت دی آپ شدّت سرما میں جمنا کے کنارے ریگستان میں بیٹھ کر ذکر بالجہر میں مشغول ہوئے تھے۔ نصف شب سے صبح تک متواتر ذکر بالجہر کرتے تھے۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے جو فائدہ ذکر بالجہر میں پایا اور کسی چیز میں نہیں پایا۔

☆ خلافت و دکن اورنگ آباد آمد:۔

''احسن الشمائل''، میں مصنف خواجہ کامگار خان حسینی، حضرت خواجہ نورالدینؒ مترجم قاضی غوث محی الدین احمد صدیقی (جے پی سعید) رقم طراز ہیں کہ آپ حضرت شاہ کلیم اللہ دہلویؒ کے عزیز ترین مرید وخلیفہ ہے۔ تکمیل ہدایت کے بعد مرشد کے حکم پر دکن چلے آئے۔ انھوں نے برہان پور، شولا پور، اورنگ آباد میں قیام فرمایا آخر میں انھوں نے اورنگ آباد کو اپنا وطن قرار دیا اور نظامیہ سلسلے کی ایک شاندار خانقاہ قائم کی۔ حضرت سیّد "محمد حسینی بندہ نواز گیسو دراز" گلبرگہ شریف کے بعد چشتیہ نظامیہ سلسلے کے وہ سب سے بڑے جلیل القدر بزرگ ہے۔ (۲۲۳)

حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ کی جب روحانی تربیت پوری طرح مکمل ہوگئی تو آپ نے حضرت خواجہ نظام الدینؒ سے فرمایا کے اب تم تبلیغ کرو اور اپنے سلسلے کی اشاعت کے لئے دکن جاؤ ان کے لئے پیرومرشد کا پیام حُرفِ آخر تھا۔ فوراً لشکر میں

بھرتی ہو کر دکن کی طرف چل دیئے۔

آپ پہلے برہان پور گئے جہاں چشتیہ سلسلے کے بیسوں عقیدت مند موجود تھے۔اس کے بعد چند دن شولا پور بیجا پور میں رُکے اور آخر کار اورنگ آباد میں سکونت اختیار کی (۲۲۴)

عبدالجبّار خان ملکاپوری اپنی تصنیف ''تذکرۂ اولیاءِ دکن'' میں لکھتے ہیں کہ مراتب کمال کے بعد حضرت شیخ خلافت کی خلعت زیب تن کر کے حسبُ الحکم شیخ دہلی سے اورنگ آباد دکن روانہ ہوئے۔منازل طئے کرتے ہوئے اورنگ آباد میں پہنچے۔یہاں مدّت العمر رہے اہلِ دکن کو تابہ وفات ہدایت فرماتے رہے۔(۲۲۵)

حضرت خواجہ نظام الدینؒ صاحب تصنیف بھی تھے۔اوران کے ایک مرید نے بھی ان کے ملفوظات پر ''احسن الشمائل'' نامی کتاب تحریر کی جس کا تفصیلی ذکر آئندہ باب میں کیا گیا ہے۔

عبدالجبار خان ملکاپوری تحریر کرتے ہیں کہ آپ کے زمانے میں مینہ بالکل نہیں برسا قحط کے اثرات نمودار ہوئے۔حیوانات قریب المرگ ہوئے کسی نے آپ کے مریدین سے بارش کے بابت عرض کرنے کی درخواست کی مرید نے کہا روز سماع آیئے اور عرض کیجئے وہ شخص مجلسِ سماع میں آیا حضرت حالت وجد میں تھے باران رحمت کی درخواست کی آپ کی توجہ سے مینہ برسنے لگا حیوانات ونباتات سیراب وشاداب ہوئے طالب نہایت خوش ہوئے۔

ملکاپوری صاحب مزید تحریر کرتے ہیں کہ نواب آصف جاہ بہادر جب دکن میں تشریف لائے فوج قلیل ہمرکاب تھی دلاور علی خان وعالم علی خان دوسرے معرکوں سے فارغ ہو چکے تھے کہ مبارز خان فوج کثیر کے ساتھ آیا بمقام شکر کھیڑہ پرگنہ صوبہ برار بالا گھاٹ دونوں جانب کی افواج قاہرہ کا باہم مقابلہ قرار پایا۔نواب علی جناب حضرت کی

خدمت میں آئے فتح وفیروزی کی استدعا کی۔صاحب ترجمہ نے فرمایا خدا قادر وکریم ہے آپ کو فتح وفیروزی حاصل ہوگی۔نواب نے عرض کی کہ اس فوج قلیل کے ساتھ فوج عظیم سے مقابلہ کرنا اور فتح وفیروزی کی اُمید رکھنا عقلاً محال معلوم ہوتا ہے اگرچہ فتح وفیروزی داد الٰہی ہے میں چاہتا ہوں کہ کوئی علامت ایسی بتلائے تا کہ دل کو تسلی ہو جائے۔آپ نے تھوڑی دیر تامل کر کے فرمایا کہ بروز پنجشنبہ آپ کے تمام خیموں وڈیروں پر صندل کے پنجوں کے نقوش نمود ہونگے یہی آپ کی فتح وفیروزی کی علامت ہے۔چنانچہ روز مذکور میں آپ کے تمام خیموں پر صندل کے پنجوں کے نقوش نمود ہوئے۔آخر نواب علی جناب کو مبارز خان پر کامل کامیابی ہوئی اور مبارز خان مع فرزندان مقتول ہوا۔(۲۲۶)

☆وفات:۔

خواجہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ نے ۱۲ ذی قعدہ ۱۱۴۲ھ کو اورنگ آباد میں وصال فرمایا(شاہ گنج) قیصر کالونی میں خانقاہ کے ساتھ بنے ہوئے حجرے میں دفن ہوئے۔ جس پر گنبد تعمیر ہوا اور شکستہ مسجد کی عمارت بھی بعد میں دوبارہ بنی غلام سرور نے آپ کی تاریخ لکھی جو حسب ذیل ہے غلام سرور آپ کے محبوب مریدوں میں سے تھے۔

”شد زِ دینا سوئے خلدِ بریں
راھبر رھنما نظام الدین سال
ترحیل اورست شیخ کبیر
ھم ولی ھذا نظام الدین

۱۱۴۲ھ م ۱۷۲۹ء

نظام الدین اورنگ آبادیؒ کی عمر شریف ۷۱ سال ہوچکی تھی آخر آپ نے گیارہ تاریخ ماہ ذی قعدہ ۱۱۴۲ھ میں عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت کی۔(۲۲۷)

☆مزار مبارک:۔

حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادؒ کا مزار اور خانقاہ قلب شہر میں شاہ گنج قیصر کالونی کے محلے میں ہے۔ مزار نہایت سادہ ہے اور مزار پر عظیم الشان گنبد ہے احاطہ بڑا ہے۔ سڑک پر سے جو راستہ اندر جاتا ہے وہ احاطے کا شمال ہے جنوب میں مکان اور خانقاہ میں مغرب کی سمت ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد ہے۔ جو عالمگیری عہد یا آصف جاہی دور کی تعمیر ہے۔ کیونکہ دونوں کے طرزِ تعمیر میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ جنوب میں سجّادہ نشینوں کے مکانات ہیں اور مشرق میں ایک عالیشان پھاٹک اوپر نوبت خانہ ہے اور وہی ایک دینی مدرسہ ہے۔(۲۲۸)

ساتویں صدی ہجری سے اولیائے کرام کی آمد ہندوستان میں ہورہی تھی اورنگ آباد کی بنیاد پڑھتے ہی یہاں صوفی بزرگوں کی آمد کا سلسلہ جاری ہوا اس صوفی قافلے میں چاروں سلسلے کے لوگ شامل تھے۔

☆قادریہ

☆چشتیہ

☆سہروردیہ

☆نقشبندیہ

ان سلاسل کے بزرگانِ دین نے اپنے سلسلے کی اشاعت کا آغاز کیا۔ سلسلۂ چشتیہ کے ۱۴اسو اولیائے کرام جسے چودہ سو پالکی نشین بھی کہا جاتا ہے ان کی آمد سے قبل

دیوگیری دولت آباد میں مومن عارف باللہ وشاہ جلال الدین گنجِ رواںؒ دین کی تبلیغ واشاعت کر چکے تھے۔ ان دونوں بزرگانِ دین نے اپنے مذہب کی تعلیم عام خلقت تک پہنچائی جس کی وجہ سے اس دیار میں اسلام مذہب کی پیروی کرنے والوں کی تعداد نہایت تیزی سے پروان چڑھی۔ ان بزرگانِ دین کی آمد بغداد، ایران، عراق، بلخ، بخارا، سمرقند وغیرہ شہروں سے ہندوستان میں ہوئی۔ اور انھوں نے یہاں اپنی تعلیم، ارشادات، فرمودات وملفوظات سے اس ظلمت کدہ ہند کو منور کیا اور آخری سانس تک دین کی تبلیغ کی اور اسی سرزمین پر مدفون ہوئے۔ اِن بزرگانِ دین میں ایران سے وارد ہونے والے صوفیوں کی تعداد زیادہ تھی۔ عراق سے وارد ہونے والے بزرگانِ دین میں خاص الخاص سیّد شاہ ظہور الحق بن میر ہیگا ہے۔

**(۴) ☆سیّد شاہ ظہور الحق بن میر بھنگا ابن میر کاملؒ:۔**

**☆اسمِ گرامی، سلسلۂ نسب، ولادت:۔**

آپ کا اسمِ گرامی سیّد شاہ ظہور الحق بن میر بھنگا ہے ان کی ولادت ۱۱۹۴ھ میں ہوئی ان کا سلسلۂ نسب محمد بن حنیف حضرت علی مرتضیٰ ان تک پہنچتا ہے۔ ان کے دادا ایرانی تھے۔ حضرت خواجہ ظہور الحق بن میر بھنگا نے دنیا و دنیاوی کاروبار چھوڑ کر ہندوستان تشریف لائے بچپن ہی سے وہ اللہ کی عبادت میں مشغول تھے۔ جوانی میں وہ مرشد کی تلاش وتعلیم حاصل کرنے کے لئے اپنا گھر بار چھوڑ کر چل پڑے۔ چند ایک خانقاہ میں وہ جائر کے ساتھ میں بلخ، بخارا وغیرہ شہروں میں بھی گئے اور یہاں کے مشہور ومعروف بزرگوں کی محبت سے مستفید ہوئے اور یہاں سے وہ ہندوستان تشریف لائے۔ اس وقت ہندوستان میں ہزاروں

بزرگانِ دین اپنی تعلیم و تلقین سے اس دیار کو مستفید کر رہے تھے۔ ان کی آمد کے زمانے میں ہندوستان دہلی میں حضرت مرزا مظہر جانِ جاں کا طوطی بول رہا تھا۔

☆ خلافت:۔

حضرت خواجہ ظہور الحق بن میر بھنگا نے نقشبندی سلسلے کے صوفی حضرت شاہ عبداللہ سے بیعت کی اور تعلیم و تلقین کے بعد انھیں خلافت سے نوازہ حضرت نے مرشد کی محبت سے کافی فیض اٹھایا۔

☆ اورنگ آباد آمد:۔

خرقۂ خلافت کی آوری کے بعد حضرت احمد آباد، ممبئی، پونہ، ناسک، گلبرگہ، حیدر آباد سے ہوتے ہوئے اورنگ آباد ورود ہوئے۔ اور شاہ بازار میں مقیم ہوئے۔ لوگوں نے انھیں وحید العصر و فرید الدہر جیسے القاب سے نوازہ یہاں کی خلقت ان کی ذات بابرکات سے نہایت مستفید ہوئی۔ حضرت خواجہ ظہور الحق بن میر بھنگا ملک عنبر کی بنائی ہوئی کالی مسجد شاہ بازار میں شغل و اشغار میں مشغول رہتے تھے۔ انھیں پیرو مرشد کی طرف سے جو تعلیم و تلقین میسّر ہوئی تھی آخری سانس تک اس پر کاربند رہے۔

☆ وفات:۔

حضرت خواجہ ظہور الحق بن میر بھنگا نے آخری سانس تک اپنے مریدین کو رُشد و ہدایت سے نوازہ اور یہ کام حضرت نے عمر کے کل ۹۰ سال انجام دیئے ان کی وفات ۲۱ رمضان ۱۲۸۴ھ میں ہوئی۔ ان کی نمازِ جنازہ شاہ گنج کی مسجد میں ادا کی گئی۔

☆ مزار مبارک:۔

حضرت خواجہ ظہور الحق بن میر بھنگاؒ کی مزار دمڑی محل درگاہ حضرت نور الہدیٰ اندرون پھاٹک دہلی گیٹ اورنگ آباد میں واقع ہے۔(۲۲۹)

(۵) ☆ شاہ بندہ علیؒ:۔

☆ اصل ونسل، مرید وخلیفہ:۔

آپ شاہ صفی الدین عبدالواہاب بن محبوب سبحانی کی اولاد میں ہے۔ محمد غوث ملتانی کے مرید وخلیفہ ہے آپ طریقۂ قادریہ عالیہ کے پابند تھے حضرت رمز الہیؒ فرماتے ہیں کہ شاہ بندہ علی قادری قریشی الاصل ہے آپ کے والد ماجد سوداگری کرتے تھے آپ کو اولاد نہیں ہوئی تھی۔ کسی مجذوب کی التجا پر آپ کو فرزند ہوا آپ نے مجذوب کی خدمت میں نذر کرنے کا وعدیٰ کیا تھا جیسے ہی مجذوب نے سوداگر سے فرزند کو طلب کیا سوداگر نے کہا ابھی تو صرف ایک فرزند ہے دوسرا ہوگا تو یہ فرزند نذر کروگا مجذوب نے کہا اسی فرزند سے نصف آپ لیجئے اور نصف ہمیں دیجئے بس مجذوب نے فرزند کے جسم پر ہاتھ پھیرا نصف حصّہ بیکار ہوگیا سوداگر دل میں پشیماں ہوا حضرت شاہ بندہ علی کو مجذوب کی خدمت میں پہنچا دیا۔ آپ مجذوب کی صحبت میں رہے۔

☆ مرشد کی خدمت میں:۔

شاہ بندہ علی کو مجذوب کی صحبت میں سنِ شعور کے بعد شاہ محمد غوث ملتانی کی خدمت میں پہنچا دیا گیا شاہ صاحب نے بادشاہ صاحب سے آپ کو مرید فرمایا اور بیس برس تک خدمت میں رکھا۔ اور باورچی خانہ کی خدمت آپ کے متعلق تھی۔ آپ خدمت ادا کر کے ریاضت میں مشغول ہوتے تھے۔

☆خرقۂ خلافت:۔

شاہ بندہ علی مجاہدہ وریاضت کے بعد درجۂ کمال کو پہنچے مرشد نے آپ کے مجاہدہ وریاضت کو دیکھ کر خرقۂ خلافت عنایت فرمایا۔اور صحبتِ خاص میں شریک فرمایا اور باورچی خانے کی خدمت موقوف کردی۔ چند سال شیخ کے قرب میں گذارے تمام خلفاء سے ممتاز ہوگئے آپ عالمِ سلوک میں پچاس برس تک رہے بعدازاں درجۂ کمال وعرفاں کو پہنچے۔

☆دکن اورنگ آباد آمد:۔

پچاس برس عالمِ سلوک میں گذارنے کے بعد حضرت درجۂ کمال وعرفاں کو پہنچے حضرت پیرو مرشد شاہ محمد غوث ملتانی نے بندہ علی کو ملک دکن روانہ فرمایا پھر آپ مرشد کے حکم کے مطابق اورنگ آباد دکن آئے اورنگ آباد کی آب وہوا مرغوب دل ہوئی وہی سکونت اختیار کی۔

☆شہرت:۔

اورنگ آباد دکن میں شاہ بندہ علی مدّت تک گوشہ نشین رہے اور خلائق سے مخفی رہنا چاہتے تھے۔مگر مشک کی خوشبوں کہی چھپ سکتی تھی آپ کی شہرت اطراف میں منتشر ہوئی خلائق مرد کیا عورت تک جوق درجوق آنے لگے حضرت نے اپنے ہدایت و ارشادات سے اس خطعۂ زمین کو منوّر کیا سب کو اپنی ہدایت کے رنگ سے رنگ دیا۔پھر آپ نے اورنگ آباد میں ایک خانقاہ بنائی اور ہر مہینے کی یازدہم کو مجلس بڑی شان وعظمت سے کرتے تھے۔آپ نے رُشد وہدایت میں کوئی کثر نہیں چھوڑی اور طعام لذیز ونفیس کی طرف کبھی رقبت نہیں کی۔ ہمیشہ ایک ہی کھچڑی پر اکتفاء کیا اور اس میں بھی نمک نہیں ہوتا تھا۔شہر کے مشائخ آپ کی بڑی تعظیم وتکریم کرتے تھے اور سب کو یقین تھا کہ آپ اِس وقت کے

قطب ہے۔ آپ کے خوارق عادات بے شمار ہیں۔ حضرت رمزالہیؒ آپ کے مرید کامل و خلیفہ اکمل تھے۔

☆وفات:۔

آپ کی یعنی شاہ بندہ علیؒ کی وفات جمادی الاوّل ۱۱۰۵ھ میں واقع ہوئی شہر اورنگ آباد میں مدفون ہوئے آپ کی مزار مبارک اورنگ آباد میں کہاں واقع ہیں اور آپ کس ہجری و عیسوی میں تولّد ہوئے اس بات کی صراحت کسی کتاب میں نہیں ملتی۔ (۲۳۰)

(۶) ☆شاہ حسین مجذوب اورنگ آبادیؒ:۔

شاہ حسین نام تھا آپ کو جذبہ ذاتی تھا مادر زاد مجذوب تھے اکثر امراء آپ کے معتقد تھے خصوصاً خان عالم خان آپ پر فریفتہ تھے۔ نواب آپ کو اورنگ آباد سے بسنت نگر لے گئے یہاں پر بے شمار خوارق ظاہر ہوئے۔ الغرض حضرت کی پیدائش و سلسلۂ نسب کا پتہ نہیں چل سکا۔ (۲۳۱)

☆وفات:۔

حضرت خواجہ شاہ حسینؒ مجذوب اورنگ آبادی ۱۱۵۵ھ میں فوت ہوئے اور بسنت نگر میں انھیں مدفون کیا گیا۔ (۲۳۲)

(۷) خواجہ وفا قدس سرہ:۔

☆اسمِ گرامی، ولادت:۔

حافظ محمد صالح نام ہے خواجہ وفا آپ کا عرف ہے آپ کی جائے ولادت کشمیر ہے یعنی آپ کشمیری الولمولد ولمنشا ہیں۔ حافظ قرآن وقاری تھے۔ علم تجوید

میں مہارت کاملہ رکھتے تھے کشمیر سے اکبرآباد آئے۔ درویش کامل اور مرشد ہادی کی جستجو میں تھے۔ اور حضرت امیر عبداللہ قدس سرہ جو عارف باللہ تھے ان کی خدمت میں حاضر ہوئے حضرت نے آپ کو امام مسجد بنالیا۔ اور تعلیم و تلقین شروع کیں آپ سایہ کی طرح پیر کی خدمت میں ملازم و مستعد رہتے تھے۔ حضرت پیر و مرشد دکن میں بطریق سیر و سیاحت آئے تو آپ ہمرکاب تھے۔ حضرت خواجہ وفا کی تعلیم سلوک ناتمام تھا کہ پیر نے رحلت فرمائی اور ذمہ داری حضرت امیر ابوالعلاؒ کی خدمت میں مستفید ہونے لگے۔

☆ خلافت و دکن، اورنگ آباد روانگی:۔

حضرت خواجہ وفا قدس سرہ درجہ کمال کو پہنچے حضرت نے آپ کو خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا اور اورنگ آباد دکن خلائق کی ہدایت و تعلیم کے لئے روانہ کیا آپ حسبُ الحکم پیر و مرشد اورنگ آباد دکن میں آئے ہدایت و رہنمائی کا سلسلہ جاری فرمایا اہلِ دکن آپ کی خدمت سے مستفید ہونے لگے مُدت العمر آپ اورنگ آباد میں رہے۔

☆ درس و تدریس:۔

آپ صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔ شرع شریف کا زیادہ لحاظ رکھتے تھے عُلماء و مشائخ سے حسن و سلوک فرماتے تھے۔ علماء و مشائخ بھی آپ کی بزرگی کو مانتے تھے۔ دورود و وظائف سے فارغ ہوکر طلبہ کو قرآن شریف و رسائل تجوید پڑھاتے تھے اور کُتب تصوّف بھی شائقین آپ کی خدمت میں پڑھتے تھے۔ آپ معرفت و وحدت کے نکات نہایت وضاحت کے ساتھ بیان فرماتے تھے۔ اور طلبہ و شائقین آپ کے حُسن تقریر سے محظوظ ہوتے تھے۔

☆ وفات:۔

حضرت خواجہ وفاؒ کی عمر تخمیناً ۱۰۰ برس کے قریب تھی۔ آخر آپ نے بتاریخ ۱۴ ماہ ربیع الاوّل ۱۱۸۱ھ م ۱۷۶۷ء میں دارِ فانی سے عالم بقا کی طرف رحلت کی اورنگ آباد میں مدفون ہوئے کسی تاریخ میں آپ کے مدفن کا خاص مقام و مقبرہ معلوم نہیں ہوا۔ (۲۳۳)

(۸) ☆ خواجہ شیخنؒ صاحب اورنگ آبادی:۔

محبوب القلوب کے موٗلف نے لکھا کہ آپ سیّد احمد گجراتی کے مرید و خلیفہ ہیں۔ اور وہ شاہ برہان راز رکھی کے مرید و خلیفہ تھے۔ صاحب ذکر و شغل تھے۔ اور مشائخ کرام میں وحید الدہر، فقراء و متاخرین میں فرید العصر تھے۔ تلقین و تربیت میں بے مثل اور پیر پرستی میں کامل تھے ہمیشہ مرشد کی خانقاہ پر حاضر رہتے تھے۔ جو کچھ مرشد فرمائے اسے بہ سرو چشم بجا لاتے آپ درس بھی دیا کرتے تھے اس درس میں عُلماء وفضلاء بھی حاضر رہتے تھے۔ مثنوی کے مطالب نہایت ہی خوبی سے ادا کرتے تھے۔ یہ عبارت اس بات کی صراحت کر رہی ہے کہ آپ شاعری کا نہایت ستھرا ذوق رکھتے تھے اور اس کی باریکیوں سے متعارف تھے جس کی بناء پر پڑھنے اور سننے والوں کو حظّ و لطف حاصل ہوتا تھا۔ مختلف کتب میں حضرت خواجہ شیخن صاحبؒ کی بزرگی و کرامت کا بھی ذکر ملتا ہے۔ آپ کے کامل خلفاء میں شاہ افضل رفائی، شاہ مجد الدین وغیرہ اور آپ کے دونوں صاحبزادے غلام حسین عرف شاہ ابّن صاحب و غلام سجاّد دونوں صاحب حال تھے۔ (۲۳۴)

☆ وفات:۔

خواجہ شیخن صاحب اورنگ آبادیؒ کی وفات ۲ ربیع الاوّل ۱۱۵۱ھ میں واقع ہوئی مزار مبارک اورنگ آباد میں خلائق کی زیارت گاہ ہے۔ (۲۳۵)

(۹) شاہ شریف چشتی نظامی اورنگ آبادیؒ:۔

☆اسمِ گرامی، خرقۂ خلافت:۔

آپ کا اسمِ مبارک شاہ شریف ہے آپ شیخ المشائخ حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ اورنگ آبادی کے اعظم خلفاء و اکمل مریدین میں سے ہیں اوّلاً آپ کو شیخ موصوف سے خلافت و اجازت نامہ مل چکا تھا۔ حسب الارشاد پیر و مرشد خلائق کو ہدایت و ارشاد فرمانے لگے۔ اکثر خاص و عام دکن آپ کے دائرہ ارادت و بیعت میں شامل ہونے لگے آپ کی پیری مریدی کا ستارہ خوب چمکنے لگا۔ آپ رات دن اذکار و اوراد میں مشغول رہتے تھے۔

ثانیاً آپ کو حضرت شیخ کلیم اللہ شاہ جہاں آبادی دہلویؒ سے خرقۂ خلافت و اجازت ہم دست ہوئی۔ آپ شیخ کی اجازت سے ہدایت و ارشاد کے لئے بندر سورت و گجرات تشریف فرما ہوئے۔ چند مدّت بندر سورت میں قیام پذیر رہے۔ اور خلائق کو فیض ہدایت سے مستفید کرتے رہے۔ اہلِ گجرات و دکن آپ سے حسن ارادت رکھتے تھے۔ آپ کو شیخین سے جمیع سلاسل چشتیہ، قادریہ و سہروردیہ وغیرہ مرید کرنے کی اجازت حاصل تھی۔ جس طریقہ کا طالب ہوتا آپ کو اسی طریقے میں مرید فرماتے تھے۔ ذکر و شغل کی ہدایت کرتے تھے۔ آپ صاحبِ وجد و حال تھے۔ (۲۳۶)

آپ پیر و مرشد کی رحلت کے بعد شہر اورنگ آباد میں پچیس برس تک زندہ رہے مدّت مذکورہ میں اہلِ دکن کو ہدایت و ارشاد سے سرفراز فرمایا۔

☆وفات:۔

حضرت شاہ شریف چشتی نظامی اورنگ آبادیؒ نے بتاریخ ۲۶ ماہ

رجب ۱۱۲۸ھ میں اس عالم فانی سے ملک جاودانی کی طرف رحلت کی عارف الدین خاں المتخلص بعاخیر نے تاریخ رحلت لکھی مادّہ تاریخ یہ ہے۔ ''مرد با وجد بود شاہ شریف ۱۱۲۸ھ''

☆ مزار مبارک:۔

حضرت شاہ شریف چشتی نظامی اورنگ آبادیؒ کی درگاہ اورنگ آباد میں قریب اورنگ پورہ متصل نالہ جس کو شریف کا نالہ کہتے ہے۔ آپ کے مرقدِ مبارک پر گنبد بنایا گیا تھا اور درگاہ کے احاطہ میں خانقاہ و مسجد بھی بنائی گئی تھی۔ نالہ کی متعدد طغیانی کی وجہ سے تمام عمارتیں منہدم ہوگئی اب صرف اطراف کی چاردیواری باقی ہے آپ کا سالانہ عرس ہوتا ہے۔ (۲۳۷)

(۱۰) شاہ غلام حُسین اورنگ آبادیؒ:۔

☆ سلسلۂ نسب:۔

آپ سیّد لابالی صاحب کی اولاد میں ہیں نسب کا سلسلہ اس طرح ہے۔ شاہ غلام حسین بن سیّد اسحاق بن سیّد یعقوب. بن سیّد حمید الدین. بن سیّد الیاس. بن سیّد صدر الدینؒ بن سیّد رُکن الدین بن سیّد عبداللہ بن سیّد حمد. بن سیّد عبدالباسط. بن شہاب الدین احمد۔

☆ مرید و خلیفہ، اورنگ آباد آمد:۔

آپ شاہ علی گجراتی کے مرید و خلیفہ ہیں۔ گجرات سے اورنگ آباد آئے شہر میں سکونت پذیر ہوئے۔ آپ مقتدائے زمانہ تھے۔ اکثر امراء و اہلِ دل آپ کے مرید و معتقد تھے۔ آپ کی مجلس میں مولوی قمر الدین نقشبندی و شیخ الاسلام خان وغیرہ علماء حاضر تھے۔ جو کچھ فرماتے تھے سب قبول کرتے تھے۔ کسی کو انکار نہیں ہوتا تھا۔ غرض آپ موزون الطبع تھے اور شاعر بھی

تھے۔ اکثر آپ کے اشعار صوفیانہ ہے ''طبقات الشعراء'' میں آپ کے اشعار درج کیے گئے ہیں۔ آپ نے مثنوی مختصر مثنوی رومی کی طرز پر لکھی ہے۔ نواب ناصر جنگ شہید آپ کے مرید و معتقد تھے۔ آپ کی مجلس میں سماع نہیں ہوتا تھا۔

آپ کا تصرف تھا کہ جو کوئی آپ سے ملنے آتا تھا مصافحہ کے بعد ضرور قدمبوس ہوتا تھا ایک عالم فاضل نے کہا یہ بات غلط ہے اگر میں آپ سے ملوں گا تو صرف مصافحہ کرونگا غرض امتحاناً حضرت کی خدمت میں آیا جب آپ سے مصافحہ کیا فوراً پیروں میں لغزش ہوئی سر کے بل گرا۔ (۲۳۸)

☆ وفات:۔

شاہ غلام حُسین اورنگ آبادیؒ کی وفات ۱۱۷۶ھ میں ہوئی۔

☆ مزار مبارک:۔

شاہ غلام حُسین اورنگ آبادیؒ کی مزار مبارک شہر اورنگ آباد کے محلّہ چیلی پورہ میں واقع ہے۔ (۲۳۹)

(۱۱) لال شاہ درویش قدس سرہ:۔

لال شاہ درویش اورنگ آبادیؒ عارف کامل درویش تھے۔ صاحب کشف و کرامت تھے۔ آپ کی ذات بابرکات مرجع خلائق تھی۔ آپ کے اوقات تمام یادِ الٰہی میں بسر ہوتے تھے آپ علم تصوّف میں بڑے ماہر تھے وحدت وجود کا مسئلہ اس خوبی سے سمجھاتے تھے کہ سننے والے اور پڑھنے والے نہایت ہی محظوظ ہوتے تھے۔ مریدین کے دلوں پر آپ کی تقریر کا اس قدر اثر ہوتا کہ بعض پر وجد کی حالت طاری ہوتی تھی۔

''مرات الاولیا'' میں لکھا ہیں کہ آپ غفران مآب آصف جاہ ثانی ولرضوان کے زمانے میں زندہ تھے آپ اکثر اوقات بیدر میں بھی رونق افروز ہوئے ہیں ساکنان بیدر بھی آپ کے فیض سے مستفید ہوئے ہیں آپ پسندیدہ صورت وفرشتہ سیرت تھے۔

☆سراپا:۔

آپ کا رنگ سرخ وسفید تھا وضع درویشانہ سر برہنہ لمبے لمبے بال تھے چادر برنگ گیر وجسم پر لنگی باندھے ہوئے پشت خارہ ہاتھ میں لپٹے ہوئے رہتے تھے۔

☆وفات:۔ ۱۱۹۸ھ میں اس دارِفانی سے عالمِ جاودانی کو روانہ ہوئے چنچل گوڑہ کے میدان میں شہر سے باہر مدفون ہوئے۔(۲۴۰)

(۱۲)سیّد نظام الدین ادریس حسینیؒ:۔

آپ سادات حُسینی سے ہیں صحیح النسب وشریف الحسب ہیں آپ ابتداء میں مخدوم شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے مرید وخلیفہ ہوئے۔اور دہلی سے دکن میں آئے۔سیّد علاوٗ الدین ضیاء کی خدمت میں فیض باطنی پایا فضائل وکمالات انسانی کو پہنچے اور خلافت کا خرقہ حاصل کیا۔مدّت تک ریاضت وعبادت کرتے رہے صاحب کرامات وخوارق عادت ہوئے آپ کے پیر نے ایک روز آپ کی نسبت فرمایا کہ میرے خلفاء بے شمار ہیں مگر نظام الدین ایک فرو فرید ہیں میں نے اپنی خلافت اس کو تفویض کی جس کو وہ خلافت کرے وہ میرا خلیفہ ہوگا۔اس طرح پیر نے رحلت کے وقت آپ کو نصیحت ووصیّت کر کے بہشت بریں کو رحلت کی۔آپ سیّد علاوٗالدین ضیاء کے قائم مقام تھے جامع اخلاق حمیدہ وحاوی

صفات پسندیدہ تھے۔اقوال واعمال میں پیر کے ہم قدم تھے۔(۲۴۱)

**سیّد نظام الدین ادریس حُسینیؒ کا سیّد علاؤ الدین ضیاء کی خدمت میں پہنچنا و دولت آباد آمد:۔**

مشاہیر برہان پور کے مولّف نے لکھا کہ آپ پہلوانوں کی شکل میں ایک ہاتھ میں کمان اور دوسرے ہاتھ میں پتھر کا گولہ لیے ہند کے بلاد و مصار میں سیر و سیاحت کرتے تھے۔اور ہر ایک صوفی اور شیخ کے مکان پر جاتے تھے۔اور کامل فقیر کی تلاش کرتے تھے۔آخر آپ سیر کرتے ہوئے دولت آباد میں آئے اور حضرت علاؤ الدین ضیاء کی خانقاہ میں فروکش ہوئے سیّد نے دیکھتے ہی کشف باطنی سے پہچانا کہ یہ طالبِ خُدا ہے اس ہیئت میں پوشیدہ ہو کے خُدا کا خواہاں ہے۔آپ نے مسکرا کے فرمایا اے سیّد نظام الدین ادریس خُدا کی طلب میں اس طرح اوقات ضائع کرنا مناسب نہیں آپ حضرت کا کلام سنتے ہی بھڑک گئے اور کمان و گولہ پھینک دیا اور تسلیم ادا کی عرض کی کے میں مدّت سے اس آرزو میں سرگذشتہ و پریشان تھا اور دل میں عہد کیا تھا جو کوئی بزرگ مجھ کو اس حالت میں پہچانے گا میں اس کا مرید ہو جاؤ نگا اور اس سے علم حقائق حاصل کرونگا آج وہ دل کی آرزو حاصل ہوئی کمترین خادم کو بیعت میں لیجئے آپ نے بیعت سے سرفراز کیا۔آپ حضرت کی خدمت میں ریاضت میں مشغول ہوئے چند روز کے بعد حضرت نے آپ کو خواجہ رکن الدین احمد آبادی کی خدمت میں روانہ کیے۔چند منازل طئے کرنے کے بعد آپ احمد آباد میں خواجہ رکن الدین کی خدمت میں پہنچے اور قدم بوس ہوئے خواجہ نے فرمایا بابا نظام الدین میں تیرے پیر کے لئے خلافت کا خرقہ مرید صادق الاعتقاد کے ہاتھ سے روانہ کیا اب تو اپنے لئے آیا ہے آپ کو نہایت لطف و احسان سے مخلصین حقیقی کے زمرے میں شریک فرمایا اور دست مبارک سے خلافت کا خرقہ عطا فرمایا۔اور دوسرا خرقہ و نعمت سیّد علاؤ الدین ضیاء کے لئے عطا کر کے

آپ کو دولت آباد رخصت فرمایا۔

آپ دولت آباد پیر کی خدمت میں پہنچے خرقہ ونعمت پیش کیا۔ سیّد علاؤالدین بہت خوش ہوئے آپ کو خلعت ابدی ونعمت سرمدی سے سرفراز فرمایا۔ آپ ہفتہ میں جمعہ کے روز نماز کے بعد محفلِ سماع منعقد فرماتے تھے۔ یہاں مریدین واہلِ شہر کا بڑا مجمع ہوتا تھا۔ آپ کو بابا برہان المعروف بہ غریبؒ نے ولایت پٹن عطا کی تھی۔ وہاں پر آپ معہ مریدین و خلفاؤں اوراہل بیعت تمام حضرات کے فروکش ہوگئے۔ نفس مضمون میں آپ کے حالات میں اولاد ذکور واناث کا ذکر کرینگے۔ آپ کو چار فرزند ہوئے جو صاحب کشف وکرامات گذرے ہیں۔ حضرت واہل قافلہ آنے سے پہلے یہ علاقہ غیر آباد تھا اور پٹن اور نیا دروازہ کے اندر ہی تھا آپ کے آنے کے بعد یہ علاقے جس کو آج ہم اور آپ دیکھ رہے ہیں آباد ہوتے گئے۔ ان چار فرزندان کے مزارات اوران کے لواحقین کے مزارات اندرونی احاطہ درگاہ اور بیرونی چبوتروں پر واقع ہیں۔ ان کے سلسلہ خلافت وبیعت جاری ہے۔ پٹن میں قادریہ سلسلہ کے جداعلیٰ سیّد نور محمد بغدادی کے ایک فرزند سیّد اسماعیل قادری ان کی زوجہ حضرت سیّد نظام الدین ادریس کی نواسی تھیں۔ آپ کے ہاتھ پر کئی غیر قوم کے افراد نے بیعت فرمائی اور اسلام میں داخل ہوئے۔ ان میں ایک کانپ ناتھ نامی بھی تھے جنھوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد رشد وہدایت سے آراستہ ہوکر حضرت نے آپ کو خلافت واجازت فرمائی جو حضرت شاہ رمضان ماہی سوار چشتی کے لقب سے مشہور ہوئے۔ حضرت کے سلسلے کے افراد بیڑ، فتح آباد اور خاندیس میں آج بھی آباد ہیں۔ آپ کے خاندان کے دو بزرگ پٹن میں چوک کی مسجد کے کھلے احاطہ میں مدفون ہیں۔ (۲۴۲)

☆ وفات:۔

حضرت خواجہ نظام الدین ادریس حسینیؒ کی وفات ۸۳۶ھ میں ہوئی آپ کی مزار مبارک مونگی پٹن متصل اورنگ آباد میں ہے۔ (۲۴۳)

(۱۳) مولوی نور الہدیٰؒ:۔

☆ ولادت:۔

آپ مولانا قمر الدین کے صاحبزادے کلاں تھے آپ کی ولادت ۱۱۵۳ھ میں ہوئی آپ کا مولد و منشا بلدۂ اورنگ آباد ہے۔

☆ تعلیم:۔

نشو و نما کے بعد کُتب درسیہ و عربیہ و علومِ ادبیہ والد ماجد کی خدمت میں ابتداء سے انتہاء تک ختم کی۔ جب آپ فارغ التحصیل ہوئے اس وقت آپ کی عمر سولہ برس تھی۔ تحصیلِ علم کے بعد قرآن شریف حفظ کیا اور قرأت میں بھی قیراء ماہرین سے لیاقت حاصل کی اور طریقۂ نقشبندیہ میں والد ماجد کے مرید و خلیفہ ہوئے۔ جامع علوم عقلی و نقلی حاوی حقائق صوری و معنوی تھے علومِ نظریہ و حکمیہ میں بے نظیر فقہ و تفسیر و حدیث میں بدرِ منیر تھے دکن میں آپ کے علم و فضل کی شہرت ہوئی اور بلاد و امصار سے طلبہ جوق در جوق آنے لگے اور آپ کی خدمت سے مستفید ہوئے آپ نے درس و تدریس کے ستارے کو روشن کیا اور علم کو رواج دیا۔

☆ تصانیف:۔

حضرت مولوی نور الہدیٰؒ صاحبِ تالیف و تصنیف تھے متعدد شرح و رسائل لکھے جو حسب ذیل درج ہے۔

☆ازانجملہ شرح مظہرالنورو شرح نورلکرکمتین وبوارق النورحاشیہ شرح مظہرالنور رسالۂ تشکیک برحاشیہ قدیمہ رسالۂ اعتراض برقاضی عضدو☆رسالہ برقاضی زاہد مشہور ہیں۔

''عنایت الٰہی'' کے تکلّمہ کا مولف لکھتا ہیں کہ یہ تمام کُتب ورسائل بالا پور برار کے کتب خانہ میں موجود ہیں ۱۲۰۱ھ میں آپ امیر حیدر بلگرامی کے روانہ کرنے کے لئے ایلچپور، بالا پور میں رونق افروز ہوئے اور چند روز قیام کیا جس کی بدولت سے اہلِ برار بھی مستفید ہوئے۔ میر غلام علی آزاد بلگرامی نے آپ کی شرح مظہرالنور سے چند صفحے بطور نمونہ ''سبحتہ المرجان فی احوال ہندوستان'' میں نقل کیے ہیں۔ یہ مضامین دیکھنے سے آپ کی لیاقت وفضیلت کا حال معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مولوی نورالہدیٰؒ خنداں رو وشگفتہ جبیں تھے۔ امیر وفقیر کے ساتھ حسن وسلوک فرماتے تھے۔ آپ نے کبھی علم وادب وحسب ونسب پر ناز نہیں کیا۔ آپ کے توسط سے اکثر حاجت مند کامیاب ہوتے تھے۔

☆وفات:۔

حضرت مولوی نورالہدیٰؒ نے آخر اس دارِ فانی سے دارِ باقی کو رمضان المبارک ۱۲۰۳ھ میں رحلت کی۔

☆مزار مبارک:۔

حضرت مولوی نورالہدیٰؒ کی مزار مبارک اورنگ آباد میں دروازہ بھڑکل کے قریب ہے۔ (۲۴۴)

(۱۴) مولوی سیّد نورالمصطفیٰ بن مولانا قمرالدین اورنگ آبادیؒ:۔

آپ مولانا قمرالدین کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔ آپ

نے تحصیلِ کتب برادر نورالعلی کی خدمت میں ختم کیں۔ اور بھائی کے مرید و خلیفہ ہوئے تارک الدنیا طالب المولیٰ تھے۔ دُنیا و مافیہا سے تعلق نہیں رکھتے تھے۔ ترک و تجرید میں زندگی بسر کرتے تھے۔ والد ماجد کی مزار فائض الانوار کے مجاور تھے۔ ہمیشہ ذکر و شغل و تلاوت میں مصروف رہتے تھے۔ امراء و اہلِ دُنیا سے بہت ہی کم ملتے تھے۔ ارادت مندوں کو بیعت کے دائرہ میں شریک کرتے تھے۔ ایک مرتبہ علی بہادر کی زوجہ جو مولانا نورالہدیٰؒ کی مرید تھی اس کے پاس مقام پونہ گئے تھے۔ اور کبھی کبھی کرنول و حیدرآباد مریدوں کے تقاضہ سے جاتے تھے۔ اور کبھی بالاپور برادر و ہمشیرہ کے ملنے کے لئے جاتے تھے۔ (۲۴۵)

اورنگ آباد میں گوشہ نشین رہتے تھے۔ کبھی گھر سے باہر قدم نہیں رکھتے تھے۔ بزرگانِ دین کے طریقہ پر ثابت قدم رہتے تھے متدیّن و متقی صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے۔

☆وفات:۔

مولوی سیّد نورالمصطفیؒ کی وفات دس تاریخ ماہ رمضان روز پنجشنبہ ۱۲۳۰ھ میں ہوئی اور والد ماجد کے قریب دفن ہوئے (۲۴۶)

(۱۵) بنے میاں محمد اعظم خانؒ:۔

☆اسمِ گرامی و وطن:۔

حضرت بنے میاںؒ صوبۂ پنجاب میں شیخ پور کے رہنے والے تھے۔ کافی رئیس و دولت مندوں میں شمار تھا۔ حضرت کا اسمِ گرامی محمد اعظم خاں صاحب تھا۔ آپ کے والد بزرگوار کا اسمِ گرامی حضرت نور محمد خان صاحب قبلہ تھا۔ آپ کے دادا کا اسمِ گرامی بہادر خان تھا۔ دادا کی وفات کے بعد والد بزرگوار مع خاندان کے ساتھ دکن کے علاقے میں منتقل

ہو گئے۔ حضرت اپنے والد کے ساتھ رسالہ کنٹومینٹ حیدرآباد میں ملازم ہو گئے۔ لیکن جب حضرت پیرومرشد سیّد شاہ افضل بیابانیؒ ہزاروں لوگ آپ سے داخلِ بیعت ہو رہے تھے تو والد بزرگوار اور خود یعنی حضرت بنے میاں صاحب بیعت سے مشرّف ہوئے پیرومرشد کا آستانہ قاضی پیٹ ورنگل آندھراپردیش میں ہے۔

☆لقب:۔

ایک روز آپ اپنے پیرومرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے جیسے ہی پیرومرشد کی نظر آپ پر پڑی دلی محبت وشفقت کے جوش میں بے ساختہ فرمایا ''آؤ میرے بنے'' اُسی روز سے آپ بنے میاںؒ کے نام سے مشہور ہو گئے اور آج تک مخلوقِ خدا آپ کو اسی نام سے یاد کرتی ہیں۔

☆اورنگ آباد آمد:۔

آپ نے ورنگل سے آکر اورنگ آباد عثمان پورہ میں سکونت اختیار کی اکثر دُکانوں پر بیٹھ جاتے تھے۔ آپ کی حالت مجنوں جیسی تھی اور اسی وجہ سے ایک انگریز آفیسر نے آپ کو جیل میں قید کر دیا تھا لیکن قید ہونے کے باوجود آپ بازار میں دیکھائی دیئے تو انگریز آفیسر نے معافی مانگی اور احترام کرنے لگا۔ (۲۴۷)

حضرت بنے میاںؒ عثمان پورہ سے مشرقی ندی کے قریب بھنڈاری کنویں پر قیام فرماتے تھے۔ جنگل کی آب وہوا پسند کرتے تھے ایک عرصہ تک عبادت وریاضت فرماتے رہے آپ سے بے شمار کرامات ظہور پذیر ہوئی مسلمان ہندو پارسی، عیسائی اور دیگر حضرات حاضری دیتے تھے۔

☆وصال:۔

حضرت بنے میاںؒ کا وصال ۲۹ شوال ۱۳۳۹ھ ۱۹۲۱ء میں ہوا وصال کے وقت آپ کی عمر شریف ۱۰۵ سال تھی۔ ان کا مزار شاہ گنج بس اسٹانڈ کے سامنے اورنگ آباد میں ہے۔ (۲۴۸)

القصہ مختصر یہ تمام بزرگانِ دین دکن اورنگ آباد و مضافات میں وارد ہوئے اور اپنے زمانے کے عالم فاضل بھی گذرے ہیں۔ اِن بزرگوں کی مختلف مقامات پر مزارات واقع ہیں جس کی وجہ سے آج بھی خلقِ خدا استعفادہ اٹھا رہی ہیں۔

### ☆حوالے وتشریحات☆

| سلسلہ نمبر | اسمائے کتاب | مصنف/ مولف | سنِ اشاعت / ایڈیشن/ مقامِ اشاعت | صفحہ نمبر |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| ۱۔ | گلستانِ خُلد آباد | مولوی عبدالحیی | ۱۴۲۲ھ م ۲۰۰۱ء اورنگ آباد | ۲۵ |
| ۲۔ | گلستانِ خُلد آباد | مولوی عبدالحیی | ۱۴۲۲ھ م ۲۰۰۱ء اورنگ آباد | ۲۶ |
| ۳۔ | قطب مالوہ حضرت شاہ شرف الدین حسینی چشتی | سیّد عابد علی وجدیؔ الحسینی بھوپال | ۱۹۸۳ء سالار جنگ میوزیم حیدرآباد | ۹۰۔۹۵ |
| ۴۔ | صوفی سمپر دائے دھارمیک وسماجیک | ڈاکٹر اعجاز شیخ | چینمئے پرکاشن اورنگ آباد | ۲۷۔۲۸ |
| ۵۔ | صوفی سمپر دائے دھارمیک وسماجیک | ڈاکٹر اعجاز شیخ | چینمئے پرکاشن اورنگ آباد | ۲۹۔۳۰ |
| ۶۔ | صوفی سمپر دائے | سیتو مادھوراؤ پگڑی | | ۳۴ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۷۔ | پیرانِ طریقت | ابو المعارف قاضی میر لطف عارف الو العلائی | ۱۲۶۶ھ حیدر آباد | ۱۰۔۱۱ |
| ۸۔ | صوفی سمپر دائے دھارمیک وسماجیک | ڈاکٹر اعجاز شیخ | چینمئے پرکاشن اورنگ آباد | ۳۳۔۳۴ |
| ۹۔ | سفینۃ الاولیاء | شہزادہ دارا شکوہ | ناز پبلیشنگ ہاؤس حیدر آباد | ۱۲۸۔۱۲۹ |
| ۱۰۔ | سکینۃ الاولیاء | شہزادہ دارا شکوہ | ناز پبلیشنگ ہاؤس حیدر آباد | ۲۱ |
| ۱۱۔ | خسرو شناسی | محمد علی شاہ میکش اکبر آبادی | ناز پبلیشنگ ہاؤس حیدر آباد | ۱۱۰۔۱۱۱ |
| ۱۲۔ | آبِ کوثر | شیخ محمد اکرام | طبع پنجم حیدر آباد | ۲۵۳ |
| ۱۳۔ | خسرو شناسی | محمد علی شاہ میکش اکبر آبادی | ناز پبلیشنگ ہاؤس حیدر آباد | ۱۱۱ |
| ۱۴۔ | سفینۃ الاولیاء | شہزادہ دارا شکوہ | ناز پبلیشنگ ہاؤس حیدر آباد | ۵۷ |
| ۱۵۔ | سفینۃ الاولیاء | شہزادہ دارا شکوہ | ناز پبلیشنگ ہاؤس حیدر آباد | ۵۸ |

| ۱۶۔ | آبِ کوثر | شیخ محمد اکرام | طبع پنجم حیدر آباد | ۲۵۴ |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| ۱۷۔ | رودِ کوثر | شیخ محمد اکرام | طبع پنجم حیدر آباد | ۶۳ |
| ۱۸۔ | سکینۃ الاولیاء | شہزادہ دارا شکوہ | ناز پبلیشنگ ہاؤس حیدر آباد | ۲۱ |
| ۱۹۔ | سفینۃ الاولیاء | شہزادہ دارا شکوہ | ناز پبلیشنگ ہاؤس حیدر آباد | ۷۱ |
| ۲۰۔ | صوفی سمپر دائے دھارمیک و سماجیک | ڈاکٹر اعجاز شیخ | چینمئے پرکاشن اورنگ آباد | ۳۴ |
| ۲۱۔ | آبِ کوثر | شیخ محمد اکرام | طبع پنجم حیدر آباد | ۲۵۴/۲۵۳ |
| ۲۲ | سفینۃ الاولیاء | شہزادہ دارا شکوہ | ناز پبلیشنگ ہاؤس حیدر آباد | ۱۴۸ |
| ۲۳۔ | خسرو شناسی | محمد علی شاہ میکش اکبر آبادی | ناز پبلیشنگ ہاؤس حیدر آباد | ۱۱۰۔۱۱۱ |
| ۲۴۔ | آبِ کوثر | شیخ محمد اکرام | طبع پنجم حیدر آباد | ۲۵۳/۲۵۲ |
| ۲۵۔ | سکینۃ الاولیاء | شہزادہ دارا شکوہ | ناز پبلیشنگ ہاؤس حیدر آباد | ۲۱ |
| ۲۶۔ | صوفی سمپر دائے دھارمیک و سماجیک | ڈاکٹر اعجاز شیخ | چینمئے پرکاشن اورنگ آباد | ۳۴۔۳۵ |

| ۲۷۔ | آبِ کوثر | شیخ محمد اکرام | طبع پنجم حیدر آباد | ۲۵۴ |
|---|---|---|---|---|
| ۲۸۔ | خسرو شناسی | محمد علی شاہ میکش اکبر آبادی | ناز پبلیشنگ ہاؤس حیدر آباد | ۱۱۰۔۱۱۱ |
| ۲۹۔ | فرہنگِ آصفیہ | جلد سوّم | | ۲۳۴۱ |
| ۳۰۔ | سکینۃ الاولیاء | شہزادہ دارا شکوہ | ناز پبلیشنگ ہاؤس حیدر آباد | ۲۱ |
| ۳۱۔ | گلستانِ خلد آباد | مولوی عبدالحیی | ۱۴۲۲ھ ام ۲۰۰۱ء اورنگ آباد | ۹۶ |
| ۳۲۔ | رسالہ ''امام الاولیاء'' وشیش انک ہندی سا پتا ہک اورنگ آباد داوان | پر مکھ سمپادک غلام غوث کاریے کاری سمپادک شاہد شیخ | سالِ اوّل شمارہ ۲۶۔۳۶ مئی ۲۰۰۰ء اورنگ آباد | ۱۔۴ |
| ۳۳ | احادیث تصوف | | | ۱۳۲/۱۳۳ |
| ۳۴۔ | گلستانِ خلد آباد | مولوی عبدالحیی | ۱۴۲۲ھ ام ۲۰۰۱ء اورنگ آباد | ۱۰۰ |
| ۳۵۔ | دکن میں اُردو | نصیر الدین ہاشمی | پہلا ایڈیشن ۱۹۸۵ء | ۳۵ |
| ۳۶۔ | گلستانِ خلد آباد | مولوی عبدالحیی | ۱۴۲۲ھ ام ۲۰۰۱ء اورنگ آباد | ۹۹۔۱۰۰ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۳۷۔ | گلستانِ اولیاء | ابومحمد بن خواجہ محمد | پہلا ایڈیشن جون سنہ ۱۹۹۵ء | ۶۳ |
| ۳۸۔ | رسالہ ''امام الاولیاء'' وشیش انک ہندی ساپتا ہک اورنگ آباد داوان | پر مکھ سمپادک غلام غوث کاریے کاری سمپادک شاہد شیخ | سالِ اوّل شمارہ ۳۶۔۲۶ مئی سنہ ۲۰۰۰ء اورنگ آباد | ۳ |
| ۳۹۔ | تاریخ اولیاء خلد آباد | جاوید امانؔ | اورنگ آباد | ۸۵ |
| ۴۰۔ | مکاشفات الاولیاء | مستجاب الدین بن حافظ نورالدین | اورنگ آباد | ۱۱۱ |
| ۴۱۔ | رسالہ ''امام الاولیاء'' وشیش انک ہندی ساپتا ہک اورنگ آباد داوان | پر مکھ سمپادک غلام غوث کاریے کاری سمپادک شاہد شیخ | سالِ اوّل شمارہ ۳۶۔۲۶ مئی سنہ ۲۰۰۰ء اورنگ آباد | ۲ |
| ۴۲۔ | گلستانِ اولیاء | ابومحمد بن خواجہ محمد | پہلا ایڈیشن جون سنہ ۱۹۹۵ء | ۶۴ |
| ۴۳۔ | سیر الاقطاب | فارسی | ----- | ۲۱۱ |
| ۴۴۔ | تاریخ اولیاء خلد آباد | جاوید امانؔ | اورنگ آباد | ۸۶ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۴۵۔ | گلستانِ اولیاء | شیخ ابو محمد | پہلا ایڈیشن جون سنہ ۱۹۹۵ء | ۸۲ |
| ۴۶۔ | مکاشفات الاولیاء | مستجاب الدین بن حافظ نور الدین | ۔۔۔۔۔ | ۱۷۱/۱۷۳ |
| ۴۷۔ | تذکرۂ اولیاء خُلد آباد | محمد علی خاں مجددی نقشبندی | حیدر آباد | ۱۳۵/۱۴۰ |
| ۴۸۔ | تذکرہ ریاض حسینی | آغا مرزا بیگ | مہاویر پیپر پروڈکٹ ریلوے اسٹیشن اورنگ آباد | ۲۷ |
| ۴۹۔ | تاریخ دیوگڑھ (دولت آباد) | آغا مرزا بیگ | ویلڈن گرافکس منظور پورہ اورنگ آباد | ۲۷/۷۴ |
| ۵۰۔ | گلستان خُلد آباد | محمد عبدالحی صاحب | سنہ ۱۴۲۲ھ م سنہ ۲۰۰۱ء اورنگ آباد | ۱۰۳ |
| ۵۱۔ | روضۃ الاولیاء | آزاد بلگرامی مترجم عبدالمجید خلد آبادی | اورنگ آباد | ۱۳۰ |
| ۵۲۔ | گلستان خُلد آباد | محمد عبدالحی صاحب | سنہ ۱۴۲۲ھ م سنہ ۲۰۰۱ء اورنگ آباد | ۱۰۳ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۵۳۔ | روضۃ الاقطاب | مولوی رونق علی صاحب | فروری ۲۰۰۰ء طباعت اوّل اورنگ آباد | ۲۷۷ |
| ۵۴۔ | روضۃ الاولیاء | آزاد بلگرامی مترجم عبدالمجید خلد آبادی | طباعت اوّل ۱۹۹۶ء | ۵۸ |
| ۵۵۔ | تذکرۂ اولیائے خلد آباد شریف | محمد علی خاں مجدّدی نقشبندی | حیدر آباد | ۹۲ |
| | تاریخ دولت آباد | آغا مرزا بیگ | طباعت اول ۲۰۱۴ء | ۷۵ |
| ۵۶۔ | روضۃ الاقطاب | مولوی رونق علی صاحب | فروری ۲۰۰۰ء طباعت اوّل اورنگ آباد | ۲۷۷ |
| ۵۷۔ | گلستانِ اولیاء | ابو محمد شیخ | پہلا ایڈیشن جون ۱۹۹۵ء | ۵۸ |
| ۵۸۔ | روضۃ الاقطاب | مولوی رونق علی صاحب | فروری ۲۰۰۰ء طباعت اوّل اورنگ آباد | ۴۲ |

| ۵۹۔ | گلستانِ خُلد آباد | محمد عبدالحیی صاحب | ۱۴۲۲ھ ۲۰۰۱ء اورنگ آباد | ۱۱۰ |
|---|---|---|---|---|
| ۶۰۔ | تذکرۂ اولیائے خلد آباد شریف | محمد علی خاں مجدّدی نقشبندی | حیدر آباد | ۲۰ |
| ۶۱۔ | شاہانِ بے تاج | وحیدہ نسیم | ۱۹۸۸ء اورنگ آباد | ۵۵ |
| ۶۲۔ | روضۃ الاقطاب | مولوی رونق علی | فروری ۲۰۰۰ء طباعت اوّل اورنگ آباد | ۴۴ |
| ۶۳۔ | تذکرۂ اولیائے خلد آباد شریف | محمد علی خاں مجدّدی نقشبندی | حیدر آباد | ۲۱ |
| ۶۴۔ | روضۃ الاقطاب | مولوی رونق علی | فروری ۲۰۰۰ء طباعت اوّل اورنگ آباد | ۴۵ |
| ۶۵۔ | آبِ کوثر | شیخ محمد اکرام | طبع پنجم حیدر آباد | ۳۶۲ |
| ۶۶۔ | روضۃ الاولیاء | غلام علی آزاد بلگرامی | دہلی | ۲۹ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۸۴۔ | شاہانِ بے تاج | وحیدہ نسیم | ۱۹۸۸ء اورنگ آباد | ۹۸ |
| ۸۵۔ | احسن الاقوال | حماد الدین کاشانیؒ مترجم عبدالمجید وکیل | بارِ اوّل اشاعت جدید | ۹ |
| ۸۶۔ | تذکرۂ اولیائے خلد آباد شریف | محمد علی خاں مجدّدی نقشبندی | حیدر آباد | ۴۱ |
| ۸۷۔ | بزمِ صوفیہ | سیّد صباح الدین | دارالمصنفین اعظم گڑھ | ۳۲۶تا۳۲۷ |
| ۸۸۔ | بزمِ صوفیہ | سیّد صباح الدین | دارالمصنفین اعظم گڑھ | ۳۲۸ |
| ۸۹۔ | نفائس الانفاس | رکن الدین کاشانیؒ مترجم نثار احمد فاروقی | ماہ نامہ منادی نئی دہلی | ۹ |
| ۹۰۔ | تذکرۂ اولیائے دکن | عبدالجبار خان ملکاپوری | | ۱۶۲ |
| ۹۱۔ | بزمِ صوفیہ | سیّد صباح الدین | دارالمصنفین اعظم گڑھ | ۳۳۸ |

| ۹۲۔ | انوارِ اصفیاء | مرتبہ ادارا تصنیف و تالیف | اشاعت چہارم ۱۹۸۵ء | ۳۶۶ |
|---|---|---|---|---|
| ۹۳۔ | گلستانِ اولیاء | شیخ ابو محمد | | ۳۵ |
| ۹۴۔ | روضتہ الاقطاب | مولوی رونق علی | فروری ۲۰۰۰ء طباعت اوّل اورنگ آباد | ۱۸۹ |
| ۹۵۔ | احسن الاقوال | حماد الدین کاشانی مترجم ڈاکٹر فرحین | طبع دوم ۲۰۱۲ء | ۱۰۸/۱۰۶ |
| ۹۶۔ | گلستانِ اولیاء | محمد عبد الحیی صاحب | | ۲۲۶ |
| ۹۷۔ | احسن الاقوال | احسن الاقوال مترجم ڈاکٹر فرحین | طبع دوم ۲۰۱۲ء | ۱۱۳/۱۱۲ |
| ۹۸۔ | تذکرۂ اولیائے خلد آباد شریف | محمد علی خاں مجدّدی نقشبندی | حیدر آباد | ۵۶ |
| ۹۹۔ | شاہانِ بے تاج | وحیدہ نسیم | ۱۹۸۸ء اورنگ آباد | ۱۲۱ |
| ۱۰۰ | تذکرۂ اولیائے دکن | عبد الجبار خان ملکاپوری | | ۱۶۲ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۰۱۔ | ہدایت القلوب | میر حسن مولّف مترجم نثار احمد فاروقی | ماہ نامہ منادی نئی دہلی جلد ۶۹ شمارہ ۸ | ۹ |
| ۱۰۲۔ | روضتہ الاولیاء | آزاد بلگرامی مترجم نثار احمد فاروقی | دہلی | ۴۲ |
| ۱۰۳۔ | روضتہ الاقطاب | مولوی رونق علی | فروری ۲۰۰۰ء طباعت اوّل اورنگ آباد | ۱۸۹ |
| ۱۰۴۔ | تذکرۂ اولیائے خلد آباد شریف | محمد علی خاں مجدّدی نقشبندی | حیدر آباد | ۵۷ |
| ۱۰۵۔ | تذکرۂ اولیائے دکن | عبد الجبّار خان ملکا پوری | | ۳۷۲ |
| ۱۰۶۔ | ہدایت القلوب | میر حسن مولّف مترجم نثار احمد فاروقی | ماہ نامہ منادی نئی دہلی جلد ۶۹ شمارہ ۸ | ۹ |
| ۱۰۷۔ | شاہانِ بے تاج | وحیدہ نسیم | 1988ء اورنگ آباد | ۱۲۲ |

| ۱۰۸۔ | روضۃ الاقطاب | مولوی رونق علی | فروری ۲۰۰۰ء طباعت اوّل اورنگ آباد | ۲۱۴۔۲۱۵ |
|---|---|---|---|---|
| ۱۰۹۔ | روضۃ الاولیاء | غلام علی آزاد بلگرامی | دہلی | ۵۷۔۵۸ |
| ۱۱۰۔ | تذکرۂ اولیائے دکن | عبدالجبار خان ملکا پوری | | ۳۸۴،۳۸۵ |
| ۱۱۱۔ | شاہانِ بے تاج | وحیدہ نسیم | ۱۹۸۸ء اورنگ آباد | ۱۴۰۔۱۴۱ |
| ۱۱۲۔ | تذکرۂ اولیائے خلد آباد شریف | محمد علی خاں مجدّدی نقشبندی | حیدر آباد | ۷۴۔۷۵ |
| ۱۱۳۔ | تذکرۂ اولیائے خلد آباد شریف | محمد علی خاں مجدّدی نقشبندی | حیدر آباد | ۸۱ |
| ۱۱۴۔ | گلستانِ خلد آباد | محمد عبدالحیی صاحب | ۱۴۲۲ھ م ۲۰۰۱ء اورنگ آباد | ۲۲۱ |
| ۱۱۵۔ | روضۃ الاولیاء | آزاد بلگرامیؒ | | ۵۳/۵۴ |
| ۱۱۶۔ | تذکرۂ اولیائے خلد آباد شریف | محمد علی خاں مجدّدی نقشبندی | حیدر آباد | ۸۲۔۸۳ |
| ۱۱۷۔ | تذکرۂ اولیائے خلد آباد شریف | محمد علی خاں مجدّدی نقشبندی | حیدر آباد | ۸۳۔۸۴ |

| ۱۱۸۔ | گلستانِ اولیاء | شیخ ابو محمد | | ۵۱ |
|---|---|---|---|---|
| ۱۱۹۔ | گلستانِ خلد آباد | محمد عبد الحیی صاحب | ۱۴۲۲ھ م ۲۰۰۱ء اورنگ آباد | ۲۲۳ |
| ۱۲۰۔ | شاہانِ بے تاج | وحیدہ نسیم | ۱۹۸۸ء اورنگ آباد | ۸۱ |
| ۱۲۱۔ | تذکرۂ اولیائے خلد آباد شریف | محمد علی خاں مجددی نقشبندی | حیدر آباد | ۸۴ |
| ۱۲۲۔ | گلستانِ اولیاء | شیخ ابو محمد | | ۵۱ |
| ۱۲۳۔ | روضۃ الاولیاء | آزاد بلگرامی | | ۳۳ |
| ۱۲۴۔ | شاہانِ بے تاج | وحیدہ نسیم | ۱۹۸۸ء اورنگ آباد | ۸۱ |
| ۱۲۵۔ | گلستانِ خلد آباد | محمد عبد الحیی صاحب | ۱۴۲۲ھ م ۲۰۰۱ء اورنگ آباد | ۲۲۴ |
| ۱۲۶۔ | تذکرۂ اولیائے خلد آباد شریف | محمد علی خاں مجددی نقشبندی | حیدر آباد | ۸۴ |
| ۱۲۷۔ | روضۃ الاقطاب | مولوی رونق علی صاحب | | ۸۵ |
| ۱۲۸۔ | فوائد الفواد | امیر حسن علاء سجزیؒ مترجم خواجہ حسن ثانی نظامیؒ | جنوری ۲۰۰۷ء ایم آر پرنٹرس نئی دہلی | ۱۱۴ |

| نمبر | کتاب | مصنف | اشاعت | صفحہ |
|---|---|---|---|---|
| ۱۲۹۔ | امیر حسن سجزی حیات اور ادبی خدمات | ڈاکٹر شکیل احمد صدیقی | بارِ اوّل دسمبر ۱۹۷۹ء طباعت نامی پریس لکھنؤ | ۱۷ |
| ۱۳۰۔ | امیر حسن سجزی حیات اور ادبی خدمات | ڈاکٹر شکیل احمد صدیقی | بارِ اوّل دسمبر ۱۹۷۹ء طباعت نامی پریس لکھنؤ | ۱۸ |
| ۱۳۱۔ | گلستانِ خلد آباد | محمد عبدالحیی | | ۱۹۲ |
| ۱۳۲۔ | روضۃ الاولیاء | غلام علی آزاد بلگرامی | | ۲۰ |
| ۱۳۳۔ | گلستانِ خلد آباد | محمد عبدالحیی | | ۱۹۳ |
| ۱۳۴۔ | امیر حسن سجزی حیات اور ادبی خدمات | ڈاکٹر شکیل احمد صدیقی | بارِ اوّل دسمبر ۱۹۷۹ء طباعت نامی پریس لکھنؤ | ۳۰ |
| ۱۳۵۔ | آبِ کوثر | شیخ محمد اکرام | طبع پنجم حیدر آباد | ۱۷۷ |
| ۱۳۶۔ | فوائد الفواد | امیر حسن علاء سجزیؒ مترجم خواجہ حسن ثانی نظامیؒ | جنوری ۲۰۰۷ء ایم آر پرنٹرس نئی دہلی | ۱۲۰ |

| ۱۳۷۔ | امیر حسن سجزی حیات اور ادبی خدمات | ڈاکٹر شکیل احمد صدیقی | بارِ اوّل دسمبر ۱۹۷۹ء طباعت نامی پریس لکھنؤ | ۱۵۷۔۱۵۹ |
|---|---|---|---|---|
| ۱۳۸۔ | امیر حسن سجزی حیات اور ادبی خدمات | ڈاکٹر شکیل احمد صدیقی | بارِ اوّل دسمبر ۱۹۷۹ء طباعت نامی پریس لکھنؤ | ۱۶۵ |
| ۱۳۹۔ | امیر حسن سجزی حیات اور ادبی خدمات | ڈاکٹر شکیل احمد صدیقی | بارِ اوّل دسمبر ۱۹۷۹ء طباعت نامی پریس لکھنؤ | ۱۶۶‘۱۶۸ |
| ۱۴۰۔ | روضۃ الاولیاء | غلام علی آزاد بلگرامی | | ۴۱ |
| ۱۴۱۔ | روضۃ الاقطاب | مولوی رونق علی صاحب | | ۱۴۱ |
| ۱۴۲۔ | روضۃ الاقطاب | مولوی رونق علی صاحب | | ۱۴۲ |
| ۱۴۳۔ | روضۃ الاولیاء | غلام علی آزاد بلگرامی مترجم عبدالمجید خلد آبادی | | ۴۱ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۴۴۔ | روضتہ الاقطاب | مولوی رونق علی صاحب | | ۱۴۲ |
| ۱۴۵۔ | گلستانِ خلد آباد | محمد عبدالحیی | | ۲۷۰ |
| ۱۴۶۔ | روضتہ الاقطاب | مولوی رونق علی صاحب | | ۱۴۲ |
| ۱۴۷۔ | گلستانِ اولیاء | ابو محمد شیخ | | ۵۲ |
| ۱۴۸۔ | روضتہ الاولیاء | غلام علی آزاد بلگرامی مترجم عبدالمجید خلد آبادی | | ۹۰ |
| ۱۴۹۔ | روضتہ الاقطاب | مولوی رونق علی صاحب | | ۱۴۲ |
| ۱۵۰۔ | روضتہ الاولیاء | غلام علی آزاد بلگرامی مترجم عبدالمجید خلد آبادی | | ۶۰ |
| ۱۵۱۔ | گلستانِ خلد آباد | محمد عبدالحیی | | ۱۷۴ |
| ۱۵۲۔ | شاہانِ بے تاج | وحیدہ نسیم | | ۷۳۔۷۴ |
| ۱۵۳۔ | صوفی سمپر دائے دھارمیک وسماجیک | ڈاکٹر اعجاز شیخ | چینمئے پرکاشن اورنگ آباد | ۱۹۵ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۵۴۔ | تذکرۂ اولیائے خلد آباد شریف | محمد علی خاں مجدّ دی نقشبندی | حیدر آباد | ۹۶ |
| ۱۵۵۔ | شاہانِ بے تاج | وحیدہ نسیم | | ۷۴ |
| ۱۵۶۔ | روضتہ الاقطاب | مولوی رونق علی صاحب | | ۶۳ |
| ۱۵۷۔ | گلستانِ خلد آباد | محمد عبدالحیی | | ۱۷۵ |
| ۱۵۸۔ | شاہانِ بے تاج | وحیدہ نسیم | | ۷۵ |
| ۱۵۹۔ | صوفی سمپر دائے دھارمیک وسماجیک | ڈاکٹر اعجاز شیخ | | ۱۹۷ |
| ۱۶۰۔ | روضتہ الاولیاء | غلام علی آزاد بلگرامی | | ۶۱ |
| ۱۶۱۔ | تذکرۂ اولیائے خلد آباد شریف | محمد علی خاں مجدّ دی نقشبندی | | ۱۰۹ |
| ۱۶۲۔ | گلستانِ خلد آباد | محمد عبدالحیی | | ۱۷۹ |
| ۱۶۳۔ | روضتہ الاولیاء | غلام علی آزاد بلگرامی | | ۸۵ |
| ۱۶۴۔ | گلستانِ خلد آباد | محمد عبدالحیی | | ۱۸۰ |
| ۱۶۵۔ | روضتہ الاقطاب | مولوی رونق علی صاحب | | ۹۰ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۶۶۔ | گلستانِ اولیاء | ابو محمد شیخ | | ۵۰ |
| ۱۶۷۔ | روضۃ الاولیاء | غلام علی آزاد بلگرامی | | ۱۳۴ |
| ۱۶۸۔ | گلستانِ خلد آباد | محمد عبدالحیی | | ۱۸۲ |
| ۱۶۹۔ | گلستانِ خلد آباد | محمد عبدالحیی | | ۱۸۰ |
| ۱۷۰ | گلستانِ خلد آباد | محمد عبدالحیی | | ۱۸۱ |
| ۱۷۱۔ | روضۃ الاولیاء | غلام علی آزاد بلگرامی | | ۱۳۵ |
| ۱۷۲۔ | روضۃ الاولیاء | غلام علی آزاد بلگرامی | | ۱۳۶ |
| ۱۷۳۔ | روضۃ الاولیاء | غلام علی آزاد بلگرامی | | ۱۳۸ |
| ۱۷۴۔ | صوفی سمپر دائے دھارمیک وساجیک | ڈاکٹر اعجاز شیخ | | ۲۱۱ |
| ۱۷۵۔ | روضۃ الاولیاء | غلام علی آزاد بلگرامی | | ۱۳۱ |
| ۱۷۶۔ | روضۃ الاقطاب | مولوی رونق علی صاحب | | ۲۷۲ |
| ۱۷۷۔ | تذکرۂ اولیائے خلد آباد شریف | محمد علی خاں مجدّدی نقشبندی | | ۱۰۴ |
| ۱۷۸۔ | گلستانِ خلد آباد | محمد عبدالحیی | | ۲۹۳ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۷۹۔ | صوفی سمپر دائے دھارمیک و سماجیک | ڈاکٹر اعجاز شیخ | | ۵۸ |
| ۱۸۰۔ | روضۃ الاقطاب | مولوی رونق علی صاحب | | ۲۷۳ |
| ۱۸۱۔ | صوفی سمپر دائے دھارمیک و سماجیک | ڈاکٹر اعجاز شیخ | | ۱۳۲ |
| ۱۸۲۔ | شاہانِ بے تاج | وحیدہ نسیم | | ۴۵ |
| ۱۸۳۔ | روضۃ الاقطاب | مولوی رونق علی صاحب | | ۲۷۱،۲۷۲ |
| ۱۸۴۔ | تذکرۂ اولیائے خلد آباد شریف | محمد علی خاں مجدّدی نقشبندی | | ۱۰۷۔۱۰۸ |
| ۱۸۵۔ | گلستانِ خلد آباد | محمد عبدالحیی | | ۲۲۰ |
| ۱۸۶۔ | تذکرۂ اولیائے خلد آباد شریف | مولوی رونق علی صاحب | | ۱۰۸ |
| ۱۸۷۔ | شاہانِ بے تاج | وحیدہ نسیم | | ۵۲ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۸۸۔ | روضۃ الاقطاب | مولوی رونق علی صاحب | | ۲۵۷ |
| ۱۸۹۔ | تذکرۂ اولیائے خلد آباد شریف | محمد علی خاں مجدّدی نقشبندی | ------ | ۱۳۰ |
| ۱۹۰۔ | تذکرۂ اولیائے خلد آباد شریف | محمد علی خاں مجدّدی نقشبندی | ------ | ۱۴۰ |
| ۱۹۱۔ | گلستانِ خلد آباد | محمد عبدالحیی | | ۲۱۷ |
| ۱۹۲۔ | تذکرۂ اولیائے دکن | عبدالجبار خان ملکا پوری | | ۲۲۷_۲۲۸ |
| ۱۹۳۔ | روضۃ الاقطاب | مولوی رونق علی صاحب | | ۶۹_۷۰ |
| ۱۹۴۔ | گلستانِ خلد آباد | محمد عبدالحیی | ------ | ۲۹۰_۲۹۱ |
| ۱۹۵۔ | گلستانِ خلد آباد | محمد عبدالحیی | ------ | ۲۶۸ |
| ۱۹۶۔ | تذکرۂ اولیائے خلد آباد شریف | محمد علی خاں مجدّدی نقشبندی | | ۱۰۲ |
| ۱۹۷۔ | روضۃ الاقطاب | مولوی رونق علی صاحب | | ۲۳۹ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۹۸۔ | روضتہ الاقطاب | مولوی رونق علی صاحب | | ۲۵۴،۲۵۵ |
| ۱۹۹۔ | گلستانِ خلد آباد | محمد عبدالحیی | | ۲۰۲_۲۱۳ |
| ۲۰۰۔ | روضتہ الاولیاء | غلام علی آزاد بلگرامی | | ۱۶۱_۱۶۲ |
| ۲۰۱۔ | گلستانِ اولیاء | ابو محمد شیخ | | ۶۰ |
| ۲۰۲۔ | گلستانِ خلد آباد | محمد عبدالحیی | | ۲۹۵_۲۹۶ |
| ۲۰۳۔ | مکاشفات الاولیاء | مستجاب الدین حفیظ نورالدین | اورنگ آباد | ۱۵۰_۱۵۱ |
| ۲۰۴۔ | روضتہ الاقطاب | مولوی رونق علی صاحب | | ۲۸۱_۲۸۳ |
| ۲۰۵۔ | تذکرۂ اولیائے خلد آباد شریف | محمد علی خاں مجدّدی نقشبندی | | ۱۱۷_۱۱۸ |
| ۲۰۶۔ | گلستانِ خلد آباد | محمد عبدالحیی | | ۲۸۷،۲۸۸ |
| ۲۰۷۔ | شاہانِ بے تاج | وحیدہ نسیم | | ۲۲۷،۲۲۸ |
| ۲۰۸۔ | تاریخ اولیاء خلد آباد | جاوید امانؔ | اورنگ آباد | ۸۸ |
| ۲۰۹۔ | تذکرۂ اولیائے خلد آباد شریف | محمد علی خاں مجدّدی نقشبندی | | ۲۳۳ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۲۱۰ | شاہانِ بے تاج | وحیدہ نسیم | | ۲۳۶، ۲۳۷ |
| ۲۱۱۔ | شاہانِ بے تاج | وحیدہ نسیم | | ۲۳۸ |
| ۲۱۲۔ | صوفی سمپر دائے دھارمیک و سماجیک | ڈاکٹر اعجاز شیخ | | ۲۳۴ |
| ۲۱۳۔ | تاریخ اولیاء خلد آباد | جاوید امانؔ | | ۸۹۔۹۰ |
| ۱۱۴۔ | صوفی سمپر دائے دھارمیک و سماجیک | ڈاکٹر اعجاز شیخ | | ۲۳۶ |
| ۲۱۵۔ | شاہانِ بے تاج | وحیدہ نسیم | | ۲۴۸ |
| ۲۱۶۔ | گلستانِ اولیاء | ابو محمد شیخ | | ۶۷ |
| ۲۱۷۔ | شاہانِ بے تاج | وحیدہ نسیم | | ۱۸۵ |
| ۲۱۸۔ | تذکرۂ اولیائے دکن | عبدالجبار خان ملکاپوری | | ۱۱۰۱ |
| ۲۱۹۔ | تذکرۂ اولیائے دکن | عبدالجبار خان ملکاپوری | | ۱۱۰۲ |
| ۲۲۰۔ | گلستانِ اولیاء | ابو محمد شیخ | | ۶۵ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۲۲۱۔ | تذکرۂ اولیائے دکن | عبدالجبار خان ملکاپوری | | ۱۰۹۳ |
| ۲۲۲۔ | شاہانِ بے تاج | وحیدہ نسیم | | ۱۹۸ |
| ۲۲۳۔ | تذکرۂ اولیائے دکن | عبدالجبار خان ملکاپوری | | ۱۰۹۴ |
| ۲۲۴۔ | تذکرۂ اولیائے دکن | عبدالجبار خان ملکاپوری | | ۱۱۰۲/۳ |
| ۲۲۵۔ | شاہانِ بے تاج | وحیدہ نسیم | | ۱۹۹ |
| ۲۲۶۔ | تذکرۂ اولیائے دکن | عبدالجبار خان ملکا پوری | | ۱۰۹۳ |
| ۲۲۷۔ | احسن الشمائل | حضرت خواجہ کامگار حُسینی مترجم قاضی غوث محی الدین (جے پی سعید) | موتی کارنجہ اورنگ آباد | ۱ |
| ۲۲۸۔ | شاہانِ بے تاج | وحیدہ نسیم | | ۲۰۱ |
| ۲۲۹۔ | تذکرۂ اولیائے دکن | عبدالجبار خان ملکاپوری | | ۱۰۹۴ |
| ۲۳۰۔ | شاہانِ بے تاج | وحیدہ نسیم | | ۱۱۵_۱۱۴ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۲۳۱۔ | تذکرہ اولیائے دکن | عبدالجبار خان ملکا پوری | | ۱۱۰۰ |
| ۲۳۲۔ | شاہانِ بے تاج | وحیدہ نسیم | | ۱۹۵ |
| ۲۳۳۔ | صوفی سمپر دائے دھارمیک و سماجیک | ڈاکٹر اعجاز شیخ | | ۲۲۹۔۲۳۱ |
| ۲۳۴۔ | تذکرہ اولیائے دکن | عبدالجبار خان ملکا پوری | ۔۔۔۔۔۔ | ۱۸۵۔۱۸۷ |
| ۲۳۵۔ | تذکرہ اولیائے دکن | عبدالجبار خان ملکا پوری | ۔۔۔۔۔۔ | ۲۰۷ |
| ۲۳۶۔ | تذکرہ اولیائے دکن | عبدالجبار خان ملکا پوری | | ۱۰۹۷/۹۸ |
| ۲۳۷۔ | تذکرہ اولیائے دکن | عبدالجبار خان ملکا پوری | ۔۔۔۔۔۔ | ۲۶۷ |
| ۲۳۸۔ | تذکرہ اولیائے دکن | عبدالجبار خان ملکا پوری | ۔۔۔۔۔۔ | ۳۱۰۔۳۱۱ |
| ۲۳۹۔ | تذکرہ اولیائے دکن | عبدالجبار خان ملکا پوری | ۔۔۔۔۔۔ | ۴۱۷۔۴۲۰ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۲۴۰۔ | تذکرۂ اولیائے دکن | عبدالجبار خان ملکاپوری | ------ | ۴۴۱۔۴۴۶ |
| ۲۴۱۔ | تذکرۂ اولیائے دکن (جلد دوّم) | عبدالجبار خان ملکاپوری | ------ | ۴۴۶۔۴۴۷ |
| ۲۴۲۔ | تذکرۂ اولیائے دکن (جلد دوّم) | عبدالجبار خان ملکاپوری | ------ | ۷۳۷۔۷۳۸ |
| ۲۴۳۔ | تذکرۂ اولیائے دکن (جلد دوّم) | عبدالجبار خان ملکاپوری | ------ | ۱۰۵۴۔۱۰۶۰ |
| ۲۴۴۔ | تذکرۂ اولیائے دکن | عبدالجبار خان ملکاپوری | ------ | ۱۰۷۵۔۱۰۷۸ |
| ۲۴۵۔ | صوفی سمپردائے دھارمیک و سماجیک | ڈاکٹر اعجاز شیخ | | ۲۳۱۔۲۳۲ |
| ۲۴۶۔ | تذکرۂ اولیائے دکن | عبدالجبار خان ملکاپوری | | ۱۰۷۸،۱۰۷۹ |
| ۲۴۷۔ | تذکرۂ اولیائے دکن | عبدالجبار خان ملکاپوری | | ۶۴۶ |
| ۲۴۸۔ | گلستانِ اولیاء | ابو محمد شیخ | | ۸۴۔۸۷ |

# ...... ﴿بابِ سوّم﴾ ......

## اولیائے کرام کی ملفوظاتی

## کُتب اور

## ان کے اُردو تراجم

ساتویں صدی ہجری کی ابتداء ہی سے اُردو کی تشکیل و ترویج کا آغاز ہو چکا تھا اس عہد کے بڑے بڑے اہلِ قلم، صوفی، شاعر اور تاجر وغیرہ ایران اور عرب سے ہندوستان آئے اور نئی زبانیں لکھنے والی قوموں سے رابطہ قائم کیا۔ اُس زمانے میں ایرانی ادب پر تصوّف کا گہرا اثر تھا۔ اس لئے ایک ایسی زبان کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ جس سے ہندوستانی عوام کو اپنے مذہب کے حقائق سمجھنے میں آسانی ہو جتنے علماء حضرات ہندوستان میں وارد ہوئے انھوں نے مذہبِ اسلام کو ہندوستانی زبان میں پیش کیا۔

جیسا کہ بُدھ مت کی تبلیغ کرنے والوں میں پالی کو اپنے مذہب کی تبلیغ کا ذریعہ بنایا اسی طرح جین مت کے ساتھ بھی ہوا۔ غرض تاریخ میں ایسے کئی واقعات ملتے ہیں۔ جس دور میں فارسی کی ابتداء ہوئی اولیائے کرام نے سب سے اہم کام یہ کیا کہ عربی کی کتابوں اور عربی میں موجود اصحابؓ کے ملفوظات اور اولیائے کرام کے ملفوظات کا ترجمہ فارسی زبان میں کرنا شروع کیا۔ یہ کام لازوال ثابت ہوا اور ساری دُنیا پر اس کا اثر مرتّب ہوا اور جب یہ ملفوظات عام ہوتے چلے گئے اولیائے کرام نے اس کا ترجمہ اپنی اپنی زبان اور اپنے اپنے انداز میں کرنا شروع کر دیا۔ جو کہ نا صرف اُس دور میں کامیاب رہا بلکہ اُردو اور اس سے قبل دکنی دور پر بھی اس کے بہترین اثرات مرتّب ہوئے جس سے نا صرف محققین بلکہ عام آدمی بھی فائدہ اٹھانے میں کامیاب رہا۔

☆ ملفوظ کے لغوی و اصطلاحی معنیٰ و مفہوم:۔

منہ سے بولی ہوئی بات ملفوظ کہلاتی ہے۔ جس کی جمع ملفوظات ہوتے ہیں۔ صوفی بزرگانِ دین کے دہنِ مُبارک سے نکلی ہوئی بات ملفوظات کہلاتی ہے۔ (۱)

اُس عہد میں بزرگانِ دین اور مذہبی تبلیغ کرنے والے علماء کی ادبی کاوشوں پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر رفعیہ سلطانہ تحریر کرتی ہے کہ:

''ان صوفی بزرگوں کے ہندوستان آنے اور ارشادو ہدایت کا آغاز کرنے کے ساتھ ہی اس نوخیز زبان کا تسلُط زیادہ وسیع ہوتا نظر آتا ہے تحریری آثار کا یہ ارتقاء ایک حد تک منطقی بھی ہے یعنی اس سے پہلے کے دور کے منفرد الفاظ جن کے جملوں کے دوسرے اجزاء فارسی کے نقاب میں چھپے ہوئے تھے اب اُردو میں مکمل طور پر بے نقاب ہو جاتے ہیں یہ تحریری آثار کا دوسرا مرحلہ ہے۔ جس میں کم سے کم ایک مربوط خیال کے اظہار کی حد تک فارسی کے سہارے چھوٹتے دکھائی دیتے ہیں اسی نتیجے کے طور پر اکثر بزرگوں کی فارسی تحریروں کے درمیان اُردو کے کچھ جملے بھی مل جاتے ہیں ان جملوں کے مطالعہ سے یہ بات صاف طور پر ظاہر ہوتی ہے کہ فارسی کے مصنفین اور بزرگانِ دین کو ایسے موقعوں پر اُردو جملوں سے مدد لینی پڑتی تھی۔''

ان بزرگانِ دین میں: ☆خواجہ معین الدین اجمیریؒ

☆قطب الدین بختیار کاکیؒ

☆بابا فرید الدین گنجِ شکرؒ

☆نظام الدین محبوب الٰہیؒ

☆نصیر الدین چراغ دہلویؒ

☆بابا برہان الدین غریبؒ

☆زین الدین شیرازیؒ

☆شاہ بو علی قلندر پانی پتیؒ وغیرہ سرِ فہرست ہیں۔(۲)

اِن بزرگانِ دین کا زمانہ ۱۴ اویں صدی عیسوی کے ذرا پہلے اور ذرا بعد کا ماننے تو بے جانا ہوگا۔ ان اولیائے کرام نے ہندوستان میں آکر نو خیز زبان کی بُنیاد رکھی انھوں نے اس ظلمت کدہ ہند کو اپنے علم، تہذیب و تمدُن، فکر و فن سے منوّر کیا۔ ان اولیائے کرام نے اسلام کی اشاعت کے لئے یہاں کی بولی کو اپنایا ان کا تکیہ سبھی مذاہب کے لئے کھلا رہتا تھا چونکہ اُس دور میں زبان اپنے ترقی کے مدارج طئے کر رہی تھی اُردو زبان کی ترقی و ترویج میں زبان کو ان بزرگانِ دین کے ارشادات و فرمودات سے بہت مدد ملی۔

یہ مسلمان درویش ہندوستان میں دُشوار گذار راستوں پر چل کر ایسے مقامات پر پہنچے جہاں کوئی اسلام اور مسلمان کے نام سے بھی واقف نا تھا۔ اور جہاں ہر چیز اجنبی اور ہر بات ان کے طبعیت کے مخالف تھی جہاں کی آب و ہوا رسم و رواج، صورت، شکل، آداب، اطوار، لباس، بات چیت، غرض ہر چیز ایسی تھی کہ ان کو اہلِ ملک سے اور اہلِ ملک کو ان سے وحشت ہو۔

لیکن حال یہ ہے کہ ان کو انتقال کیے صدہا سال گذر چکے ہیں اب بھی ہزاروں لاکھوں بندگانِ خُدا صبح و شام ان کے آستانوں پر پیشانیاں رگڑتے ہیں اور جن جن مقامات پر ان کے قدم پڑے تھے وہ اب تک ''شریف'' اور ''مقدّس'' کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں غرض ان کے پاس دلوں کو کھینچنے کا وہ سامان تھا جو نا امراء و سلاطین کے پاس ہے اور نا علماء حکماء کے پاس۔

دلوں کو ہاتھ میں لینے کے لئے سب سے پہلے ہم زبانی لازم ہے۔ ہم زبانی کے بعد ہم خیالی پیدا ہوتی ہے۔ درویش کا تکیہ سب کے لئے کھلا تھا بلا امتیاز ہر قوم و

ملّت کے لوگ ان کے پاس آتے اوران کی زیارت وصحبت کوموجب برکت سمجھتے عام وخاص کی کوئی تفریق ناتھی۔خواص سے زیادہ عوام ان کی طرف جھکتی تھے۔اس لئے تلقین کے لئے انھوں نے جہاں اورڈھنگ اختیار کیےان میں سب سے مقدّم یہ تھا کہ اس قطعے کی زبان سکھیں تا کہ اپنا پیغام عوام تک پہنچا سکیں۔

چنانچہ اولیاءاللہ سرزمین ہند میں آئے وہ باوجود عالم فاضل ہونے کےعوام سے انھیں کی زبان میں بات چیت کرتے تھے۔اور تعلیم وتلقین فرماتے تھے۔یہ بڑا گُر تھااور صوفیاں اسے خوب سمجھتے تھے۔(۳)

اِن درویشوں نے یہاں کی زبان سیکھی اور یہاں سے ہی ان کی ادبی خدمات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔اورزبان ہی ان کے تعلیم وتلقین کا ذریعہ بنی اوراسی زبان میں ان بزرگانِ دین نے رُشدوہدایت کا ستارہ بلند کیا۔ان کے رُشدوہدایت کوان کے قابل مریدین نے کتابی پیراہن سے نوازہ جو''ملفوظ'' کہلائے اورجس کی جمع ملفوظات کہلائی۔

ملفوظات اصل میں وہ نایاب موتی ہیں جسے ایک لڑی میں پرُوں کران بزرگان کے قابل، عاقل مریدین نے ہار کی شکل دی ہیں۔دراصل یہ نایاب وکمیاب موتی بہ زبان فارسی میں ضبطِ تحریر کیے گئے تھے جواس دور کی عام زبان تھی اُس دور میں ہر خاص وعام اس زبان سے آشنا تھا۔زبان جو ہر دور میں اپنا ایک نیا پیراہن لیے ہوتی ہے غرض یہ دور زبان کی ترقی وترویج کا دور رہا ہے۔اوران اولیائے کرام کی بدولت زبان کوکافی وسعت ملی اوراس نے ترقی کے کئی مدارج طئے کیے۔

اولیائے کرام کی آمد ہندوستان میں کئی برسوں سے جاری تھی۔اورانھوں

نے اپنے رُشد وہدایت سے اس ظلمت کدہ ہند کو اپنی تہذیب وتمدُن سے منور کیا۔لیکن محمد بن تغلق کا تمام دہلی کی عوام کو دولت آباد منتقل کرنا اور دولت آباد کو اپنا پایۂ تخت مقرر کرنا ادب میں ایک فعالِ نیک ثابت ہوا۔اس فوجی لشکر میں سماج کے ہر طبقے کے افراد شامل تھے۔لیکن صوفیائے کرام کی بھی ایک لمبی فہرست ہمیں دیکھنے کو ملتی ہے۔جس کا ثبوت ہمیں ادبِ اُردو کی تاریخی کتابوں کی ورق گردانی سے ملتا ہے۔ یہ صدی اُردو کی ترقی ،ترویج، تشکیل کو وسعت بخشتی ہے۔ کیونکہ یہی سے ہی اُردو کی اصل تشکیل ہوتی ہیں۔

جمیل جالبی اپنی تصنیف ''تاریخ ادبِ اُردو'' میں فرید الدین گنج شکرؒ سے لے کر نظام الدین دہلویؒ کے ملفوظات وفقروں اور شاعری کے نمونے پیش کیے اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ برِ عظیم کے مختلف علاقوں میں بزرگانِ دین اپنے رُشد وہدایت کی روشنی پھیلا رہے ہیں جن میں بابا فرید گنج شکرؒ، شیخ حمید الدین ناگوریؒ، بوعلی قلندر پانی پتیؒ، شیخ شرف۔ الدین یحیٰ منیریؒ، امیر خسرو دہلویؒ، شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ، امیر حسن سجزیؒ، بابا برہان الدین غریبؒ، خواجہ زین الدین شیرازیؒ وغیرہ سرِ فہرست ہیں۔ کسی بزرگ پر برج بھاشا کا اثر ہے، کسی پر کھڑی بولی کا، کسی پر پنجابی کا اثر ہے، کسی پر گجراتی کا،لیکن بحیثیت مجموعی اس زبان کا کینڈا رنگ ڈھنگ بنیادی طور پر ایک ہے۔اور ابھی چونکہ یہ زبان اپنی تشکیل کے عبوری دور سے گذر رہی ہے اسی لئے یہ اثرات الگ الگ دیکھے اور محسوس کیے جاتے ہیں ان نمونوں سے اس بات کا بھی پتہ چلتا ہے کہ یہ زبان اس دور میں ضرورت کی زبان بن کر سارے برِ عظیم میں پھیل چکی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اسے صوفیائے کرام نے اپنے اظہار کا ذریعہ بنایا۔ (۴)

اِن بزرگانِ دین نے اس ظلمت کدہ ہند کو روشن کیا اور اپنی خُداداد صلاحیت

سے اِس دیار میں اسلام کی شمع جلا کر یہاں کی بدھ پرست قوم کو مُسلمان ہونے کی تلقین دی ان بزرگوں کی رُشد وہدایت، اِرشادات وفرمودات وکرامات کو دیکھ کر لاکھوں بے دین مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اِن کے یہی ارشادات وفرمودات کو قابل مریدین نے کتابی پیراہن سے نوازہ جن میں سے کافی ملفوظات آج بھی گوشۂ گمنامی میں گھیرے ہوئے ہیں۔ جن کی فہرست مندرجہ ذیل ہیں۔

☆ صاحبِ ملفوظ بزرگانِ دین کی فہرست ☆

| سلسلہ نمبر | اسمائے ملفوظات | اسمائے بزرگ | مولف |
|---|---|---|---|
| ۱۔ | تفسیرِ رموزی | بابا بُرہان الدین غریبؒ | خواجہ رُکن الدین کاشانیؒ |
| ۲۔ | نفائس الانفاس | بابا بُرہان الدین غریبؒ | خواجہ رُکن الدین کاشانیؒ |
| ۳۔ | شمائل الاتقیاء | بابا بُرہان الدین غریبؒ | خواجہ رُکن الدین کاشانیؒ |
| ۴۔ | رموز الوالہین | بابا بُرہان الدین غریبؒ | خواجہ رُکن الدین کاشانیؒ |
| ۵۔ | اذکار المذکور | بابا بُرہان الدین غریبؒ | خواجہ رُکن الدین کاشانیؒ |
| ۶۔ | احسن الاقوال | بابا بُرہان الدین غریبؒ | خواجہ حماد الدین کاشانیؒ |
| ۷۔ | منافع المسلمین | بابا بُرہان الدین غریبؒ | خواجہ حماد الدین کاشانیؒ |
| ۸۔ | اسرارِ طریقت | بابا بُرہان الدین غریبؒ | خواجہ حماد الدین کاشانیؒ |
| ۹۔ | حصول الوصول | بابا بُرہان الدین غریبؒ | خواجہ مجد الدین کاشانیؒ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۰۔ | بقیۃ الغرائب | بابا بُرہان الدین غریبؒ | خواجہ مجد الدین کاشانیؒ |
| ۱۱۔ | غرائب الکرامات | بابا بُرہان الدین غریبؒ | خواجہ مجد الدین کاشانیؒ |
| ۱۲ | دیوانِ عین الحیات | بابا بُرہان الدین غریبؒ | مجد الدین کاشانیؒ (۵) |
| ۱۳ | ہدایت القلوب | خواجہ زین الدین شیرازیؒ | امیر حسن مؤلف (۶) |
| ۱۴ | دلیل السالکین | خواجہ زین الدین شیرازیؒ | امیر حسن مؤلفؒ |
| ۱۵ | حبّت القلوب من مقال المحبوب | خواجہ زین الدین شیرازیؒ | امیر حسن مؤلفؒ |
| ۱۶ | حبۃ المحبت وجنت المودّت | خواجہ زین الدین شیرازیؒ | امیر حسن مؤلفؒ (۷) |
| ۱۷ | فوائد الفواد | نظام الدین دہلویؒ | نجم الدین امیر حسن علائے سجزیؒ (۸) |
| ۱۸ | احسن الشمائل | نظام الدین اورنگ آبادیؒ | کامگار حسینیؒ (۹) |
| ۱۹ | رسالۂ مناقبِ چشتیہ | نظام الدین اورنگ آبادیؒ | نظام الدین اورنگ آبادیؒ |
| ۲۰ | تحفتہ النصائح | شاہ راجو قتّال حُسینیؒ | شاہ راجو قتّال حُسینی (۱۰) |
| ۲۱ | رسالۂ غریب | بابا بُرہان الدین غریبؒ | رُکن الدین کاشانیؒ (۱۱) |
| ۲۲۔ | ملفوظاتِ نقشبندیہ | بابا شاہ مسافرؒ | بابا شاہ محمودؒ (۱۲) |

| ۲۳ | رسالۂ زر۔زری۔زر بخشؒ | منتجب الدین زرزری زر بخشؒ | منتجب الدین زرزری بخش (۱۳) |
|---|---|---|---|
| ۲۴ | ملفوظِ کبیر مسمّٰی بہ سیف دستگیر | سیّد شاہ عبد القادر جیلانیؒ | سیّد قادر بادشاہ (۱۴) |
| ۲۵ | خیر المجالیس | نصیر الدین محمد چراغ دہلویؒ | حمید قلندر (۱۵) |
| ۲۶ | جوامع الکلیم | سیّد محمد حُسینی گیسو دراز بندہ نوازؒ | سیّد محمد اکبر حسینیؒ (۱۶) |
| ۲۷ | سیر العارفین | جمالی دہلوی | غلام احمد سنبھلی، شمس المطابع |
| ۲۸ | قوام العقائد | نظام الدین دہلوی کے کرامات وحالات پر مشتعمل | محمد جمال قوّم نبیرہ شمس العارفین دہلوی |
| ۲۹ | دُررِ نظامی | نظام الدین دہلویؒ | علی بن محمود جاندار |
| ۳۰ | افضل الفوائد | نظام الدین دہلویؒ | امیر خسروؒ |
| ۳۱ | راحت المحبین | نظام الدین دہلویؒ | امیر خسروؒ |
| ۳۲ | انوار المجالیس | نظام الدین دہلویؒ | حضرت سیّد محمد امام |
| ۳۳ | سیر الاولیاء | نظام الدین دہلویؒ کے حالات ،کرامات | سیّد محمد بن مبارک علوی کر مانی |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۳۴ | تحفتہ الابرار و کرامتہ الاخیار | نظام الدین دہلویؒ | خواجہ عزیز الدین صوفی نبیرہ حضرت بابا فرید الدین گنجِ شکرؒ |
| ۳۵ | مجموعُ الفوائد | نظام الدین دہلویؒ | خواجہ عزیز الدین ابن خواجہ ابو بکر مصلّٰی دار |
| ۳۶ | ملفوظات المشائخ | نظام الدین دہلویؒ | شمس الدین دھاری |
| ۳۷ | خُلاصتہ الطائف (عربی) | نظام الدین دہلویؒ | علی بن محمود جاندار |
| ۳۸ | رسالہ مُخ المعانی | رسالہ امیر حسن سجزیؒ | امیر حسن سجزیؒ (۱۷) |
| ۳۹ | انیس الارواح | خواجہ عثمان ہارونیؒ | خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ |
| ۴۰ | دلیل العارفین | خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ | قطب الدین بختیار کاکیؒ |
| ۴۱ | فوائد السالکین | قطب الدین بختیار کاکیؒ | فرید الدین گنجِ شکرؒ |
| ۴۲ | راحت القلوب | فرید الدین گنجِ شکرؒ | نظام الدین دہلویؒ |
| ۴۳ | اسرار الاولیاء | فرید الدین گنجِ شکرؒ | خواجہ بدر اسحٰق |
| ۴۴ | مفتاح العاشقین | نصیر الدین چراغ دہلویؒ | محب اللہ |
| ۴۵ | گنج الاسرار | عثمان ہارونیؒ | خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ |

| ۴۶ | سروالصدورونور البدور | شیخ حمید الدین ناگوریؒ | فرید الدین گنجِ شکرؒ |
|---|---|---|---|
| ۴۷ | فیہ مافیہ | مولانا جلال الدین رومی | شیخ بہاؤالدین رومی (۱۸) |
| ۴۸ | معدن المعانی | شرف الدین یحییٰ منیری | مولانا جلال الدین بدر عربیؒ |
| ۴۹ | جامع العلوم (الدار المنظوم) | مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ | ابوعبداللہ علاؤالدینؒ (۱۹) |

درج بالا ملفوظاتی فہرست میں مترجمہ ملفوظاتی کتابوں کی فہرست مندرج ذیل ہیں۔

## ☆مترجمہ ملفوظات کی فہرست☆

| سلسلہ نمبر | اسمائے کتاب | اسمائے مترجم | سنِ طباعت | کہاں شائع ہوئی |
|---|---|---|---|---|
| ۱۔ | انیس الارواح | مترجم کا نام نہیں ہے | نہیں ہے | مکتبہ جام نورنئی دہلی ۴۲۲ مٹیا محل جامع مسجد دہلی |
| ۲۔ | دلیل العارفین | ---//--- | ---//--- | ---//--- |
| ۳۔ | فوائد السالکین | ---//--- | ---//--- | ---//--- |
| ۴۔ | راحت القلوب | ---//--- | ---//--- | ---//--- |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۵۔ | اِسرار الاولیاء | ---//--- | ---//--- | ---//--- |
| ۶۔ | افضل الفوائد | ---//--- | ---//--- | ---//--- |
| ۷۔ | راحت المحبین | ---//--- | ---//--- | ---//--- |
| ۸۔ | مفتاح العاشقین | ---//--- | ---//--- | ---//---(۲۰) (ہشت بہشت) |
| ۹۔ | احسن الاقوال | عبدالمجید وکیل خُلد آبادی ڈاکٹر فرحین مرزا | ۱۳۴۲ھ پہلی مرتبہ دوسری مرتبہ ۱۹۸۷ء | مطبع جہانگیر واقع ممبئی دکھنی اُردو (۲۱) مروجہ اُردو زبان ۲۰۱۲ء |
| ۱۰۔ | نفائیس الانفاس | نثار احمد فاروقی / شبیب انور علوی صاحب | ۱۹۹۲ء ماہ نامہ منادی مکمل ترجمہ ۲۰۱۲ء | پہلی بار ایک نسخہ دہلی سے شائع ہوا اور مکمل نسخہ لکھنؤ سے شائع ہوا۔ (۲۲) |
| ۱۱۔ | شمائل الاتقیاء | میراں یعقوب (دکنی) | ۱۰۷۸ھ م ۱۶۶۷ء | اشرف پریس حیدر آباد (۲۳) |
| ۱۲۔ | مرأت المحققین | مولوی شبیب انور علوی | نہیں ہوئی | نہیں ہوئی (۲۴) |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۳۔ | ملفوظِ کبیر مسمّٰی بہ سیف دستگیر | مفتی محمد ابراھیم شاہ صاحب قادری | رجب المرجب ۱۴۲۵ھ م ستمبر ۲۰۰۴ء | رضا کمپیوٹر منظور پورہ اورنگ آباد (۲۵) |
| ۱۴۔ | حبۃ المحبت و جنت المودّت | مولوی شبیب انور علوی | نہیں ہوئی | نہیں ہوئی (۲۶) |
| ۱۵۔ | ہدایت القلوب | نثار احمد فاروقی | ۱۹۹۳ء | ماہ نامہ منادی نئی دہلی (۲۷) |
| ۱۶۔ | فوائد الفواد | حضرت حسن ثانی نظامیؒ | جنوری ۲۰۰۷ء | ایم آر پرنٹرس نئی دہلی (۲۸) |
| ۱۷۔ | فیہ مافیہ مسمّٰی بہ ملفوظاتِ مولانا روم | مولانا شمس بریلوی | اشاعتِ دوّم اپریل ۲۰۰۱ء | ادبی دُنیا مٹیا محل دہلی (۲۹) |
| ۱۸۔ | احسن الشمائل | قاضی غوث محیی الدین احمد جے پی سعید | مارچ ۲۰۰۳ء | اورنگ آباد مہاراشٹر (۳۰) |
| ۱۹۔ | ملفوظاتِ نقشبندیہ | محب اللہ فاروقی | ۱۹۹۹ء | اورنگ آباد مہاراشٹر (۳۱) |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۲۰۔ | تحفتہ النصائح | المرحوم مولانا مولوی سیّد کلیم اللہ حُسینی | ۱۹۹۰ء | مطبوعہ عماد پریس چھتہ بازار حیدر آباد (۳۲) |
| ۲۱۔ | قوام العقائد | پروفیسر نثار احمد فاروقی | ۱۴۱۵ھ ۱۹۹۴ء | ادارۂ نشر و اشاعت جامع العلوم فرقانیہ مسٹن گنج رام پور (۳۳) |
| ۲۲۔ | جوامع اکلیم | پروفیسر معین الدین دردائی | ۱۴۲۱ھ ۲۰۰۰ء | بھارت آفسیٹ پریس دہلی ۶ (۳۴) |
| ۲۳۔ | خیر المجالیس | مولانا احمد علی مرحوم | ـ ـ ـ ـ | ناز پبلشنگ ہاؤس پرویز بکڈ پو دہلی ۶ (۳۵) |
| ۲۴۔ | سرور الصدور و نور البدور | پیر محمد علی ہاشمی | رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ | جام نور پرینٹنگ ایجنسی دہلی۔ (۳۶) |
| ۲۵۔ | دُررِ نظامی | پیر زادہ محمد یٰسین نظامی | بحوالۂ فوائد الفواد | جنوری ۲۰۰۷ء (۳۷) |
| ۲۶۔ | سیر الاولیاء | ڈاکٹر عبد اللطیف | مارچ ۱۹۹۹ء | کاشف آفسیٹ پرنٹرس دہلی (۳۸) |

☆ مترجمہ ملفوظاتی کُتب کا مختصر تعارف ☆

۱) انیس الارواح:۔

یعنی ملفوظات حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ مرتبہ حضرت خواجہ غریب نواز اجمیریؒ ہے۔ حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے پیرو مرشد ہیں اس رسالے میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی کے ملفوظات درج ہیں۔ یہ ملفوظات کل ۲۸ مجلسوں پر مشتمل ہیں حضرت نے خود فرمایا کہ میں ہر روز خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور جو کچھ زبانِ گوہر فشاں سے سنتا ان کو لکھ لیتا تھا۔

۲) دلیل العارفین:۔

یعنی ملفوظات حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نوازؒ مرتبہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ حضرت خواجہ بختیار الدین کاکیؒ کے پیرو مرشد تھے۔ اس کتاب میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی کے کلمات جمع کیے گئے ہیں۔ جس کا نام دلیل العارفین ہیں زیر بحث کتاب چار اقسام پر منقسم ہیں

قسم اوّل:۔ فقر و ثواب میں

قسم دوّم:۔ مکتوبات و تسبیح میں

قسم سوّم:۔ اوراد وغیرہ میں

قسم چہاّم:۔ سلوک اور اس کے فائدوں کے بیان میں (۳۹)

۳) فوائد السالکین:۔

زیرِ بحث کتاب میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کے ملفوظات ضبطِ تحریر

کیے گئے ہیں جنھیں ان کے مریدِ خاص بابا فریدالدین گنجِ شکرؒ اجودھنی نے جمع کیے ہیں۔ یہ کتاب کل ۱۸ ر اوراق پر مشتمل ہیں جس میں حضرت کے خوارق وعادات و کرامات وارشادات کو قلمبند کیا گیا ہے۔ (۴۰)

۴) افضل الفوائد:۔

۵) راحت المحبین:۔

زیرِ نظر کتاب حضرت خواجہ نظام الدین دہلویؒ کے ملفوظات سے پُر ہے ''افضل الفوائد'' میں دو حصے ہیں۔ جس کا پہلا حصہ ''افضل الفوائد'' ہے۔ اور دوسرا حصہ ''راحت المحبین'' ہے۔ جسے امیر خسروؒ نے مرتب کیا۔ امیر خسروؒ کا بیان ہے کہ جو بھی حضرت کے زبانِ گوہر فشاں سے سنا وہی لفظاً تحریر کر دیا جس میں مختلف تاریخیں ہیں جن میں حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ کی قدم بوسی حاصل ہوئی۔ (۴۱)

۶) راحت القلوب:۔

یعنی ملفوظات زاہدالانبیاء سرتاج الاولیاء حضرت خواجہ فریدالدین گنجِ شکرؒ مسعود اجودھنی مرتبہ حضرت خواجہ نظام الدین محبوبِ الٰہیؒ ہے۔ حضرت فرماتے ہیں کہ پیر و مرشد حضرت فریدالدین گنجِ شکرؒ مسعود اجودھنی کے زبان گوہر فشاں سے سن کر جمع کیا اور اس مجموعہ کا نام ''راحت القلوب'' رکھا۔ (۴۲)

شبّیر حسن چشتی نظامی اپنی تصنیف ''بابا گنجِ شکر کے متبرک حالات زندگی اور ملفوظات گرانمایہ کا قابل قدر مجموعہ'' میں تحریر کرتے ہیں کہ ''راحت القلوب'' میں بابا فریدالدین گنجِ شکرؒ کے ملفوظات درج کیے گئے ہیں جسے نظام الدین دہلوی نے ضبطِ تحریر کیا۔ کتاب مجالس پر منحصر

ہیں۔اس میں کل ۳۴ مجلسیں ہیں جس کی ابتداء ۶۵۵ھ سے ہوئی۔ (۴۳)

۷) سیر الاولیاء:۔

زیرِ نظر کتاب زاہد الانبیاء سراج الاولیاء حضرت خواجہ فرید الدین گنجِ شکرؒ کے ہی ملفوظات پر مبنی ہیں۔ جسے ان کے مریدِ خاص حضرت خواجہ بدر اسحٰق نے ضبطِ تحریر کیا۔ بدر اسحٰق فرماتے ہیں کہ قطب العالم وارث الانبیاء تاج الاصفیاء کے الفاظ و دربار کے فوائد جو میں نے سنے لکھے اور اس کا نام ''سیر الاولیاء'' رکھا۔ کتاب ۲۲ فصلوں پر مشتمل ہیں۔ (۴۴)

۸) فوائد الفواد:۔

حضرت نظام الدین دہلویؒ کے ملفوظات پر مشتمل کئی کتابیں لکھی گئیں۔ان میں ''فوائد الفواد'' کو ایک اہم مقام حاصل ہے۔ جسے ان کے مریدِ خاص ''امیر حسن علائے سجزیؒ'' نے جمع کیے صاحبِ کتاب نے اسے چار حصّوں میں تقسیم کیا۔ کتاب کل پانچ جلدوں پر مشتمل ہے جن میں ۱۸۸ مجلسوں کا حال ہے۔ کتاب کی پہلی جلد میں کل ۳۴ مجلیس ہیں۔ جو ۳ شعبان ۷۰۷ھ سے ۲۹ ذی الحجہ ۷۰۸ھ تک ہے۔ دوسری جلد میں کل ۳۸ مجلیس ہیں جو ۲۹ شوّال ۷۰۹ھ تا ۱۳ شوّال ۷۱۲ھ پر مشتمل ہیں تیسری جلد میں کل ۷ مجلیس ہیں جو ۲۷ ذی القعدہ ۷۱۲ھ اور اختتام ۲۱ ذی الحجہ تک ہے۔ جلد چہارم کا آغاز ۲۴ محرّم ۷۱۴ھ اور اختتام ۲۳ رجب ۷۱۹ھ کو ہوا۔ پانچویں جلد میں کل ۳۲ مجلیس ہیں جو ۲۱ شعبان ۷۲۲ھ تک ہے۔ اس جلد میں کل ۳۲ مجلیس ہیں اس کتاب میں کل ۱۵ سالہ فوائد درج ہیں۔ (۴۵)

۹) مفتاح العاشقین:۔

اس کتاب میں نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے ملفوظات درج کیے گئے

ہیں جسے حقیر محبّ اللہ صاحب نے رقم کیے انھوں نے اس کتاب کو چند اوراق میں لکھ کر اس کا نام ''مفتاحُ العاشقین'' رکھا جو صرف دس مجلیسوں پر مبنی ہیں جس میں حضرت کے خوارق ،عادات وکرامات کو قلم بند کیا گیا ہے۔(۴۶)

۱۰)احسن الاقوال:۔

اِس کتاب میں بابا برہان الدین غریبؒ کے ملفوظات وارشادات وکلمات درج ہیں۔ جسے ان کے مریدِ خاص حماد بن عماد کاشانیؒ نے حوالہ قلم کیا۔ ''احسن الاقوال'' میں دین ودُنیا کے فلاح وصلاح کا ذخیرہ بھرا پڑا ہے۔ کتاب انتیس ابواب پر مشتمل ہیں۔ جس میں پیرانِ طریقت کی ملاقات وزیارت کے آداب مجالیس اہلِ اللہ کے طریقے حسن عقائد ومعاملات کی روِیش تزکیہ نفس وتہذیب واخلاق کا نمونہ کفایت مہمات وسعتِ رزق وقضاء حاجات دینی ودینوی کے اوراد واعمال مجلسِ سماع کے آداب وغیرہ سے معمور ہیں۔ آخر میں حضرت کے چند مکاشفات وبعد وفات کے کرامات وامداد کا مفصّل حال ہے۔ کتاب فارسی میں حوالہُ قلم کی گئی تھی اس کتاب کا آسان وسلیس اُردوُ دکھنی میں ترجمہ ''محمد عبدالمجید خُلد آبادی'' صاحب نے کیا۔ اور جدید اُردو میں راقم الحروف نے کیا ہے(۴۷) اور ہندی ترجمہ لائبریرین محمد شفیع الدین سوداگر صاحب مداری نے نہایت جانفشانی کے ساتھ کیا ہے۔

۱۱) نفائیس الانفاس:۔ فردوسِ نظر کتاب نفائیس الانفاس ''بابا برہان الدین غریبؒ'' کے ملفوظات پر مبنی ہے جسے ان کے قابل مرید رُکن الدین بن عماد دبیر کاشانیؒ نے تحریر کیا۔

حضرت شیخ شیوخ العالم بابا فرید الدین گنج شکرؒ خواجہ نظام الدین اولیاء اور خواجہ برہان الدین غریبؒ کے حالات وملفوظات سے متعلق غیر معمولی اہمیت کا مواد اس کتاب میں موجود

ہیں۔اس کے علاوہ عہدِ محمد شاہ تغلق کے ہندوستانی سماج کے بارے میں بہت مفید اشارے ملتے ہیں۔اس اعتبار سے ''نفائیس الانفاس'' اور حضرت غریبؒ کے دوسرے مجموعہ ہائے ملفوظات فارسی نثری ادب کا بھی قیمتی ورثہ ہے۔اور دکن میں تالیف کی جانے والی معدودے چند علمی کتابوں میں شامل ہیں۔کتاب ''نفائیس الانفاس'' کا با محاورہ اور سلیس اُردو میں ترجمہ ''نثار احمد فاروقی'' صاحب نے ماہ نامہ ''منادی'' نئی دہلی میں شائع کیا اور اس بات کی بھی صراحت کی ہے کہ ''نفائیس الانفاس'' کے صرف ان عبارتوں کا ترجمہ کیا ہے۔جن میں فرید الدین گنجِ شکرؒ نظام الدین محبوب الٰہیؒ، بابا برہان الدین غریبؒ اور اس سلسلۂ عالیہ کے دوسرے بزرگوں کے حالات پر روشنی پڑتی ہیں۔یا ان کے نئے واقعات و ملفوظات کا علم ہوتا ہے مختصراً ''نفائیس الانفاس'' کا مکمل اور جامع اُردو میں ترجمہ ہو چکا ہیں جسے ''شبیب انور علوی'' کاکوروی صاحب نے ۲۰۱۲ء میں لکھنؤ سے شائع کیا۔اس کتاب کا رسم اجراء بابا برہان الدین المعروف بہ غریبؒ کی خانقاہ خلد آباد شریف میں ہوا جس میں راقم موجود تھی۔(۴۸)

۱۲) ہدایت القلوب:۔

کتاب ''ہدایت القلوب'' خواجہ زین الدین شیرازیؒ کے ملفوظات سے پُر ہے۔جسے امیر حسن موّلفؒ جوان کے مریدِ خاص گذرے ہیں انھوں نے حوالۂ قلم کیا۔کتاب کا ترجمہ بارگاہِ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین محبوبِ الٰہیؒ سے ایمان و امن کی ندا دینے والا اور ان کے جانشین امام المشائخ شمس العلماء خواجہ حسن نظامیؒ کی یادگار ماہ نامہ ''منادی'' نئی دہلی میں شائع کیا گیا۔جسے نثار احمد فاروقی صاحب نے قسطوار شائع کیا جو رسالہ منادی کے ۱۳ شماروں پر مشتمل ہیں۔(۴۹)

۱۳) شمائل الاتقیاء:۔

''شمائل الاتقیاء'' بابا برہان الدین غریبؒ کے بحکم ان کے مرید ''خواجہ رُکن الدین دبیر کاشانیؒ'' نے ضبطِ تحریر کیا۔ کتاب سلوک میں بے نظیر ہے ہر ایک مسلۂ کو نہایت خوبی سے لکھا ہے۔ پہلے آیتِ پاک پھر حدیث شریف پھر اقوالِ صاحبہ و بزرگانِ دین سے ثبوت دیا ہے۔ حضرت شیخ قطب المدار قدس سرہ کو ''شمائل الاتقیاء'' نہایت پسندیدہ و مرغوب تھی۔

کتاب کے آخر میں دُعا ہے کہ خداوندِ کریم آنحضرت بابرکات کے طفیل سے اس ناچیز و ناتمامی معتقدین اہلِ اسلام کو حضرت کے ارشادات کی توفیق عمل و محبت خُدائے رحیم و رسول کریم نصیب کریں اور خاتمہ سعادت ایمان کے ساتھ فرمائے اور ہمارے گناہان صغیرہ و کبیرہ سے درگذر عفو فرمائے۔ (۵۰)

''شمائل الاتقیاء'' کا زبان فارسی سے زبانِ دکنی میں ترجمہ ''میراں یعقوب خُدانمائی'' صاحب نے ۱۰۷۸ھ م ۱۶۶۷ء میں کیا اور اُردو ترجمہ محرم ۱۴۰۷ھ ۱۱ء اشرف پریس حیدرآباد سے شائع ہوا نیز نثار احمد فاروقی صاحب نے بھی ماہ نامہ منادی میں کتاب کے اہم حصّے کو زبان اُردو میں ۱۹۹۲ء میں شائع کیا۔ (۵۱)

۱۴) تحفۃ النصائح:۔

یہ تصنیف سیّد یوسف الملقب شاہ راجو قتّال حسینیؒ پدر بزرگوار حضرت سیّد محمد حسینیؒ بندہ نواز گیسودراز نے ضبطِ تحریر کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ میں اپنے فرزند جس کا نام محمد حسینی لقب بندہ نواز اور کنیت ابوالفتح ہے وہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے چند کلمات بطور واعظ و

نصیحت اس کے لئے تحریر کیا ہوں کتاب کل ۴۵/ابواب پر مشتمل ہیں جو کل ۶۷۷/اشعار پر مبنی ہیں۔

اس کتاب گوہر بار کا فارسی سے اُردو میں ترجمہ المرحوم مولانا مولوی سیّد کلیم اللہ حُسینی صاحب نے حسبِ فرمائش محترمہ سیّدہ امتہ امفر صاحبہ اہلیہ حضرت حبیب جعفر بن احمد العیدروس کے کیا۔(۵۲)

۱۵)احسن الشمائل:۔

کتاب ''احسن الشمائل'' حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ کے حالات پر مبنی ہے جسے خواجہ کامگار حسینیؒ نے تحریر کیا۔ خواجہ کامگار حُسینیؒ کے ذریعے صرف نظام الدینؒ کی تعلیم ہی محفوظ نہیں ہوئی بلکہ شاہ کلیم اللہ دہلوی کی مجلیسوں کی آب وتاب اوران کے اندازِ تبلیغ و اشاعت کی بہت سی تفصیلات منظرِ عام پر آ گئی۔ انھوں نے ''احسن الشمائل'' میں اپنے پیرو مرشد کے حالات دلکش انداز میں لکھے ہیں اور لکھا ہے کہ وہ یہ کتاب اس لئے لکھ رہے ہے کہ عام لوگ اس سے فیض یاب ہو۔

حضرت خواجہ کامگار حُسینیؒ نے کتاب ''احسن الشمائل'' بہ زبان فارسی میں ضبطِ تحریر کیا اس کتاب کا فارسی سے اُردو میں ترجمہ قاضی ''محی الدین احمد صدیقی جے پی سعید'' صاحب نے کیا۔(۵۳)

۱۶)ملفوظاتِ نقشبندیہ:۔

زیرِ بحث کتاب میں ''حضرت باباشاہ مسافرؒ'' کے ملفوظات وان کے مرشد ومریدین کے حالاتِ زندگی درج کی گئی ہیں۔ جسے ان کے مریدِ خاص حضرت بابا

''شاہ محمود'' نے حوالہ قلم کیا۔ محمد محب اللہ فاروقی صاحب مرحوم نے ۱۹۶۵ء میں ''ملفوظاتِ نقشبندیہ'' کا فارسی سے اُردو میں ترجمہ کیا۔ تھا۔ ۱۹۷۰ء میں فاضل مترجم کی وفات ہوگئی اور یہ ترجمہ غیر مطبوعہ شکل میں آپ کی صاحبزادی کے پاس محفوظ رہا۔ مرحوم فاروقی صاحب کے داماد ڈاکٹر سیّد اشرف الدین کو اس کی اشاعت کا خیال آیا اور انھوں نے یہ ترجمہ افادہ عام کی خاطر ۲۰۰۰ء میں شائع کیا۔ (۵۴)

۱۷) جوامع الکلیم:۔

یہ کتاب حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ کے ملفوظات پر مبنی ہے۔ جسے ان کے بڑے صاحبزادے ''سیّد حسین المعروف بہ سیّد محمد اکبر حسینیؒ نے جمع کیے تھے شائع ہوگئی ہے۔ ''جوامع الکلیم''، جس میں نو مہینوں (یعنی ۱۵ مارچ ۱۴۰۰ء تا ۱۰ دسمبر ۱۴۰۰ء) کے ملفوظات درج ہے اس میں فاضل مرتب مولانا محمد صدیقی کی تصیح و تشحیہ کے باوجود غلط کتاب یا مسودوں کی دُشواریوں سے بعض ایسی الجھنیں رہ گئیں ہے جن سے کئی اہم مقامات پر مطلب خبط (غلط) ہوجاتا ہے۔ لیکن پھر بھی کئی باتوں سے ایک طویل اندراج کا پتہ چلتا ہے۔ جو حضرت گیسو درازؒ کو اشاعتِ اسلام سے تھی۔ اور ان دشواریوں کا بھی اندازہ ہوتا ہے جن سے ہندوؤں کے مضبوط معاشرتی نظام کی وجہ سے مبلغین اسلام کو دوچار ہونا پڑتا تھا۔ (۵۵)

زیرِ بحث کتاب ''جوامع الکلیم''، جس کا فارسی سے اُردو میں ترجمہ ''پروفیسر معین الدین دردائی'' صاحب نے ۱۴۲۱ھ م ۲۰۰۰ء میں ضبطِ تحریر کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ پیشِ نظر کتاب ''جوامع الکلیم''، حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ کے ملفوظات کا مجموعہ ہے جسے ان کے بڑے صاحبزادے سیّد حُسین المعروف بہ سیّد محمد اکبر حُسینیؒ نے تقریباً ایک سال کے عرصہ میں مرتّب

فرمایا تھا۔مشائخ چشت میں تقریباً شیخ نے اپنے ملفوظات چھوڑے ہیں۔

''جوامع الکلیم'' بھی اسی طرح ''حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ'' کی ایک معتبر اور اہم ملفوظاتی کتاب ہے۔اس کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ اس کو آپ کے بڑے صاحبزادے سیّد حُسین المعروف بہ محمد اکبر حسینیؒ نے مرتب کیا ہے۔جو نہ صرف مشائخ چشت میں ایک بلند مرتبہ رکھتے ہیں بلکہ اپنے والد بزرگوار کے بہت محبوب فرزند تھے اور حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ نے بارہا اپنے اس فرزند پر فخر کرتے ہوئے خُدا کا شکر ادا کیا ہے۔ ان ملفوظات کو مرتب کر کے کئی بار حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ کے سامنے پیش کر کے تصیح بھی کروائی ہے۔اس لئے اس کی صحت اور معتبر ہونے کے بارے میں کسی کو شبہ نہیں ہوسکتا۔(۵۶)

۱۸) خیر المجالیس:۔

کتاب ''خیر المجالیس'' ملفوظات نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ سے لبریز ہیں۔جس کو مجالیس معدودہ میں آپ کے زبان فیض ترجمان سے سُن کر ان کے خلیفہ نامی حضرت حمید شاعر المعروف بہ قلندرؒ نے ۷۵٦ھ بہ عبارت فارسی قلم بند کر کے بعد ملاحظہ جناب شیخ قدس سرہ نقل فرما کر دستور العمل مریدانِ صادق الارادت خاندانِ چشت کا خصوصاً اور باقی صوفیہ کا عموماً مقرر کیا۔اس کے ملاحظہ سے احوال و افعال و اخلاق خواجگانؒ کے بخوبی ظاہر ہو جائے گے۔غرض کتاب میں تصوّف ترکِ دُنیا اور محبتِ الٰہی اور شریعت و طریقت کی تعلیم دی گئی ہیں حضرت نے فرمایا کہ اگر انسان یہ سب کر لے تو انسان کامل ہو جائے گا اور اس کی دُنیا و آخرت دونوں سنور جائے گی لیکن آج کا انسان ایسا نہیں ہے یہ تحصیلِ مال خود

نمائی اور راحت طلبی پر اکتفاء کرتا ہے۔ نیز زیرِ نظر کتاب کل ۱۰۰ مجالیس پر مبنی ہے۔(۵۷)

**(۱۹) ملفوظِ کبیر معہ عراب وترجمہ مسمّٰی بہ سیف دستگیر:۔**

کتاب مستطاب ''ملفوظِ کبیر معہ عراب وترجمہ مسمّٰی بہ سیف دستگیر'' جو مشتمل ہے مواعظ وملفوظات غوثِ اعظم عبدالقادر جیلانیؓ عنہ پر جن پر عمل کر کے راستہ حق کو بھولا ہوا مقبولانِ الہیٰ خاصانِ خدا میں سے ہو جاتا ہے۔ کتاب کے ترتیب کار ''سیّد قادر بادشاہ ابن حاجی سیّد محمد قادر بغدادی پٹنی دکنی'' ہے۔ ''ملفوظِ کبیر'' کے مترجم مفتی ملّت مولانا مولوی مفتی احمد ابراھیم شاہ صاحب قادری بدایونی ہے۔

فردوسِ نظر کتاب فیض انتساب مسمّٰی بہ ملفوظِ کبیر جواعراب اور اُردو ترجمہ کے ساتھ مطبوعہ شکل میں ہے جس میں حضرت محبوب سبحانی غوث صمدانی قطبِ اکرم غوثِ اعظم شیخ المشائخ سیّد سادات میر میران پیر پیران واقف اسرارِ حقیقت وکاشفِ رموز شریعت وطریعت امام الاولیاء قدوۃ الاصفیاء حضرت مولانا سیّد شیخ ابومحمد محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادیؓ عنہ کے چند مبارک واعظ اور ملفوظات شریف بیان کیے گئے ہیں۔(۵۸)

**۲۰) فیہ مافیہ مسمّٰی بہ ملفوظات مولانا روم:۔**

مندرجہ ذیل کتاب ''فیہ مافیہ مسمّٰی بہ ملفوظات مولانا روم'' حضرت مولانا روم کے ملفوظات پر مبنی ہے۔ جسے مولانا جلال الدین محمد رومی نے مرتّب کیا۔ ملفوظات اصل میں مجموعہ ہے وہ گفتگوؤں کا جو حضرت مولاناؒ کی مجلس میں حاضر ہونے والے دل شکستہ اور پراگندہ حال لوگوں کے سوال پر یا از خود حضرت مولاناؒ کی جانب سے اہلِ مجلس کی تسکین کی خاطر ہوا کرتی تھیں۔ یہ زوال بغداد کے بعد کا زمانہ ہے۔ زیرِ نظر کتاب کا فارسی سے اُردو میں

ترجمہ ''مولانا شمس بریلوی'' نے کیا۔(۵۹)

''فیہ مافیہ مسمّٰی بہ ملفوظات مولانا روم'' حضرت خواجہ مولانا رومؒ کے ملفوظات پر مبنی ہے۔ جسے شیخ بہاؤالدین وابن جلال الدین رومی نے مرتب کیا۔ کتاب کی یہ زبان فارسی میں سنِ تالیف ۷۱۱ھ بتائی گئی ہے۔(۶۰)

۲۱) قوام العقائد:۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے حالات وملفوظات پر کئی کتابیں لکھی گئیں ان میں سے ایک کتاب ''قوام العقائد'' ہے جسے بھی اہم مقام حاصل ہے۔ زیرِ نظر کتاب ''قوام العقائد'' مرتبہ محمد جمال قوّام نبیرہ شمس العارفین دہلوی نے یہ کتاب یکم محرم ۷۵۵ھ کو لکھنا شروع کیا۔ جو ۷ رجب ۷۵۵ھ کو اختتام کو پہنچی یعنی اس کی جمع وتالیف میں ۸۴ دن صرف ہوئے اس میں حضرت نظام الدینؒ کے حالات درج کیے گئے ہیں۔ جن کا ایک حصہ تو وہی ہے جو فوائد الفواد، سیر الاولیاء، دُررِ نظامی اور خیر المجالس میں ملتا ہے۔(۶۱)

بین السطور کتاب ''قوام العقائد'' کے مولّف محمد جمال قوّام نبیرہ شمس العارفین قوّام الدین مرید وخلیفہ نظام الدینؒ راقم الحروف کا کہنا ہے کہ میں نے اس نادر کتاب کا فارسی متن پہلی بار شائع کیا ہے۔ اور فخر فصل نامہ قند پارسی شمارہ (۷) ۱۹۹۴ء کو حاصل ہوا ہے۔ اس فارسی متن کا سلیس اُردو میں ترجمہ ماہ نامہ ''ضیاوجیہ'' رامپور (اکتوبر، نومبر) ۱۹۹۴ء میں شائع ہوا۔

''قوام العقائد'' متعدد اعتبار سے نہایت بیش قیمت تالیف ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ ترتیب زمانی میں ''فوائد الفواد'' کے بعد اس کا دوسرا نمبر ہے یہ ۷۵۵ھ م

۱۳۵۴ء میں دولت آباد مہاراشٹر میں لکھی گئی۔ اس میں جو واقعات بیان ہوئے ہیں وہ نظام الدینؒ کے مرید و خلیفہ حضرت قوام الدین معروف بہ شمس العارفینؒ نے روایت کیے ہے۔ جو رجب ۷۰۸ھ میں حضرت شیخ کے مرید ہوئے تھے۔ ان روایت کو ان کے پوتے محمد جمال قوام نے محرّم ۷۵۵ھ سے رجب ۷۵۵ھ تک چھ ماہ کی مدّت میں قلم بند کیا۔ تالیف کتاب کے وقت تک حضرت شمس العارفینؒ زندہ تھے۔ اس طرح یہ ایک چشم دید راوی کے بیانات ہیں۔ آٹھویں صدی ہجری کی فارسی نثر کی کتابیں زیادہ نہیں ملتی ہے۔

اس لحاظ سے یہ کتاب ادبیات فارسی ہند کے ذخیرے میں بھی ایک گراں قدر اضافہ ہے۔ یہ کتاب اس عہد کی بول چال کے فارسی نمونہ پیش کرتی ہے۔ زیر نظر کتاب ''قوام العقائد'' ۹/ ابواب پر مشتمل ہیں۔ (۶۲)

۲۲) دُررِ نظامی:۔

فردوسِ نظر کتاب ''دُررِ نظامی'' میں نظام الدین دہلویؒ کے ملفوظات و تعلیمات کو ۱۳۰/ ابواب میں صاحبِ کتاب ''علی بن محمود جاندار'' نے ضبطِ تحریر کیا ہے۔ اس کا بڑا حصّہ تو سیر الاولیاء اور فوائد الفواد میں مشترک ہے۔ کچھ مواد ایسا ہے جو صرف اسی کتاب میں ہے اس کا اُردو ترجمہ بازاروں میں ''گفتارِ محبوب'' کے نام سے بھی ملتا ہے۔ (۶۳)

''قوام العقائد'' کے صفحہ نمبر ۱۱ پر کتاب ''دُررِ نظامی'' کے بارے میں درج کیا گیا ہے کہ اس کا مولّف علی بن محمود جاندار نظام الدین محبوب الٰہیؒ کے مرید ہے۔ اُس نے اِس کتاب میں حضرت کے ملفوظات و ارشادات کو بہ اعتبار موضوعات ۱۳۰/ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ ان میں ایک حصّہ وہ ہے جس کی روایت صرف مولّف ''دُررِ

نظامی'' کی ہے۔(۶۴)

''فوائد الفواد'' کی طرح یہ بھی آٹھویں صدی ہجری کی فارسی نثر کا بیش بہا نمونہ ہے۔اس کا فارسی متن ابھی تک شائع نہیں ہوا۔اُردو ترجمہ کئی بار چھپا ہے دُررِ نظامی کی تالیف ۷۵۰ھ کے قریب ہوئی ہے۔جب نظام الدین اولیاءؒ کی وفات کو ۲۵ سال گذر چکے تھے۔(۶۵)

**۲۳) سرور الصدور نور البدور:۔**

درج بالا کتاب ''سرور الصدور نور البدور'' حضرت خواجہ سلطان التارکین ''شیخ حمید الدین ناگوری'' کے ملفوظات وحالات وکرامات پر مبنی ہے۔جسے فرید الدین چاک پرّاں نے تالیف کیا۔زیرِ بحث کتاب بہ زبان فارسی میں ۶۹۶ھ میں ترتیب دی گئی ہے۔(۶۶)

فردوسِ نظر کتاب ''سرور الصدور نور البدور'' عارف باللہ فنافی الرسول حضرت محی الدین عبدالقادر المخاطب بہ سعیدی بزرگ ابن حضرت قطب المدار عالم فرید الدین چاک پرّاں کی گرانمایہ کدوکاوش ہے۔جسے سراج الاولیاء حضرت خواجہ غریب نوازؒ اور زبدۃ العارفین سلطان التارکین حضرت صوفی حمید الدین ناگوریؒ کی سیرت و سوانح اور حالات وملفوظات پر پہلی باقاعدہ تصنیف ہونے کا شرف حاصل ہے۔اس اعتبار سے اس کتاب کی عظمت وافادیت اربابِ نظر سے پوشیدہ نہیں۔

یہ کتاب دوحصّوں پر مشتمل ہے حصّہ اوّل خانوادہ حضرت سلطان التارکین سے متعلق ہے۔اور حصّہ دوّم حضرت معزکے اقوال پندونصائح سے متعلق ہے۔زیرِ نظر

کتاب کا ترجمہ بہ زبان فارسی سے اُردو میں پیر محمد علی صاحب نے کیا۔

نیز اِن ملفوظات کے مجموعوں کے علاوہ بھی ہمارے مشائخ کرام صوفیائے عظام میں اکثر حضرات صاحبِ ملفوظ گذرے ہیں۔ ان ملفوظات میں ''ملفوظاتِ حضرت خواجہ شاہ فخر الدین قدس سرہ، ملفوظات شاہ عبدل عزیزیؒ دہلوی ملفوظات حضرت شاہ نور محمد صاحب مہارویؒ، ملفوظات حیدر شاہ صاحب جلال پوری قدس سرہ اسرارِ طریقت ورموزِ معرفت سے معمور ہے۔ ان ملفوظات کے علاوہ بھی بہت سے بزرگوں کے ایسے ملفوظات با کثرت موجود ہیں۔ جو اب تک زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہوئے ہیں۔ اور ان کے قلمی نسخے بعض اہم کُتب خانوں یا متعلقہ خانقاہوں کے کُتب خانوں میں محفوظ ہے۔ (٦٧)

۲۴) مرآت المحققین:۔

فردوسِ نظر رسالہ بابا برہان الدین غریبؒ کے خلیفہ رشید خواجہ حماد کاشانیؒ کی تصنیف ہے۔ اس میں کل ۵۱ صفحات ہیں اور ہر صفحہ میں دس سطریں ہیں۔ رسالہ ۷ ابواب پر مشتعمل ہے جس میں خالص صوفیانہ انداز میں حقائق ومعارف بیان کیے گئے ہیں۔ رسالے کی ابتداء حمد وثنا سے ہے۔ یہ رسالہ برہان الدین غریبؒ کے ملفوظات پر مبنی ہے۔ (٦٨)

۲۵) حبّۃ المحبّت وجنّت المودّت:۔

زیرِ نظر کتاب ''حبّۃ المحبّت وجنّت المودّت'' حضرت خواجہ سیّد زین الدین شیرازیؒ کے ملفوظات پر مبنی ہے۔ حضرت خواجہ زین الدین شیرازیؒ المتوفی ۷۷۱ھ م ۱۳۷۱ء حضرت برہان الدین غریبؒ کے اجلّ خلفاء میں سے ہیں۔ اس کتاب کو ان کے مریدِ کامل میر حسن مولّفؒ نے ترتیب دیا۔ میر حسن نے اس ملفوظ بیش قیمت کا آغاز ۷ رجب المرجب

سنہ ۷۵۵ھ م سنہ ۱۳۵۴ء سے کیا ہے۔ (۶۹)

ملفوظات دینی اورادبی اعتبار سے ہمارا قیمتی ذخیرہ ہے۔ یہ تعداد میں بھی بہت ہیں اور بیش قیمت وانمول اس لئے ہیں کہ ان میں بزرگانِ دین کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ اور جملے جوں کے توں ہیں۔ ہم ان بزرگان کی صحبت سے محروم رہے ملفوظات کا مطالعہ ہمارے تسکین کا ذریعہ ہے میرا موضوع چونکہ ۱۴ ویں صدی اوراورنگ آباد ومضافات سے متعلق ہے اس لئے یہاں کے اولیائے کرام کی ملفوظاتی کتابوں یاان کے بابت ان سے متعلق لکھی ہوئی کتابوں کی فہرست ذیل میں درج کی جارہی ہے اورنگ آباد ومضافات اورنگ آباد کے اولیائے کرام کی ملفوظاتی تصانیف یا اُن کے بابت اُن سے متعلق دوسروں کی لکھی ہوئی تصانیف کی فہرست۔

☆ بابا برہان الدین غریبؒ کی تصنیف یاان کے بابت یاان سے متعلق دوسروں کی لکھی ہوئی تصانیف کی فہرست ☆

| سلسلہ نمبر | اسمائے کتاب | مولّف | مترجم |
|---|---|---|---|
| ۱۔ | احسن الاقوال | حماد بن عماد کاشانیؒ | عبدالمجید وکیل خُلد آبادی |
| ۲۔ | نفائیس الانفاس | حماد بن عماد کاشانیؒ | نثار احمد فاروقی مکمل ترجمہ<br>شبیب انور علوی |
| ۳۔ | منافع المسلمین | حماد بن عماد کاشانیؒ | دستیاب نہیں ہے |

| ۴۔ | حصول الوصول | حماد بن عماد کاشانیؒ | دستیاب نہیں ہے |
|---|---|---|---|
| ۵۔ | اسرارِ طریقت | حماد بن عماد کاشانیؒ | دستیاب نہیں ہے |
| ۶۔ | مرأت المحققین | حماد بن عماد کاشانیؒ | شبیب انور علوی |
| ۷۔ | رموز الوالہین | رُکن الدین کاشانیؒ | دستیاب نہیں ہے |
| ۸۔ | اذکار المذکور | رُکن الدین کاشانیؒ | دستیاب نہیں ہے |
| ۹۔ | تفسیرِ رموزی | رُکن الدین کاشانیؒ | دستیاب نہیں ہے |
| ۱۰ | رسالہ تصوّف | رُکن الدین کاشانیؒ | دستیاب نہیں ہے |
| ۱۱۔ | شمائل الاتقیاء | رُکن الدین کاشانیؒ | ۔۔۔۔۔ |
| ۱۲۔ | بقیۃ الغرائب | رُکن الدین کاشانیؒ | فارسی مخطوطہ موجود ہے |
| ۱۳۔ | غرائب الکرامات | رُکن الدین کاشانیؒ | دستیاب نہیں ہے |
| ۱۴۔ | دیوانِ عین الحیات | رُکن الدین کاشانیؒ | دستیاب نہیں ہے (۷۰۔۷۱) |

☆ حضرت زین الدین شیرازیؒ کی تصانیف یا ان کے بابت، ان سے متعلق دوسروں کی لکھی ہوئی تصانیف کی فہرست حضرت زین الدین داؤد حسین شیرازیؒ کے ملفوظات پر چار کتابیں ضبطِ تحریر ہوئی جو حسبِ ذیل ہیں۔

| سلسلہ نمبر | اسمائے کتاب | مولّف | مترجم |
|---|---|---|---|

| ۱۔ | ہدایت القلوب | میر حسن مولّف | نثار احمد فاروقی ماہ نامہ منادی |
|---|---|---|---|
| ۲۔ | حبۃ المحبت جنّت المودّت | میر حسن مولّف | شبیب انور علوی |
| ۳۔ | دلیل السالکین | میر حسن مولّف | دستیاب نہیں ہے |
| ۴۔ | حبّت القلوب من مقال المحبوب | میر حسن مولّف | دستیاب نہیں ہے (۷۲) |
| ۵۔ | رسالہ نرلک نامہ | زین الدین شیرازیؒ | چند اوراق ہے (۷۳) |

☆ شاہ راجو قتّال حسینیؒ کی تصنیف یا ان کے بابت یا ان سے متعلق دوسروں کی لکھی ہوئی تصانیف کی فہرست۔☆

| سلسلہ نمبر | اسمائے کتاب | مولّف | مترجم |
|---|---|---|---|
| ۱۔ | تحفۃ النصائح | شاہ راجو قتال حسینیؒ | المرحوم مولانا سیّد کلیم اللہ حسینی |
| ۲۔ | دیوانِ راجا/ مثنوی راجا | شاہ راجو قتال حسینیؒ | دستیاب نہیں ہے |
| ۳۔ | رسالۂ تصوف | شاہ راجو قتال حسینیؒ | دستیاب نہیں ہے (۷۴) |

☆ نظام الدین اورنگ آبادیؒ کی تصانیف یا اُن کے بابت ان سے متعلق دوسروں کی لکھی ہوئی تصانیف کی فہرست۔

| سلسلہ نمبر | اسمائے کتاب | مؤلف | مترجم |
|---|---|---|---|
| ۱۔ | نظام القلوب | نظام الدین اورنگ آبادیؒ | دستیاب نہیں ہے |
| ۲۔ | رشکِ گلستانِ ارم | نظام الملک آصف جاہ | دستیاب نہیں ہے |
| ۳۔ | احسن الشمائل | خواجہ کامگار حسینیؒ | قاضی غوث محی الدین صدیقی جے پی سعید صاحب (۷۵) |

☆ حضرت امیر حسن سجزیؒ کی تصانیف یا اُن کے بابت ان سے متعلق دوسروں کی لکھی ہوئی تصانیف کی فہرست۔

| سلسلہ نمبر | اسمائے کتاب | مؤلف | مترجم |
|---|---|---|---|
| ۱۔ | مخ المعانی | امیر حسن سجزیؒ (رسالہ) | دستیاب نہیں ہے |
| ۲۔ | دیوانِ حسن | امیر حسن سجزیؒ | فارسی مخطوطہ موجود ہے۔ |
| ۳۔ | فوائد الفواد | امیر حسن سجزیؒ | حسن ثانی نظامیؒ (۷۶) |
| ۴۔ | قواعد النحو | امیر حسن سجزیؒ | دستیاب نہیں ہے (۷۷) |

☆ علامہ غلام علی آزاد بلگرامیؒ کی تصانیف یا ان کے بابت ان سے متعلق دوسروں

کی لکھی ہوئی تصانیف کی فہرست۔

| سلسلہ نمبر | اسمائے کتاب | مولّف | مترجم |
|---|---|---|---|
| ۱۔ | مآثرلکرام (حصّہ اوّل) | علامہ آزادبلگرامیؒ | |
| ۲۔ | مآثرلکرام (حصّہ دوّم) | علامہ آزادبلگرامیؒ | |
| ۳۔ | خزانۂ عامرہ | علامہ آزادبلگرامیؒ | |
| ۴۔ | سبحۃ المرجان فی آثارِ ہندوستان | علامہ آزادبلگرامیؒ | |
| ۵۔ | غزانُ الہند (فارسی) | علامہ آزادبلگرامیؒ | |
| ۶۔ | مظہرابرکات (فارسی) | علامہ آزادبلگرامیؒ | |
| ۷۔ | دیوان ہائے عربی | علامہ آزادبلگرامیؒ | |
| ۸۔ | فتوءالداراری شرح صحیح البخاری | علامہ آزادبلگرامیؒ | |
| ۹۔ | دیوانِ فارسی | علامہ آزادبلگرامیؒ | |
| ۱۰۔ | یدِ بیضا (فارسی) | علامہ آزادبلگرامیؒ | |
| ۱۱۔ | انیس المحققین | علامہ آزادبلگرامیؒ | |

| ۱۲۔ | شفاء العلیل | علامہ آزاد بلگرامیؒ | |
|---|---|---|---|
| ۱۳۔ | روضۃ الاولیاء | علامہ آزاد بلگرامیؒ | نثار احمد فاروقی رعبد المجید وکیل خُلد آبادی (۷۸) |

☆حضرت خواجہ شہابُ الدین دولت آبادیؒ آزاد بلگرامیؒ کے ہم عصر کی تصانیف یا ان کے بابت ان سے متعلق دوسروں کی لکھی ہوئی تصانیف کی فہرست۔

| سلسلہ نمبر | اسمائے کتاب | مولّف | مترجم |
|---|---|---|---|
| ۱۔ | شرح قافیہ | شہابُ الدین دولت آبادیؒ | |
| ۲۔ | کتاب الارشاد (علمِ نحو) | شہابُ الدین دولت آبادیؒ | |
| ۳۔ | بدیع البیان (علمِ بلاغت) | شہابُ الدین دولت آبادیؒ | |
| ۴۔ | بحرِ مواج | شہابُ الدین دولت آبادیؒ | |
| ۵۔ | تفسیرِ رموزی | شہابُ الدین دولت آبادیؒ | |

| ۶۔ | تقسیم صنائع | شہابُ الدین دولت آبادیؒ | |
|---|---|---|---|
| ۷۔ | اہلِ بعیت کی شان میں رسالۂ مناقب السادات | شہابُ الدین دولت آبادیؒ | (۷۹) |
| ۸۔ | شرح بزودی | شہابُ الدین دولت آبادیؒ | (۸۰) |

درج بالا میں اورنگ آباد ومضافات اورنگ آباد کے اولیا ئے کرام یاان سے متعلق دوسروں کی لکھی ہوئی تصانیف کی فہرست درج کی گئی ہیں۔ نیز اسی طرح ان بزرگانِ دین نے اس ظلمت کدہ ہند کی سرزمین کو اپنی خُداداد صلاحیتوں سے منوّر کیا۔ ان کے ارشادات وفرمودات کو ان کے مریدین نے کتابی پیراہن سے نوازہ جو''ملفوظ'' کہلائے۔ جن کا مختصر ذکر اس باب میں کیا گیا ہے۔

مشائخ کے یہاں ملفوظات کی بہت اہمیت رہی ہے۔ اس لئے کہ یہ ان کے تعلیمات اور تبلیغ کا بہت بڑا ذریعہ رہا ہے۔ مریدین، معتقدین اور طالبین کے درمیان مخصوص اوقات میں ان کے سوالات کے جوابات دے کر ان کے شکوک اور الجھنوں کو دور کرنے اپنی تعلیمات کو پھیلانے اور تبلیغ واشاعت دین کا یہ بہت ہی کامیاب طریقہ تھا۔ مشائخِ چشت اور مشائخِ فردوسیہ نے اس سے بڑے بڑے کام لیے ہیں۔

## ☆حوالے وتشریحات☆

| سلسلہ نمبر | اسمائے کتاب | مصنّف رمولّف | سنِ اشاعت راڈیشن رمقامِ اشاعت | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|---|
| ۱۔ | فیروز اللغات | الحاج مولوی فیروز الدین | | ۶۵۰ |
| ۲۔ | ماہِ دکن | ڈاکٹر حسینی کوثر سلطانہ | اشاعتِ اوّل فروری ۲۰۰۸ء | ۳۶ |
| ۳۔ | اُردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام | مولوی عبدالحق | ۱۹۹۱ء اشاعت پندرویں | ۱۔۲۔۳۔۴ |
| ۴۔ | تاریخ ادبِ اُردو | ڈاکٹر جمیل جالبی | طبع چہارم ۱۹۹۲ء شیبا پرنٹرس دہلی | ۴۱۔۴۲۔۴۴ |
| ۵۔ | شمائل الاتقیاء | رُکن الدین کاشانیؒ (فارسی) | | ۲۔۳ |
| ۶۔ | ہدایت القلوب | میر حسن مولّفؒ مترجم نثار احمد فاروقی | ماہ نامہ منادی ۱۹۹۲ء دہلی | --- |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۷۔ | حبتہ المحبت و جنت المودت | میر حسن مولفؒ مترجم شبیب انور علوی | | ۳ |
| ۸۔ | فوائد الفواد | امیر حسن سجزیؒ مترجم حسن ثانی نظامیؒ | | ۱۱۱۔۱۱۴ |
| ۹۔ | تذکرۂ اولیائے دکن | عبد الجبار خان ملکاپوری | | ۱۰۹۴ |
| ۱۰۔ | گلستانِ خلد آباد | عبد الحیی صاحب | سنہ ۱۴۲۲ھ م سنہ ۲۰۰۱ء اورنگ آباد | ۲۲۲ |
| ۱۱۔ | شمائل الاتقیاء | رُکن الدین کاشانیؒ | | ۳۔۴ |
| ۱۲ | ملفوظاتِ نقشبندیہ | حضرت باباشاہ محمودؒ | | ۹۔۱۰ |
| ۱۳۔ | رسالۂ زرزری زربخشؒ | عبد الحیی صاحب | سنہ ۱۴۲۲ھ م سنہ ۲۰۰۱ء اورنگ آباد | ۱۱۱ |
| ۱۴۔ | ملفوظِ کبیر | سیّد قادر بادشاہ مترجم مفتی محمد ابراہیم شاہ | رجّب المرجّب سنہ ۱۴۲۵ھ م تمبر سنہ ۲۰۰۴ء اورنگ آباد | ۱۵۔۱۶ |

| ۱۵۔ | خیر المجالیس | حمید قلندر مولانا احمد علی مرحوم | پرویز بکڈ پو دہلی ٦ | ۳۔۴ |
|---|---|---|---|---|
| ۱٦۔ | جوامع الکلیم | سیّد محمد اکبر حسینی مترجم پروفیسر معین الدین در دائی | بھارت آفسیٹ پریس دہلی ٦ | ۸۔۹ |
| ۱۷۔ | فوائد الفواد | امیر حسن سجزیؒ مترجم حسن ثانی نظامیؒ | جنوری ۷۲۰۰ء ایم آر پرنٹرس دہلی | ۲۵۔۳۰ |
| ۱۸۔ | انیس الارواح (ہشت بہشت) | ۔۔۔۔۔ | مکتبہ جام نور دہلی ۴۲۲ مٹیا محل جامع مسجد دہلی | ۴۔٦ |
| ۱۹۔ | عوارف المعارف | حضرت شہاب الدین شہروردیؒ مترجم شمس بریلوی | بارِ اوّل نومبر ۱۹۸٦ء اسٹار پریس دہلی | ۹۳۔۹۴ |
| ۲۰۔ | انیس الارواح (ہشت بہشت) | ۔۔۔۔۔ | مکتبہ جام نور دہلی ۴۲۲ مٹیا محل جامع مسجد دہلی | ۲۔۱۰ |
| ۲۱۔ | احسن الاقوال | حماد کاشانیؒ مترجم عبد المجید خلد آبادی | ۱۳۴۲ھ پہلی مرتبہ دوسری مرتبہ ۱۹۸۷ء ممبئی | ۹ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۲۲۔ | نفائیس الانفاس | رُکن الدین کاشانیؒ مترجم شبیب انور علوی | جنوری ۱۲۰۱۲ء لکھنو | ۱۲ |
| ۲۳۔ | شمائل الاتقیاء | میراں یعقوب دکنی | ۱۶۶۷ء حیدر آباد رشار احمد فاروقی ماہ نامہ منادی ۱۹۹۲ء | ۴ |
| ۲۴۔ | مرأت المحققین | حماد الدین کاشانیؒ مترجم شبیب انور علوی | ----- | ۶ |
| ۲۵۔ | ملفوظِ کبیر | سیّد قادر بادشاہ مترجم مفتی محمد ابراہیم شاہ | رجب المرجب ۱۴۲۵ھ م ستمبر ۲۰۰۴ء اورنگ آباد | ۸ |
| ۲۶۔ | حبۃ المحبت جنت المودّت | میر حسن مولّف رشبیب انور | ----- | ۱۲ |
| ۲۷۔ | ہدایت القلوب | میر حسن مولّف رشار احمد فاروقی | ماہ نامہ منادی ۱۹۹۲ء نئی دہلی | ۳ |
| ۲۸۔ | فوائد الفواد | امیر حسن سجزیؒ رحسن ثانی نظامیؒ | جنوری ۲۰۰۷ء دہلی | ۵۔۹ |
| ۲۹۔ | فیہ مافیہ مسمّٰی بہ ملفوظاتِ مولانا روم | مولانا شمس بریلوی | اشاعتِ دوّم اپریل ۲۰۰۱ء دہلی | ۳۔۱۱ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۳۰۔ | احسن الشمائل | کامگار حسینی رقاضی غوث محی الدین جے پی سعید | مارچ ۲۰۰۳ء اورنگ آباد | ۶۔۱۰ |
| ۳۱۔ | ملفوظاتِ نقشبندیہ | باباشاہ محمود رمحب اللہ فاروقی | ۱۹۹۹ء اورنگ آباد | ۴ |
| ۳۲ | تحفۃ النصائح | المرحوم مولانا مولوی سیّد کلیم اللہ حسینی | ۱۹۹۰ء مطبوعہ عماد پریس چھتہ بازار حیدر آباد | ۷ |
| ۳۳ | قوام العقائد | پروفیسر نثار احمد فاروقی | ۱۴۱۵ھ ۱۹۹۴ء | ۱۲ |
| ۳۴ | جوامع الکلیم | پروفیسر معین الدین دردائی | | ۴۔۸ |
| ۳۵ | خیر المجالیس | مولانا احمد علی مرحوم | پرویز بکڈپو دہلی ۶ | ۲۔۹ |
| ۳۶ | سرور الصدور نور البدور | پیر محمد علی ہاشمی | رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ جام نور پرنٹنگ ایجنسی دہلی | ۸۔۱۵ |
| ۳۷ | دُررِ نظامی | پیرزادہ محمد یسٰین نظامی (فوائد الفواد کے حوالے سے) | ----- | ۱۱۲۔۱۱۳ |

| ۳۸ | سیر الاولیاء | ڈاکٹر عبد اللطیف | مارچ ۱۹۹۹ءکاشف آفسیٹ پرنٹرس دہلی | ----- |
|---|---|---|---|---|
| ۳۹۔ | انیس الارواح (ہشت بہشت) | ----- | | ۱۔۲۔۳ |
| ۴۰۔ | انیس الارواح (ہشت بہشت) | ----- | ------ | ۱۔۲۔۳ |
| ۴۱۔ | انیس الارواح (ہشت بہشت) | ----- | ------ | ----- |
| ۴۲۔ | انیس الارواح (ہشت بہشت) | ----- | ------ | ---- |
| ۴۳ | انیس الارواح (ہشت بہشت) | ------ | ------ | ۷ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۴۴۔ | حضرت بابا گنجِ شکرؒ | شبّیر حسن چشتی | دوسرا ایڈیشن خواجہ پریس دہلی | ۷۷ |
| ۴۵۔ | فوائد الفواد | امیر حسن سجزیؒ / حسن ثانی نظامیؒ | جنوری ۷۰۰۲ء | ۶۔۲۸ |
| ۴۶۔ | انیس الارواح (ہشت بہشت) | | | ۷ |
| ۴۷۔ | احسن الاقوال | حماد کاشانیؒ / عبدالمجید خلدآبادی | اشاعتِ جدید بارِ اوّل | ۱۲ |
| ۴۸۔ | نفائیس الانفاس | نثار احمد فاروقی 'منادی' | جلد ۶۷ شمارہ ۶ نئی دہلی | ۸۔۹۔۲۲ |
| ۴۹۔ | ہدایت القلوب | نثار احمد فاروقی ماہ نامہ 'منادی' | جلد ۶۹ شمارہ ۸ نئی دہلی | ۸۔۹۔۱۰ |
| ۵۰۔ | احسن الاقوال | حماد کاشانیؒ / عبدالمجید خلدآبادی | اشاعتِ جدید بارِ اوّل | ۱۵ |
| ۵۱۔ | گلستانِ خُلد آباد | محمد عبدالحیی | ۱۴۲۲ھ ۲۰۰۱ء اورنگ آباد | ۱۷۰ |

| ۵۲۔ | تحفتہ النصائح | حضرت شاہ راجو قتال حسینیؒ/مولوی کلیم اللہ | عماد پریس چھتہ بازار حیدرآباد | ۱۔۔۷ |
|---|---|---|---|---|
| ۵۳۔ | احسن الشمائل | کامگار حسینیؒ/قاضی محی الدین جے پی سعید | مارچ ۲۰۰۳ء اورنگ آباد | ۴ |
| ۵۴۔ | ملفوظاتِ نقشبندیہ | بابا شاہ محمود/محب اللہ فاروقی | ۱۹۹۹ء اورنگ آباد | ۲۔۔۱۰ |
| ۵۵۔ | آبِ کوثر | شیخ محمد اکرام | طبع پنجم نئی دہلی | ۳۶۸ |
| ۵۶۔ | جوامع الکلیم | اکبر حسینی/معین الدین دردائی | ادبی دُنیا ۵۱۰ مٹیا محل دہلی | ۲۱۔۲۲ |
| ۵۷۔ | خیر المجالیس | حمید قلندر/مولانا احمد علی | پرویز بکڈپو دہلی | ۳۔۔۴ |
| ۵۸۔ | ملفوظِ کبیر | سیّد قادر بادشاہ/مفتی مولوی ابراہیم | ۲ رجب المرجب ۱۴۲۵ھ م ستمبر ۲۰۰۴ء | ۴۔۔۵ |
| ۵۹۔ | فیہ مافیہ مسمّٰی بہ ملفوظاتِ مولانا روم | جلال الدین رومی/شمس بریلوی | اشاعتِ دوّم اپریل ۲۰۰۱ء | ۱ |

| ٦٠۔ | عوارف المعارف | شہاب الدین سہروردیؒ / شمس بریلوی | بارِ اوّل سنہ ۱۹۸۶ء | ۹۴ |
|---|---|---|---|---|
| ٦١۔ | فوائد الفواد | امیر حسن سجزیؒ / حسن ثانی نظامیؒ | جنوری سنہ ۲۰۰۷ء | ۱۱۱ |
| ٦٢۔ | قوام العقائد | جمال قوام نبیرہ / پروفیسر نثار احمد فاروقی | سنہ ۱۴۱۵ھ م سنہ ۱۹۹۴ء | ۱۱۔۔ ۱۴ |
| ٦٣۔ | فوائد الفواد | امیر حسن سجزیؒ / حسن ثانی نظامیؒ | جنوری سنہ ۲۰۰۷ء | ۱۱۲۔ ۱۱۳ |
| ٦٤۔ | قوام العقائد | جمال قوام نبیرہ / پروفیسر نثار احمد فاروقی | سنہ ۱۴۱۵ھ م سنہ ۱۹۹۴ء | ۱۱ |
| ٦٥۔ | عوارف المعارف | شہاب الدین سہروردیؒ / شمس بریلوی | بارِ اوّل سنہ ۱۹۸۶ء | ۹۳ |
| ٦٦۔ | سرور الصدور و نور البدور | فرید الدین چاک پرّان / محمد علی ہاشمی | رمضان المبارک سنہ ۱۴۲۵ھ | ۴۔۵۔٦ |

| ۶۷۔ | عوارف المعارف | شہاب الدین سہروردیؒ رشمس بریلوی | بارِاوّل ۱۹۸۶ء | ۹۴ |
|---|---|---|---|---|
| ۶۸۔ | مرأت المحققین | حماد کاشانیؒ رشبیب انور علوی | ------ | ۱۔۲۔۳ |
| ۶۹۔ | حبتہ المحبت و جنت المودّت | میر حسن مولف رشبیب انور علوی | ----- | ۱۔۲۔۳۔۴ |
| ۷۰۔ | احسن الاقوال | حماد الدین کاشانیؒ رعبد المجید خلد آبادی | بارِاوّل اشاعت جدید | ۱۴۔۱۵ |
| ۷۱۔ | گلستانِ خلد آباد | محمد عبد الحیی | ۱۴۲۲ھ م ۲۰۰۱ء اورنگ آباد | ۱۷۱ |
| ۷۲ | روضتہ الاولیاء | غلام علی آزاد بلگرامیؒ رنثار احمد فاروقی | ----- | ۵۵ |
| ۷۳ | خجستہ بنیاد اورنگ آباد | آغا مرزا بیگ | ۱۹۹۴ء | ۱۶ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۷۴۔ | گلستانِ خلد آباد | عبدالحیی صاحب | ۱۴۲۲ھ م ۲۰۰۱ء اورنگ آباد | ۲۲۲ |
| ۷۵۔ | تذکرۂ اولیائے دکن | عبدالجبار خان ملکا پوری | | ۱۰۹۳۔۱۱۰۰ |
| ۷۶۔ | فوائد الفواد | امیر حسن سجزیؒ رحسن ثانی نظامیؒ | جنوری ۲۰۰۷ء | ۱۲۰ |
| ۷۷۔ | امیر حسن سجزی حیات اور ادبی خدمات | ڈاکٹر محمد شکیل احمد صدیقی | بارِ اوّل دسمبر ۱۹۷۹ء طباعت نامی پریس لکھنؤ | ۳۰ |
| ۷۸۔ | روضۃ الاولیاء | غلام علی آزاد بلگرامیؒ رشار احمد فاروقی | طباعت اوّل ۱۴۱۶ھ م ۱۹۹۶ء دہلی | ۸۔۹۔۱۰ |
| ۷۸۔ | تذکرۂ اولیائے ہندو پاک | مرزا محمد اختر دہلوی | | ۵۵ |
| ۸۰ | آبِ کوثر | شیخ محمد اکرام | طبع پنجم نئی دہلی | ۴۴۷ |

# ﴿بابِ چہارم﴾

## ☆چند اہم مترجمہ ملفوظاتی

## کتب کا

## تحقیقی و تجزیاتی جائزہ☆

# ﴿فوائد الفواد﴾

## جمع کردہ

﴿حضرت خواجہ امیر حسن اعلاء سجزیؒ﴾

......حضرت خواجہ حسن ثانی نظامیؒ......

کسی ملک کی ہمہ گیر ترقی میں حکمرانِ وقت کے ساتھ ساتھ رعایا کی قابلیتوں اور صلاحیتوں کا بھرپور حصہ رہا ہے اپنے اپنے وقت اور اپنے اپنے علم اور اس میدان کے سینکڑوں ماہرین علمی، ادبی، سیاسی وسماجی اعتبار سے ملک وقوم کی ترقی میں معاون ثابت ہوئے ہیں لیکن دُنیا اور آخرت دونوں اعتبار سے صوفیائے کرام بزرگانِ دین کی خدمات ناقابل فراموش ہیں ہندوستان کا تقریباً ہر شہر و دیہات کسی نہ کسی صوفی بزرگ کی خدمات اور اس کے قدموں سے منور ہوا ہے۔

وقت تغیر پذیر ہے حکومتیں بدلتی ہیں، جغرافیائی اور سیاسی تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں لیکن صوفیائے کرام کی خدمات کو کبھی بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اولیائے کرام نہایت ہی بلند کردار، بے لوث خدمت گذار، خُدا ترس اور خلق خُدا کے لئے اپنی زندگیاں وقف کر دینے والے ہوتے تھے۔ ان کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف اللہ کی عبادت و ریاضت ہوتا تھا۔ ان بزرگوں کے اقوال وافعال خلقِ خُدا کے لئے مثالی ہیں اور یہ ان کے خلفاء اور مریدوں کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں کئی ملفوظات تو حوادث زمانے کی نذر ہو گئے اور عوام الناس تک نہیں پہنچ سکے یہ ملفوظات بڑا قیمتی سرمایہ ہے اور پڑھنے وسننے والوں کو حیرت میں ڈال دیتا ہے۔

لیکن وقت کا گذرنے والا ہر لمحہ اہمیت بتدریج اہمیت میں اضافہ کا سبب بن رہا ہے۔ جن بزرگانِ دین کے مکتوبی حالات written Document نہیں ہیں۔ ان کے عملی کارناموں، خوارق وکرامات نے ان کے آثار کو زندہ وجاوید بنا دیا ہے۔ ہر دور میں مختلف حکمرانوں نے انھیں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے بڑی بڑی عالیشان مسجدیں،

خانقاہیں، مسافروں کے لئے بڑی بڑی عمارتیں اور سرائے تعمیر کروائی جن کے آثار آج بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔

وقت گذرنے کے ساتھ نسل بعد نسل ان بزرگوں کی خدمات کے قصے داستانی حیثیت میں منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ نئی نسل پرانی نسل کی جگہ لیتی ہے عمارتیں بوسیدہ ہونے لگتی ہیں۔ جس کی نگہداشت آنے والی نسلوں کو کرنی پڑھتی ہیں اگر وہ ان کی حفاظت نا کر سکے تو وہ عمارتیں منہدم ہونے لگتی ہے۔ اور ان عمارتوں کی تاریخ بھی رفتہ رفتہ منہدم ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح قوموں کی تاریخ ان کے عروج وزوال علم وکمال جاہ وجلال جو کچھ ہو تحریری شکل میں موجود دستاویزوں یعنی کتابوں، رسالوں، اوراق اور اس تحریری مواد کو جو ہمارے بزرگوں نے ہمارے لئے چھوڑا تھا اگر ہم نے اسکی حفاظت نا کی تو وہ دستاویزات کتب وغیرہ کبھی بارش کے پانی، کبھی دیمک اور کبھی چوروں کے ہاتھوں تباہ ہو جاتے ہیں۔ اور آنے والی نسلیں اپنے اسلاف کے شاندار ماضی سے محروم ہو کر حال اور مستقبل کی تعمیر سے بے بہرہ ہو جاتی ہیں۔ وقت اور تاریخ پر نقب لگانے والے، حقیقت کو افسانہ بنانے والے سیاہ کو سفید اور سفید کو سیاہ بتلانے میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

ہندوستان میں حضرت سلطان الہند غریب نوازؒ کے بعد ان کے جانشینوں حضرت خواجہ قطب الدینؒ حضرت بابا فرید الدین گنجِ شکرؒ نظام الدین دہلویؒ اور ان کے بعد ان کے جانشین اور خلفاء حضرت خواجہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ اسد الاولیاء حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ اور آپ کے بعد حضرت خواجہ زین الدین شیرازیؒ اور گلبرگہ شریف میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ نے امتِ مسلمہ کے برادارن دینی کے تزکیہ نفس، تصفیہ قلب

اعمال وافعال کے ظاہر و باطن کی جو اصلاح فرمائی جس کا آنکھوں دیکھا حال ان کے خلفاء اور مریدین خاص نے آنے والی نسلوں کے لئے تحریر فرمادیا تھا۔

ان مجالس کے مختلف مجموعے ''ملفوظات'' کی شکل میں آج تک محفوظ ہیں۔ جو یہاں تک پہنچے اور بعض نسخے حادثات زمانے سے ضائع بھی ہوئے بعض ناقص ہو گئے بعض غائب ہو گئے بعض گمشدہ نسخہ جات بازیافت ہو گئے خواجگانِ چشت نے ہندوستان میں کس طرح دین اسلام کی تبلغ فرمائی ان کی کوششوں اور علم وحکمت بصیرت اور روشن باطن کا اندازہ ان کے ملفوظات سے لگایا جاسکتا ہیں چونکہ یہاں موضوع

''۱۴ ویں صدی عیسوی کی اہم ملفوظاتی کتابوں ورسائل کے تراجم کا
تحقیقی وتجزیاتی جائزہ اورنگ آباد ومضافاتِ اورنگ آباد کے حوالے سے''

اس کے تحت اس باب میں مترجمہ ملفوظاتی کُتب ورسائل کا تحقیقی وتجزیاتی جائزہ لیا گیا ہے۔ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ ان کے جانشین بختیار الدین کا کیؒ ان کے جانشین حضرت خواجہ فریدالدین گنجِ شکرؒ اور ان کے جانشین حضرت خواجہ سلطان المشائخ نظام الدین دہلویؒ ہے۔ جن کے ملفوظات پر مبنی کئی کتابیں ضبطِ تحریر ہوئی مثلاً قوام العقائد' سیر الاولیاء' دررِ نظامی' افضل الفوائد' فوائد الفواد۔ لیکن فوائد الفواد کو جو شہرت حاصل ہوئی شاید ہی کسی اور ملفوظ کو حاصل ہوئی ہوگی۔

ہندوستان میں متعدد روحانی سلاسل جاری ہوئے ان سلاسل میں سب سے زیادہ مقبولیت سلسلۂ چشتیہ کو حاصل ہوئی اس اہم سلسلے کی داغ بیل شیخ ابو اسحٰق شامی المتوفی ۹۴۰ء نے ڈالی تھی لیکن اس کو پروان چڑھانے اور پھیلانے کا کام حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ

نے انجام دیا۔

اس سلسلۂ مقدسہ کی اہم کڑی حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ ہے۔آپ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے پیرومرشد ہے۔اورعثمانیؒ کے پیرومرشد حاجی شریف زندانیؒ ہے حضرت خواجہ عثمانیؒ حضرت علیؓ کی اولادِ طیبہ میں سے ہیں۔آپ گیارہ واسطوں سے حضرت علیؓ سے منسوب ہوتے ہیں۔آپ کا وطن مبارک قصبۂ ہرون ہے جو ملک خراسان کا ایک قصبہ ہے۔حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ اسی کڑی سے وابستہ ہیں ان کے پیرومرشد حضرت خواجہ بابا فرید الدین گنجِ شکرؒ ہیں جو پاک پٹن میں آسودۂ خاک ہیں زیرِ تبصرہ ملفوظات ''فوائد الفواد'' حضرت خواجہ نظام الدین دہلویؒ کے اقوال پر مشتمل ہے پچھلے باب میں ان بزرگانِ دین کے حالات قلم بند کیے گئے جو دولت آباد خُلد آباد اور اورنگ آباد میں مدفون ہیں نظام الدین دہلویؒ کا مزار دہلی میں ہے اس لئے آپ کے تفصیلی حالات رقم نہیں کیے گئے لیکن یہاں ضروری محسوس ہوتا ہے کہ آپ کے ملفوظات پر روشنی ڈالنے سے قبل مختصراً آپ کے متعلق معلومات تحریر کی جائے۔

☆اسمِ گرامی والقاب:۔

اسمِ گرامی محمد، القاب نظام الدین محبوب الٰہی، سلطان المشائخ، سلطان الاولیاء سلطان السلاطین اور نظام الدین تھے۔محمد نام نظام اور نظام الدین لقب وعرف عام والد ماجد کا نام احمد بن علی سادات حسینی میں سے تھے۔(۱)

ننھال بھی سادات میں تھا دادا خواجہ علی اور نانا خواجہ عرب دونوں ہم جد تھے اور دونوں بخارا سے آکر کچھ مدت لاہور میں رہے اور وہاں سے بدایوں تشریف لائے۔(۲)

تذکرۂ خوجگانِ چشت مولفہ احقر العباد سیّد محمد شفیع قادری اکبر آبادی رقم طراز ہیں کہ حضرت شیخ نظام الدینؒ کے والد ماجد حضرت احمد بن دانیالؒ تھے۔ غزنین سے ہندوستان تشریف لائے اور بلدۂ بدایوں میں متوطن ہوئے۔ (۳)

☆ولادت:۔

حضرت خواجہ نظام الدین محبوبِ الٰہیؒ کا ولادت کا مہینہ اور دن تو قطعیت کے ساتھ معلوم ہے کہ ماہِ سفر کے آخری چہار شنبہ کو ہوئی اس کی جانب خود حضرتؒ نے بھی ایک ملفوظ میں اشارہ فرمایا اکثر تذکرہ نگاروں نے ۶۳۶ھ م ۱۲۳۸ء کو سالِ ولادت مانا ہے۔ بعض نے صفر ۶۳۴ھ م اکتوبر ۱۲۳۶ء لکھا ہے۔ احسن القصص (قلمی) میں اس طرح درج ہے۔ ''وقتِ طلوع آفتاب روز آخرین چہار شنبہ ماہِ سفر سنۃ اثناو ثلثین وستماۃ'' اگر ۶۳۶ھ کو ہم درست مانے تو آخری چہار شنبہ ۲۴ سفر ۶۳۶ھ کو واقع ہوئی تھی اور یہ ۱۱۴ کتوبر ۱۲۳۸ء کے مطابق ہوتا ہے۔ (۴)

لیکن تذکرۂ خواجگانِ چشت میں سیدّ محمد شفیع قادری اکبر آبادی حضرت کی ولادت شریف ماہِ صفر المظفر ۶۳۴ھ بتاتے ہے۔ (۵)

سیدّ صباح الدین اپنی تصنیف ''بزمِ صوفیہ'' میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت شیخ نظام الدینؒ کا خاندان بخارا سے لاہور آیا پھر وہاں سے بدایوں میں سکونت پذیر ہوا اور اسی شہر میں ماہِ سفر ۶۳۴ھ میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ (۶)

☆نسب نامہ:۔

سیدّ محمد بن سیدّ احمد بن سیدّ علی بن سیدّ عبداللہ خلمی بن سیدّ حسین خلمی بن سیدّ علی

مثدی بن سیدؒ احمد مثدی بن سیدؒ ابی عبداللہ بن سیدؒ علی اصغر بن سیدؒ جعفر ثانی بن امام ہادی نقی بن امام محمد تقی بن امام علی رضا بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام باقر بن امام علی زین العابدین بن سیدؒ نا امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام۔(۷)

☆ابتدائی تعلیم وتربیت:۔

حضرت نظام الدینؒ ۵ سال کے تھے کے سایہ پدری سر سے اٹھ گیا والدہ ماجدہ نے جو اپنے وقت کی ایک بڑی صالحہ اور بہ خدا خاتون تھیں۔اس درِ یتیم کی پرورش اور دینی و اخلاقی تربیت کا مردانہ ہمت اور پدرانہ شفقت کے ساتھ اہتمام کیا کتابیں پڑھنے کے قابل ہوئے تو مولانا علاؤالدین اصولی کے سامنے زنوائے تلمذ طئے کیا اور فقہ کی ابتدائی کتابیں تک ان سے تعلیم حاصل کی تو مولانا علاؤالدین نے فرمایا کہ مولانا نظام الدین اب دستارِ فضیلت باندھوں والدہ صاحبہ سے آ کر کہا کہ اُستاد نے دستار بندی کا حکم فرمایا ہے۔(۸)

غرض حضرت کی ابتدائی تعلیم بدایوں میں ہوئی مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے اپنی والدہ کے ساتھ دہلی گئے جو اس وقت علماء وفضلاء کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔ان میں فضل وکمال کے اعتبار سے مولانا شمس الدین خوارزمی بہت ممتاز تھے۔(۹)

☆سفر اور طالبِ علمی:۔

سولہ سال کی عمر میں حضرت بدایوں سے دہلی وارد ہوئے دہلی آ کر طالبِ علمی کا سلسلہ جاری رکھا یہ مدت تین چار سال کی تھی دہلی میں اس وقت بڑے نامور اساتذہ جمع تھے یہ سلطان ناصر الدین محمود کا عہد حکومت اور غیاث الدین بلبن کا عہدِ وزرات تھا۔مولانا شمس الدین خوارزمی جو کہ متوفی الممالک ہو کر شمس الملک کے لقب سے سرفراز ہوئے اور استاد

الاساتذہ کی حیثیت رکھتے تھے۔ سلطنت کے ایک اہم ترین عہد کی ذمداری اور مشغولیت کے ساتھ اس زمانے کے علماء کی طرح درس وتدریس کا مشغلہ بھی جاری تھا حضرت ان کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے۔(۱۰)

☆بیعت:۔

جب حضرت خواجہ نظام الدین دہلویؒ حضرت شیخ بابا فرید الدین گنجِ شکرؒ سے بیعت ہوئے تو آپ کی عمر شریف بیس سال کی تھی۔(۱۱)

سیدؒ محمد شفیع قادری تحریر کرتے ہیں کہ حضرت نظام الدینؒ بابا فرید الدین گنجِ شکرؒ کے برادر نجیب الدین متوکل کے ہمسائیہ میں رہتے تھے۔ اوران سے ان کے برادر یعنی بابا فریدؒ کے حالات واوصاف سنتے تھے فریفتہ اور متوالے ہو کر بغیر زادوراہ اجودھن روانہ ہوگئے بروز پنجشنبہ بوقت نمازِ ظہر خدمت میں حاضر ہو کر شرف قدمبوسی حاصل کیا اور اسی دن حضرت بابا شیخ فرید الدینؒ سے کپڑے درویشی لے کر شرف بیعت حاصل کیا۔(۱۲)

شیخ محمد اکرام بیعت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ نظام الدینؒ نے اجودھن، پاک پٹن کے دس سفر کیے سات مرشد کی وفات کے بعد اور تین ان کے حیات میں آپ یعنی حضرت ۱۲۵۷ء اجودھن تشریف لے گئے اور اسی روز بیعت سے مشرّف ہوئے لیکن حضرت کو خلافت، بیعت سے چار سال بعد ۶۵۹ھ میں ملی۔(۱۳)

☆وصال:۔

حضرت خواجہ نظام الدین دہلویؒ کا وصال ۲۵ھ م ۱۳۲۵ء میں ہوا۔(۱۴)

ایک اور تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے ۹۵ برس کی عمر پائی اور ان کی روح قفس

عنصری سے پرواز کرگئی۔(۱۵)

سیدّ ابوالحسن علی ندوی ضبطِ تحریر کرتے ہیں کہ ۱۸ ربیع الآخر ۷۲۵ ھ م ۱۳۲۵ء کوطلوع آفتاب کے بعد زہد وعبادت حقیقت ومعرفت اور ہدایت وارشاد کا یہ آفتاب غروب ہوگیا۔(۱۶)

حضرت کے ملفوظات پر کئی کتابیں تحریر ہوچکی ہیں جن کا ذکر آچکا ہے۔لیکن حضرت کے ملفوظات جو حضرت نجم الدین امیر حسن علائے سجزیؒ نے سپردِ قلم کیے اوران کا اسمِ گرامی ''فوائد الفواد'' رکھا یہ کافی اہمیت کی حامل ہے خواجگانِ چشت کے ملفوظات میں سب سے زیادہ مشہور مجموعہ ملفوظات ''فوائد الفواد'' ہے۔ جسے حضرت خواجہ امیر حسن سجزیؒ نے جمع کیا ہے آپ حضرت خواجہ سلطان المشائخ نظام الدینؒ کے مریدِ خاص وخلیفہ محترم تھے جو خُلد آباد شریف کی سرزمین میں آسودۂ خاک ہیں۔

☆فوائد الفواد☆

امیر حسن سجزیؒ دہلوی دولت آبادی کی مرتب کردہ کتابوں میں سب سے زیادہ اہمیت اور مقبولیت ''فوائد الفواد'' کو حاصل ہے اس کتاب کو حسن ہی کے زمانے میں بڑی شہرت اور مقبولیت حاصل ہوگئی تھی۔اب جبکہ ۷۰۰ سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے۔اس کی اہمیت اور مقبولیت اسی طرح باقی ہے جس طرح اُس زمانے میں تھی۔

☆زمانہ ترتیب:۔

۷۰۷ ھ م ۱۳۰۹ء میں امیر حسن سلطان المشائخ کے دامنِ فیض سے وابستہ ہوئے اور بہت ہی جلد مریدانِ بااختصاص کے زمرے میں شامل ہوگئے۔اور یہ طئے کیا کہ شیخ کے ملفوظات کو احاطۂ تحریر میں لانا چاہیے چنانچہ اس مبارک کام کی ابتداء ۳ شعبان

۷۰۷ھ م ۱۳۰۹ء کو ہوئی۔ اور اس سلسلے میں اس قدر التزام برتا کہ جب بھی شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس مجلس میں شیخ جو بھی گفتگو فرماتے اسے بغور سنتے اور نقل کیا کرتے تھے پورے پندرہ سال یعنی شعبان ۷۲۲ھ م ۱۳۲۲ء تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

یہ ملفوظات محفل میں حضرت کے روبرو نہیں لکھے جاتے تھے۔ نجم الدین حسن سجزیؒ حضرت کے واعظ وہدایت ذہین نشین کر لیتے اور اپنے مکان پر آ کر لکھ لیتے ایک سال سے زیادہ عرصہ تک خود حضرت نظام الدین دہلوی کو معلوم نا ہو سکا۔ کہ حسن ان کے ملفوظات کو ترتیب دے رہے ہیں۔ ۲۸ شوال ۷۰۸ھ کو امیر حسن سجزیؒ نے پیرومرشد کو اس کام کی اطلاع دی جیسا کہ ''فوائد الفواد'' سے ظاہر ہے۔

اس اطلاع پر پیرومرشد نظام الدین محبوب الٰہیؒ نے رقم شدہ کاغذات طلب فرمائے حسن نے لکھے ہوئے کاغذات پیش کیے جن کے مطالعہ کے بعد حضرت نے بڑی تعریف وتوصیف کی پیر کی اجازت اور حوصلہ افزائی کے بعد یہ سلسلہ اور بھی تیزی کے ساتھ جاری ہو گیا۔ اور کوئی بھی ایسی مجلس نہ تھی کے جس میں حاضری کے بعد پیر کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ سپردِ قلم نہیں کیے ہوں۔ مرتّب نے ان ملفوظات کو اس طور پر ترتیب دیا۔

(۱) جزاوّل:۔

۳ شعبان ۷۰۷ھ اور اختتام ۲۹ ذی الحجہ کل ۳۴ مجلیسوں پر مبنی ہیں۔

(۲) جزدوّم:۔

۲۹ شوال ۷۰۹ھ اور اختتام ۱۳ شوال ۷۱۲ھ کو ہوا۔ جو کل ۳۸ مجلیسوں پر مشتمل ہیں۔

(۳) جزسوم:۔

۲۷ ذی القعدہ ۷۱۲ھ اور اختتام ۲۱ ذی الحجہ کو ہوا اس حصے میں کل ۷ مجلسوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔

(۴) جز چہارم:۔

۲۴ محرم ۷۱۴ھ اور اختتام ۲۳ رجب المرجب ۷۱۹ھ کو ہوا اس میں کل ۶۷ مجلسوں کا حال بیان کیا گیا ہے جو سب سے وسیع ترین جز ہے۔

(۵) جز پنجم:۔

۲۱ شعبان ۷۱۹ھ اور اختتام ۲۰ شعبان ۷۲۲ھ کو ہوا اس میں کل ۳۲ مجلسیں شامل ہیں۔

ابتدائی چار جز میں بارہ سال کے ملفوظات درج کیے گئے ہیں ان کو ملا کر ایک جلد قرار دی جس کی صراحت صاحبِ کتاب نے خود کر دی ہے اس جلد کے خاتمہ پر مرتب نے دوسری جلد کو ترتیب دینا شروع کیا لیکن یہ جلد صرف ایک ہی جز پر ختم ہوگئی۔ جس میں کل تین سال کے ملفوظات ہیں اس طرح فردوسِ نظر کتاب ''فوائد الفواد'' کل ۱۵ سالہ فوائد پر مشتمل ہیں۔

## ☆ فوائد الفواد کے اہم موضوعات ☆

☆ احکامِ شریعت کا تفصیلی ذکر:۔

صوفیائے کرام و اولیائے عظام نے شرعی احکامات پر بڑا زور دیا۔ ان کو

تمام چیزوں پر مقدم رکھا اور ان سے سرمو انحراف نہیں کیا انھوں نے طریقت کو ہمیشہ شریعت کا تابع سمجھا اور ان ہی احکامات کی تلقین وہدایت کی جن کی سند قرآن وحدیث سے ملی امر بالمعروف اور عن المنکر پر زور دیا۔ اور پیغمبر محمد علیہ السلام کی پیروی کو اپنا نصب العین بنایا۔ انھوں نے کبھی ایسی چیز کو جائز نہیں رکھا جس سے شریعت میں رخنہ پڑے۔

نظام الدین اولیاء محبوب الہیؒ کی سیرت واخلاق اور اقوال وافعال پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو وہ واقعی مشکوۃ نبوت سے ماخوذ نظر آتے ہیں ان ملفوظات میں انھیں احکامات کی تبلیغ ہے جن کے لئے پیغمبر اسلام نے اپنی زندگی وقف کردی تھی۔ احکاماتِ الٰہی میں جس چیز پر داعی اسلام نے اپنے قول وعمل کے ذریعہ سب سے زیادہ زور دیا وہ نماز ہے۔ ''فوائد الفواد'' میں سب سے زیادہ اسی چیز کا ذکر ہے۔ اور اس کی زیادہ تر مجلیس کسی نا کسی انداز سے نماز کے ذکر سے بھری ہوئی ہے کتاب کا آغاز ہی نماز کی تبلیغ سے ہے جس میں فرض نمازوں اور چاشت کی نماز اور چھ رکعت بعد نماز مغرب پڑھنے کی تاکید ہے۔

بندگانِ خدا یا تو یادِ الٰہی میں اس درجہ مستغرق ہوتے ہیں کہ انھیں دُنیا کی ان چیزوں کا کبھی ہوش نہیں رہتا جو دُنیاوی اعتبار سے عزیز ترین سمجھی جاتی ہے۔ اور خونی رشتے تک ان کو اپنی طرف ایک لمحہ کے لئے بھی متوجہ نہیں کر پاتے۔ حضرت نے اللہ کی عبادت اور مشغولیت کو ہمیشہ پیر پرستی پر ترجیح دی۔ ایک مجلس میں ترتیب کار نجم الدین امیر حسنؒ نے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص نفل نماز پڑھ رہا ہو اور اگر کوئی بزرگ آجائے تو اس نمازی کا نماز کو چھوڑ کر اس بزرگ کی طرف رجوع ہونا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اسے نماز تمام کر لینا چاہیے حسن نے پھر سوال کیا کہ اگر ایسی حالت میں پیر آجائے جس کی قدم بوسی کو مرید نفل نماز سے سو

گناہ زیادہ بہتر سمجھتا ہے۔آپ نے فرمایا شرعی حکم وہی ہے یعنی نماز تمام کرے۔قرآن پاک کی تلاوت کا طریقہ بتاتے ہوئے فرمایا کہ قرآنِ کریم کو ترتیل وتر دید کے ساتھ پڑھنا چاہیے حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا کہ تر دید کیا ہوتی ہے آپ نے فرمایا کہ جس آیات سے پڑھنے والے کو ذوق حاصل ہو اس کو مکرر پڑھنا چاہیے۔نجم الدین امیر حسن سجزیؒ کو شعرو شاعری سے جو ذوق تھا اس کی بناء پر محبوبِ الٰہیؒ کو خیال ہوا کہ کہیں شاعری عبادت وریاضت پر غالب نا آجائے۔اس لئے بارہا فرمایا کہ قرآن کریم کا مطالعہ شعر کہنے سے بہتر ہے۔اسی مناسبت سے حضرت نے فرض روزوں کے علاوہ ایامِ بیض کے روزوں کی بھی تاکید کی یعنی ایسے روزے جو ہر ماہ چاند کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو رکھے جاتے ہیں۔زکوٰۃ کے بارے میں آپ نے فرمایا کے شیخ الاسلام حضرت خواجہ فریدالدین گنجِ شکرؒ سے منقول ہے کہ زکوٰۃ تین قسم کی ہوتی ہے۔

۱)زکوٰۃ شریعت

۲)زکوٰۃ طریقت

۳)زکوٰۃ حقیقت

زکوٰۃ شریعت یہ ہے کہ دوسو درم میں سے پانچ درم دے دیں زکوٰۃ طریقت یہ ہے کہ دوسو درم میں سے پانچ درم اپنے پاس رکھے اور زکوٰۃ حقیقت یہ ہے کہ سب سے دے دیں اور کچھ پاس نا رکھے۔

☆احکامِ طریقت:۔

احکامِ شریعت پر سختی سے عامل ہونے کے بعد صوفی اس وادی میں قدم رنجہ ہوتا ہے

جسے طریقت کہتے ہیں۔ یہ وہ ہولناک وادی ہے جس کے ہر قدم پر لغزیشوں کا خطرہ رہتا ہے اس میں قدم رکھتے ہی سب سے پہلے اپنے بدترین دشمن نفس کو کچلنا پڑتا ہے۔ دُنیا کو ترک کرنا ہوتا ہے بڑے سے بڑے مجاہدات اور ریاضتیں کرنی پڑتی ہیں۔ اس ضمن میں کئی حکائتیں بیان فرمائی۔

موجودہ دور میں صوفی نما لوگ ان احکامات طریقت کو اسے مبہم انداز میں پیش کرتے ہیں کہ جس سے ان احکامات کی مکمل تصویر سامنے نہیں آنے پاتی۔ یہ اس لئے کے وہ اپنا فائدہ اسی میں تصوّر کرتے ہیں۔ شیخ المشائخ نظام الدین محبوب الٰہی کے اس ملفوظ میں شریعت پر بھی کاربند رہنے کی تلقین دی گئی ہے۔ اس وادی میں انسان کو سب سے پہلے اپنی نفس پر قابو پانا ہوتا ہے۔ جس کے نتیجے میں ہم اس کسوٹی پر کاربند ہو سکتے ہیں۔ حضرت کے ملفوظ میں نفس اور اس کو کچلنے کے بارے میں کئی حکائتیں ملتی ہیں۔ جیسے آپ نے ایک مجلس میں ایک حکایت بیان فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ نفس پر یہ ایک ساعت کا عتاب ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

☆ترکِ دُنیا:۔

حضرت نے فرمایا دُنیا کی محبت جب تک دِل میں باقی رہتی ہے اس وقت تک اوراد وظائف سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ اسلئے درویش صالحین کی تعلیم یہ ہے کہ انسان کو سب سے پہلے دُنیا کو ترک کر دینا چاہیے۔ فردوسِ نظر کتاب میں اس بات پر بھی زور دیا گیا ہے۔ ایک مجلس میں سلطان المشائخ نے فرمایا کہ اس شخص کا ایمان مکمل نہیں ہوتا جو دُنیا کو اونٹ کی مینگنی سے زیادہ حقیر نہیں سمجھتا۔ حضرت نے اپنے ملفوظات میں ترکِ دُنیا پر زور دیتے ہوئے

فرمایا کہ کون ہے۔جس نے گھٹیا کو نا چھوڑا اور اعلیٰ چیز اس تک خود نا پہنچی۔بعض لوگ دُنیا کا غلط مطلب سمجھتے ہیں۔اور اسے جوگ یار ہبانیت سے تعبیر کرتے ہیں۔اس لئے اس کی بھی توضیح فرمادی۔اس ضمن میں ایک مجلس میں ایک بزرگ کا یہ قول نقل فرماتے کے انھوں نے خضر علیہ اسلام سے کہا کہ میں دُنیا کے مقابلے میں دوزخ قبول کرلونگا۔ایک مجلس میں یہ حکایت بیان فرمائی جس سے ظاہر ہوتا ہیکہ آپ کا نظریہ یہ تھا کہ درویش وہ ہے۔جس کے دِل میں کسی انداز سے دُنیاوی لذتوں کا خیال ہی نا آئے۔

☆محفلِ سماع:۔

بزرگانِ چشت کے یہاں سماع کو روحانی غذا بتایا گیا ہے۔اور اسے عبادتِ الٰہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔اس لئے یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ کے ملفوظات میں اس کا بہت زیادہ ذکر ہوگا۔لیکن معاملہ اس کے برعکس ہے ۱۵ سالہ ملفوظات میں مشکل سے ۱۰،۱۲ مجلیس ایسی ہیں۔جن میں آپ نے اس موضوع پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔آج جس سماع کو عبادتِ الٰہی کی طرف منسوب کیا ہے اس سماع کی حقیقت اور اس کے طریقے و آداب کو بہت صاف لفظوں میں فرمادیا۔آپ نے فرمایا کے سماع اس وقت جائز ہے جب کے گانے والا مرد ہو لڑکا' یا عورت نہ ہو جو چیز گائی جائے وہ ہزل یا فحش نا ہو سننے والے کو چاہیے کے حق کے لئے سنے۔اور یادِ حق سے اس کا قلب مملو ہو آلاتِ سماع یعنی چنگ ورباب نا ہو( موسیقی کے آلات )ان لوازمات کے ساتھ سماع حلال ہے۔آگے فرمایا سماع ایک موزوں آواز ہے۔جس سے قلب میں تحریک پیدا ہوتی ہے۔اگر یہ تحریک حق کے لئے ہو تب تو مستحب ہے اور اگر اس تحریک کا رجحان فساد کی طرف ہو تو حرام ہے۔

حضرت نے سماع کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ سماع دو طرح کا ہوتا ہے۔ یعنی اس کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ پہلے ہاجم ہوتا ہے اور اس کے بعد غیر ہاجم ہوتا ہے ہاجم اس کو کہتے ہے کہ اوّل سماع ہجوم لاتا ہے۔ (مغلوب کر لیتا ہے) مثلاً جب کوئی آواز یا شعر سنا جاتا ہے تو آدمی کو (حرکت اور) جنبش میں لاتا ہے اس حال کو ہاجم کہتے ہے۔ اور اس کی شرح نہیں کی جاسکتی لیکن غیر ہاجم وہ ہوتا ہے کہ سماع کا شعر متاثر کرتا ہے اور (سننے والا) اس کو کسی پر محمول کرتا ہے حق پر یا اپنے پیر پر کسی اور چیز پر جس کا خیال اس کے دِل میں آئے۔ ایک مجلس میں آپ نے سماع کے سلسلے میں فرمایا کہ جو چیز حرام ہے وہ کسی کے حکم سے حلال نہیں ہوسکتی اور جو حلال ہے وہ کسی کے حکم سے حرام نہیں ہوسکتی۔

☆اخلاقیاتی تعلیم:۔

زیرِ بحث کتاب ''فوائد الفواد'' کی ایک نمائیاں خوبی یہ ہے کہ وہ اخلاقی تعلیم سے بھری پڑی ہے۔ نظام الدین محبوب الہیؒ کو خالق کے ساتھ ساتھ اس کے مخلوق سے بھی بڑی محبت تھی۔ اسلئے آپ نے لوگوں کو ان کے ساتھ سلوک کی تعلیم دی ایک مجلس میں تو آپ نے اس کو عبادت بتایا اور فرائض پر فضیلت دی۔ مخلوق کی پریشانی اور تکلیف کا آپ کو کس درجہ خیال تھا ذیل کی مثال سے ظاہر ہوگا ماہ ذی الحجہ کی بارہویں تاریخ کی محفل میں بہت لوگ خواجہ ذکر اللہ بلنخیر کی خدمت میں بیٹھے تھے ان میں سے بعض کو سائے میں جگہ نہیں ملی تھی دھوپ میں بیٹھ گئے تھے۔ حضرت نے دوسرے لوگوں سے کہا کہ اور قریب ہوکر بیٹھوں تا کہ ان لوگوں کے لئے بھی جگہ نکل آئے کیونکہ دھوپ میں تو وہ بیٹھے ہیں اور جل میں رہا ہوں۔

درویشوں کے اچھے اخلاق کے مناسبت میں حضرت محبوبِ الہیؒ نے ارشاد کیا کہ

ایک رات کوئی چور شیخ احمد نہری والیؒ کے گھر میں گھس آیا چور سارے گھر میں پھرا مگر اسے کچھ نا ملا واپس جانا چاہتا تھا کہ شیخ احمد نے آواز دی اور قسم دی کہ ذرا ٹھہر جاؤ اور پھر اپنے کرگھے میں ہاتھ ڈالا اور جو دھاگہ تانے بانے میں تھا اس سے سات گز کپڑا بُنا جا چکا تھا وہ سات گز کپڑا دھاگے سے الگ کیا اور چور کی طرف پھیک کر کہا کہ لیجاؤ اس طرح درویشوں کے حسنِ اخلاق کی کئی باتیں اس بیش قیمت تصنیف میں درج ہے۔

☆ غلط رسموں وروایتوں کی تردید وتصحیح :۔

''فوائد الفواد'' میں ایسی روایتوں کی تردید کی گئی ہے جو بعض حلقوں میں مشہور ہو گئی تھی مثلاً اولیاء کو انبیاء پر فضیلت ہے سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہیؒ نے صریحی الفاظ میں اس کو غلط بتایا۔ آج خانقاہوں میں بزرگانِ دین کی کرامات جھوم جھوم کر بیان کی جاتی ہے۔ لیکن اس درویش کامل کے کشف وکرامات حجاب میں ہے ایک مجلس میں آپ نے یہاں تک فرما دیا کہ کشف وکرامات کچھ نہیں ہے۔

اس مناسبت سے شیخ عثمان حرب آبادیؒ کی حکایت بیان کی کہ وہ سبزی پکاتے اور بیچتے تھے جس میں شلغم چقندر اور اسی طرح کی سبزیوں کی دیگ پکاتے اور بیچتے تھے کوئی خریدار آتا اور کھوٹا درم دیتا یہ کچھ نا کہتے اور جو پکا دے دیتے۔ ایسے بہت لوگ آتے اور کھوٹے درم دیتے اور یہ حضرت کھرے کی طرح انھیں قبول کرتے اور انھیں واپس نہیں کرتے۔ جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو انھوں نے آسمان کی جانب دیکھا اور بولے کے خداوند تو خوب جانتا ہے کہ کس طرح خلق مجھے کھوٹے درم دیتی تھی اور میں ان کو واپس نہیں کرتا تھا۔ اگر مجھ سے کوئی کھوٹی اطاعت ہوئی ہو تو اپنے کرم سے اسے واپس نا پھیر

اس کے بعد فرمایا کہ ایک دفعہ ایک درویش ان کے پاس کھانا لینے کی غرض سے آیا جیسے حضرت نے کفگیر ڈیگ میں ڈالا پہلی بار ہیرے اور موتی آئے پھر دوسری بار بھی کفگیر میں سب چھوٹے بڑے موتی تھے۔ان درویش نے کہا کہ میں ان کا کیا کروں شیخ عثمان نے پھر کفگیر دیگ میں ڈال کر نکالا تو سب سونا نکلا۔اس درویش نے کہا اس دیگ میں سے ایسی چیز نکالو کہ میں کھا سکوں ان درویش نے جب یہ حال دیکھا تو کہا کہ اب تمہیں اس جگہ زیادہ نہیں رہنا چاہیے اس کے چند روز بعد ہی شیخ عثمانؒ نے دُنیا سے رختِ سفر باندھا۔اس حکایت کے مناسب عرض کیا کہ آدمی کے لئے کشف وکرامت راستے کا حجاب ہیں۔کام کی چیز محبت میں استقامت ہے۔اس کے بعد فرمایا کہ سلوک کے سو درجے ہیں جس میں سترھواں درجہ کرامت ہے اگر سالک اسی درجہ میں رہ گیا تو ۸۳ (تراسی) درجے کس طرح طئے کریں گا۔

☆عیب جوئی سے پرہیز:۔

عیب جوئی سے پرہیز کرنا خداوند تعالیٰ کی صفت میں سے ایک صفت ہے۔اکثر دیکھنے اور سننے میں یہ چیز بارہا آتی ہے۔کہ خلقِ خدا دوسروں کی عیب جوئی میں مستغرق رہتے ہیں۔اوران کے عیبوں کو چار لوگوں کے سامنے اجاگر کرنے میں اپنی شان اوراس کی شرمندگی محسوس کرتے ہیں لیکن یہ امر نہایت معیار سے گرا ہوا ہوتا ہے۔جس کے بناء پر ان عیب جوئی کرنے والوں کی فطرت کا پتہ چلتا ہے۔لیکن انسان کی سرشت میں یہ چیز داخل ہے کہ دوسروں کے عیبوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالتا ہے۔نظام الدین محبوب الٰہیؒ نے عیب جوئی سے پرہیز فرمایا ہے۔اوراس عادت سے بچنے کی تعلیم نہایت بلیغ وترنم ریز انداز میں دی۔

☆صفتِ معافی:۔

خداوند کریم کے نزدیک اس کا دوست وہ بندہ ہے جو دوسروں کو معاف کر دیتا ہے۔ ''فوائد الفواد'' میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں۔جن سے پتہ چلتا ہے کہ نظام الدینؒ نے صفتِ عفو بدرجۂ اتم موجود تھی۔ایک مرتبہ آپ پر کسی نے سحر کیا جس کے سبب دو ماہ سخت زحمت اٹھانی پڑی جب سحر کے اثرات زیادہ بڑے تو لوگ (مریدین) ایک عامل کو لائے جو اس کام میں کافی مہارت رکھتا تھا۔اس نے سحر کے اثرات دور کیے اس عامل نے یہ بھی کہا کہ میں اس قدر مہارت رکھتا ہوں کہ ساحر کا نام بتا سکتا ہوں جب حضرت کو اس بات کی خبر ہوئی تو آپ نے منع فرمایا اور زبانِ مبارک سے ارشاد ہوا کہ میں نے اسے معاف کر دیا۔ایک روز حاضرین مجلس میں سے ایک شخص نے عرض کیا بعض لوگ آپ کو بر سر منبر اور بھرے مجموعوں میں برا کہتے ہیں۔جس کو ہم سننے کی تاب نہیں رکھتے آپ نے فرمایا کے میں نے سب کو معاف کر دیا۔تم بھی معاف کر دو اور اس شخص سے دشمنی نہ رکھو۔اسی مناسبت سے زبانِ مبارک سے ارشاد کیا کہ چھجو اندر پت کا رہنے والا تھا اور برابر مجھے برا کہتا اور برا چاہتا برا چاہنا برا کہنے سے بھی برا ہے۔الغرض جب وہ مر گیا تو میں تیسرے روز اس قبر پر گیا اور میں نے دعا مانگی اور کہا کہ الٰہی اس نے جو کچھ بھی مجھے برا کہا میرا برا چاہا میں نے اس کو معاف کر دیا۔تو میری وجہ سے اس کو عذاب نا دے۔اسی سلسلے میں فرمایا کہ اگر دو آدمیوں کے درمیان رنجش ہو تو اس کا علاج ایک شخص اپنی طرف سے صفائی کر لے جب یہ شخص اپنے اندر سے عداوت کو نکال دے گا ضرور دوسری جانب سے بھی آزار کم ہو جائے گا اور کہا کہ لوگ برا بھلا کہنے سے کیوں رنجیدہ ہوتے ہیں۔

☆ عاجزی وانکساری:۔

فردوسِ نظر کتاب میں ناصرف دین ودُنیا کا فلاح وصلاح کا ذخیرہ موجود ہیں بلکہ اس میں روزمرہ کے تمام باریک سے باریک نکتے پر نہایت ہی عام فہم انداز میں وعظ ونصیحت کی گئی ہیں۔ حضرت کی ایک مجلس میں ایسے گروہ کا ذکر چھیڑ گیا جو کچھ بھی نہیں سمجھتا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ سے لوگوں نے پوچھا کہ انسان برا کب ہوتا ہے انھوں نے جواب دیا کہ جس وقت انسان اپنے آپ کو اچھا سمجھنے لگتا ہے۔ تقریر کے اسی موضوع کو جاری رکھتے ہوئے اسی مجلس میں آپ نے یہ حکایت فرمائی کہ فرزدق نامی ایک شاعر سے خواجہ حسن بصری نے کہا یہ خدا ہی کو معلوم ہے کہ سب سے بہتر آدمی کون ہے اور سب سے بدتر کون ہے فرزدق نے کہا کہ سب سے بہتر آپ ہے اور سب سے بدتر میں جب فرزدق کا انتقال ہوگیا تو لوگوں نے اس کو خواب میں دیکھا اور اس کا حال پوچھا فرزدق نے بتایا کہ جب مجھ کو احکام الحاکمین کی کرسی عدالت کے سامنے لے گئے تو میں نے کانپنا شروع کیا اور اس وقت مجھ کو یہ فرمان پہنچا کہ میں نے تجھ کو اسی روز بخش دیا تھا کہ جس دن تو نے اپنے آپ کو سب سے بدتر سمجھا تھا۔

☆ بے تعصبی:۔

زیرِ بحث کتاب ''فوائد الفواد'' سے نظام الدین اولیاء محبوب الٰہیؒ کی حق گوئی اور بے تعصبی پر بھی روشنی پڑھتی ہے۔ اگر آپ کو اغیار کے کردار شخصیت میں کوئی خوبی نظر آئی تو اس کے اظہار کرنے میں آپ کی زبان حقائق ترجمان خاموش نا رہی ایک صوفی باصفا کی خوبی بھی یہی ہے کہ تمام تعصّبات سے پاک ہوتا ہے۔ اس کی برادری تمام نبی نوع انسان سے ہوتی ہے۔ اس کا مذہب اخوت ومحبت ہے اس کا کام خدا کے تمام بندوں سے رشتہ اُنس جوڑتا

ہے اس کے الفت میں ہر مذہب و ملت کہ لوگ (گنجر) نظر آتے ہیں۔

ایک حق گو اور راست گفتار کی سب سے بڑی پہچان یہ ہے کہ وہ اپنے معاملات میں بھی اسی طرح حق گوئی سے کام لے جس طرح دوسروں کے معاملات میں یہ چیز نظام الدین محبوب الٰہیؒ سلطان المشائخ کی سیرت میں بدرجہ اتم نظر آتی ہے انھوں نے اپنی نجی زندگی کا بھی کوئی گوشہ ایسا نا چھوڑا جس میں صدق گوئی سے کام نا لیا ہو۔

☆ **ملفوظات میں فوائد الفواد کا مقام:۔**

ملفوظ نگاری یوں تو ''فوائد الفواد'' سے پہلے شروع ہو چکی تھی اور شیخ عثمان ہارونی سے لے کر فرید الدین گنجِ شکر تک چشتیہ سلسلے کے ہر بزرگ کی جانب کوئی نا کوئی ملفوظ ضرور منسوب کیا جاتا ہے۔ اسی سلسلے کے ایک بزرگ سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین دہلویؒ ہے۔ جنھوں نے اپنا کام نہایت ہی شدومت کے ساتھ انجام دیا۔ محبوبِ الٰہیؒ کے خلیفہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ نے قلندر کے ایک سوال پر اس کی صراحت کر دی ہے کے عثمان ہارونی اور قطب الدین بختیار کاکیؒ کے ملفوظ بعد کی تالیفات ہے۔

''باز بندہ (حمید قلندر) عرضداشت کرد کہ ایں نسخہ ہا دریں وقت پیدا شدہ است' ملفوظات شیخ قطب الدین و شیخ عثمان ہارونی در حیات خدمت شیخ نبود خواجہ فرمودند نبود اگر بودے خدمت شیخ فرمودے و پیدا شدے'' (خیر المجالیس ص ۵۳) (۱۷)

ملفوظات میں ''فوائد الفواد'' کو جو مقام اہمیت اور مقبولیت حاصل ہوئی ہے وہ کسی دوسرے ملفوظ کو حاصل نا ہو سکی جس کا ذکر خیر المجالیس کے مقدمہ کو شروع کرتے ہی پروفیسر خلیق احمد نظامی صاحب نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

Malfuzat writing is one of the most

Important literary achivement of medieval

india, work of similar nature were no doubts

Compiled in other, muslims loud also, the credit

Of giving this art a definite shape goes to

AMEER HASAN SAJZI who decided on shaban

3,707 AH{jan 1307} to write a summery what he

Heard from his master sheikh NIZAMUDDIN

AULIA.

The decision was epoch making because

It introduced a new type of mystic literature" (۱۸)

بقول خلیق احمد نظامی

''صاحب امیر حسن سجزیؒ نے اس فن کو مکمل شکل بخشی اور ''فوائد الفواد''
کے بعد ملفوظ نگاری کا رواج بہت عام ہو گیا اور ہندوستان کے فارسی
ادب میں اس نئے ادب سے اچھا خاصا اضافہ ہو گیا کیونکہ اس کتاب
کے نقل میں سلطان المشائخ کے کئی مریدین نے آپ کے ملفوظات لکھنا
شروع کیے۔''

نظام الدین سلطان المشائخؒ کے سب سے مقرّب مرید اور اس دور کے سب

سے بڑے شاعراور نثر نگار حضرت امیر خسروؒ دہلوی نے بھی حسن کی تقلید میں ''افضل الفوائد''
کے نام سے پیر کے ملفوظات لکھنا شروع کیے۔

بہر حال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ''فوائد الفواد'' کا سا بلند درجہ کسی دوسرے ملفوظ کو حاصل نا ہوسکا اس کی اہمیت ابتداء ہی سے بہت زیادہ ہے۔ اور اب تک کوئی ایسا ملفوظ نہیں جس کو اس مقابلے میں لایا جاسکے۔

ضیاالدین برنی نے اپنی تصنیف ''تاریخ فیروز شاہی'' میں نہایت دلکش انداز میں روشنی ڈالی جو بہ زبان فارسی میں یوں تحریر ہے۔

> ''ورغبت بشیترے متعلماں واشراف واکابر کہ بخدمت شیخ پیوستہ بوو ند در مطامعہ کتب سلوک وصحائف احکام طریقت مشاہدہ می شد وکتاب قوت القلوب واحیاء العلوم وترجمہ مرصاد العباد ومکتوبات عین القضاۃ ولوائح ولوامع قاضی حمید ناگوری وفوائد الفواد امیر حسن رابواسطہ ملفوظات شیخ فرید راالبسیار پیدا آمدند'' (۱۹)

برنی کے بیان کے مطابق کتاب ''فوائد الفواد'' کو اسی زمانے میں دستور صادقان ارادت کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ تصوّف کے کتابوں میں ''گلزارِ ابرار'' کو بڑی شہرت حاصل ہے۔ یہ کتاب جہانگیر کے عہدِ حکومت میں لکھی گئی مولف حسن بن موسیٰ شطاری نے فردوسِ نظر کتاب ''فوائد الفواد'' پر بہ زبان فارسی میں نہایت دلکش انداز میں حوالۂ قلم کیا ہے۔ ''وآنچہ از زبان پیر بزرگوار نیوشد بیشتر فوائد را بے تعبیر وتغیر بخامۂ گزارش سپرددرد مدنے نسخہ جامع النواع حقائق سلوک

ونصائح ومسائل فراہم آمد ''فوائدالفواد'' نام کرچوں اکثر
عبارت او ہماں منطوق شیخ است آں کتاب راملفوظات شیخ
نظام نیزی گو پند عجب مجموعۂ مقبول است'' (۲۰)

تذکرۂ نتائج الافکار کے مولّف محمد قدرت اللہ نے ''فوائدالفواد'' کو عشاق دل افگار کے سینہ کا مرہم قرار دیا ہے۔

☆''فوائدالفواد'' کی تاریخی اہمیت:۔

تاریخی اعتبار سے بھی ''فوائدالفواد'' دوسرے تمام ملفوظات میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتی ہے اس میں انبیاء، خلفائے راشدین، آئمہ کرام، اولیائے عظام مثلاً اویس قرنی، ابراہیم بن ادھم، شیخ عبدالقادر جیلانیؒ، خواجہ حکیم سنائیؒ، خواجہ ابوسعید ابوالخیرؒ شیخ جنید بغدادیؒ، شیخ شبلیؒ، شیخ بایزید بسطامیؒ، شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، خواجہ جلال الدین متوکلؒ، مولانا علاؤالدین اصولیؒ، شیخ احمد معشوق شیخ علی سجزیؒ، قطب الدین بختیار کاکیؒ شیخ احمد اسحاق گارزونیؒ، شیخ عثمان خیرآبادیؒ شیخ حسین زنجانیؒ، شیخ بدرالدینؒ، شیخ ابوالغیث یمنیؒ، شیخ سعدالدین حمویہؒ، شیخ سیف الدین باخرزیؒ، قاضی حمیدالدین ناگوریؒ، بابا فریدالدین گنج شکرؒ، شیخ فریدالدین ہانسویؒ، سیّد نورالدین مبارکؒ، شیخ برہان الدین بلخیؒ، شیخ برہان الدین غریبؒ وغیرہ کے واقعات کے علاوہ بعض سلاطین اور شعراء کے بھی تذکرے ہیں ایسے کل ۳۱۶ رجال ان ۱۸۸ مجالیس میں شامل ہیں۔ اگر ہم بہ نظر غائر کتاب ''فوائدالفواد'' کی تاریخی اہمیت کا جائزہ لیں تو ہمیں اس میں کل ۷۲ بلاد واماکن کا ذکر ملتا ہیں۔ جن میں اجمیر، اجودھن، اُچہ، اندرپت' دمشق' دہلی، دیوگیر، روم نیشاپور' ہانسی' سوتھ' سیری، سمرقند، بغداد، خراسان، بخارا' عرب' شام' غزنین'

غیاث پور، کول، کہرام، کیلو کہری، ناگور، ہندوستان، ملتان، گجرات، یمن وغیرہ پیش پیش ہیں۔ کتاب ''فوائد الفواد'' میں قرآنی آیات اور احادیث شریفین کا جگہ جگہ ذکر آیا ہے۔ حضرت نے اپنی بات کو مزید مستحکم بنانے کے لئے ان کا سہارا لیا ہے۔ اس کتاب میں ۲۰ قرآنی آیات اور ۱۳۷ احادیث نبوی کا ذکر آیا ہیں۔ گو اس عہد کی سماجی سیاسی زندگی کو بھی یہ کتاب محیط کیے ہوئے ہیں حضرت نے شمس الدین کی وفات کی تاریخ بتاتے ہوئے یہ شعر پڑھا ؎

نسال شش صدوسی وچہار از ہجرن

نماند شاہ جہاں شمس دینِ عالمگیر

ترجمہ:۔ (ہجرت کے ساتھ چھ سو چونتیس سال بعد شاہ جہاں عالمگیر دین دُنیا میں نا رہے)
ایک مجلس میں سلطان شمس الدین کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے اس کی خوبی یہ بتائی کہ وہ شب بیداری کرتا تھا۔ لیکن کسی اور کو اپنی وجہ سے جگاتا نا تھا۔ ایسی نمایاں خصوصیات کی بنا پر تاریخ میں بھی ''فوائد الفواد'' کو نہایت عمدہ مقام حاصل ہے۔ کیونکہ یہ کتاب اس دور کی سیاسی، سماجی اور معاشرتی پہلوؤں کو اُجاگر کرتی ہیں۔ خواجہ ابوسعید ابوالخیر کا کتاب میں جگہ جگہ حکایتوں کے ساتھ ذکر ہے اور ان کے اشعار بھی درج کیے گئے ہیں جن میں یہ شعر ملاحظہ ہو ؎

''عاشقوں کے ساتھ بیٹھوں اور عاشقی کا غم کھاؤ اور جو عاشق نہ ہو اس سے قربت کم رکھو''

اس کے علاوہ حکیم سنائی کا بھی ذکر ہے اور ان کی نظموں کا بھی حضرت نے نہایت خوبصورتی سے استعمال کیا ہے اور ان کے اشعار بھی شامل کیے خواجہ حسن ثانی نظامیؒ نے ''فوائد الفواد'' کے آغاز میں لکھا ہے کہ:

''اس ہندی اس اُردو کی نذر''

''جس نے فریدؒالدین گنجِ شکراور نظام الدین محبوب الٰہیؒ کی گود میں آنکھ کھولی اور ان کے جانشین کی انگلی پکڑ کر خانقاہ کے صحن میں چلنا سیکھا۔جس کے ذریعے آسمان کی باتیں زمین کے کام کی بنیں آدمی نے آدمی کو اور خُدا کو پہچانا جس نے آزادی اور حریت کا پیغام دیا اور جس سے محبت اور اتحاد کا گھر آج تک بسا ہوا ہے۔''

فوائدالفواد کو خواجہ حسن ثانی نظامیؒ نے اُردو و ہندی سے منسوب کیا ہے بین السطور عبارت اس بات کی صراحت کر رہی ہے کہ یہی ملفوظات اُردو کی تشکیل میں معاون ثابت ہوئے۔

☆ادبی اہمیت:۔

ادبی حیثیت سے بھی ''فوائدالفواد'' کو ایک ممتاز مقام حاصل ہے۔اور ہونا بھی چاہیے کیونکہ جن کے ملفوظات ہے وہ بھی علم وعمل کا دریا تھے۔اور جس نے ان کو جمع کیا وہ بھی اپنے دور کا ممتاز شاعر اور بے مثل ادیب تھے۔ ہر مجلس میں برمحل اور برجستہ اشعار اس کی ادبی حیثیت کو بڑھا دیتے ہیں۔اس نسخہ ملفوظ میں کل ۷۹ اشعار ہیں۔زیرِ بحث کتاب میں شعراء کا بھی ذکر ہیں جن میں سعدی شیرازی، مولانا روم، ابوسعید ابوالخیر پیش پیش ہیں، نظم ونثر پر بحث ہے اور شعروشاعری سے متعلق بعض ایسے دقیق نکتوں کو حل کیا گیا ہے جن سے اس موضوع کی کتابیں بھی خالی ہیں مثلاً ایک مجلس میں آپ نے نظم کی نثر پر برتری کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

''ہر سخن خوب کہ شنیدہ شود ہر آئینہ ذوقے حاصل آدید و ہر معنی کہ بہ نثر شنیدہ شود ہماں معنی اگر نظم کردہ سماع افتد ذوقے بیشتر است والحال

خوب ہمیں حکم وارد و ہر سخن خوب کے شنیدہ شود ہر آئینہ رشنیدن آ ذوق
می باشد اما اگر ہماں سخن در لحن بشنوند ذوق بیشتر است۔''ص (۳۵۱)

ترجمہ:۔ جو بھی اچھا شعر سنا جائے تو اس سے لازماً ذوق حاصل ہوتا ہے اور ہر وہ مفہوم جو نثر میں سنا جائے اگر نظم میں سنیں تو ذوق بڑھ جاتا ہے۔ حضرت ہمیں کہی صوفی صافی تو کہیں نقاد تو کہیں شاعر نظر آتے ہیں۔ حضرت نے مندرجہ ذیل عبارت میں نہایت باریک بینی سے تنقید کی ہے۔ اسی مناسبت سے حضرت فرماتے ہے کہ ایک دفعہ مجھے خواب میں کچھ دکھایا گیا میں نے یہ مصرع پڑھا۔

''اے دوست بدست انتظارم کشتی''

ترجمہ:۔ (اے دوست تو نے اپنے انتظار کے ہاتھوں مجھے مار ڈالا۔)

اس کے بعد خواب ہی میں اس کی تکرار کی تو اس طرح پڑھا

''اے دوست بزخم انتظار کشتی''

ترجمہ:۔ (اے دوست تو نے اپنے انتظار کے گھاؤ سے مجھے مار ڈالا۔)

جب آنکھ کھلی تو یاد آیا مصرع اس طرح ہے۔

''اے دوست بہ تیغ انتظارم کشتی''

ترجمہ:۔ (اے دوست تو نے انتظار کی تلوار سے مجھے مار ڈالا۔)

یہاں پر حضرت کی تنقیدی نظر کا اظہار ہوتا ہے کہ الفاظ کا ردّو بدل شعر میں کیا خوبی پیدا کرتا ہے۔ اس طرح نظام الدین محبوب الٰہیؒ نے خواب ہی میں اس مصرع پر تکرار کی اور جب آنکھ کھلی تو صحیح مصرع زبان زد آیا۔ ''فوائد الفواد'' کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ بے شمار اشعار آپ

کے حافظہ میں محفوظ تھے اور آپ شعر و شاعری کا بہت ستھرا انداق رکھتے تھے۔ صرف شعر اس لئے نہیں کہتے تھے کہ آپ کو یادِ الہیٰ سے ہی فرصت نا تھی اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ ''می باید کہ قرآص خواند بر شعر گفتن غالب آید'' اس دور کے تمام مشہور و معروف شعراء کا کلام آپ کے پیشِ نظر تھا اور بات بات پر برمحل اشعار زبان پر آجاتے تھے۔ اگر ''فوائد الفواد'' کے اشعار کو یکجا کرلیا جائے تو معیاری اشعار کا ایک اچّھا خاصا مجموعہ تیار ہوسکتا ہے۔ فردوسِ نظر کتاب کے چنیندہ اشعار مندرجہ ذیل ہیں۔ دُنیا اور اس کی لذتوں کو ترک کرنے کے بارے میں حضرت نے یہ دو ابیات بیان فرمایا۔

''یک لختہ شہوتے کہ داری برخیز

تا بنشیند ہزار شاہد پیشت''

ترجمہ:۔ لمحہ بھر کو اپنی خواہشوں سے بلند ہو جاؤ تا کہ ہزار معشوق تمہارے سامنے بیٹھ جائے

''دشت کہسار گیر ہم چو ہوش خانماں بگربہ و موش

قوتِ عسیٰ چوز آسماں شازند ہم بداں جاش خانہ پردازند

خانہ اگر برائے قوت کنند مور و زنبور و عنکبوت کنند''

ترجمہ:۔ پہاڑ اور جنگل کو جنگلی جانوروں کی طرح ٹھکانہ بناؤ گھربار کو چوہے بلیوں کے لئے چھوڑ دو (حضرت عیسیٰ) کا رزق آسمان سے آیا کیونکہ ان کا گھر بھی وہی بنایا گیا، کھانے کے لئے اگر بناتے ہیں تو چوٹیاں اور بھیڑیں اور مکڑیاں بناتے ہیں۔ نظام الدین محبوب الہیٰ دہلویؒ نے صحبت کے بارے میں یہ دو مصرعے زبان مبارک پر لائے۔

''با عاشقان نشین و غم عاشقی گزین با ہر کہ نیست عاشق کم شو با و قرین''

ترجمہ:۔ عاشقوں کے ساتھ بیٹھو اور عاشقی کا غم کھاؤ اور جو عاشق نا ہو اس سے قربت کم رکھو۔
آدمی کے معاملات کے بارے میں گفتگو ہوئی حضرت ذکراللہ بالخیر نے فرمایا کہ جس آدمی کے معاملات اچھے نا ہو اس کی بات ذوق نہیں دیتی اور شیخ سعدیؔ کا یہ شعر پڑھا۔

''بزبان ہر کہ جز من برود حدیث عشقت　　　چو معاملہ ندارد سخن آشنا نباشد''

ترجمہ:۔ میرے سوا جس کی زبان پر تیرے عشق کی بات آئے گی وہ دل کو نا لگے گی کیونکہ جو معاملہ نہیں رکھتا اس کی بات جی کو نہیں لگتی۔ مومن بھائی اور کافر بھائی کی اخوت کے بارے میں حضرت کے زبانِ مبارک پر یہ شعر آیا۔

''ترا دشمنا نند این دوستاں　　　کہ یارند در بادہ و بوستاں''

ترجمہ:۔ یہ شراب اور باغ کے ساتھی تیرے دوست نہیں دشمن ہے۔
ایک مجلس میں نظم اور غزل وغیرہ کو محمول کرنے (کسی خاص بات سے متعلق سمجھنے) کا ذکر آیا اور اپنے پیر کے بارے میں فرمایا کہ ایک دفعہ شیخ الاسلام فریدالدین گنج شکرؒ یہ شعر زبانِ مبارک پر لائے۔

''نظامیؔ این چہ اسرار است کز خاطر عیان کردی
کسی سرّش نمی داند زباں درکش زباں درکش''

ترجمہ:۔ نظامیؔ یہ کیا اسرار ہے جو تم اپنے نہاں خانۂ فکر سے ظاہر کر رہے ہو اس کو بھلا کون یہاں سمجھے گا زباں بند رکھو زباں بند رکھو۔

مزاج کے بارے میں عرض کیا کہ بعض لوگوں کا مزاج جلدی بدل جاتا ہے۔ زبان مبارک سے ارشاد ہوا کہ طبع لطیف رکھنے والے جلد ہی برہم بھی ہو جاتے ہیں۔ اس مناسبت سے یہ

رُباعی زبانِ گوہربار سے بیان فرمایا کہ یہ مولانا فخر الدین رازی کی ہے۔

"آنم کہ بہ نیم ذرّہ خوش گردم  زریمۂ نیم ذرّہ دلکش گردم
ازآب لطیف تر مزاجی دارم  دریارمرادگرنہ آتش گردم"

ترجمہ:۔ میں وہ ہوں کہ آدھے ذرّے سے ناخوش ہو جاتا ہوں اور پھر آدھے کے آدھے ذرّے سے خوش بھی ہو جاتا ہوں میرا مزاج پانی سے بھی زیادہ لطیف ہے۔ مجھے سمجھ لو ورنہ آگ ہو جاؤنگا۔ (۵۴۹)

نظام الدین محبوب الٰہیؒ (سلطان جی) نے عشق اور عقل کے درمیان کا تضاد وضاحت کے ساتھ بیان کیا اور کہا کہ انبیاء میں دونوں کیفیات ہوتی ہیں۔ اس کے بعد غلبۂ عشق کی صفت میں یہ شعر زبانِ مبارک سے پڑھا۔

"عقل را با عشق گوشی نیست زودش پنبہ کن  تا چہ خواہی کرد آن اُشتر دلِ جولا راہ"

ترجمہ:۔ عقل کے یہاں عشق کی کوئی سنوائی نہیں جلدی سے اس کے کان میں روئی ٹھونس دو اس اونٹ نے جولاہے کے دل کے ساتھ کیا معاملہ کرنا چاہا تھا۔ شعر و شاعری کے علاوہ اس ملفوظ میں تصوّف کی بعض مشہور کتابوں پر تبصرہ بھی ملتا ہے۔ مثلاً "روح الارواح"، "فتوح القلوب" اور مکتوبات عین القضاۃ وغیرہ۔

☆ لفظیات:۔

زیرِ نظر کتاب "فوائد الفواد" میں متعدد الفاظ کی تشریح و توضیح ہے مثلاً وِلایت اور وَلایت، صدقہ صُدقہ کی تشریح سخی و جواد نیز شدقہ مروّت اور وقایہ کے معنوں کا فرق بعض غلط استعمال ہونے والے الفاظ کی سند کے ساتھ تصیح ہیں مثلاً کنف بمعنی کنیف وغیرہ۔

لفظ ''وِلایت اور وَلایت'' کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا ''ولایت'' یہ ہے کہ جب تائب ہوتا ہے اور طاعت کرتا ہے تو اس طاعت سے بڑا ذوق پاتا ہے اور ممکن ہے کہ مریدوں کو خدا تک پہنچادے اور طریقت کے آداب سکھائے اور جو کچھ اس کے اور خلقت کے درمیان ہے اس کو ''ولایت'' کہتے ہے اور وہ خاص محبت ہے اور جب شیخ دنیا سے انتقال کرتا ہے۔ تو ''وِلایت'' اپنے ساتھ لے جاتا ہے مگر ''ولایت'' جس کو چاہتا ہے دے جاتا ہے۔ اپنے پسند کے آدمی کو اگر وہ نادے تو بھی جائز ہے کیونکہ حق عزوجل اس ''ولایت'' کو کسی دوسرے کو عطا کر دیتا ہے۔ لیکن ''وِلایت'' جو اس کے ساتھ ہوتی ہے اس کو اپنے ساتھ ہی لے جاتا ہے۔

لفظ ''صدقہ اور صُدقہ'' کی تشریح و توضیح میں فرمایا کہ صدقہ ہم کو معلوم ہی ہے لیکن صُدقہ دین مہر کو کہتے ہے۔ اور یہ دونوں معانی صدق و محبتِ کا تقاضا کرتے ہیں یعنی جو شخص نکاح کرنا چاہتا ہے اسے لازماً صدق و محبت کرنا چاہیے پس وہ مہر کو درمیان لاتا ہے یہ ''صُدقہ'' ہے اور جو راہِ حق میں کوئی چیز دیتا ہے تو وہ بھی آنخضرت کی محبت میں دیتا ہے صدق محبت کے سبب اس کا نام بھی ''صدقہ'' ہے۔

☆ بیانیہ:۔

عبارت کے اعتبار سے بھی ''فوائد الفواد'' اس دور کی تمام نثری تصانیف میں ممتاز ہے۔ اس کی زباں سادی شریں اور دلکش ہے اور اس دور کی نثر سے بلکل الگ ہے اس زمانے میں مرصع اور مزین نثر لکھنے کا رواج تھا صنائع و بدائع اور تشبیہ و استعارات کا استعمال بکثرت ہوتا تھا۔ جیسا کہ امیر حسن کے عزیز دوست و پیر بھائی امیر خسرو دہلویؒ کی نثری

تصانیف اعجاز خسروی اور خزائن الفتوح سے ظاہر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ نظم کی طرح نثر میں بھی نجم الدین امیر حسن سجزی دہلوی دولت آبادیؒ نے شیخ سعدی شیرازی ہی کی طرح سادہ زبان اختیار کرنا مناسب سمجھا ہلانکہ حسن اپنے زمانے کے رواج کے مطابق مرصع اور مزین نثر لکھنے سے ناواقف نہ تھے۔ جس کی ایک عمدہ مثال ان کا وہ منثور مرثیہ ہے جو خان شہید کی وفات پر لکھا تھا۔ لیکن چونکہ ان کو اپنے مرشد کے ملفوظات ایسی زبان میں لکھنا تھے۔ جن کو ہر خاص و عام سمجھ سکے اس لئے انھوں نے سہل نگاری اختیار کی اس سلسلے میں ایک اور چیز منکشف ہوتی ہے کہ اس زمانے میں بھی ہر دور کی طرح تقریر و تحریر کی زبان الگ الگ تھی ہر دور کی تحریری زبان کے نمونے تو ہمیں باکثرت مل جاتے ہیں۔ لیکن تقریری زبان کا کوئی مکمل نمونہ نہیں ملتا۔ اور اس لئے ممکن بھی نہیں کہ وہ ضابطہ تحریر میں تو آتی نہیں لیکن چونکہ ''فوائد الفواد'' میں اس چیز کو ملحوظ رکھا گیا کہ مرشد کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ میں ہو اس لئے ہمیں اس دور کی عام بول چال کا ایک ایسا مکمل نمونہ ملتا ہے جو اپنی نوعیت کا سب سے پہلا ہے۔

نیز زیرِ بحث کتاب کے مطالعہ سے ہمیں اس دور کی زباں و بیاں، لفظیات اور اس کی نوعیت کا پتہ چلتا ہے اور یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح زبان اپنے ترقی کے مدارج طئے کرتے ہوئے نکھر سنور کر یہاں تک یعنی دورِ جدید تک پہنچی۔

☆ زباں کا مزاج:۔

''فوائد الفواد'' کی لفظیات، نوعیت اور بیانیہ سے اس کی زبان کے مزاج کا پتہ چلتا ہے۔ علمِ لسانیات کے طالبِ علموں کے لئے بھی ''فوائد الفواد'' میں ایک دلچسپ چیز یہ ہے کہ اس میں بعض جگہ ہندی الفاظ مثلاً لنگھن، چھجہ، لنگوٹہ، بھانت بھانت، بھوت

،بھسم، تیاگ، کواڑ، گانوں، منجہ وغیرہ بے تکلفی کے ساتھ استعمال کیے گئے ہیں۔ نجم الدین امیر حسن کے ہم عصر امیر خسروؒ ہندی کے بھی شاعر تھے لہذا ان کے یہاں ہندی کے الفاظ کا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں لیکن حسن کے یہاں اس قسم کے الفاظ کا ہونا ہندوستان میں اُردو زبان کی بنیاد پڑ جانے کی پوری نشاندہی کرتا ہے۔ یہاں سے ہی اُردو زبان کی ترقی وترویج کو کافی فروغ ملا۔ ۱۴ اویں صدی عیسوی وہ عیسوی رہی جس میں اُردو زباں وادب کی کافی آبیاری ہوئی اوران اولیائے کرام کی بدولت اس صدی میں اُردو کا دامن کافی وسیع ہوتا نظر آتا ہے۔ (۲۱)

شیخ محمد اکرام آئی سی ایس نے بالکل صحیح لکھا کہ یہ کتاب اب فقط حضرات صوفیہ کے لئے ارشاد وہدایت کا فخریہ ہی نہیں بلکہ تاریخ وادب کا سدابہار باغ ہے۔ (۲۲)

مختصراً ''فوائد الفواد'' اگر چہ ایک ایسے بزرگ کے ملفوظات ہے جو اپنے زمانے کا سب سے بڑا روحانی پیشوا تھا لیکن اس میں صرف فقر درویشی کی ہی باتیں نہیں ہے بلکہ آیتِ قرآنی کی تشریح ہے حدیثوں کی توضیح ہے خلفائے راشدین اور صوفیائے کرام کی حکایتیں ہیں۔ آئمہ کرام اور بزرگانِ دین کی تعریفیں ہیں احکاماتِ شرعی کی تفصیل ہے طریقت کے مسائل ہیں ،تصوّف کی پیچیدہ گتھیوں کا حل ہے، بادشاہوں کی سیرت کی طرف اشارے ہیں درستی اخلاق کے نسخہ ہیں اس دور کے سماجی زندگی کی تصویریں ہیں، شعروشاعری سے بحث ہے، علمی وادبی تبصرے ہیں، تاریخی واقعات ہیں، عشق وعقل کا موازنہ ہے، کہیں بچّے کی بسم اللہ خوانی کا ذکر ہے تو کہیں شادی وملازمت کا کسی مجلس میں ولایت کا ذکر ہے تو کسی میں مرگ وقبر کا غرض یہ کہ ''مہد سے لحد تک'' انسان کو جن جن مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور لہد سے عرصہ محشر تک جن جن مراحل سے گذرنا پڑے گا وہ سب اجمالی یا تفصیلی حیثیت سے ملفوظ کے اس

مجموعے میں محفوظ ہے اسی لئے اس زمانے کے جید عالم، سحر طراز مقرر خوش الحان قاری بے مثل حافظ اور سلطان المشائخ کے ایسے ممتاز خلیفہ جن کا ذکر صاحب سیر الاولیاء نے سب سے پہلے کیا ہے۔ مولانا علاؤ الدین نیلی نے آخری عمر میں تمام کتب کا مطالعہ ترک کر کے اسی کتاب کے مطالعہ کو اپنا وظیفہ ٹھہرالیا تھا۔ ''گلزارِ ابرار'' کے مولّف کا بیان ہے کہ آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ سب جگہ ہے وہ یہاں ہے۔ اور جو یہاں ہے وہ کسی اوراق یا سطور میں نہیں۔ (۲۳)

چونکہ یہ غیبی ہیرے موتی اور لاریبی پھول حضرت خواجہ نظام الدین محبوبِ الٰہیؒ کے خزانۂ تلقین اور نہاں خانۂ یقین سے جمع کیے گئے ہیں حضرت نے اپنے ارشادات اور فرمودات سے اس ظلمت کدہ ہند و پاک کو منوّر کیا اس میں دین و دُنیا کی فلاح و صلاح کا ذخیرہ پنہاں ہیں اور میرا مقصد یہی ہے کہ اس خزانۂ عامرہ کو گوشۂ گمنامی سے صفحۂ قرطاس پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے منوّر کردوں۔

☆حوالے وتشریحات☆

| سلسلہ نمبر | اسمائے کتاب | مصنّف/مولّف | سنِ اشاعت/ایڈیشن/مقامِ اشاعت | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|---|
| ۱۔ | بزمِ صوفیہ | سیّد صباح الدین | دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڈھ | ۲۱۸ |
| ۲۔ | فوائد الفواد | امیر حسن سجزیؒ مترجم حسن ثانی نظامیؒ | جنوری ۲۰۰۷ء ایم۔آر۔ پرنٹرس نئی دہلی | ۱۳ |
| ۳۔ | تذکرۂ خواجگانِ چشت | سیّد محمد شفیع قادری اکبر آبادی | ۱۳۴۴ء | ۳۸ |
| ۴۔ | فوائد الفواد | امیر حسن سجزیؒ مترجم حسن ثانی نظامیؒ | جنوری ۲۰۰۷ء ایم۔آر۔ پرنٹرس نئی دہلی | ۳۸ |
| ۵۔ | تذکرۂ خواجگانِ چشت | سیّد محمد شفیع قادری اکبر آبادی | ۱۳۴۴ء | ۳۸ |
| ۶۔ | بزمِ صوفیہ | سیّد صباح الدین | دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڈھ | ۲۱۸ |
| ۷۔ | بزمِ صوفیہ | سیّد صباح الدین | دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڈھ | ۲۱۹ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۸۔ | فوائد الفواد | امیر حسن سجزیؒ مترجم حسن ثانی نظامی | جنوری ۲۰۰۷ء ایم ۔آر۔ پرنٹرس نئی دہلی | ۱۴ |
| ۹۔ | بزمِ صوفیہ | سیّد صباح الدین | دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڈھ | ۲۱۹ |
| ۱۰۔ | فوائد الفواد | امیر حسن سجزیؒ مترجم حسن ثانی نظامی | جنوری ۲۰۰۷ء ایم ۔آر۔ پرنٹرس نئی دہلی | ۱۷ |
| ۱۱۔ | سوانح محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدینؒ | حضرت مولانا سیّد ابو الحسن علی ندوی | پہلا ایڈیشن ۱۴۰۶ھ م ۱۹۹۸ء | ۲۶ |
| ۱۲۔ | تذکرۂ خواجگانِ چشت | سیّد محمد شفیع قادری اکبر آبادی | ۱۳۴۴ء | ۳۹ |
| ۱۳۔ | آبِ کوثر | شیخ محمد اکرام | طبع پنجم | ۲۳۲ |
| ۱۴۔ | بزمِ صوفیہ | سیّد صباح الدین | دارالمصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڈھ | ۲۴۹ |
| ۱۵۔ | امیر خسرو عہد فن اور شخصیت | عرش ملسیانی | ۲۰۰۷ء طباعت ایم آر پرنٹرس نئی دہلی | ۷۷ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۶۔ | سوانح محبوبِ الٰہی حضرت نظام الدینؒ | حضرت مولانا سیّد ابو الحسن علی ندوی | پہلا ایڈیشن ۱۴۰۶ھ ۱۹۹۸ء | ۸۳ |
| ۱۷۔ | خیر المجالس | پروفیسر خلیق احمد نظامی | | ۵۳ |
| ۱۸۔ | خیر المجالس | پروفیسر خلیق احمد نظامی | | ۲ |
| ۱۹۔ | تاریخ فیروز شاہی | ضیاء الدین برنی | | ۳۴۶ |
| ۲۰۔ | گلزارِ ابرار | حسن بن موسیٰ شطاری | فارسی | ۴ |
| ۲۱۔ | نتائج الافکار | محمد قدرت اللہ | | ۱۶۸ |
| ۲۲۔ | ارمغانِ پاک | شیخ محمد اکرام | | ۴۳ |
| ۲۳۔ | گلزارِ ابرار | حسن بن موسیٰ شطاری | فارسی | ۱۰۵ |

حضرت خواجہ امیر حسن سجزی الدہلوی الدولت آبادیؒ

حضرت خواجہ شاہ راجو قتال حسینیؒ

حضرت خواجہ برہان الدین المعروف بہ غریبؒ

حضرت خواجہ میر حسن مولف خلیفہ زین الدین شیرازیؒ
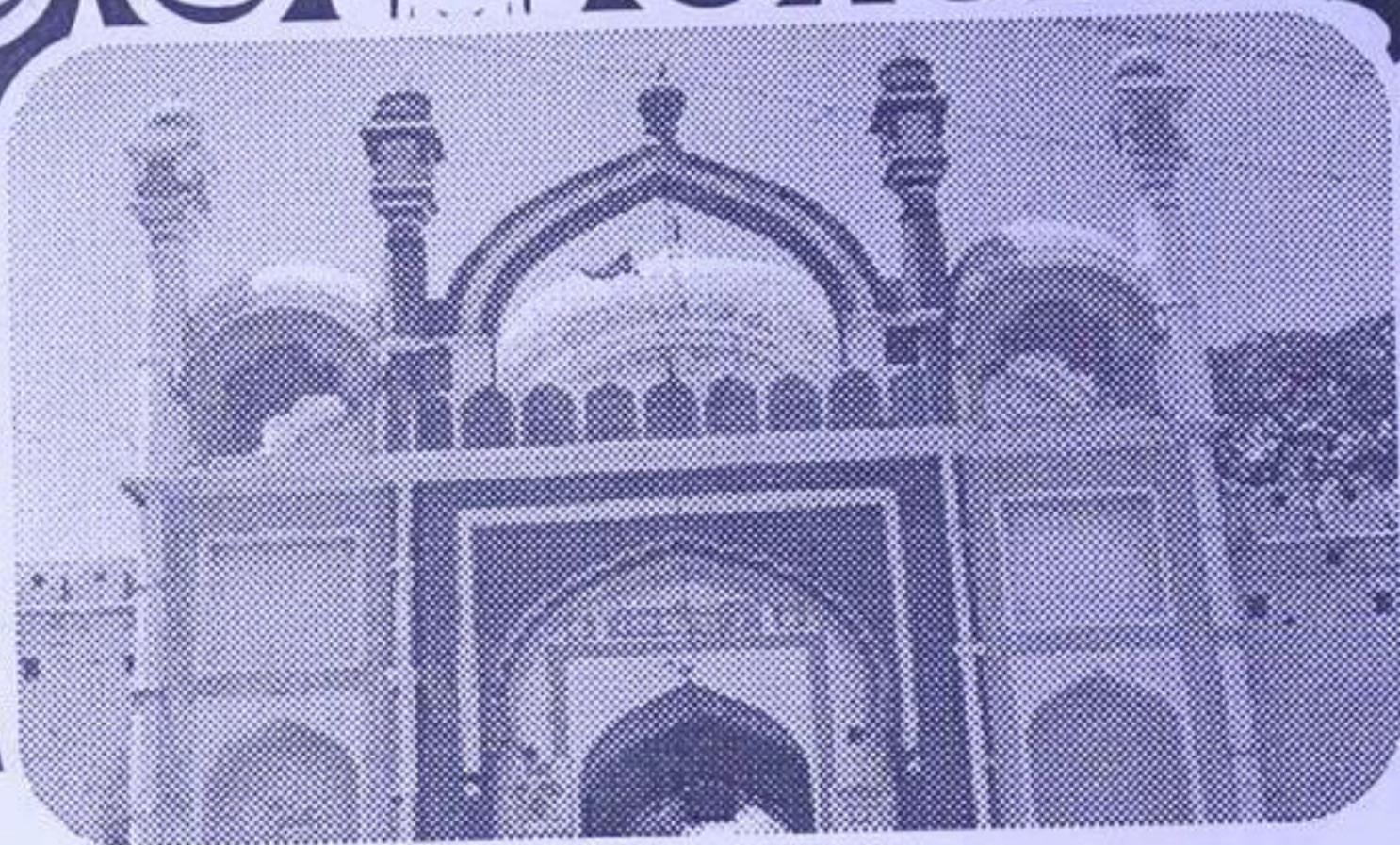
حضرت خواجہ منتجب الدین زر۔زری۔زر۔بخشؒ
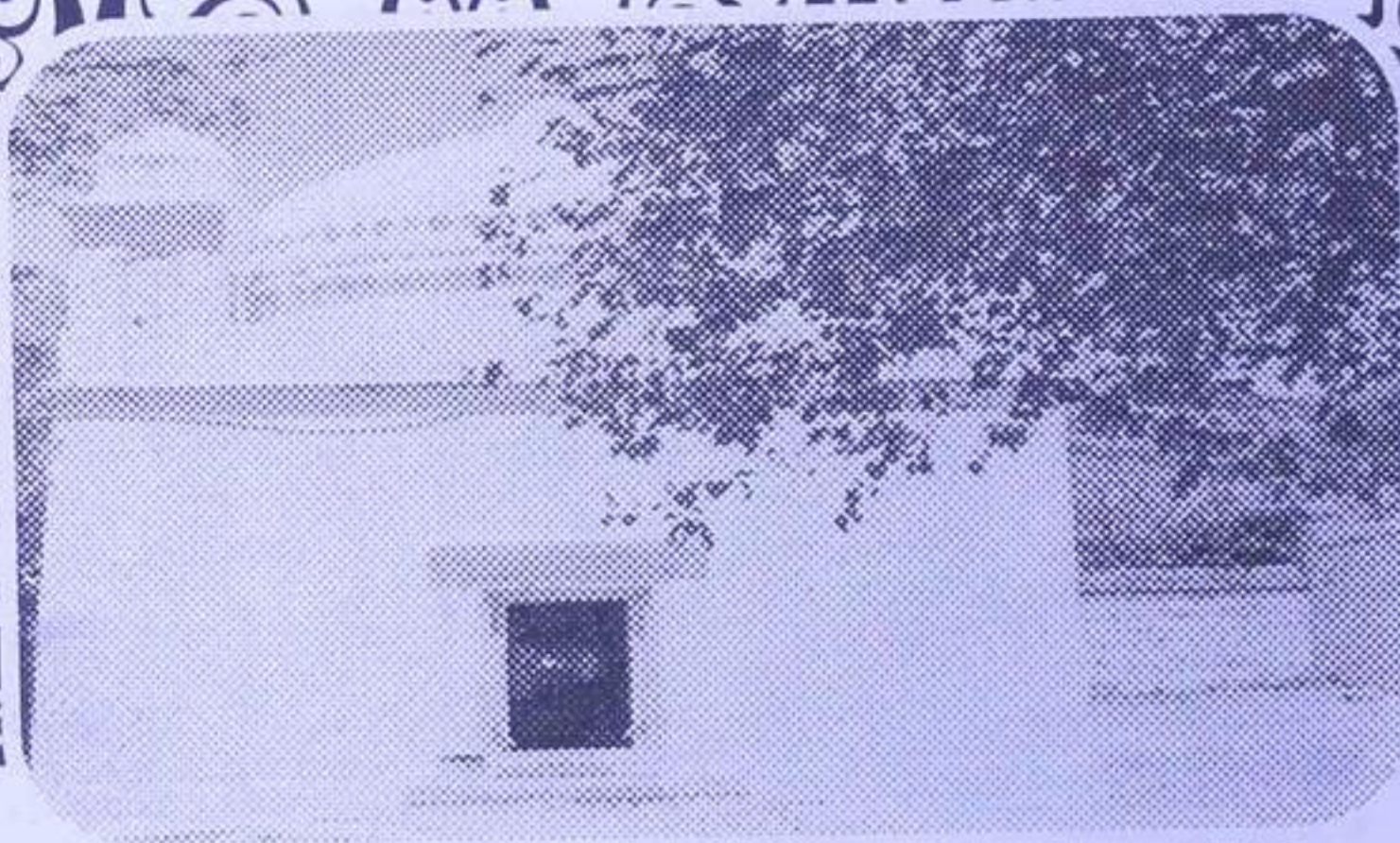
حضرت خواجہ حسینؒ و حضرت خواجہ عمرؒ
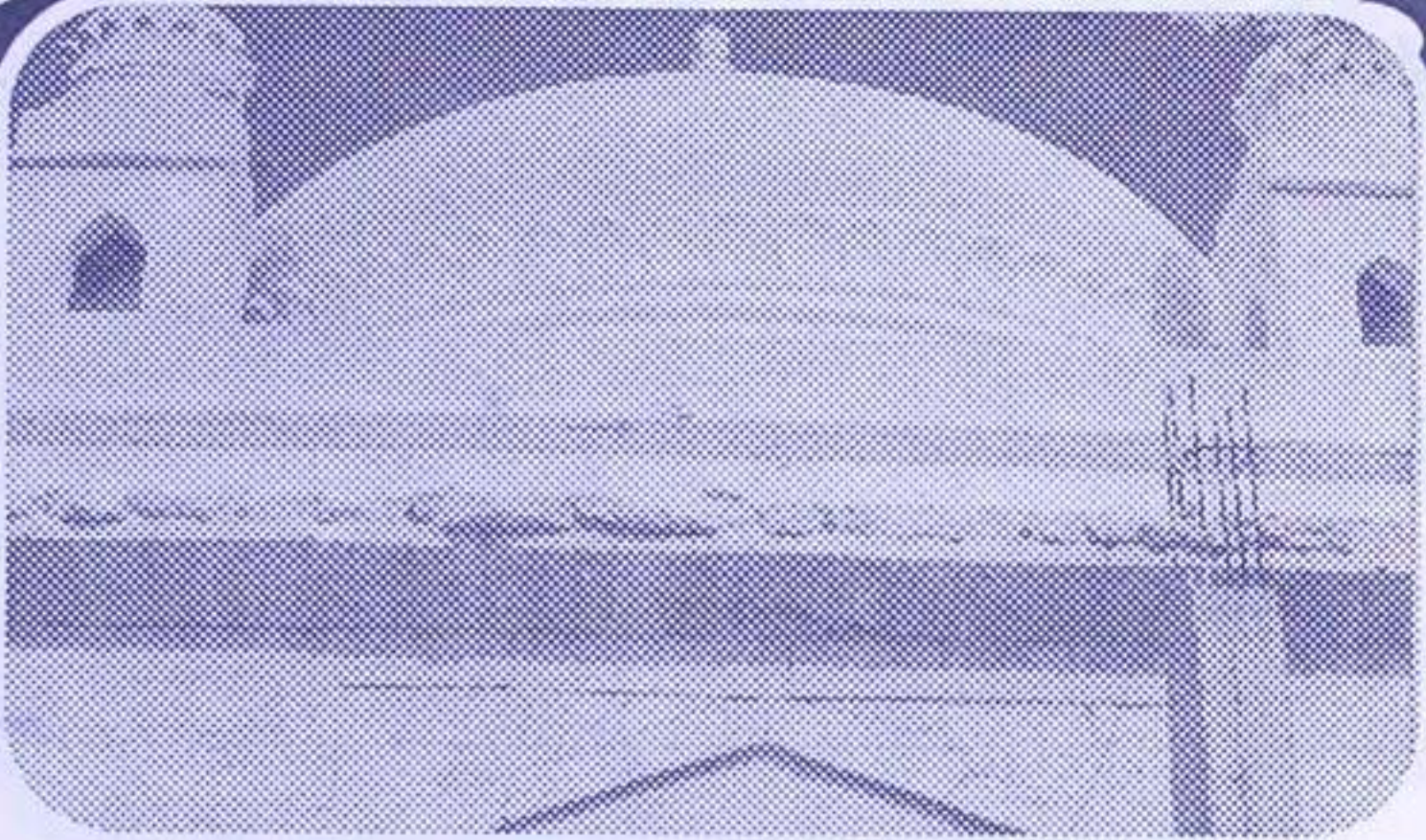
حضرت خواجہ شاہ خاکسارؒ

حضرت شاہ جلال الدین گنجِ رواں سہروردیؒ
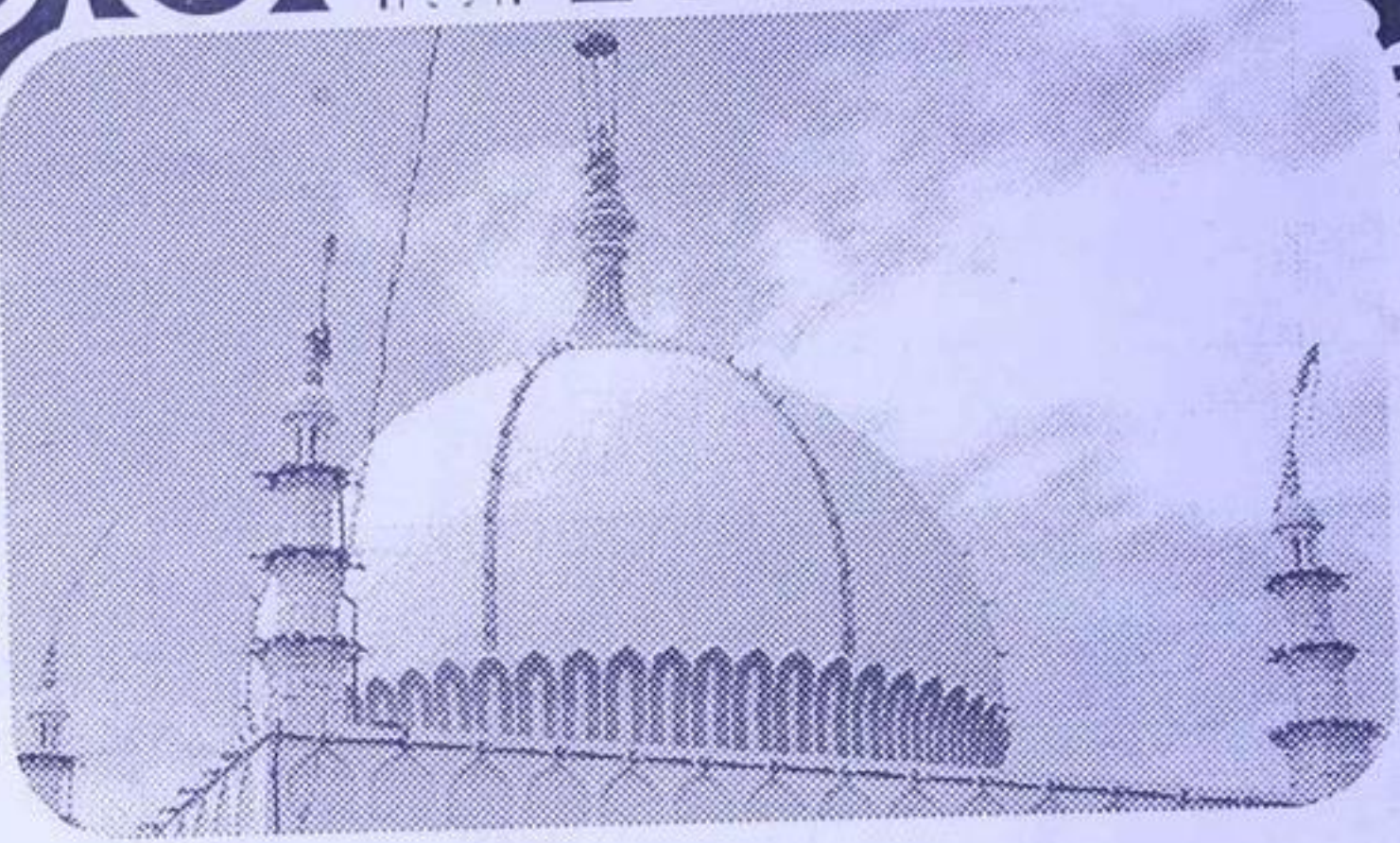
حضرت بابو جلالؒ

حضرت خواجہ مومن عارف باللہؒ دولت آباد
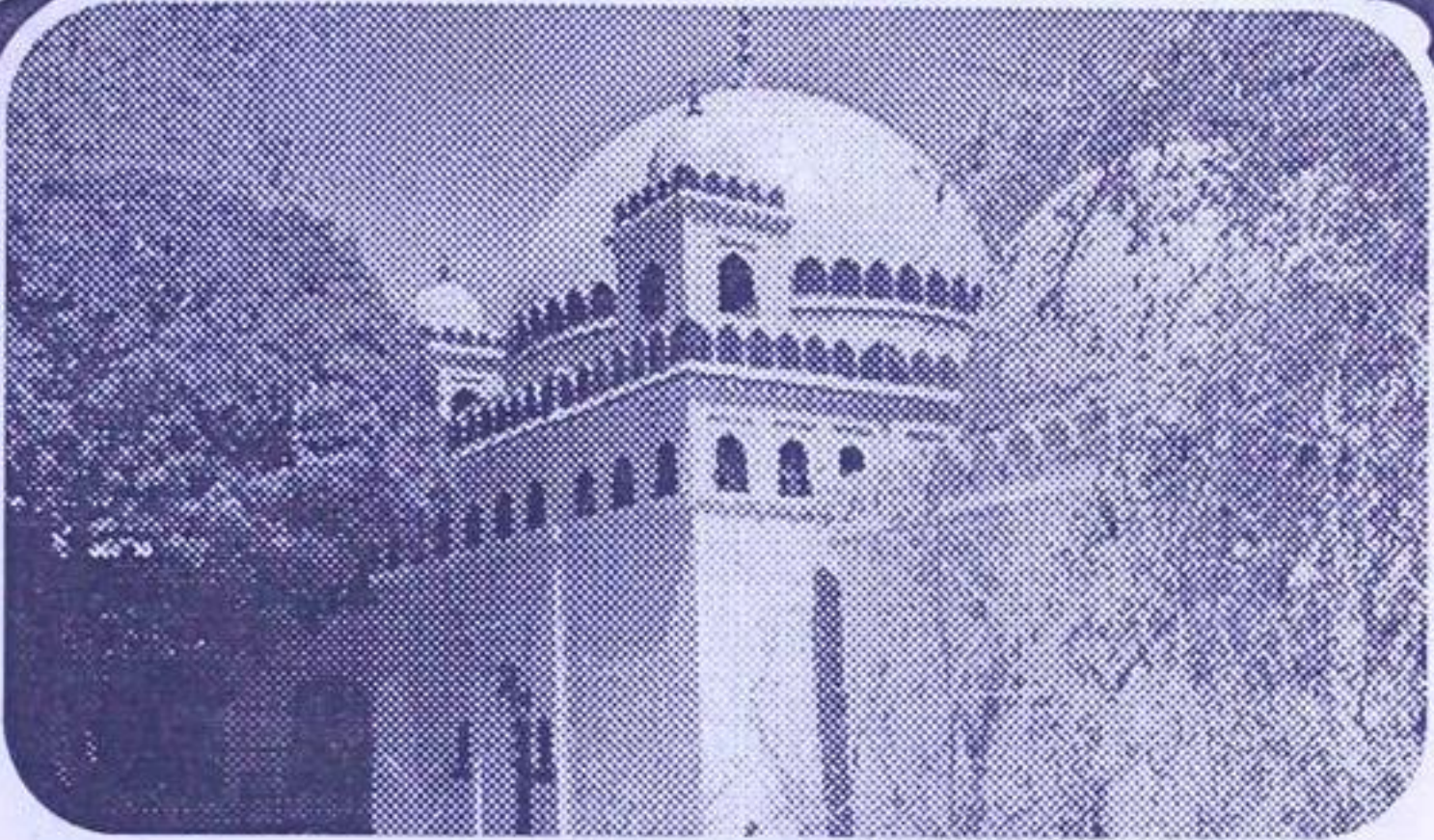
حضرت خواجہ بہاؤالدین انصاری شطاری المعروف بہ لنگوٹ بندؒ دولت آباد
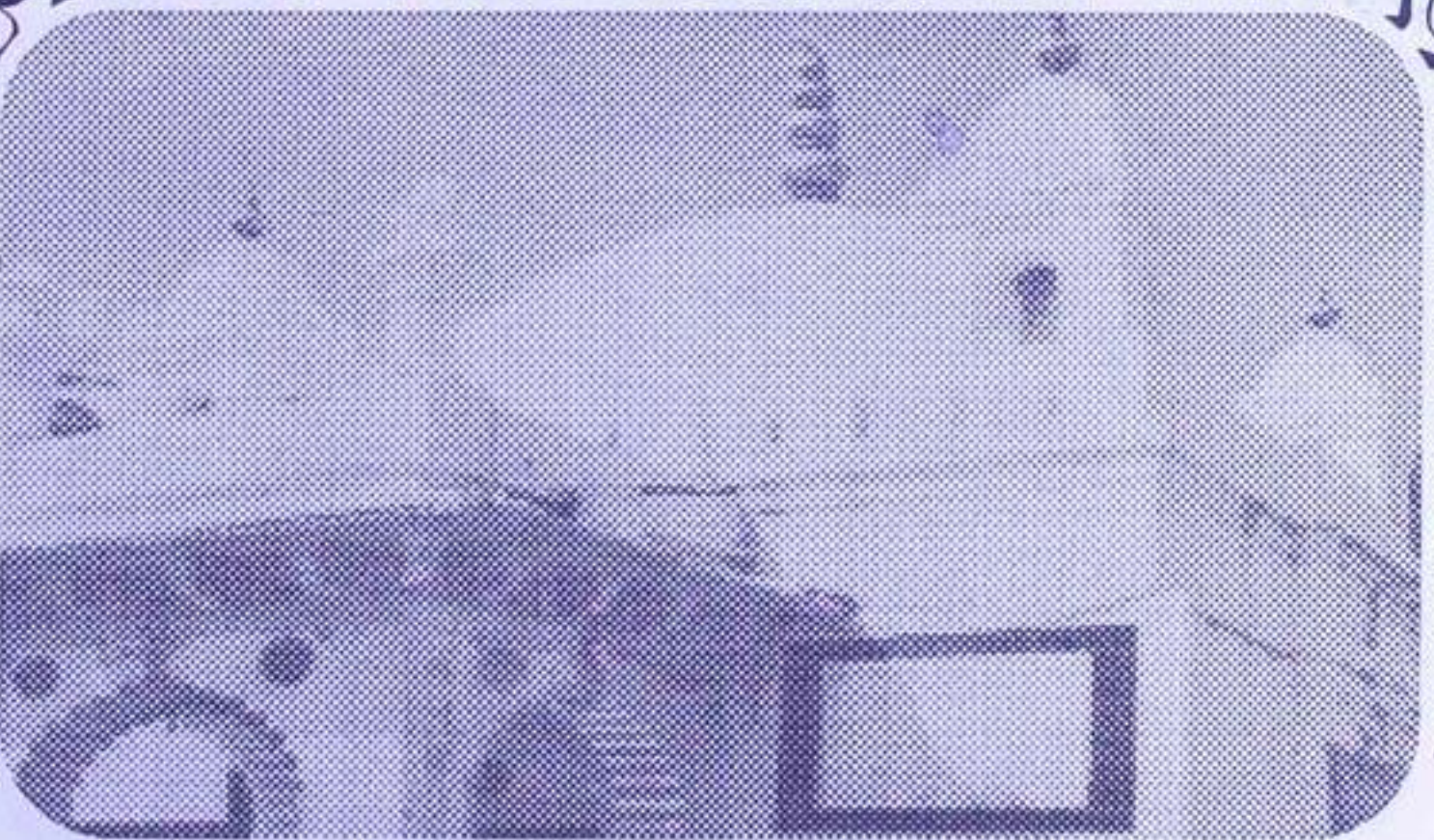
حضرت خواجہ زین الدین عرف بائیس خواجہؒ
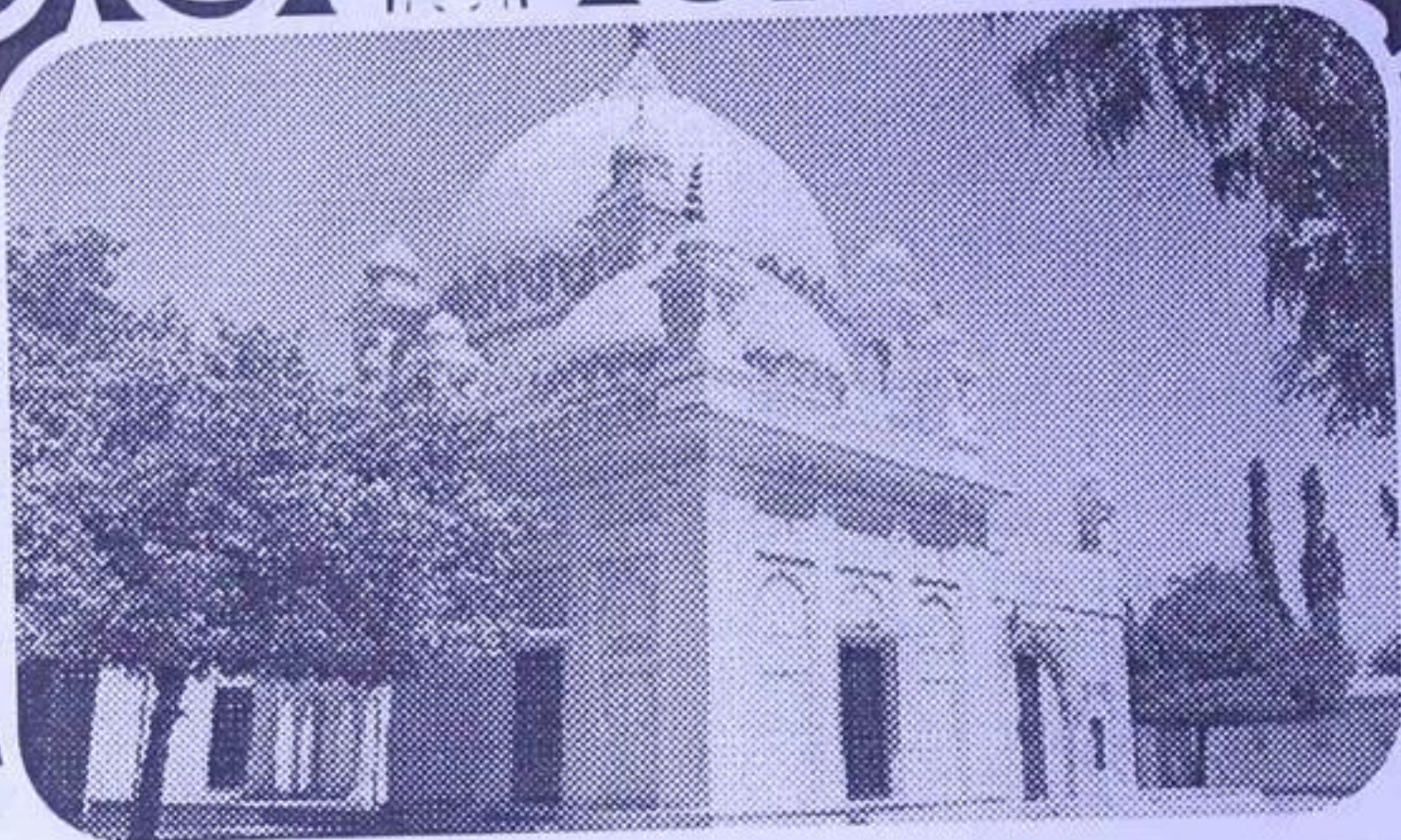
حضرت خواجہ شاہ نور حموی ؒ
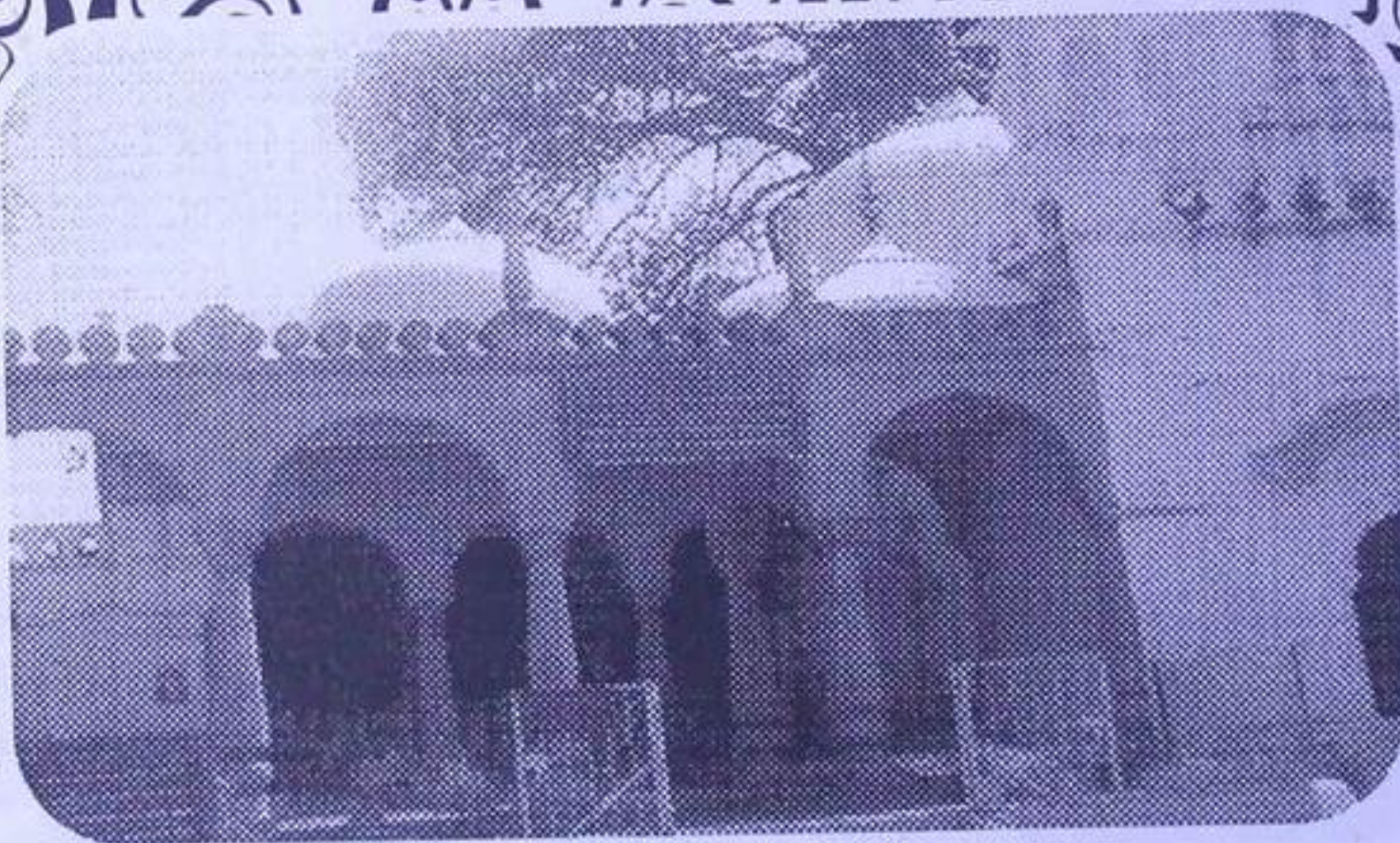
حضرت خواجہ پلنگ پوش ؒ و حضرت خواجہ بابا شاہ مسافر محمد عاشور ؒ
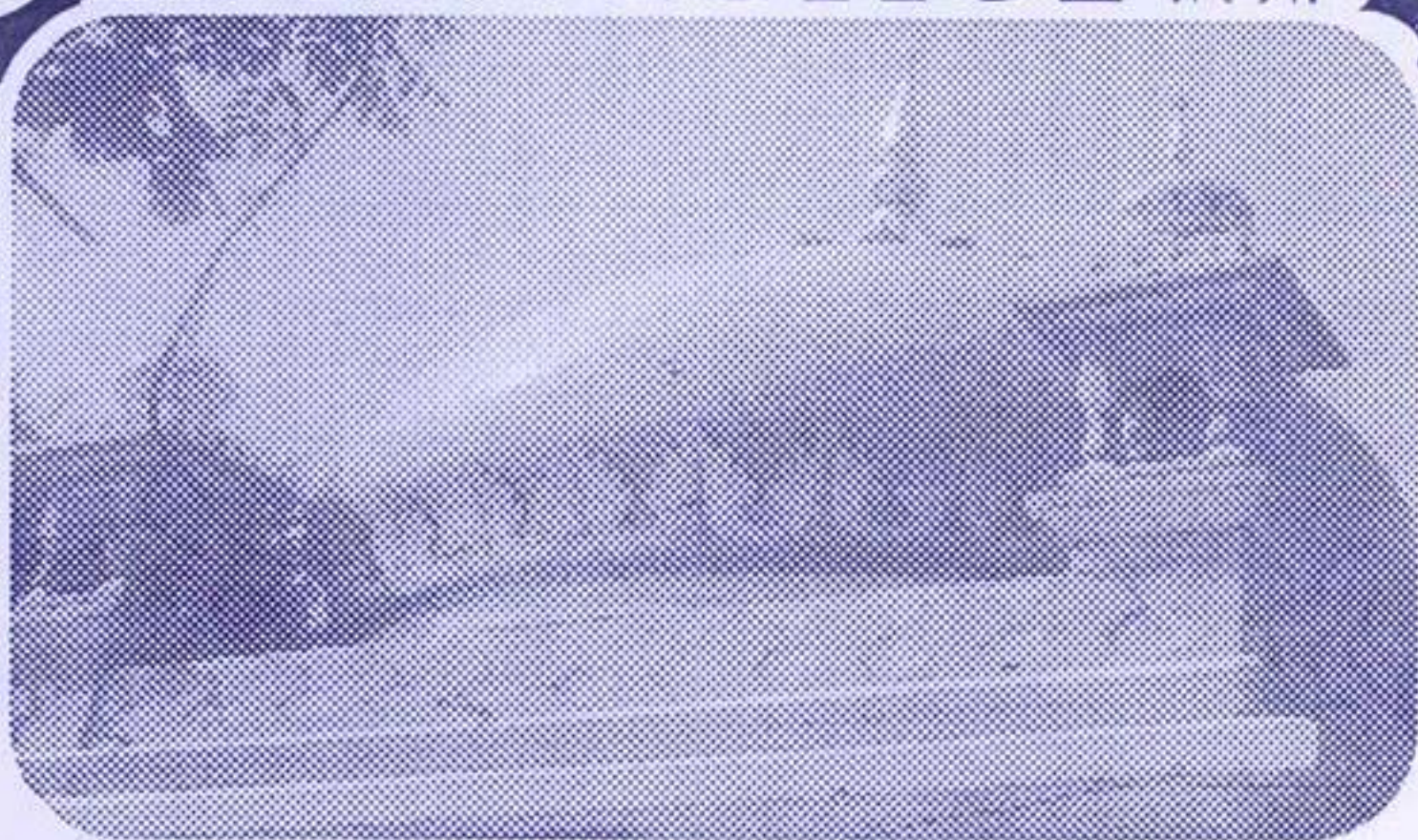
حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ

حضرت خواجہ نور الدینؒ خلیفہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ
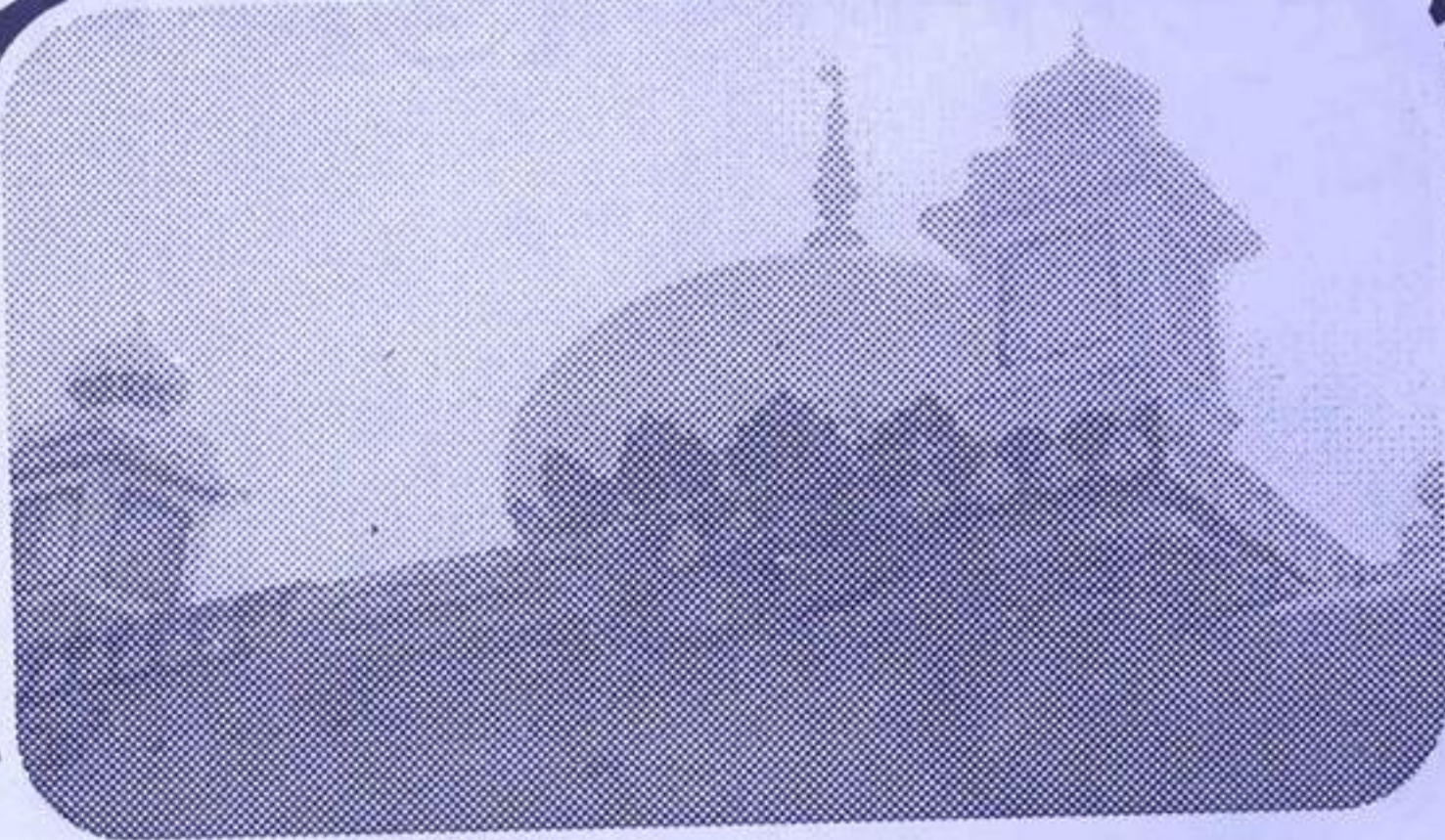
حضرت خواجہ بنے میاںؒ
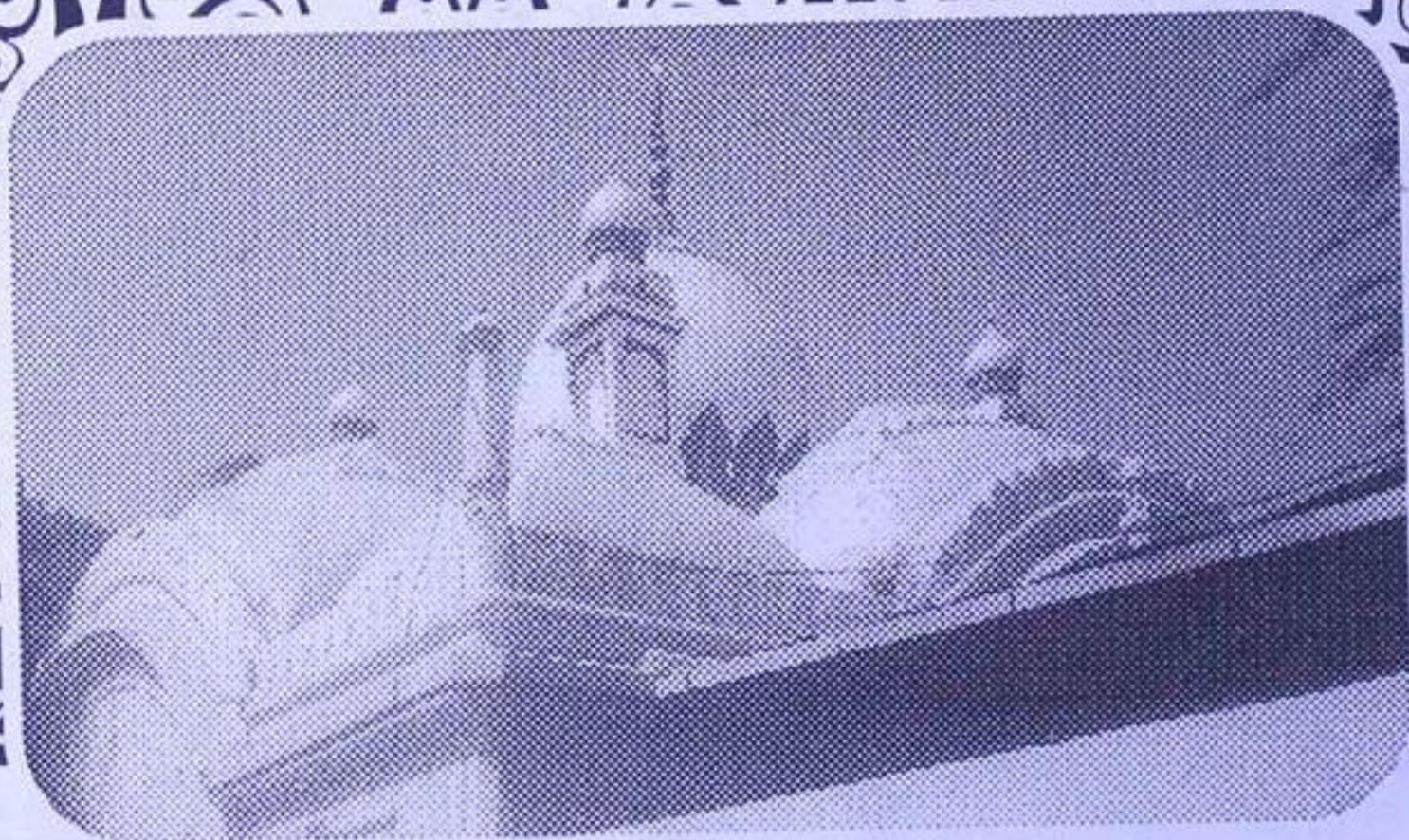
حضرت خواجہ قادر اولیاءؒ (مونڈھا)
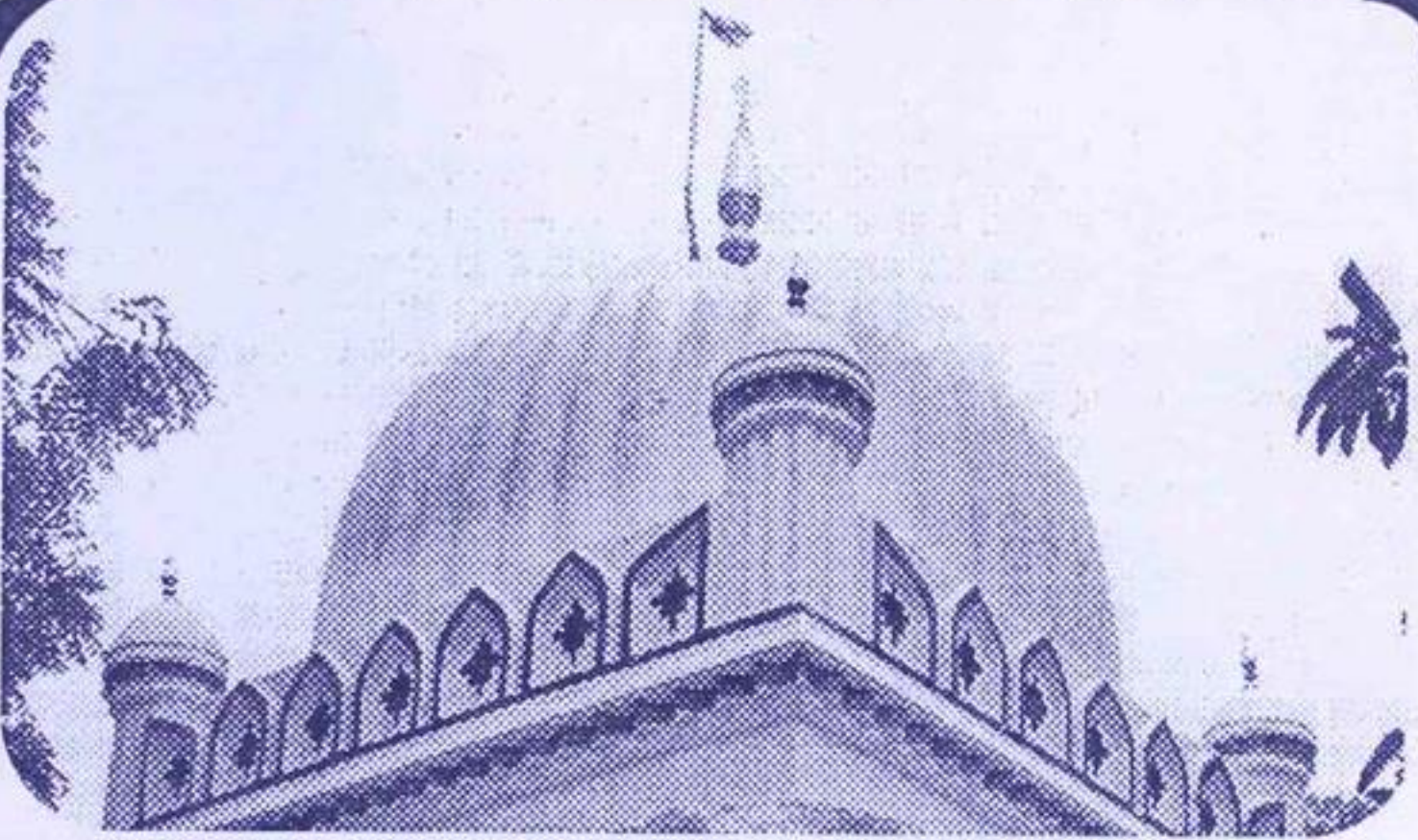
حضرت خواجہ پیر مردان الدینؒ
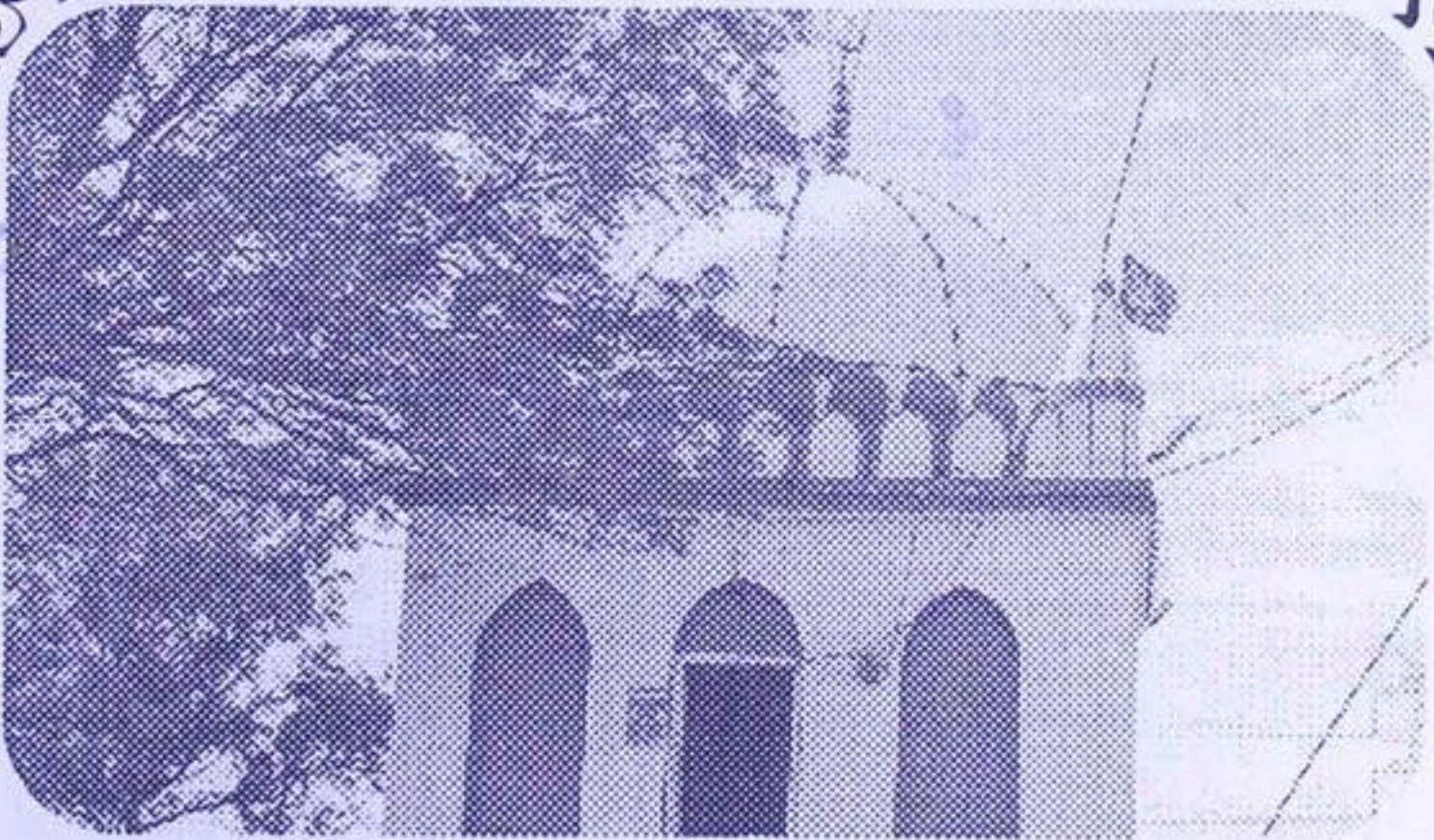
حضرت فخر الدین المعروف بہ پیر مبارک کاررواںؒ

# ﴿تحفتہ النصائح﴾

## ☆ مولّف و ملفوظات ☆

﴿حضرت سیّد شاہ یوسف حسینی
المعروف با شاہ راجو قتّال حسینیؒ﴾

☆ ہدایت و تلقین پسر بزرگوار بندہ نواز گیسو درازؒ ☆

﴿مترجّم﴾

﴿مولانا مولوی سیّد کلیم اللہ حسینی﴾

تحفتہ النصائح حضرت سیّد شاہ یوسف حسینی المعروف باشاہ راجو قتال حسینی کے شعری ملفوظات ہیں۔ جسے خود انھوں نے ترتیب دیا و مرتب کیا ہے۔ یہ فارسی زبان میں ہیں اسے کلیم اللہ حسینی صاحب نے زبانِ اُردو کا جامہ پہنایا اور حیدر آباد سے شائع کروایا۔ (۱)

سلطان محمد تغلق شاہ کے حکم سے دلّی اُجڑی اور دکن کی عزّت بڑھی دیوگیری، دولت آباد آباد ہو گیا۔ اہلِ کمال کے فیض بخش قدموں سے سرزمین دکن کا نصیبہ جاگا اِس کارواں میں آپ بھی اپنے اہل و عیال کے ساتھ ۲۰ رمضان المبارک ۷۲۸ھ کو دہلی سے روانہ ہوئے اور راستے کی صعوبتیں جھیلتے ہوئے چار ماہ کے سفر کے بعد ۷ المحرم ۷۲۹ھ کو دکن کے پائے تخت دولت آباد پہنچے اور بالائے کوہ کے اُس مقام پر سکونت پذیر ہوئے جو اب خُلد آباد کہلاتا ہے۔ (۲)

☆ زمانہ ترتیب:۔

تحفتہ النصائح منظم فارسی تصنیف حضرت یوسف حسین والد بزرگوار حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ کی ہے۔ چونکہ حضرت کی وفات ۵ شوال ۷۳۱ھ م ۱۳۳۱ء کو ہوئی حضرت کی یہ گراں قدر تصنیف ۱۳۳۱ء میں وفات سے قبل لکھی ہوئی ہے۔

☆ سبب تصنیف:۔

تحفتہ النصائح کے ابتداء میں صاحبِ تصنیف حضرت خواجہ سیّد یوسف نے اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے حضرت نے فرمایا کہ فقیر یوسف والد بزرگوار حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ یہ چند کلمات بطور وعظ و نصیحت کہہ رہا ہے۔ اپنے اس خوبصورت فرزند کے لئے جس کا نام محمد حسینی لقب بندہ نواز اور کنیت ابوالفتح ہے۔ اور وہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک

ہے یہ عبارت اس بات کی صراحت کر رہی ہے کہ حضرت نے اپنے جانِ پسر کو نیک راہ پر چلنے کی ہدایت دی دین و دُنیا کی تعلیمات دی اور ساتھ میں دُعائیں بھی دی دُعاؤں کے ضمن میں کہا کہ ابوالفتح دین کا رُکن ہے جو اپنے علم سے دین کے تمام رکنوں کو ثابت رکھتا ہے۔ خُدا یا اسے ویسا ہی کر دے جیسا کہ ہم نے کہا ہے۔ یعنی و دین کی حفاظت کرے اور زندہ رکھے۔ خُدایا میں تجھ سے اس کے لئے علم و عمل کی پاکی اور پرہیزگاری کی دُعا کرتا ہوں اس کو ایسا سالک بنا دے کہ کوئی دوسرا نا ہو۔

حضرت نے آگے اور فرمایا کہ میں نے کتاب کے ہر ایک باب میں ایک نصیحت کی ہے اپنے فرزند ارجمند سے مخاطب ہو کر حضرت فرما رہے کہ سُن لو وہ ایک قیمتی موتی ہے اس کو حاصل کر لو۔ اس کتاب کا نام میں نے تحفۃ النصائح رکھا ہے خُدا سے میں اُمیدوار ہوں کہ یہ کتاب ہر خاص و عام کی نظر میں شیر و شکر کی طرح مقبول ہو جائے میں نے ایک عرصہ تک بہت زیادہ رنج برداشت کیا اور دردِ زہ کے جیسے درد اٹھائے تب کہی مجھ سے ایسا منوّر اور مشہور تحفہ پیدا ہوا۔ خُدا اپنے فضل و کرم سے اس تحفہ کو ایسا مقبول بنا دے کہ تمام دُنیا کی خلقت اس کی عاشق ہو جائے۔ ہر صبح و شام اس کو پڑھے۔ حضرت نے اپنی بیش قیمت تصنیف ''تحفۃ النصائح'' کا آغاز دونوں جہاں کے مالک پاک پروردگار کی حمد و ثنا سے کیا ہے یہاں پر اللہ عزوجل کی حضرت نے نہایت منفرد انداز میں تعریف بیان کی ہے اس کے بعد سرکارِ دو عالم حضور ﷺ کی مدح میں نعت شریف کا قیمتی تحفہ پیش کیا۔ اس کے بعد نصیر الدین دہلویؒ کی تعریف بھی بیان کی۔ (۳)

☆ تحفۃ النصائح کے ابواب :۔

حضرت نے اپنی شعری تصنیف کو کل ۴۵ ابواب میں تقسیم کیا ہے اور ہر ایک باب میں اپنے پسر بزرگوار کو منفرد و متفریق پند و نصائح کی ہے۔ انھوں نے پسر کے ساتھ بزرگوار کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ان ۴۵ ابواب میں کل ۷۷۶ اشعار ہیں۔ جس کی نوعیت مثنوی کی طرز پر ہے۔ اس ضمن میں حضرت نے خود فرمایا کہ جب کوئی شخص کوئی کتاب تالیف کرنا یا داستاں لکھنا چاہے تو اشعار کی قسم میں مثنوی کے سوا کوئی چیز پسندیدہ نہیں۔ اس لئے میں نے یہ تحفہ مثنوی کی طرز پر لکھا چونکہ حضرت اپنے زمانے کے بلند شعراء میں شمار کیے جاتے تھے۔ کتاب کا ترجمہ المرحوم مولانا مولوی سیّد کلیم اللہ حسینی نے کیا۔ جون ۱۹۹۰ء میں عمّاد پریس چھتہ بازار حیدرآباد سے شائع ہوا۔ ترجمہ ۹۵ ۷ ھ م ۱۳۹۲ء ۱۰ ربیع الآخر روز دوشنبہ چاست کے وقت ۹ بجے مکمل ہوا۔

☆ تحفۃ النصائح کے ابواب :۔

۱) توحید

۲) ایمان کے ارکان و احکام

۳) عقائد اور عذابِ قبر کا بیان

۴) علم و عمل اور اس کی فضیلت کے بیان میں

۵) قضا، حاجت وضو، تیمّم اور غسل کے بیان میں

۶) اوقات نماز تاریک الصلوٰۃ کی سزا کے بیان میں

۷) زکوٰۃ و صدقات، زکوٰۃ زراعت و صدقہ و دُعا کے بیان میں

۸)رمضان المبارک کا روزہ کے بیان میں

۹)حج سفر اور کافروں سے جہاد کے بیان میں

۱۰)تلاوتِ قرآن، ذکر، دُعا درود کے بیان میں

۱۱)مکاسب وقناعت وسوال می گدید(نکاح کے بارے میں)

۱۲)نکاح کردن وجزاں کے بیان میں

۱۳)آوردن عرس بخانہ بجامعت باور(آمدِ دلہن)

۱۴)آداب طعام خوردن(کھانے کے آداب میں)

۱۵)آداب آب خوردن(پانی پینے کے آداب میں)

۱۶)آداب جامہ پوشیدان(کپڑے پہننے کے آداب میں)

۱۷)ذکر کردن وخفتن(ذکر کرنے اور سونے کے بیان میں)

۱۸)بیع وشرا(خرید وفروخت کے بیان میں)

۱۹)منع صحبت سلطان واکابیر کے بیان میں

۲۰)اچھے اخلاق، زندگی، مشورہ اور پڑوسیوں کے حقوق کے بیان میں

۲۱)درحقوق والدین برفرزندان(ماں باپ کے حقوق اولاد پر کے بیان میں

۲۲)قرض لینے اور قرض دینے کے بیان میں

۲۳)کلام، سلام، خاموشی غیبت، تہمت چھینک اور قسم کے بیان میں

۲۴)درخشم وتکبّر وحسد وعجب وعیوب وغیرت کے بیان میں

۲۵)اخلاص وریاو عبادت وجزئے آن گودید کے بیان میں

۲۶) درتوکّل ورضاوخوف ورجا کے بیان میں

۲۷) صبر کے بیان میں

۲۸) توبہ کے بیان میں

۲۹) بخل وکنجوسی وایثاری کے بیان میں

۳۰) مخلوق کی خدمت کے بیان میں

۳۱) بربادی کے بیان میں

۳۲) اچھے کام کرنے اور برے کام نہ کرنے کے بیان میں

۳۳) سماع کے بیان (قوالی ورقص، وجدوسرور کے بیان میں)

۳۴) ظرافت اوردلچسپی اور چوسروشطرنج کے بیان میں

۳۵) جانوروں کوذبح کرنے اور کھانے کے بیان میں

۳۶) مہینہ ودن کےاچھے برے ہونے کی خاصیت کے بیان میں

۳۷) بُڑھاپاوجوانی کے بیان میں

۳۸) رنج وبیماری ومحنت کے بیان میں

۳۹) تکالیف سہنےاوراعزاداری اور جو کچھ اس سے متعلق ہے کہ بیان میں

۴۰) احکامِ شہادت (شہید کے بیان میں)

۴۱) مفلسی وتنگدستی کےاسباب کے بیان میں

۴۲) توانگری کےاسباب کے بیان میں

۴۳) جنّت واجب ہونے کےاسباب کے بیان میں

۴۴) دوزخ میں جانے کے اسباب کے بیان میں

۴۵) ابراھیمؑ کی سنتوں کے بیان میں۔ (۴)

صاحبِ تصنیف نے فردوسِ نظر کتاب کے ہر ایک باب میں اپنے پسر کو ایک نئی نصیحت کی ہے جو ہر پڑھنے ولکھنے والے پر واجب ہوتی ہے۔ حضرت کے پند ونصائح ہر مومن مسلمان کے لئے مشعلِ راہ ہیں۔ انھوں نے پند ونصائح میں نہ صرف دین بلکہ دُنیا کا بھی فلاح وصلاح کا ذخیرہ بھر دیا ہے۔ جس سے عام انسانی زندگی بھی راہِ گمنامی سے راہِ نیک پر چلنے کے لئے ہر طرح سے آمدہ ہو جائے گی۔ چونکہ حضرت نے اپنی تصنیف ''تحفۃ النصائح'' کو ابواب میں تقسیم کیا ہے جس کا اپنا ایک نہایت منفرد مقام ہے۔ اور ہم کتاب کے کسی بھی باب کو نظر انداز نہیں کر سکتے ان ابواب میں ہمیں اس وقت کی زباں وبیاں، تہذیب وتمدُن، فکروفن اخلاقی رکھ رکھاؤ اور اُردو کی ابتدائی ترقی وترویج اخلاقی اقدار کے منفرد پہلو اور زندگی جینے کے نت نئے ڈھنگ وغیرہ کا پتہ چلتا ہے۔ زیرِ نظر کتاب کے ابواب پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کے پہلے باب ''توحید'' کا جائزہ لیا گیا ہے۔

☆ توحید:۔

والدین کے فرائض بتاتے ہوئے اس باب میں حضرت نے فرمایا کہ لڑکا جب بالغ ہو جائے تو اس کو ان حقوق سے واقف کر دے جو اس پر واجب ہے۔ وہ یہ جان لے کے خُدا ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی دوسرا خُدائی کا سزاوار نہیں۔ یعنی حضرت نے اللہ عزوجل کے ایک ہونے کے بارے میں اپنے پسر کو تلقین کی اور اس کا ثبوت قرآن پاک کی اس آیت سے دیا۔

"قُل ھُو اللہُ احد اللہُ صمد لم یلد ولم یولد ولم یکُن لہو کفواً احد0"

(اے محمد کہہ دو کہ اللہ ایک ہے اللہ بے نیاز ہے کسی کو نہیں جنا اور خود کسی سے پیدا نہیں ہوا اور کوئی اس کا برابری والا اور ہمسر نہیں ہے۔) اس ضمن میں حضرت نے اور فرمایا کے اللہ کو کسی کی طلب نہیں وہ واحد ہے

"إذا ارادالله شيئاً ان يقُل لهُ كن فيكوُن0"

جب اللہ کسی چیز کے وجود کا ارادہ کرتا ہے تو حکم دیتا ہے "کُن" پس وہ چیز وجود میں آجاتی ہے۔ اس باب میں اللہ اور اس کی خاصیت کا بیان ہے جو ایک والد کا فرض ہے کہ اپنے بالغ بیٹے کو بتائے یہاں پر حضرت نے اللہ کے واحد ہونے کے بارے میں قرآن مجید کی آیتوں سے ثبوت دے کر اپنے فرزند کو سلیس انداز میں سمجھایا ہے جو ہمارے لئے بھی مشعلِ راہ ہے۔ (۵)

☆ایمان کے ارکان واحکام:۔

اس باب میں حضرت نے پسر بزرگوار کو تلقین کی کہ اے جانِ پسر بلاشک وشبہ جان لو کے ایمان کا اصلی رُکن دل سے تصدیق کرنا ہے۔ احکامِ شریعت کے مطابق زبان سے بھی اقرار کرنا چاہیے یہاں پر حضرت نے ابوخلیفہؒ کا قول بیان کیا ہے کہ "لوگوں پر واجب تھا کہ وہ خالق اور قادر پر ایمان لے آئیں" ایمان کے ارکان واحکام کے بارے میں دلیل پیش کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ کسی آدمی کو کسی عالم سے علم کی بات سننے کا موقع نہیں ملا اور بے ایمانی کی حالت میں مرگیا تو دوزخ کے عذاب میں مبتلا ہوگا۔ آگے فرماتے ہوئے

حضرت نے فرزند دلبند سے کہا کہ تو ایمان میں کسی قسم کا شک وشبہ نا کر صاف صاف کہہ دو کہ میں مومن ہوں ورنہ شک وشبہ کے صورت میں تو کافر ہو جائے گا یعنی حضرت نے اس باب میں ایمان کے ارکان واحکام کی نصیحت کی اور یہ بتایا کہ ہم مومن ہیں ہم نے اللہ عزوجل پر ایمان لایا ہے۔اس کی ہم نے تصدیق کی لیکن ہمیں زبان سے بھی یہ بات کہنا ضروری ہے اگر نا کہی تو ہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن اور آدمی کے پاس کافر کہلائے گے۔ (۶)

☆عقائد اور عذابِ قبر کا بیان:۔

اس باب میں حضرت نے عذابِ قبر اور اس کی تنگی کو بیان کیا ہے اور فرمایا کہ بچوں و جوانوں سب سے قبر میں پرسش ہوگی اور منکر نکیر ہر ایک سے ضرور سوال کریں گے نیک اور صالح آدمی فوراً ان کا جواب دے گا یہاں پر حضرت نے نصیحت کی کہ ہمارے اعمال ہمیں اچھے رکھنے چاہیے کہ ہمیں عذابِ قبر سے نجات ملے۔اگر ہمارے اعمال اچھے ہوگے تو ہمیں قبر کی تنگی سے رہائی ہوگی۔نیک اور صالح مومن کی قبر میں ایسی ہی زندگی ہوگی جیسی کہ ہماری آج کل کی زندگی ہے۔اگر قبر پر چڑیا بیٹھے تو صاحبِ قبر کو معلوم رہے گا کہ یہ چڑیا نر ہے یا مادہ۔میدانِ حشر کے بارے میں حضرت نے فرمایا کہ دُنیا کے تمام اجساد، دیوانے، عقلمند، بچے ،جن، شیاطین، جنگلی جانور، پرندے سب ایک جگہ جمع ہو جائے گے۔تمام حاضر ہو جائیں گے اور ہر ایک اپنا اپنا حساب دے گا اور فرمایا کہ دوزخ کے اوپر ایک پل ہوگا خلقت اس پر چلے گی وہ پل تلوار سے زیادہ تیز اور سر کے بالوں سے زیادہ باریک ہوگا۔

اس باب میں عذابِ قبر و میدانِ حشر انصاف واچھے و برے اعمال کی پرسش اور نبیوں، ولیوں اور ان کی خوبیوں وخصوصیات کا بھی بیان ہیں۔اور قیامت کی نشانیوں کو بھی

دلالت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں حضرت نے فرمایا کہ دجّال اور عیسیٰ تشریف لائیں گے۔ دُنیا میں یاجوج ماجوج پیدا ہونگے بعض کے سر آسمان تک ہوگے اور بعض ایک بالشت کے یاجوج کا قد ایک بالشت کا ہوگا اور ماجوج کا ساٹھ گز کا یہ نوح کے پوتے ہیں۔ آفتاب مغرب کی جانب سے طلوع ہوگا اور توبہ کا دروازہ جواب تک انسان کے لئے کھلا ہے بند ہوجائے گا۔ سجدہ کرنے والے تھوڑے ہوگے اور مسجدیں زیادہ ہوگی۔ (۷)

☆علم وعمل اور اس کی فضیلت:۔

اس باب میں حضرت نے علم وعمل کی فضیلت کو بیان کیا ہے اور بچپن و بڑھاپے کے علم کا تجزیہ کیا ہے اور یہ بتایا کے جو علم بچپن میں حاصل ہوتا ہے اس کو سخت پتھر پر کا نقش سمجھو وہ فنا ہونے والا نہیں اور وہ علم کے جس کو بُڑھاپے میں حاصل کرو اس کو پانی پر کا نقش جان لو جلد فنا ہوجانے والا ہے حضرت نے جانِ پسر کو نصیحت کی کہ علم سیکھو سے مراد قرآن شریف پڑھو، تفسیر پڑھو، خطاطی سیکھو، علم صرف، علمِ لغت، علمِ نحو، علمِ معانی، علمِ بیان، علمِ توحید، علمِ فقہ، علمِ حدیث وغیرہ سے معمور ہوجاؤ یہ عبارت اس بات کی غمازی کررہی ہے کہ حضرت ان تمام علوم سے بخوبی واقف تھے اس ضمن میں حضور اکرم کی یہ روایت پیش کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''افضل عبادت قرآن شریف کی تلاوت ہے'' اور کہا کہ ایسا علم سیکھو جو تم کو نفع دے آنحضرت ﷺ دُعا فرماتے تھے کہ

اللّٰھمۃ انی اَعوذ بِکَ مِن عِلمہٖ لا ینفعُ

ترجمہ:۔ (خدایا میں تیری مدد مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نا دے)

حضرت نے ایسا علم سیکھنے کی تلقین کی جس سے ہمیں نقصان نا ہو اور کہا

اللہ کے لئے جو علم سیکھوں گے وہ تم کو نجات دے گا۔ جو علم تم خُدا کے لئے پڑھوں اس علم کو اپنے لئے مفید جانو اور جس علم کو خُدا کے لئے نہیں پڑھو گے اس علم سے بہت سا نقصان اٹھاؤ گے۔ اور فرمایا کہ علم یا عالم یا متعلم کو دوست رکھو تم گناہوں سے جو عمر بھر کیے ہیں پاک ہو جاؤ گے۔ اس بات کی روشنی میں حضرت جو اپنے دور کے خوش الحان قاری و روحانی پیشوا گذرے ہیں۔ انھوں نے حضور پاک کا یہ قول بیان کیا کہ حضور نے فرمایا کہ

"جس نے علم کو اور علماء کو دوست رکھا اس نے مجھے دوست رکھا
جس نے مجھے دوست رکھا اس نے اللہ کو دوست رکھا جس نے
اللہ کو دوست رکھا وہ جنّت میں داخل ہو گیا۔"

مزید اس باب میں حضرت نے عابد، عالم اور زاہد کی خصوصیات بیان کی ہیں اور عالم کو عابد اور زاہد سے زیادہ اہمیت دی ہے عالم کے بارے میں فرمایا کہ عابدوں اور زاہدوں پر ایک عالم اتنی فضیلت رکھتا ہے جتنی فضیلت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بہت سے کم مرتبہ انسانوں پر ہے۔ عالم کے بارے میں ہدایت دی کہ عابد کو عالموں سے نسبت مت دو کیونکہ عابد خُدا سے صرف اور صرف اپنی نجات چاہتا ہے اور عالم سینکڑوں انسانوں کی نجات۔

حضرت نے اس بات کی بھی تلقین کی کہ علم سے عمل مقصود ہے صرف احکامِ الٰہی کا پڑھ لینا مقصود نہیں وہ عالم جو بے عمل ہو اس کو اس کمان کی طرح سمجھ لو جو بغیر چلّے کی ہو اس حدیث شریف سے اس بات کا ثبوت دیا۔ اور اس بات پر زور دیا کہ علم حاصل کرو نا کے کسی مقصد کے تحت اور نا بلند عہدے کے لئے علم حاصل کرو اللہ اور اس کی خوشنودی کے لئے اور اس پر عمل بھی کرو ان ہدایتوں کو حضرت نے حضور پاک کے ارشادات و احادیث

شریف سے مزید مستحکم کیا ہے۔(۸)

☆ قضا حاجات، وضو، تیمم اور غسل:۔

اس باب میں حاجت اور اس کے طریقے بتائے اور کہا کہ جب حاجت کے لئے جاؤ تو اوّل بایاں قدم رکھو اور اگر تمہارے پاس کوئی کاغذ جس پر اللہ، رسول کا نام لکھا ہوا ہو تو اس کو دور کردو اپنے ساتھ نا لے جاؤ۔ وضو کے بارے میں فرمایا کہ بے وضو ہرگز نا رہو اگر وضو ٹوٹ جائے تو وضو کرلو بے وضو قرآن شریف پر نظر مت ڈالوں اور نا مسجد میں جاؤ اور بے وضو سلام کا جواب نہ دو غسل یا وضو کرتے وقت کسی سے بات نا کرو جب وضو سے فارغ ہو جاؤ تو سورہ انا انزلنا فی لیلتہ القدر پڑھے۔ تیمّم کے بارے میں فرمایا کہ تیمّم ہر اس چیز پر جو زمین کی جنس سے ہو کر سکتے ہیں۔ جیسے خاک، ریت، سرمہ وغیرہ مختصراً اس باب میں حضرت نے حاجت، وضو، غسل اور تیمّم اور ان کے طریقوں کے بارے میں نصیحت کی ہیں۔(۹)

☆ اوقات نماز تاریک الصلوٰۃ کی سزا:۔

''تحفتہ النصائح'' کا ہر باب جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے نصیحت سے بھرا پڑا ہے اس باب میں حضرت نے نماز اور اس کے ترک کرنے کے نقصانات بیان کیے ہیں۔ اور فرزند دلبند کو نماز کی پابندی کرنے کی تلقین دی ہے اور کہا کہ با جماعت نماز پڑھنا چاہیے۔اور فرمایا کہ پانچ وقت نماز پڑھنے میں ایک ہزار شہیدوں کا ثواب ملتا ہے جو چالیس دن تک جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے وہ نفاق سے محفوظ رہتا ہے۔اذان کے ضمن میں کہا کہ اذان کی اگر آواز سنے تو خاموش ہو جاؤ کسی کام میں مشغول نا رہوں اور برابر اذان کا جواب دیتے رہوں اگر ایسا نا کرو گے تو ہر وقت ممکنہ بلائیں آتی رہے گی۔اس باب میں

حضرت نے نماز چاشت، اشراق وتہجد ادا کرنے کی ہدایت کی۔اور مزید حضرت نے تلقین کی کہ اگر اللہ کی دوستی چاہتے ہو تو صبح کے وقت وضو کرو اور ذکرِ حق میں مشغول ہو جاؤ اور کہا کہ جب تک عشاء کی نماز سے فارغ نا ہو جاؤ بستر پر نا لیٹو اور نماز ختم کرتے ہی آیت الکرسی پڑھو اس سے جنّت تمہاری مشتاق ہوگی۔اور فرمایا کہ وقت پر اذان دو ناغہ مت کرو اس کا معاوضہ نا لو خواہ امامت کیوں نا ہو۔(۱۰)

☆ زکوٰۃ وصدقات:۔

اس باب میں حضرت راست پسر سے مخاطب ہے اور فرمار ہے کہ اگر تو مال پانا چاہتا ہے کہ وہ برسوں تیرے پاس رہے تو اس مال کا چالیسواں حصّہ محتاجوں کو دے اگر ساڑے سات تولے سونا ہو تو سوا دو ماسہ سونا زکوٰۃ دے اور چاندی میں چالیسواں حصّہ دے دوزخ سے نجات پائے گا اور اگر زیور بھی ہو تو اس کی زکوٰۃ فرض جانوں تا کہ تمہارے پاس برسوں موجود رہے زکوٰۃ دینے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ دس گائے ہو تو ایک سالہ بچھڑا دو اور چالیس بکریوں پر ایک بکری ایک سالہ دو اور پانچ اونٹ پر ایک سالہ ایک بکری، غرض اس باب میں حضرت نے زکوٰۃ اور اس کے دینے کا طریقہ بیان کیا ہے۔(۱۱)

☆ زکوٰۃ، زراعت، صدقہ ودُعا:۔

اس باب میں حضرت نے زکوٰۃ، زراعت یعنی کھیتی کے مال ودھن کا صدقہ اور دُعا کا ذکر کیا ہے۔اس ضمن میں فرمایا کہ اگر تم زراعت کرتے ہو تو غلّے کا دسواں حصّہ دو ورنہ گناہ گار ہو جاؤ گے۔اور پھلوں میں برکت نا پاؤ گے۔صدقے کے بارے میں فرمایا کہ مالِ حلال سے صدقہ دو اگر مال حرام سے صدقہ دو گے اور پھر اس سے جزا کی امید

رکھوں گے تو گناہ گار ہو جاؤ گے اور دوزخ میں جاؤ گے۔ اور یہ امر شراب نوشی سے بھی بدتر ہے۔ مزید فرمایا کہ خُدا کے لئے صدقہ دو نام اور دکھاوے کے لئے نہیں۔ اگر فقیر کو صدقہ دو گے تو اسے احسان رکھ کر تکلیف نہ دو اس اعتبار سے سرورِ کائنات حضور ﷺ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ نے ارشاد کیا کہ "اپنے صدقے کا باطل نہ کرو احسان سے اور تکلیف سے" اور کہا کہ اگر صدقہ خفیہ دو گے تو خُدا کے غصّے سے امن میں رہوں گے۔ عمر نوح کی طرح دراز ہو گی اور دس گناہ مال روز ملے گا۔ اس ضمن میں پھر حضور ﷺ کا قول بیان کیا کہ "خفیہ صدقہ دینا خُدا کے غضب کو بجھا دیتا ہے"۔

دُعا کے ضمن میں حضرت نے فرمایا کہ اگر فقیر کو کچھ نذرانہ پیش کر کے دُعا کے لئے کہے تو وہ مال حلال روزی سے ہونا چاہیے اگر فقیر دُعا کریں اور جانتا ہے کہ یہ مال حرام ہے تو وہ گناہ گار ہوگا اور مال حرام دیتے وقت بسم اللہ زبان پر لائے گا تو وہ کافر ہو جائے گا اور دوزخ میں جائے گا۔ اگر صدقہ دینا چاہتے ہو تو قرابت داروں کو دو اگر قرابت دار محتاج ہوں تو ان کو چھوڑ کر فقیروں کو نہ دو۔ صدقے کے بارے میں فرمایا کہ صدقہ بلاؤں کو پلٹا دیتا ہے۔ اور خُدا کے غصّے کو دبا دیتا ہے۔ صدقہ دینے والے کبھی مصبتوں، بلاؤں اور ہلاکتوں میں مبتلا نہ ہوں گے۔ یہ پند و نصائح حضرت نے اپنے فرزند دلبند کو کیے لیکن یہ پند و نصائح تمام خلقت کے لئے مشعلِ راہ ثابت ہو رہے ہیں۔ ان میں نا صرف نماز، روزوں اور زکوٰۃ اور حج و حدیث کی نایاب باتیں ہیں۔ بلکہ زندگی گذارنے کے طریقے اور سلیقے، تہذیب و تمدن اور فکر و فن کے گوہر پروئے ہوئے ہیں جو ہمیں راہِ نیک پر چلنے کی ہدایت و تلقین دیتے ہیں۔ (۱۲)

☆رمضان المبارک کے روزے:۔

جیسا کہ اس باب سے ہی ظاہر ہے کہ اس میں روزے کا ذکر ہے حضرت نے رمضان مبارک کے روزوں کے ساتھ ساتھ نفل روزوں اور ایامِ بیض کے روزوں کا بھی ذکر کیا ہے۔ حضرت نے رمضان المبارک کے روزوں کے بارے میں فرمایا کہ جب رمضان کا مہینہ آجائے تو دل سے نیت کرو اور روزہ رکھو روزے کی حالت میں غیبت مت کرو، گالیاں مت دو اگر ہوا گرم ہو تو پانی سے افطار کرو اگر ہوا سرد ہو تو کھجور سے افطار کرو خُدا کے لئے روزہ رکھو نام اور دکھاوے کے لئے نہیں۔ سحر میں ہمیشہ کھانا کھاؤ اس کو ترک نہ کرو افطار اور سحر کے کھانے کے متعلق خُدا کبھی پرسش نہ کرے گا اور فرمایا حضرت نے کہ فرض روزوں کے علاوہ نفل روزے بھی رکھا کرو اس ضمن میں ایامِ بیض کے روزوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہ روزے ہر ماہ کی ۱۳، ۱۴، ۱۵ کو رکھو ماہِ رجب میں بھی روزے رکھو ابتدائے ماہ میں درمیانی ماہ میں اور ماہِ آخر میں یومِ تردیومِ عرفہ اور یومِ نحر کے روزوں کی بھی تائید کی۔

یوم ترد:۔ آٹھویں ذلحجہ

یوم عرفہ:۔ یعنی نویں ذلحجہ

یومِ نحر:۔ یعنی دسویں ذلحجہ کو نمازِ عید سے فارغ ہو کر افطار کرے جمعرات وجمعہ اور ماہِ شوّال کے بھی چھ روزے رکھو اور روزے کو خُدا کا راز جانو اس راز کو کسی سے بیان نہ کرو روزے کے بارے میں حضرت نے فرمایا کہ کل قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ انسان کے اعمال کو دشمنوں میں تقسیم کردے گا تو تمام بندگی دشمنوں میں تقسیم ہو جائے گی مگر روزہ باقی رہے گا تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ نیز حضرت نے ان ابتدائی ابواب کو اسلام کے پانچ ارکان پر

محیط کیا۔ اور راست احادیث شریف، سرورِ کائنات ﷺ کے اقوال اور قرآنِ مجید کی آیتوں سے ان کا ثبوت دیا۔ (۱۳)

☆ حج، سفر اور کافروں سے جہاد کے بیان میں:۔

حضرت نے اس میں سفر حج کے بارے میں پسر بزرگوار کو تاکید کی کہ اگر تم سفر کرنا چاہتے ہو تو کعبہ کا سفر کرو تا کہ حرم کعبہ کا طواف کرے اور حجرِ اسود کا بوسہ لے سکے اور ساتھ میں اس بات کی بھی ہدایت دی کہ اگر راستے کا توشہ اور سواری کا خرچ رکھتے ہو حج کرنا فرض ہے۔ اور اہل و عیال کا بھی ایک سال کا خرچ دو تب جا کر تم سفر حج کو نکلو۔ یعنی ہر طرح سے بری ہو کر تم یہ سفر کرو۔ اور فرمایا کہ اگر حج ادا کر لو تو ایک گناہ بھی باقی نہیں رہے گا۔ جنّت میں خوش خوش جاؤ گے۔ اگر کوئی شخص حج کرے اور حضور ﷺ کی زیارت کو نا جائے تو یقین کر لو کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے فرمایا کہ "جفانی" اس نے مجھ پر ظلم کیا۔

اس باب میں حضرت نے مزید فرمایا کہ اگر سفر کرو تو تنہا نا جاؤ کسی دوست کو ساتھ میں رکھو اور قمر اور مشتری یعنی دوشنبہ اور پنجشنبہ کو سفر کرو اس سفر سے راحت پاؤ گے۔ دنوں کے بارے میں فرمایا کہ جمعہ اور اتوار کے دن مغرب کی طرف سفر نا کرو جسم میں تکلیف ہوگی اور صحت قائم نا رہے گی۔ دورانِ سفر اگر راستہ بھول جاؤ اور راستہ نا ملیں تو اسی وقت اذان کہوں راستہ مل جائے گا۔ جہاد کے بارے میں حضرت نے کہا کہ کافروں کے ساتھ جنگ کرو اس جنگ کو فرض سمجھو کسی وقت بھی جہاد سے نا بھاگو گناہ گار اور دوزخی ہو جاؤ گے۔ جہاد سے بھاگنا گناہِ کبیرہ ہے یعنی حضرت نے سفر کے ساتھ ساتھ جہاد کرنے کی بھی تلقین کی۔ (۱۴)

☆ تلاوتِ قرآن، ذکر، دُعا، درود:۔

حضرت نے اس باب میں تلاوتِ قرآن درود اور اوقات دُعا کا ذکر کیا ہے۔ تلاوتِ قرآن کے بارے میں فرمایا کہ قرآن پڑھو تو دل و جان سے پڑھو ہر بات کے معنی و مطالب سے آگاہ ہو جاؤ اور دس دن میں ایک قرآن ختم کرو قرآن مجید میں بہت سے معنی پوشیدہ ہیں اس کے پڑھنے میں غور کرو پڑھتے وقت ایسا سمجھو کہ گویا کہ خُدا سن رہا ہو اور فرمایا کہ حقیقت میں قرآن کے اسرار سے واقف ہونا چاہو اور خُدا کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہو تو دل کے صحن میں جھاڑو دے کر مال و زر کو دور کر دو۔ بزرگانِ دین نے دُنیا و دُنیاوی اسباب یعنی مال و زر وغیرہ کو حقیر چیز سمجھا ہے اور اس سے کنارہ کشی اختیار کی ہے۔

حضرت نے قرآن مجید کی صورتوں و آیتوں کی تلاوت کے بارے میں بھی تلقین کی ہے کہ کون سی آیت یا سورہ کس وقت پڑھنا چاہیے اس ضمن میں فرمایا کہ سورہ یسٰین بعد نماز فجر پڑھوں ،سورہ نوح بعد نماز ظہر ،سورہ عم بعد نماز عصر ،سورہ واقعہ بعد نماز مغرب اور سورہ ملک بعد نماز عشاء پڑھو اور شب جمعہ سورہ طٰہٰ پڑھو اور جمعہ کی نماز سے قبل سورہ کہف پڑھو، قید میں سورہ اخلاص پڑھو ہر بخار اور سر درد کے لئے سورہ فاتحہ معہ بسم اللہ کے اکتالیس مرتبہ پڑھو۔ ذکر کے بارے میں کہا کہ پانچ وقت ذکر کرو ذکر کو اپنی غذا بنا لو جس وقت تم خُدا کا ذکر کرو تو خُدا تمہارا ذکر کرے گا ہر سحر میں ذکر کرو گے تو ولی بن جاؤ گے۔ ذکر اور دُعا پوشیدہ ہو اور ریا سے پاک ہو تو خُدا کی ملاقات حاصل ہوگی۔ دُعا اور اس کے اوقات کے ضمن میں فرمایا کہ جب تم دُعا کرو تو پہلے درود پڑھو اور آخر میں بھی درود پڑھو تا کہ جلد سے جلد قبولیت ہو۔ دُعا کی قبولیت تا وقت جمعہ کی اقامت جب کے امام خطبہ پڑھ رہا جمعہ کی آخری گھڑی عصر سے مغرب تک دُعا کرنا بہت ہی غنیمت سمجھ لو۔ چہار شنبہ شب جمعہ عیدین اور اس وقت بھی جب کہ بارش

ہو دُعا کرو نماز فرض ادا کرنے کے بعد بھی دُعا کرو اور مظلوم کی دُعا لو اور ماں باپ کی بھی دُعائیں ضرور مقبول ہوتی ہیں۔ حضرت نے اس باب میں تلاوت قرآنِ مجید ذکر اللہ، درود اور دُعا کا ذکر اور ان کے پڑھنے کے طریقے و اوقات کو نہایت سلیس انداز میں بتایا ہیں (۱۵)

☆ در بیان مکاسب وقناعت وسوال می گوید:۔

اس باب میں حضرت نے صبر وقناعت کے بارے میں فرمایا ہے۔ اور کہا کہ محنت کرنا چاہیے اور کمانے اور محنت کو شرم نہیں سمجھو اور کہا کہ علم سیکھو جس کے عبث تم ہنر والے ہو جاؤ گے۔ علم و ہنر سیکھنے سے بہت سے دروازے پھرنا نہ پڑے گا۔ جو شخص صاحبِ ہنر ہوتا ہے وہ در بدر پھر کر روٹی حاصل نہیں کرتا۔ اپنی کوشش کی کمائی سے کھاؤ اور کسی سے کوئی چیز نا مانگو۔ جانِ پسر کو اس بات کی بھی ہدایت کی کہ فوراً کام کرنے لگ جا کاہلی کو کافری سمجھ کاہل آدمی کو کاہل نہ سمجھو بلکہ بیل، گدڑ، گدھا سمجھو حضرت نے آپ کمائی پر زور دیا اور اس ضمن میں فرمایا کہ پہاڑ اور جنگل سے اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا لا اس کو بازار میں فروخت کر اور یہ کمائی کھا یہ باپ کی سینکڑوں روٹیوں سے بہتر ہے۔ مزید فرمایا کہ کھانے کے لئے کسی کے دستر خوان کا منتظر نہ رہنا چاہیے جو شخص ایسا منتظر دِکھائی دے اس کو کتّے سے بدتر سمجھو اور کہا کہ محنت کی روٹی کھاؤ اور کسی سے کچھ نہ مانگو اگر ایسا کرے تو بہشت میں سونے کا گھر پاؤ گے۔ کسی سے کچھ لینا فقیری کی علامت ہے اور کسی کو کچھ دینا معتبر بادشاہ کی صفت ہے۔ اس باب میں حضرت نے ایک اچھی نصیحت کی وہ یہ کہ اپنے حالات کسی سے نہ کہو تکلیف اٹھاؤ اور روٹی کماؤ یقیناً شریعت میں مانگنا منع ہے۔ حضرت نے زراعت جیسے پیشے کو نہایت اہم بتایا ہے اور کہا ہے کہ اس میں محنت کرنے سے زیادہ غلّہ حاصل ہوتا ہے۔ دُنیا میں کمائی کے جتنے بھی طریقے

ہیں ان سب میں نفع مقررہ ملتا ہے زراعت میں بہت زیادہ نفع ہے اس کا نفع مقررہ نہیں ہے غرض اس باب میں حضرت نے محنت ومشقت کرنے کی تلقین کی جو آج کے ترقی یافتہ سماج کے لئے نہایت ہی آزمودہ سبق ہے۔(١٦)

☆ درآداب طعام خوردن ( کھانے کے آداب ):۔

اس باب میں حضرت نے کھانے کے آداب کے بارے میں تلقین کیا۔ کہا کے بھوک میں کھانا کھائے تو اس سے بیماری نا ہوگی پیٹ بھرا ہوا اور کھانا کھائے تو یہ کھانا دل اور جگر دونوں کو کھا جائے گا۔ اس کے آداب میں فرمایا کہ کھانا اپنے سامنے سے کھاؤ کسی دوسرے کے سامنے ہاتھ ناڈالو لقمہ چھوٹا لو ہر ایک لقمہ پر بسم اللہ کہو غرض اس باب میں کھانا اور اس کے متعلق ہدایت دی گئی ہیں۔ مزید حضرت نے فرمایا کہ اگر کھانے یا پانی میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے کر نکال لو اور کھانے کو استعمال کرو اپنی اس بات کو حضرت نے مزید مستحکم کرنے کے لئے حضورﷺ کی یہ حدیث بیان کی کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ ''اس کے ایک پر میں زہر اور دوسرے میں شفا ہے۔'' (١٧)

☆ دربیان آداب آب خوردن (پانی پینے کے آداب):۔

اس باب میں حضرت نے پانی پینے کے آداب بیان کیے ہیں۔ اس بارے میں حضرت تلقین کررہے ہے کہ اگر پانی پینا چاہوں تو تھوڑا پانی پیو پسر بزرگوار ایسی حالت میں ہی کہ جب کہ تو ٹھہرا ہوا ہو تین دم میں پانی پی کھڑے ہو کر پانی مت پی چار مقام پر پانی پیو۔

١) وضو کا بچا ہوا پانی۔

٢) راہ چلتے میں روک کر پیا ہوا پانی۔

۳) زمزم کا پانی۔

۴) جھوٹا پانی۔

مزید فرمایا کہ چار وقت پانی نا پیو۔

۱) نہار پیٹ۔

۲) خلوت کے بعد۔

۳) نیند سے اٹھتے ہی۔

۴) پیشاب یا پاخانے کے بعد۔ (۱۸)

اگر گناہ زیادہ ہو گئے ہو تو لوگوں کو پانی پلاؤ گناہ مٹ جائیں گے۔ اور اگر پیاسے کو پانی پلائیں گے تو اس کے معاوضہ میں جنت میں ایک سو حوض ملیں گے۔

☆ کپڑے پہننے کے آداب کے بیان میں:۔

حضرت نے کپڑے پہننے کے آداب کے بیان میں فرمایا کہ ایسے کپڑے پہنوں جو مضبوط رہے جالی اور شربتی ململ نا پہنو ایسے کپڑے پہنو جس سے جسم ڈھپ سکے سوتی کپڑے پہنو اس میں راحت پاؤ گے۔

☆ ذکر کرنے اور سونے کے بیان میں:۔

اس باب میں حضرت نے فرمایا کہ سوتے وقت ذکر کرو اور ذکر کرتے ہوئے سو جاؤ اور بیدار ہوتے ہی ذکر کرو اور ہمیشہ باوضو رہو اور باوضو سونے کی تلقین کی جس کی وجہ سے زیادہ ثواب پاؤ گے۔ اور کہا کہ سوتے وقت چراغ خاموش کر دو اور دروازہ بند کر دو جہاں تک ہو سکے زمین پر مت سوؤں کیونکہ طاعون اور وبا زمین ہی کے

اثرات سے پیدا ہوتے ہیں اور اگر خواب دیکھے تو اس کی تعبیر عالموں سے پوچھوں۔(۱۹)

☆خرید و فروخت کے بیان میں:۔

اس باب میں حضرت نے فرمایا کہ تجارت اختیار کرو یعنی تجارت پر ترجیح دی گئی ہے اور کہا کہ یہ تمام پیشوں میں سے بہتر ہے۔ کپڑوں کی تجارت میں زیادہ برکت ہے گھوڑے اور دوسرے جانور بھی خرید و فروخت کرو حضرت نے اس بات کی بھی نصیحت کی کہ اگر خرید و فروخت کرو تو ہر گز زبان پر قسم کا لفظ نہ لاؤ اگر سچّی قسم کھائے تو روزی میں تنگی ہو جاتی ہے۔ چیزیں دُکان سے گھر لاؤ تو بغیر ناپ تول کے نہ خرید کرو اور نہ فروخت کرو۔(۲۰)

☆بادشاہوں، امیروں اور مالداروں کی صحبت میں نا جانے کے بیان میں:۔

اولیائے کرام کی عادت رہی ہے کہ انھوں نے کبھی اپنے آپ کو بادشاہوں کی محفلوں کی زینت نہیں بننے دیا اور نا ان سے کوئی صحبت و تعلق رکھا اور ان سے ہمیشہ کنارہ کش رہے۔ اس باب میں حضرت نے اپنے جانِ پسر کو بھی اس بات کی تلقین کی کہ امیروں اور بادشاہوں سے پرہیز کرو اور ان کی تقریب کو زہر قاتل سمجھو۔ اگر تم بادشاہ کے مصاحب ہو جاؤ گے تو ہر وقت ہزار ہا خطرے دیکھو گے اور فرمایا کہ جب اپنے دروازے پر کسی مالدار کو دیکھو تو فوراً اس سے بھاگ جاؤ اور اگر فقیر نظر آجائے تو اس کو گھر میں لاؤ اور جو کچھ گھر میں موجود ہو اس کے سامنے رکھ دو۔(۲۱)

☆اچھے اخلاقِ زندگی، مشورہ اور پڑوسیوں کے حقوق کے بیان میں:۔

اس باب میں حضرت نے اچھے اخلاق کی تعلیم دی ہے جو اچھی زندگی گذارنے کے لئے

ضروری ہے۔ اخلاقی تعلیم کی تلقین میں حضرت نے فرمایا کہ تم اچھے اخلاق کو اپنا پیشہ بنالو تا کہ بے انتہا ثواب پاؤ اور مخلوق کے ساتھ ایسی خوش خلقی سے پیش آؤ کہ مشہور ہو جاؤ۔ اپنی بات کو وسعت دیتے ہوئے کہا کہ اگر کوئی تمہیں برا کہے تو اخلاق سے پیش آؤ جواب نا دو مخلوق تمہاری دوست بن جائے گی۔ تمام لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ اور اخلاقی اقدار سے نہ ہٹو۔

مشورہ کے بارے میں فرمایا کہ جو کوئی کام کرو مشورہ کر کے کرو بغیر مشورہ کے کوئی کام نہ کرو۔ اس ضمن میں فرمایا کہ حضور ﷺ رسولوں کے شہنشاہ ہے انھوں نے مشورہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ پڑوسیوں کے بارے میں بھی فرمایا کے انھیں بھی ان کا حق دو جو ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (۲۲)

☆ والدین کے حقوق اولاد پر کے بیان میں :۔

حضرت نے اس باب میں فرمایا کہ والدین کے حقوق اولاد پر کس قدر ہے اس بات کا ثبوت قرآن مجید اور احادیث شریفین سے دیا کہا ماں باپ پر احسان کرو تا کہ بے انتہا ثواب پاؤ ان کی خدمت کو فرض سمجھو اور یہ بات قرآن وحدیث دونوں میں آئی اور فرمایا کہ جو شخص ماں باپ کی عزّت کرتا اچھی طرح جان لو کہ اس کو دونوں جہاں میں عزّت حاصل ہوتی ہے اور وہ تمام لوگوں میں مقبول ہو جاتا ہے۔

حضرت نے ماں کی عزّت و مرتبہ کو بیان کرتے ہوئے القمہ کا قصہ بیان کیا اور کہا کہ ماں سے بدتمیزی اور نافرمانی کرنے کے بعد القمہ کی کیا حالت ہوئی اور وہ کس طرح کرب و اضطراب میں مبتلا ہوا اُسے تب ہی جا کر نجات حاصل ہوئی تب ماں نے اسے بخش دیا اس ضمن میں حضرت نے حضور ﷺ کا قول بیان فرمایا آنحضرت ﷺ نے

ارشاد فرمایا کہ عبادت کام نہیں آتی البتہ ماں باپ کی رضامندی کام آتی ہے۔اس باب میں حضرت نے دُعا بھی کی کہ اے کرم اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم بے ریا عبادت کرے اور ماں باپ کی خدمت کریں۔(۲۳)

☆ قرض لینے اور قرض دینے کے بیان میں:۔

اس باب میں حضرت نے فرمایا کہ قرض لینا اور قرض دینا یعنی قرض لینے اور قرض دینے سے پرہیز کرو اور اگر قرض لینا ہی پڑے تو اِن تین صورتوں کے سوا کوئی شخص قرض نہ لے۔(۱) شدّت بھوک میں (۲) کفن کے لئے (۳) لڑکی کی شادی کے لئے۔(۲۴)

☆ کلام، سلام، خاموشی، غیبت، تہمت، چھینک اور قسم کے بیان میں:۔

جیسا کہ باب کے عنوان ہی سے پتہ چل رہا کہ اس باب میں حضرت نے کس بات کی تلقین فرمائی حضرت نے کہا کہ تم کسی مجلس میں جاؤ تو خاموش بیٹھوں اور کسی نے کچھ پوچھے تو جواب موتیوں کی طرح دو کیونکہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو خاموش رہا سلامت رہا جو سلامت رہا نجات پایا۔

غیبت کے بارے میں فرمایا کہ اگر کوئی شخص غیبت کرتا ہے تو غیبت کرنے والے کی نیکیاں اس کو جاتی ہیں جس کی غیبت کر رہا ہے۔اور کہا کہ غیبت کا گناہ تمام گناہوں سے زیادہ بڑا ہے۔چغلخوری کے بارے میں فرمایا کہ وہ دوزخی ہے وہ جنت کی بو بھی نہیں سونگے گا۔اِس ضمن میں حضور ﷺ کی حکایت بیان کی کہ حضور ﷺ دو قبروں سے گزرے فرمایا اِن دونوں قبر والوں پر عذاب ہو رہا

گناہِ کبیرہ کی وجہ سے نہیں بلکہ صغیرہ کی وجہ سے عذاب ہورہا ہے ایک پیشاب کرنے کے بعد ستر کو پاک نہیں کرتا تھا دوسرا چغلخوری کرتا تھا۔ پھر آپ نے ایک کھجور کی ڈالی کو چیر کر دو حصے کیے اور دونوں ڈالیاں ان قبروں پر لگا دیا صحابہؓ نے پوچھا یارسول اللہ آپ نے ایسا کیوں کیا جب تک یہ ڈالیاں کچی رہے گی عذاب میں تخفیف ہوگی۔

خاموشی کے ضمن میں فرمایا کہ تمام بلائیں زباں ہی سے لاحق ہوتی ہیں۔ زباں کا جسم اگرچہ تھوڑا ہے لیکن اس کا گناہ بہت زیادہ ہے۔ حضور اکرم نے فرمایا کے بلا گویائی سے لاحق ہوتی ہے۔ قسم کے بارے میں فرمایا کہ خُدا کے سوا کسی کی قسم زباں پر نہ لاؤ اس سے گنہگار دوزخی ہو جائے گا۔ حضرت راست اپنے فرزند سے مخاطب ہے مزید فرمارہے کہ اگر تو صدق دل سے قسم کھا رہا ہے تو مت کھا قسم کھانے والا دوزخ میں جائے گا۔ چھینک کے بارے میں فرمایا اگر جانِ پسر تو کسی کی صحبت میں ہے اور وہ شخص چھینکے تو فوراً الحمد اللہ کہہ تو کان دانت اور پیٹ میں درد نا ہوگا۔ غرض یہ وہ پند ونصائح ہیں جو ہمیں روزمرّہ کی زندگی کو سلیقے وطریقے سے جینے کے نئے انداز سکھا رہے ہیں۔ (۲۵)

شاہ راجو قتّال حسینیؒ نے اس کتاب میں زندگی میں پیش آنے والے نشیب وفراز بچپن سے بڑھاپے تک جن جن مراحل سے انسان گذرتا ہے اور کون کون سی دُشواریاں وتکالیف کا سامنا کرنا پڑھتا ہے زندگی میں پیش آنے والی بڑی سے بڑی الجھنیں اور چھوٹی سے چھوٹی باتوں کو ہدایات کے تحت نہایت سلیس انداز میں پیش کیا اور ان ہدایتوں کو حضرت نے کل ۴۵ ر ابواب میں تقسیم کیا حضرت نے کسی باب میں تکبّر اور حسد سے پرہیز کی تلقین کی تو کسی باب میں اخلاص وریا کا ذکر کیا کہیں پر توکّل ورضا کو پیش کر دیا تو کہیں صبر کرنے کی

تاکید کی اور اس ضمن میں فرمایا کہ ہمیشہ کی خوشی چاہتے ہو تو صبر کو اپنا ساتھی بنالو اس ضمن میں مزید فرمایا کہ صبر کرنے سے بہت خوشی حاصل ہوتی ہے۔(۲۶)

''تحفۃ النصائح'' ۴۵ پھولوں کا وہ ہار ہے جس کے پڑھنے سے اس کے ہر پھول کی خوشبو منفرد اور جامع لگتی ہے۔اس کتاب کے کسی باب میں حضرت توبہ کا ذکر کرتے ہیں تو کسی میں اچھے کام کرنے کی تاکید اور برائی سے بچنے کی تلقین کرتے ہیں۔کہیں پر سماع و رقص کی باتیں ہوتی ہیں تو کہیں ظرافت اور دلچسپی کی لن ترانی ہے۔اس کا ہر باب ایک نئی ہدایت و تلقین عطا کرتا ہے۔جس سے عام انسانی زندگی نہایت عظیم فائدہ اٹھائے گی۔(۲۷)

حضرت کہیں پر جانوروں کو ذبح کرنے اور کھانے کے بارے میں ہدایت دیتے ہیں تو کہیں مہینہ اور دن کے اچھے برے ہونے کی خاصیت بیان کرتے ہیں تو کسی باب میں بُڑھاپے اور جوانی کے بیان میں تلقین کرتے ہیں مفلسی اور تنگ دستی کے اسباب میں حضرت نے فرمایا کے بیوی خاوند کا نام نہ لے اور خاوند بھی بیوی کا نام نہ لے اس ضمن میں حضرت نے محتاجی اور بدبختی کے چالیس اسباب جو امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے ان کا ذکر کیا ہے۔اس باب کے برعکس تونگری کے اسباب بھی بیان کیے ہیں۔اس ضمن میں تونگر ہونے کے تیس اسباب حضرت نے اپنے پند و نصائح میں درج کیے ہیں۔(۲۸)

زیرِ نظر کتاب کے آخری ابواب میں حضرت نے جنت واجب ہونے کے اسباب و دوزخ میں جانے کے اسباب و ابراھیمؑ کی سنتوں میں سے دس سنتوں کا بیان اور مناجات و ختم کتاب کا ذکر کیا ہے۔(۲۹)

حضرت نے مناجات میں اپنے لئے دُعا اور مقبول کتاب ہونے کے لئے دُعا مانگی حضرت

نے فرمایا کہ خُدایا مصطفےٰ ﷺ اور اولیاء اللہ کے طفیل میں اس تحفہ کو ایسا مقبول بنادے کہ یہ تحفہ تمام دُنیا میں پسند آجائے مختصراً جب ہم اس تحفہ کا غور سے مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اس میں سلوک ونصیحت اور ہر قسم کی حکمت، فقہ، علم کلام، قرآنِ مجید کی آیات وسورتیں اور احادیث شریف اور اس دور کی ابتدائی ترقی وترویج کے سراغ ملتے ہیں۔ (۳۰)

☆ تاریخی اہمیت:۔

تاریخی نقطۂ نظر سے اگر اس کتاب کو دیکھا جائے تو ہمیں نثری ادب میں اس کتاب کا ایک بلند واہم مقام دیکھائی دیتا ہے۔ اس میں آئمہ کرام اور اولیائے عظام، قرآنی آیات اور احادیث نبوی اور ان احادیث شریف کی فضیلت اور اس کے بارے میں حکایتوں کے ساتھ وضاحت ملتی ہیں۔

☆ ادبی اہمیت:۔

ادبی حیثیت سے بھی فردوسِ نظر کتاب ''تحفۃ النصائح'' کو نہایت اہم مقام حاصل ہے۔ کیونکہ جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے کہ اس میں حضرت نے پند ونصائح اپنے فرزند کو ارشاد کیا جو تمام مومن مسلمان مرد، عورت کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ چونکہ حضرت اس دور کے عالم فاضل ہی نہیں بلکہ فارسی گوشعراء میں انھیں بلند مقام حاصل ہیں۔ اور وہ اپنا تخلص راجو رکھتے تھے زیرِ نظر کتاب کو حضرت نے مثنوی کی طرز پر تحریر کیا ہے۔ اس کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس تصنیف کے مطالعہ سے ہمیں اس دور کی سیاسی، سماجی اور معاشرتی تہذیبی وتمدّنی زندگی کا پتہ چلتا ہے۔

زیرِ بحث کتاب کی نمایاں خوبی یہ بھی ہے کہ حضرت نے اپنی ہدایات وارشادات کو

شعری انداز میں تحریر کیا ہے اور کتاب کے مطالعہ سے اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اپنے عہد کے چوٹی کے شاعر تھے۔ عبارت کے اعتبار سے بھی اسے فوقیت حاصل ہے۔ اس مشہورِ زمانہ تصنیف سے حضرت کی شاعری کے چنیدہ اشعار درج ذیل ہیں۔

"آنکس کہ عزّت مید حد ابوین را بشنونکو دارین عزّت مردرا مقبول در جملہ بشر

ترجمہ:۔ جو شخص اپنے ماں باپ کی عزّت کرتا ہے اچھی طرح سن لو کہ اس کو دونوں جہاں میں عزّت حاصل ہوتی ہے۔

"توروی در مجلسے ساکت نشیں خاموش ہم مکشائے اوّل تو سکوں پاسخ بگو چوں دُر گہر"

ترجمہ:۔ جب تم کسی مجلس میں جاؤ تو خاموش بیٹھے رہو پہلے تم بات کرو اور جواب موتیوں کی لڑی کی طرح دو۔

"اوّل بہ بینی چوں کسے اورا سلامے کن رواں یابی جزا بے حد وعد ہر گز نیاید در حصر

ترجمہ:۔ جب تو کسی کو دیکھے تو فوراً اس کو سلام کر بے حد و بے حساب ثواب پائے گا اس کا شمار نہ ہو سکے گا۔

"یسٰین و نوح و عم را ہم واقعہ با ملک خواں پس فجر و ظہر و عصر مغرب عشاء ائے شہ پسر"

ترجمہ:۔ سورہ یسٰین بعد نماز فجر پڑھو سورہ نوح بعد نماز ظہر پڑھو سورہ عم بعد نماز عصر، سورہ واقعہ بعد نماز مغرب سورہ ملک بعد نماز عشاء پڑھو۔

اس کتاب کی زباں سادہ، شیریں اور دلکش ہے۔ چونکہ یہ الفاظ مرشد کے زباں گوہر بار سے نکلے ہوئے ہیں اس لئے ہمیں اس دور کی عام بول چال کا ایک ایسا مکمل نمونہ ملتا ہے جو اپنے آپ میں نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ اور یہی الفاظ آگے چل کر ترقی کے مدارج طئے کرتے ہیں اور

مقفعٰ و مسجعٰ عبارت میں نئے نئے انداز میں پیش ہوتے ہیں۔ جیسے یہ شعر ملاحظہ ہو ؎

''شرمے نداری ننگ ہم کسب کردن جان من آموز کسب و علم ہم شوذ و فنون صاحبِ ہنر''

ترجمہ:۔ اے میری جان تو کمانے اور محنت کرنے کو شرم اور ننگ مت سمجھ کمانے کے طریقے اور علم سیکھو، علم و ہنر والے ہو جاؤ گے۔

زیرِ بحث تحفہ کی لفظیات پر غور کریں تو ہمیں اس میں وہ دکنی الفاظ کی لڑی ملتی ہیں جو حضرت نے نہایت ہی برجستہ و برمحل انداز میں اپنے وعظ و ہدایت میں استعمال کیا۔ جیسے جھاڑ، سون، یاں، لگن، نین، کوں، بھاگ وغیرہ غرض حضرت نے اپنی کتاب ''تحفتہ النصائح'' میں نہ صرف اپنے پسر بزرگوار کو نصیحت کی ہے بلکہ تمام مومن مسلمان کے لئے یہ مشعلِ راہ ہیں۔ طرزِ تحریر اسلوب اور زباں کی ابتدائی مدارج کا واضح انداز ہوتا ہے۔ اُردو زبان کی تاریخ میں اس کتاب کا اہم مقام ہے کیونکہ یہ زنجیر کی اہم کڑی ہے۔ اور سب مرد عورت بچّے و جوان، بوڑھا سب پر واجب ہوتے ہیں مہد سے لحد تک انسانوں کو جن جن مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور جن جن مراحل سے گذرنا پڑتا ہے وہ سب تفصیلی حیثیت سے اس شعری مجموعہ میں موجود ہیں۔ اس مجموعے کو گوشۂ گمنامی سے نکال کر صف اوّل پر لانا نہایت ضروری امر ہے۔

☆ حوالے وتشریحات ☆ {تحفۃ النصائح}

| سلسلہ نمبر | اسمائے کتاب | مصنف رمولف | سنِ اشاعت رایڈیشن رمقامِ اشاعت | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|---|
| ۱۔ | گلستانِ خلد آباد | محمد عبدالحیی | ۱۴۲۲ھ ر۲۰۰۱ء اورنگ آباد | ۲۲۱ |
| ۲۔ | دکن میں اُردو | نصیر الدین ہاشمی | پہلا ایڈیشن ۱۹۸۵ء | ۴۰ |
| ۳۔ | تحفۃ النصائح | شاہ راجو قتال حسینی رمولوی سیّد کلیم اللہ حسینی | مطبوعہ عماد پریس چھتہ بازار حیدر آباد | ۷۔۸ |
| ۴۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۱۔۲۔۳ |
| ۵۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۹ |
| ۶۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۱۳ |
| ۷۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۱۴۔۱۵ |
| ۸۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۲۳۔۲۶ |
| ۹۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۲۷۔۲۸ |
| ۱۰۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۳۰ |
| ۱۱۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۳۲ |

| ۱۲۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۳۳۔۳۴ |
|---|---|---|---|---|
| ۱۳۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۳۵۔۳۶ |
| ۱۴۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۳۷۔۳۸ |
| ۱۵۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۴۰۔۴۱ |
| ۱۶۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۴۲ |
| ۱۷۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۴۸ |
| ۱۸۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۵۰۔۵۱ |
| ۱۹۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۵۲ |
| ۲۰۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۵۵ |
| ۲۱۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۵۷ |
| ۲۲۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۵۹ |
| ۳۲۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۶۱ |
| ۲۴۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۶۴ |
| ۲۵۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۶۶۔۶۷ |
| ۲۶۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۷۲۔۷۸ |
| ۲۷۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۸۲ |
| ۲۸۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۸۷ |

| ۲۹۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۹۸ |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| ۳۰۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۱۱۶_۱۲۴ |

# ﴿احسن الاقوال﴾

## نسخۂ ملفوظات حضرت بابا شیخ برہان الدین غریبؒ

﴿مولّف﴾

حضرت خواجہ حمّاد بن عمّاد کاشانیؒ "بزبان فارسی"

﴿مترجم﴾

☆ محمد عبد المجید وکیل خُلد آبادی ☆

(بزبان اُردو دکنی)

مروجہ اُردو زبان

ڈاکٹر مرزا بیگ فرحین جہاں بنت مرزا صائب بیگ ☆

اِس مقالے میں ۱۴ویں صدی عیسوی کے ملفوظات پر بحث جاری ہے ''احسن الاقوال'' بھی اسی صدی کا ملفوظ ہے۔ علمی ادبی اور تاریخی اعتبار سے اس کی اہمیت ہے ان ہی نکات پر روشنی ڈالی جارہی ہے۔ یہ وہ گوہر ہیں جنھیں آج سے تقریباً ۷۰۰ سال پہلے ضبطِ تحریر کیا ہے۔ یا حوالۂ قلم کیا گیا ہے۔ اس وقت یہاں کی یعنی ہندوستان کی عالم وفاضل کی زبان فارسی ہوا کرتی تھی۔ ظاہر بات ہے یہ ملفوظ بھی اسی زبان میں ہے جو یہاں پر رائج تھی۔ یہ وہ گوہر نایاب ہیں جن سے ہم اُس زمانے کے علمی، ادبی، سماجی وسیاسی حالات سے واقف ہوتے ہیں اور ان ملفوظات کے مطالعہ سے زبان اوراس کے مدارج کا پتہ چلتا ہے۔

زیرِ بحث ملفوظ ''احسن الاقوال'' حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ کے زبان مبارک سے نکلے ہوئے بیش قیمتی اقوال ہے جسے ان کے قابل مرید ''حضرت خواجہ حمّادالدینؒ کاشانی'' نے بہ زبان فارسی ضبطِ تحریر کیا۔

یوں تو حضرت غریبؒ کے کل ۱۴ ملفوظات ضبطِ تحریر ہوئے جو کاشانی برادارن نے تحریر کیے۔ بس اس میں سے ایک ہی ملفوظ ''حمید قلندر صاحب'' نے تحریر کیا۔ جو ناپید ہے۔ مؤلف نے اس ملفوظ کا نام ''اخبارالاخیار'' بتایا ہے۔ باقی تیرہ ملفوظ ان تین بھائیوں نے ضبطِ تحریر کیے۔(۱)

☆ کاشانی برادران:۔

خواجہ عمّادالدین کاشانیؒ کو پانچ بیٹے تھے جو درج ذیل ہیں۔(۲)

۱) رُکن الدین کاشانیؒ

۲) مُجد الدین کاشانیؒ

۳) عماد الدین کاشانیؒ

۴) برہان الدین کاشانیؒ

۵) جمال الدین کاشانیؒ

☆ دولت آباد آمد:۔

جب سُلطان محمد تغلق نے ۷۲۵ھ م ۱۳۲۷ء میں دیو گڑھ کو اپنی حکومت کا دار السلطنت بنایا اور اس کا نام دولت آباد رکھا اور تمام باشندگان دہلی کو دولت آباد جانے کا حکم دیا اس لشکر میں بزرگانِ دین کی بھی ایک لمبی فہرست ملتی ہیں۔ اسی لشکر میں حضرت خواجہ رُکن الدین بن عماد الدین کاشانیؒ اور ان کا خاندان بھی شامل تھا۔ جن کو دہلی سے دولت آباد آنا پڑا۔ یہ زمانہ خواجہ رُکن الدین کاشانیؒ کی جوانی کا زمانہ تھا اور اس وقت وہ تحصلِ علم میں مصروف تھے۔

دولت آباد آکر انھوں نے سلسلۂ درس جاری رکھا اور فارغ التحصیل ہوئے ان کے اساتذہ میں خواجہ زین الدین شیرازیؒ بھی تھے اس وقت (دیو گیری) دولت آباد میں حضرت قطب الوقت بابا برہان الدین غریبؒ مسند ارشاد پر متمکن تھے اور ۷۳۲ھ میں رُکن الدینؒ معہ خاندان حضرت غریبؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے ان کی متابعت میں کثرت سے ان کے دوست آشنا جن کی تعداد ایک ہزار سے زائد تھی حضرت خواجہ غریبؒ سے مرید ہوئے۔ (۳)

☆ کاشانی برادران کی وفات:۔

حضرت خواجہ رُکن الدین کاشانیؒ بلند مرتبہ و جلیل بزرگ تھے۔ ان کے حالات تذکرے اور تواریخ میں درج نہیں ہے۔ اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ حضرت گنج العلوم

علامہ عین الدین جنیدی بیجاپوری نے اپنی تصنیف ''کتاب الانوار'' میں ان کا کچھ حال لکھا ہے۔ یہ بے مثل کتاب بھی اب مفقود ہے۔ خواجہ رُکن الدین کاشانیؒ کی وفات کا سال بھی معلوم نہ ہوسکا۔ جس دن حضرت بابا برہان الدین غریبؒ کا وصال ہوا اسی دن خواجہ برہان الدین کاشانی نے بھی انتقال فرمایا۔ (۴)

خواجہ حمادالدین کاشانیؒ بہ اجازت پیرومرشد بمقام سگر نواح گلبرگہ شریف تشریف لے گئے اور وہیں ۷۶۱ھ میں وفات پائی۔ (۵)

☆ مزارات:۔

حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ کے روضۂ مبارک کے باہر جانب جنوب مغرب ایک گنبد جو حوض خاص تالاب (خلد آباد) کے قریب ہے جس میں حضرت خواجہ برہان الدین کاشانیؒ کا مزار ہے۔ اور گنبد کے پہلو میں خواجہ رُکن الدین کاشانیؒ اور خواجہ مُجد الدین کاشانیؒ کے مزارات ہیں۔ اور خواجہ حمادالدین کاشانیؒ کی مزار مبارک بمقام سگر جو گلبرگہ شریف سے ۸۰ کلومیٹر دوری پر واقع ہے۔ (۶)

☆ ملفوظات:۔

خواجہ برہان الدین کاشانیؒ، جمال الدین کاشانیؒ کی تصانیف کا کچھ حال معلوم نہ ہو سکا۔ البتہ خواجہ رُکن الدین کاشانی وحمادالدین کاشانیؒ اور خواجہ مجد الدین کاشانیؒ یہ تینوں بھائی صاحبِ علم وصاحب زاہد وتقویٰ اور صاحبِ تصانیف گذرے ہیں۔ ان کی کتابیں حضرت غریبؒ کے حالات، ملفوظات وتصوّف پر مبنی اور فارسی نثری ادب کا بھی قیمتی ورثہ ہیں۔

☆ تصانیف:۔

(ا) خواجہ رُکن الدین دبیر بن عماد کاشانیؒ:۔

ا)رسالۂ غریب ۲)تفسیر رموزی ۳)اذکار المذکور ۴)رموز الوالہین

۵)نفائس الانفاس ۶)شمائل الاتقیاء (۷)

۲) خواجہ حمّاد الدین بن عماد کاشانیؒ:۔

ان کی بھی کئی تصانیف ہیں۔ یہ ملفوظات تصوّف اور سلوک میں بے نظیر ہیں اہم اور مشہور کتابوں کے نام حسبِ ذیل ہیں

ا) اسرارِطریقت ۲) حصول الوصول ۳) منافع المسلمین ۴) احسن الاقوال (۸)

۳) خواجہ مُجد الدین بن عماد کاشانیؒ:۔

ا) غرائب الکرامات ۲)بقیۃ الغرائب ۳)دیوانِ عین الحیات (۹)

اِن تینوں کاشانی برادران نے اپنی عمر کا خاصہ حصّہ اپنے پیرومرشد کے ملفوظات تحریر کرنے میں صرف کیا۔ ان برادران کی عظمت اور شان وشوکت کا پتہ ان کے تحریر کردہ ملفوظات کے مطالعہ سے ہوتا ہے انھوں نے اپنے ملفوظات میں نہ صرف اپنے پیرو مُرشد برہان الدین غریبؒ کے عادات، زبان و بیان رہین سہن رُشد و ہدایت کا ہی ذکر نہیں کیا بلکہ اُس وقت کی تہذیب وتمدّن رسم ورواج عام زبان و بیان اور اولیاء اکرام خاص کر کے نظام الدین دہلویؒ بابا فریدالدین گنجِ شکرؒ وغیرہ کا ذکر نہایت ہی عزّت واحترام سے کیا ہے اور ان کی زبان وبیان کو بھی ضبطِ تحریر کیا ہے۔

زیرِ بحث کتاب ''احسن الاقوال'' جو''خواجہ برہان الدین غریبؒ'' کے ملفوظات پر مبنی ہے۔ جسے حمّاد الدین کاشانیؒ نے جمع کیا اور انھیں کتابی شکل سے نوازہ جو بہ زبان فارسی میں

ضبطِ تحریر ہوئے فارسی سے اُردو میں ترجمہ 'عبدالمجید خُلد آبادی' نے کیا اور ۱۳۴۲ھ میں مطبع جہانگیر ممبئی سے شائع کیا اور مروجہ اُردو میں راقم الحروف نے ترجمہ کیا اور ہندی ترجمہ شفیع الدین صاحب سوداگر (لائبریرین چشتیہ کالج) نے کیا۔

☆احسن الاقوال:۔اس کتاب میں نہ صرف تاریخ تصوّف کا بیش قیمتی مواد محفوظ ہے بلکہ نظام الدین اولیاءؒ فریدالدین گنجِ شکرؒ کی کوئی بھی مفصل سوانح عمری اِس ملفوظ سے بے نیاز ہو کر نہیں لکھی جا سکتی مصنف احسن الاقوال خواجہ حمّاد الدین کاشانیؒ آپ جامع علوم معقول و منقول اور مقرب بادشاہِ وقت تھے آپ کے بھائی خواجہ رُکن الدین کاشانیؒ اعلیٰ عہدے پر معمور تھے چاروں بھائی دربارِ شیخ میں نہایت ممتاز و مقبول تھے آپ کے حق میں حضرت شیخ نے فرمایا حمّاد تو زندہ ولی ہوگا اور جو نعمت یہ فقیر رکھتا ہے اِس سے تو حصّہ پائے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ کے مجاہدات، مکاشفات و ریاضات اور کرامات کے مفصّل حالات بقیۃ الغرائب میں موجود ہیں کتاب احسن الاقوال بابا برہان الدین غریبؒ کے ارشادات وکلمات سے پُر ہے۔اوراس میں دین و دُنیا کی فلاح وصلاح کا ذخیرہ بھرا ہے یہ کتاب ۲۹ ابواب پر مشتمل ہے جس میں پیرانِ طریقت کی ملاقات وزیارت کے آداب مجلس اہل اللہ کے طریقے حسن عقائد و معاملات کی رَوِش تزکیہ نفس وتہذیب واخلاق کا نمونہ کفایت مہمات وسعتِ رزق و قضاء حاجات دینی و دینوی اوراد واعمال مجلس سماع کے آداب وغیرہ سے معمور ہیں آخر میں چند مکاشفات وبعدوفات کے کرامات وامور کا مفصّل حال ہے خواجہ مُجد الدین کاشانیؒ فرماتے ہیں کہ کتاب احسن الاقوال پسندیدہ اہلِ سلوک ومشائخِ زمانہ ہے اس لئے کہ قطبِ عالم حضرت شیخ کے اقوال کا خزانہ ہے (۱۰)

☆زمانۂ ترتیب:۔

اس بات کی صراحت پہلے ہی کی گئی کہ خواجہ حماد الدین کاشانیؒ مع خاندان ۷۳۲ھ میں حضرت غریبؒ (بابا برہان) کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے اور ۷۶۱ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ اسی اثناء میں خواجہ حماد کاشانیؒ نے اپنی بیش قیمت کتاب ''احسن الاقوال'' ترتیب دی۔ جسے عبدالمجید وکیل خُلد آبادی نے بہ زبان فارسی سے اُردو میں ترجمہ کیا مصنف نے کتاب کو مختلف ابواب میں تقسیم کیا۔(۱۱)

☆احسن الاقوال کے چند اہم نکات☆

۱)احکام شریعت:۔

صوفیائے کرام نے احکاماتِ شریعت پر کافی زور دیا ہے۔انھوں نے طریقت کو ہمیشہ شریعت کا تابع رکھا اور اسی احکامات کی رُشد و ہدایت کی جن کی سند قرآن کریم و حدیث سے ملی۔انھوں نے پیغمبر علیہ اسلام کی پیروی کی اور انھیں کو اپنا نصب العین بنایا۔

ہم بابا بُرہان الدین غریبؒ کی سیرت و اخلاق پر جب غائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں وہ ہادی نظر آتے ہیں جو بلیغ نظروں سے دعوتِ اسلام دے رہا ہو۔اپنے برادر خورد یعنی منتجب الدین عرف دولہا میاںؒ کے وصال کے بعد حضرت غریبؒ نے دولت آباد دکن وارِد ہو کر اس ظلمت کدہ ہند کو اسلام کی روشنی سے منوّر کیا۔۔احکاماتِ الٰہی میں جس پر داعی اسلام نے اپنے قول و عمل کے ذریعے سب سے زیادہ زور دیا وہ نماز ہے۔

چونکہ مصنف نے کتاب کو ابواب میں تقسیم کیا ہے۔''احسن الاقوال'' باب ۲۵ میں مصنف نے نماز نوافل کی فضیلت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص وتر سے

پہلے دو رکعت بہ نیت دریافت شب قدر ہمیشہ پڑھے گا ہر رکعت میں بعد فاتحہ **انّا انزلنا** تین مرتبہ حق تعالیٰ شبِ قدر نصیب کرے گا۔ شبِ قدر نا پائے تو ثواب شبِ قدر پا ئے گا۔ نمازِ نوافل کے بارے میں مزید فرمایا کہ جیسے پانچ وقت کی نماز ادا کرتے ہیں فقیر کو پانچ وقت کے نفل نمازیں بھی پڑھنی چاہیے جو یہ ہیں۔

۱)اشراق (۲) چاشت (۳) فی الزوال (۴) بین العشائین (۵) تہجد

گو اس باب میں حضرت نے نمازِ نوافل اور کئی نمازوں کا ذکر کیا ہے۔ مثلاً نمازِ کوثر، نمازِ روشنائی گور، نمازِ روشنائی چشم، نمازِ حقوق والدین اور ان نمازوں میں کن آیتوں کی تلاوت کرنا ہے اور یہ نمازیں کس طرح ادا کرنا ہے ان کا طریقہ بھی نہایت سلیس انداز میں بتایا ہے۔ حضرت نے قرآن مجید کی سورتوں کی فضیلت کے بارے میں بھی فرمایا کہ جو شخص صبح نیند سے بیدار ہو کر سورہ فاتحہ بسمہ اللہ کی آخری میم سے ملا کر ایک مرتبہ پڑھے اور لعاب زبان منہ پر پھرائے منہ کی بیماریاں اور دانتوں کا درد نہ ہو اور اگر تھوڑا لعاب آنکھوں پر ملے درد چشم بھی نا ہوگا باطنی بیماریاں مثلاً بخل وغیرہ دور ہو جائے گا۔ سورہ نبا کی فضیلت کے بارے میں حضرت غریبؒ (بابا برہان الدین) نے فرمایا کہ جو شخص عصر کی نماز کے بعد پانچ مرتبہ سورہ نبا پڑھے گا حق تعالیٰ اس کو اپنی محبت کا اسیر بنا دے گا۔ حضرت نے اپنے رُشد و ہدایت میں احادیث شریف سے بھی استفادہ کیا ہے ایک جگہ یہ حدیث فرمائی۔

”ینبعی للمُومِن ان یکُون فِیه خمسُ خِصال کخعیال الکلب الاوّلان یکُون لا ما ولیٰ لهُ والثانی انّ یکُون جا

نلعاً والثالِثُ لا ينا مُ الكيل والرّابع إذا اطرادصاحبهُ
يطر دو الخامِس إذا مات لم يتُرك شياْه"

ترجمہ:۔ایمانداری میں پانچ خصلتیں کتّے کی مانند ہونا چاہیے پہلے یہ کہ اس کا کوئی سوائے خُدا کے نہ ہو دوسرے یہ کہ بھوکا رہے تیسرے رات کو نہ سوئے چوتھے جو اس کا مالک نکال دے تو نہ جائے پانچویں یہ کہ جب مرے تو کوئی چیز نہ چھوڑے۔

یعنی حضرت نے یہاں پر اِس حدیث کے ذریعے ہمیں یہ تعلیم دی کہ ہم میں اگر یہ پانچ خصلتیں پیدا ہو جائے تو ہم نیک اور صابر ہو جائے گے اور اسی میں تمام فقیری ہے۔ چونکہ اسلام کے پانچ ارکان سے ہم سب آشنا ہیں اور انھیں کے اِردگرد ان بزرگانِ دین وصوفیائے کرام کی تعلیمات گردش کرتی ہیں۔روزہ اور اس کی فضیلت کے بارے میں فرمایا کہ ایک روزے سے چار چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔اور یہ بیان فرمایا کہ روزہ خاموشی لاتا ہے اور خاموشی فکر پیدا کرتی ہے اور فکر کا ثمرہ معرفت اور معرفت کا نتیجہ محبت ہے۔سحر کے بارے میں حضرت بابا برہان الدین غریبؒ نے فرمایا کہ سحر کی بہت فضیلت ہے اگر چہ پانی کا گھونٹ ہی ہو سحر کی نیت سے پیا کرو یہاں پر حضرت نے حضورﷺ کی توسط سے فرمایا کہ "تسحّر ودلو بجرعتی ماء سحر" سحر کرو اگر چہ پانی کا گھونٹ ہی ہو۔(۱۲)

☆احکام طریقت:۔

اِس ہولناک وادی میں قدم رکھنے سے پہلے صوفی کو سب سے بڑے دشمن نفس کو کچلنا پڑھتا ہے دُنیا اور اُس کے کاروبار کو ترک کرنا پڑتا ہے۔بڑے بڑے ریاضتیں و مجاہدات کرنا پڑتی ہے۔حضرت نے کل چوبیس سال صومِ داؤدی رکھا۔اور عشاء کے وضو سے

فجر کی نماز ادا کی۔اس طرح ریاضتیں ومجاہدات سے حضرت نے اپنے بدترین دوست نفس کو کچل دیا۔احکامِ طریقت کی تعلیم دیتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ اس وادی میں سب سے پہلے نفسِ امّارہ کو کچلنا ہوتا ہے اور اس ضمن میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک روز کسی بیوقوف نے کسی درویش کے پیٹھ پر ہنٹر مارا درویش نے کہا ہم نے نفس کو مار ڈالا ہے تجھے کون جواب دے گا یعنی اگر کوئی ظالم ظلم بھی کر رہا ہے تو اسے کچھ نہ کہنا اس قدر نفس کو قابو میں رکھنا اسے نفس کا قابو میں رکھنا کہتے ہے۔(۱۳)

☆ترکِ دُنیا:۔

صوفی وہ ہوتا ہے جو دُنیا اور اس کے کاروبار کو چھوڑ کر ہدایت وارشادات کا ستارہ بلند کرتا ہے۔اس ضمن میں حضرت نے فرمایا کہ گھر بار کو چوہوں اور کیڑے مکوڑوں کے لئے چھوڑ دو جنگل آباد کرو اور ان بزرگوں کا مشن ہی یہی تھا انھوں نے دُنیا اور اس کی محبت کو دل سے نکال کر رُشد وہدایت،اسلام کی تبلیغ میں اپنی زندگی وقف کر دی۔صوفیوں کا خیال تھا کہ جب تک دل میں دُنیا کی محبت باقی رہتی ہے اس وقت تک اوراد و وظائف کا کوئی فائدہ نہیں درویش صالحین کی تعلیم یہ ہے کہ انسان کو سب سے پہلے دُنیا کو ترک کر دینا چاہیے۔"فوائد الفواد" کی طرح اس ملفوظ میں ترکِ دُنیا پر زور دیا گیا ہے ایک باب میں حضرت نے فرمایا کہ ایک دفعہ عیسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو سوتا دیکھا اس کو پاؤں کے اشارے سے ہوشیار کیا اور کہا اٹھ خُدا کی عبادت کر اس نے کہا مجھ کو چھوڑ دو میں بہترین عبادت کر کے سویا ہوں حضرت نے پوچھا وہ کیا ہے کہا "ترکِ دُنیا کیا ہوں" فرمایا واقعی حق تعالیٰ کی بہترین عبادت کیا ہے۔یعنی ہر عبادت سے بڑی عبادت ترکِ دُنیا ہے۔حضرت نے اس حکایت سے اس بات

کا ثبوت دیا کہ دُنیا کو ترک کرنا سب عبادتوں سے بہتر عبادت ہے۔ حضرت نے ترک وتجدید کے بارے میں فرمایا کہ تجدید دو قسم پر ہے۔ ایک ظاہر اور ایک باطن یعنی انسان کے پاس ظاہر میں بھی کچھ نہ اور باطن میں بھی کچھ نا ہو۔ دونوں خالی ہوا گر ایک شخص کے پاس دُنیاوی اسباب ہو اور اس کو ان چیزوں سے تعلق نہ ہو اُس کو صاحبِ ترک وتجدید کہے گے۔ اور فرمایا کہ اگر کسی شخص کے پاس دُنیاوی اسباب نہ ہو لیکن باطن میں اس کی طلب رکھتا ہو اُسے صاحبِ ترک وتجدید نہ کہے گے۔ اور اس بات کا ثبوت اس احادیث شریف سے دیا اور یہ حدیث پڑھی ''حبا الدُنیا راس کا خطئیت'' دُنیا کی محبت سب خطاؤں کی سردار ہے۔ (۱۴)

☆محفلِ سماع:۔

سماع بزرگانِ چشت کی روحانی غذا ہے اور اسے عبادت الٰہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ حضرت غریبؒ نے سماع کی دو قسمیں بتائی ہیں۔ فرمایا حضرت نے کہ السماع دمعہ و فطرت والبافی فتنه یعنی سماع میں فکر و گریہ ہوتا ہے سوائے ان دو قسموں کے جو کچھ ہے فتنہ ہے اور اس بات کی بھی وضاحت کی کہ بعض بزرگوں نے کہا کہ سماع رقّت لانے والا کلام ہے۔ اور ساتھ میں یہ بات بھی دلالت کے ساتھ بیان کی کہ سماع سننے والی مخلوق دو قسم کی ہوتی ہے بعض صاحبِ قال اور بعض صاحبِ حال ہوتے ہیں۔ اگر سننے والا اہلِ ہزل ہو تو جہاں کہی سماع سنے گا اس کی تحمیل ہنسی مذاق پر کرے گا اور اگر سننے والا اہلِ حال ہوگا تو اسے اس کلام سے رقّت طاری ہوگی اور وہ عشقِ الٰہی میں مبتلا ہوگا بزرگوں کے پاس شعر کے معنی و مطلب سچّے سیدھے اور حق کے ہوتے ہیں ان کے پاس اچھی بات تو اچھی ہے لیکن ہنسی کی و

خراب بات کا بھی وہ عمدہ نتیجہ نکالتے ہیں۔ یہ صوفی بزرگوں کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔
سماع کے تحت حضرت غریبؒ نے مزید فرمایا کہ میں حضرت نے فرمایا کہ سماع کے دو رنگ ہیں
زردی اور سُرخی زردی فراق کی نشانی ہے اور سُرخی فرحت ووصال کی۔ اور یہ بات صاحبِ
سماع کے بشرے سے معلوم ہو جاتی ہے۔(۱۵)

☆ادبی واخلاقی تعلیم:۔

چونکہ ادب واخلاق بزرگوں کا شیواہ رہا ہے حضرت غریبؒ
نے پیرومرید کے باہمی رشتے کو ادبی واخلاقی لڑی میں پیرو کر نہایت سلیس انداز میں یہ بتایا
کہ کس طرح مرید اپنے پیر کا ادب کرتا ہے۔ اور کس طرح اخلاق سے پیش آتا ہے۔ اور اس
بات کا بہترین ثبوت اس طرح دیا۔ فرمایا کہ ایک مرید تھا جو کسی وقت اپنی پیر کی
جوتیاں سیدھی نہ کرتا تھا۔ اس سے جب پوچھا گیا کہ تو اپنے پیر کی جوتیاں کیوں سیدھی نہیں
کرتا ہے؟ کہا کہ میں جوتیاں سیدھے کرنے کے لائق نہیں ہوا ہوں۔ حضرت نے ہمیں
یہاں پر ادبی تعلیم سے نوازہ ہے۔ یعنی وہ مرید اپنے پیر' استاد کا اتنا ادب کرتا تھا کہ ان کے
جوتیوں کو چھونا اس کے لئے باعثِ بے ادبی تھی۔ آپسی اتفاق کے بارے میں بھی حضرت نے
فرمایا کہ اگر دو آدمی کسی کی ملاقات کو جائے تو چاہیے کہ راستے میں علحیدٰہ نہ ہو دونوں مل کر جائیں
اور ساتھ ہی وہاں سے اٹھے اس میں تعلیم اتفاق ہے۔ سبحان اللہ اولیائے کرام و درویشانہ عظام
کی خدمت فلاحِ دین و دُنیا کی باعث ہے۔ اگر دو آدمی ساتھ جائیں اور الگ الگ اس ملاقاتی
سے بات کرے اس سے نا اتفاقی بڑھتی ہے۔ حضرت نے یہاں پر اتفاق کی تعلیم دی۔ مزید
ادبی و اخلاقی تعلیم دیتے ہوئے حضرت نے ادبِ طعام ،ادبِ کلام اور ادبِ مجلس کی

حکایتیں پیش کی۔ حسن واخلاق اوران کا تحمل کا ذکر کرتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ اگر ہم پر کوئی زیادتی ہورہی ہے اسے حسن اخلاق کے ساتھ برداشت کیجیے چونکہ اس کا ثمرہ دینے والا اوپر بیٹھا ہے۔ اس بات کے بہ نسبت یہ حکایت بیان کی کہ ایک شخص خواجہ خضرؑ کی طلب میں رہا کرتا تھا یہاں تک کہ ایک روز گھر میں بیوی سے پوچھا کچھ پکایا ہے بیوی نے کہا چولہے پر ہانڈی چڑھی ہے پک رہا ہے اس شخص نے غصہ سے کہا ابھی تک نہیں پکایا اس عورت نے وہی ہانڈی اٹھائی اور اس شخص کے سر پر دے مارا ایسی حالت میں وہ اپنے نفس پر تحمل کر کے گھر سے باہر نکلا خواجہ خضر سے ملاقات ہوگئی اس شخص نے کہا برسوں میں آپ کی طلب میں تھا اور نہیں پاتا تھا آج کس سبب سے آپ کی دولتِ ملاقات نصیب ہوئی خواجہ خضر نے فرمایا اس تحمل کی برکت سے جو تو نے برداشت کیا حق تعالیٰ نے تجھ میں اور مجھ میں ملاقات نصیب کیا۔ مزید حسن واخلاق کے بارے میں حصرت نے اپنے پیرو مرشد کے بارے میں فرمایا کہ ایک دفعہ نظام الدینؒ نماز میں تھے شیطان نے آکر گوش مبارک کو کھجلانا شروع کیا بعد نماز شیخ نے سر مبارک پیچھے کر کے فرمایا ائے جوانمرد بس کر اپنے کو کہا تک تکلیف دے گا یعنی شیطان کے ساتھ بھی اخلاق سے پیش آئے اور جوانمرد کہا۔ (١٦)

☆حقوق العباد:۔

وہ مقتداء انبیاء معاملہ وہ پیشواء صفا مجاملہ بابا برہان الدینؒ نے حقوق العباد کے بارے میں فرمایا کہ جس طرح اللہ کا حق بندوں پر اور بندوں کا حق اللہ پر ہے ٹھیک اُسی طرح بندوں کے حق بندوں پر ہے۔ اور اسی مناسبت سے دو بھائی کی حکایت بیان کی کہ دو بھائی تھے انھوں نے شراکت سے ایک کھیت کیا جب اناج تیار ہوگیا آدھا آدھا تقسیم کرلیا کھیت

میں علحیٰدہ علحیٰدہ انبار لگا دیئے بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی سے کہا تو انبار کے پاس ٹھہر میں تھوڑا غلّہ اپنے انبار سے گھر لے جاتا ہوں جب بڑے بھائی نے تھوڑا غلّہ گھر لے گیا تو چھوٹے بھائی نے اپنے انبار سے تھوڑا غلّہ بہ خیال بزرگی بڑے بھائی کے انبار میں ڈال دیا۔ جب بڑا بھائی آیا وہ انباروں کے پاس ٹھہرا چھوٹے نے اپنے انبار سے تھوڑا غلّہ گھر لے گیا تو بڑے بھائی کے دل میں خیال آیا کہ میں بڑا ہوں مجھ پر واجب ہے تھوڑا غلّہ اپنے انبار سے چھوٹے بھائی کے انبار میں ڈالوں تاکہ اُس کو مجھ سے زیادہ پہنچے اس طرح کیا انھوں نے اپنے اپنے حق ادا کیے حق تعالیٰ نے آپسی محبت و حسن معاملہ کی برکت سے ان کے انباروں میں برکت دے دیا اور یہاں تک کے آخری عمر تک انباروں سے غلّہ لے جاتے تھے اور کچھ کم نہ ہوتا تھا۔ (۱۷)

اس حکایت کے برعکس آج کا دور نہایت نفسہ نفسی کا دور ہے اگر کوئی صاحبِ علم ان ملفوظات کا مطالعہ کرے گا تو یقیناً اس کی برکت سے وہ راہِ نیک پر چلنے کے لئے مجبور ہو جائے گا۔ اس طرح حضرت نے حکایتوں کے ثبوت سے اپنی بات راست طور پر نہایت ہی اچھے انداز میں خلق تک پہنچائی ہے اور حقوق العباد کی برکت کو اُجاگر کیا ہے۔

☆ **فضیلت صدقہ:۔**

اولیائے کرام نے صدقہ اور صدقہ کے دینے والے کو نہایت اہم بتایا ہے۔ صدقہ دینا حضرت نے فرض بتایا ہے اور اس کا ثبوت پیغمبر علیہ السلام سے دیا فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام چالیس برس تک ایک چور کی تلاش میں تھے اور نہ پاتے تھے لیکن چور کو ایک جگہ سوتا دیکھا تو اسے پکڑ لیا اور پوچھا کہ چالیس برس سے تیری تلاش میں ہوں تو کیا کرتا تھا جو سلامت رہتا

تھا۔ اُس نے کہا جس وقت میں گھر سے نکلتا ایک روٹی صدقہ دیتا تھا اُس کی برکت سے سلامت رہتا تھا آج صدقہ نہیں دیا اِس لئے گرفتار ہوا۔

ایک اور حکایت میں بابا برہان الدین غریبؒ نے صدقہ کی فضیلت کے بارے میں فرمایا کہ خواجہ مبارک معروف نے عرض کیا کہ میرے خُسر کا ہاتھ خشک ہوگیا ہے اور کام سے رہ گیا حضرت غریبؒ نے فرمایا روزانہ ایک روٹی ہاتھ پر سے اُتاروں اور صدقہ دو ایسا ہی کیا چند روز کے بعد ہاتھ اچّھا ہوگیا اس طرح صدقہ اپنی جان کی حفاظت کرتا ہے اور اسے دینا ضروری ہے۔ نیز حضرت نے صدقے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے یہ بھی صاف کردیا کہ صدقہ کس طرح دینا چاہیے فرمایا کہ جب چاہے کہ بیمار کی تکلیف جلد دفع ہو جائے ایک ایک روٹی علیحدہ اتارے اور دے تا کہ گرانی زحمت جلد دفع ہو جائے۔ (۱۸)

☆ قناعت پسندی:۔

درویشوں کی صفت میں سے ایک صفت قناعت پسندی ہے انھوں نے اپنے رُشد و ہدایت میں قناعت کی بھی تعلیم دی ہے اس مناسبت سے فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ قانع رہے جو کچھ ملے اس پر قناعت کرے مناسب اس کے فرمایا کہ میں نے ہانسی میں ایک درویش کو دیکھا کہ نیم کے پتّے کھاتا تھا اس سے پوچھا تو پتّے کیوں کھاتا ہے کہا مجھ پر تین فاقے گذرے ہیں اس پتّے سے اپنا پیٹ بھرتا ہوں تا کہ کسی کو تکلیف نہ پہنچے اور یہ ابیات مناسب قناعت کے پڑھی۔

"در بہ زخود یمنگر و دل تنگ مباش — درکم زخود بنگر و دل شاد بڑی

زاغ سیہت بہ زہمائے دگراں — دلق کہنست بہ زدبائے دگراں

آنہ انکہ دوتاءنان خوش باشد      گر خدمت مخلوق کند خس باشد''

ترجمہ:۔ (اپنے سے بڑے درجہ والے کومت دیکھ اور تنگ دل مت ہو اپنے سے کم درجے والے کو دیکھ اور دل خوش کر تیرا کالا کوا دوسروں کے ہما سے بہتر ہے تیری پرانی گوڈری لوگوں کی قبا سے اچھی ہے جس کو دو روٹیاں آرام سے ملیں پھر اگر روٹی کے لئے مخلوق کے پاس جائے ذلیل ہے۔)

یعنی حضرت نے یہاں پر اس بات کی تعلیم دی ہے کہ ہمارے پاس جتنا ہے اس میں خوش رہنا چاہیے اور اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ انسان کو ہمیشہ قناعت پسند رہنا چاہیے۔ (۱۹)

☆ **صبر و توکّل فقر و فاقہ:۔**

حضرت نے اپنے رُشد و ہدایت میں صبر و توکّل اور فقر و فاقہ کی بھی تعلیم دی ہے فرمایا حضرت نے کہ فقیر کو چاہیے کے جب وہ اللہ کی راہ میں کسی مسجد میں بیٹھتا ہے تو اس پر بھروسہ رکھے کے کوئی نا کوئی آئے گا اور اس کا پیٹ ضرور بھرے گا یہی صبر و توکّل ہے مناسب اس کے فرمایا کہ توکّل ایسے شخص کو درست ہے کہ اگر پانچ روز تک کوئی چیز کھانے کو نا ملے تو کسی مخلوق پر ظاہر نا کریں اور اس کی نظر غیر حق پر نا رہے اور مسجد میں توکّل کر کے بیٹھنا اس کو روا ہے بار بار دروازے کی جانب اس نیت سے نا دیکھے کہ کون آدمی آتا اور کیا چیز لاتا ہے جو شخص اس نیت سے مسجد میں بیٹھے گا بیکار وہ بھوکا رہے گا۔

یعنی حضرت نے یہاں پر یہ بات ثابت کی کہ درویش وہی ہے جس میں صبر و توکّل اور فقر و فاقہ کا مادّہ ہے وہی کامل ہے اور فرمایا کہ متوکّل کو اس سے بہتر کچھ نہیں کہ اگر غیب سے کچھ ملے کھالے ورنہ صبر کریں کیونکہ متوکّل کو کسب کرنا برا ہے۔ مختصر اُحضرت نے

یہاں پر اس بات کی تلقین کی ہے کہ بندہ کو اللہ پر بھروسہ کرنا چاہیے نہ کہ بندوں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر ذلیل ہونا چاہیے۔(۲۰)

☆عالی ہمّتی:۔

وہ عالی ہمّت حاتم زمانہ وہ صاحب خیر سخاوت نشانہ بابا برہان الدین غریبؒ نے عالی ہمّتی پر بھی زور دیا ہے۔چشتی بزرگوں کی خصوصیات رہی ہے وہ کہیں ہمیں صوفی صافی نظر آتے ہیں کہیں قرآن مجید کی تلاوت کا درس دیتے ہیں تو کہی نماز و اوراذ کار کا ذکر کرتے ہیں تو کہیں حسنِ اخلاق کی تعلیم دیتے ہیں تو کہیں عالی ہمّتی کا ثبوت دیتے ہیں اسی مناسبت سے حضرت نے فرمایا کہ ایک بڑھیاں کا لڑکا تھا ایک روز کسی امیر سے گھوڑا اور خلعت پائی یہ خبر بڑھیاں کو پہنچی رونے لگی لوگوں نے کہا یہ خوشی کی بات ہے کیوں روتی ہے کہی خوشی جب ہوتی ہے کہ میرا لڑکا کسی کو کوئی چیز دیتا لیکن یہ کیا خوشی کے کسی سے کوئی چیز پایا ہے۔یعنی درویش کو کسی سے کوئی چیز پانے سے خوشی حاصل نہیں ہوتی۔

اسی ضمن میں ایک اور حکایت سے ثبوت دیا کہ ایک فقیر سو گاؤں کا امیر ہوا محاصل وصولی کے وقت اس کے دوست جمع ہوئے اور کوئی چیز نذرانہ پیش کیا اس نے کہا یہ کیا ہے دوستوں نے کہا آپ ہمارے میں بزرگ ہے اور یہ آپ کا معمول ہے اس نے کہا کہ بزرگی وہ ہے کہ کسی کو کچھ دے۔(۲۱)

☆طمع اور طلب کی مذمّت:۔

شہنشاہِ عالی خصال وہ بادشاہِ ماضی وحال بابا برہان الدین غریبؒ نے لالچ کے طلب اور اس کی مذمتکے بارے میں ارشاد فرمایا کہ لالچ وخواہش کا گھر خالی ہوتا ہے۔اس کا

ثبوت انھوں نے ایسے الفاظ سے دیا جس کا مطلب عام انسان بھی اچھی طرح نکال سکتا ہے اس مناسبت سے حضرت نے فرمایا جو شخص طمع ہوگا اسے کچھ حاصل نہ ہوگا کیونکہ لفظ طمع بھی خالی ہے جس طرح لالچ کا گھر خالی ہے اور مزید یہ کہا کہ قناعت طمع سے بہتر ہے قناعت سے عزّت ہے اور طمع سے ذلّت ہے یعنی حضرت نے یہاں پر اس بات کی تعلیم دی ہے کہ عزّت کے ساتھ موافقت کرو اور ذلّت مت طلب کرو اس کے مناسب فرمایا کہ لفظ ''مراد'' کے بھی چار حرف ہے اور چاروں خالی لیکن ''نامرادی'' نقطہ رکھتی ہے اگر نامرادی کے ساتھ موافقت کرے گا مراد کو پہنچے گا یہاں حضرت نے اس بات کی تلقین کی کہ تکلیف کے ساتھ اگر کوئی موافقت کرے گا آرام پائے گا اور اگر راحت ڈھونڈے گا زخم پائے گا۔ (۲۲)

☆صدق وصفا:۔

صادقِ صدیق اللہ عاشق حبیب اللہ بابا برہان الدین غریبؒ نے اپنی رُشد وہدایت میں صدق وصفا کو بڑی اہمیت دی ہے۔ فرمایا حضرت نے کہ انسان کو چاہیے کے جھوٹ سے پرہیز کرے اس بات کے ثبوت میں زبانِ گوہر بار سے یہ اِرشاد کیا کہ جو شخص جھوٹ سے پرہیز کرے گا پھر زبان سے جو کہے گا وہی ہوگا یہاں پر حضرت نے سچ کی راہ پر چلنے کی ہدایت دی ہے کہ سچ میں بہت جان ہوتی ہے اور جھوٹ بے جان چیز ہے۔ (۲۳)

☆مقام:۔

ملفوظ نگاری یوں تو نثری ادب سے ماخوذ ہے اور ''ملفوظ نگاری'' ''فوائد الفواد'' ملفوظات نظام الدین دہلویؒ سے پہلے شروع ہو چکی تھی۔ چشتیہ سلسلے کے ہر بزرگ کی جانب کوئی نہ کوئی ملفوظ ضرور منسوب کیا جاتا ہے۔ اسی سلسلے کے ایک بزرگ اور

سُلطان المشائخ نظام الدین دہلویؒ کے ایک مرید وخلیفہ بابا برہان الدین غریبؒ ہے۔ پیرو مرشد کی اجازت سے آپ دکن دولت آباد وارد ہوئے اور اپنی خداداد صلاحیت اور علمی وادبی صلاحیتوں سے اس ظلمت کدہ ہند کو دینِ اسلام سے منوّر کیا انھیں ارشادات وفرمودات کو ان کے باکمال عالم فاضل مریدین نے کتابی شکل سے نوازہ اور رہتی دُنیا تک ان کے پیر ومرشد کے ارشادات وفرمودات کو زندہ وجاوید کردیا۔ جب ہم ملفوظ ''احسن الاقوال'' کا غائر نظروں سے مطالعہ کرتے ہے تو ہمیں وہی اہمیت اس کی نظر آتی ہے جو ملفوظ ''فوائد الفواد'' کی ہے۔ ''فوائد الفواد'' مشہور ومعروف ملفوظ ہے اسی لئے اسے اتنی اہمیت اور مقبولیت حاصل ہے اور کیوں نہ ہو آخر حضرت محبوبِ الٰہیؒ کے زبانِ گوہر بار سے نکلے ہوئے موتی ہیں۔ ''احسن الاقوال'' کی اہمیت بھی کسی درجہ کم نہیں ہے یہ فارسی نثری ادب کا بیش قیمتی سرمایہ ہے۔ اور میرا تحقیقی کام اورنگ آباد ومضافاتِ اورنگ آباد کے بزرگوں کے نثری کارناموں، ملفوظات و رسائل کو گوشۂ گمنامی سے اُبھار کر صفِ اوّل پر لائے گا۔

☆ تاریخی اہمیت:۔

تاریخی اعتبار سے اگر ہم ''احسن الاقوال'' کا جائزہ لیں تو ہمیں اس میں انبیائے کرام، آئمہ کرام، اولیائے عظام، علیہ السلام، مثلاً عیسیٰ علیہ السلام اولیائے عظام میں نظام الدین محبوبِ الٰہیؒ، فریدالدین گنج شکرؒ، شہاب الدین سہروردیؒ، منتجب الدین زر۔ زری۔ زر بخشؒ، زین ا لدین شیرازیؒ، کاکا شاد بختؒ، خواجہ رُکن الدین کاشانیؒ، فریدالدین بادیبؒ وغیرہ کے واقعات کا ذکر ملتا ہے۔ جو کل ۲۹ / ابواب پر بکھرے ہوئے ہیں۔

فردوسِ نظر کتاب میں حضورﷺ کی احادیث شریفین کی فضیلت کے بارے میں

حکائتوں کے ساتھ وضاحت کی ہے۔ایک جگہ فرمایا کہ "لا ردّ و کدّ ولا مد" (اگر کوئی شخص کچھ لائے ردنا کرو)۔ملفوظ"احسن الاقوال" کی تاریخی اہمیت اس لئے بھی مسلّم ہے کہ اس میں نا صرف تاریخ وتصوّف کا بیش قیمت مواد محفوظ ہے۔ بلکہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ اور فریدالدین گنجِ شکرؒ کی کوئی بھی مفصّل سوانح عمری اس سے بے نیاز ہوکر نہیں لکھی جاسکتی۔

☆ادبی اہمیت:۔

ادبی حیثیت سے بھی "احسن الاقوال" کو ایک اہم مقام حاصل ہے اور ہونا چاہیے کیونکہ جن حضرت کے ملفوظات ہیں وہ اپنے زمانے کے عالم، فاضل اور صوفی باصفا تھے۔اور جنھوں نے حضرت کے ملفوظات کو جمع کیے وہ بھی اپنے دور کے عمدہ عالم، فاضل اور ادیبوں میں خاص اہمیت رکھتے تھے۔مترجم نے چونکہ کتاب کو ابواب میں تقسیم کیا ہے ان ابواب میں برمحل اور برجستہ اشعار اس کی ادبی حیثیت اور بڑھا دیتے ہیں کتاب میں کل ۳۲/اشعار ہیں جیسے۔

"ایک زرہ خاک پاء سگِ کوئی عشق تو حمّاد را بس است بحمد اللہ در سد"

ترجمہ:۔تیرے کوچۂ عشق کے کتّے کی زرا سی خاک پاء الحمد اللہ حمّاد کو مل جائے تو بس ہے۔)

"من از تو روئے نخواہم بدیگرے آورد کہ زشت باشد ہر روز قبلہ بدلنا برا ہے"

ترجمہ:۔میں تجھ کو چھوڑ کر دوسرے طرف منہ نہ پھیرونگا کیونکہ ہر روز دوسرا قبلہ بدلنا برا ہے۔)

"آنکس نہ ترا اند بدا ہیچ نہ دید رانکس کہ ترا نیافت او ہیچ نیافت"

ترجمہ:۔جس نے تجھے نہ دیکھا کچھ نہ دیکھا اور جس نے تجھ کو نہ پایا کچھ نہ پایا۔)

زیرِ نظر کتاب میں حضرت نے شعروشاعری سے متعلق بعض ایسے دقیق نکتوں کو حاصل کیا ہے جن سے اس موضوع کی کتابیں بھی خالی ہے۔ ''احسن الاقوال'' کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ بے شمار اشعار حضرت کے حافظہ میں محفوظ تھے اور آپ شعرو شاعری کا بڑا ستھرا مذاق رکھتے تھے۔ برمحل اور برجستہ اشعار کہنا آپ کی خوبیوں میں سے ایک بہت بڑی خوبی تھی۔ وہ باتوں باتوں میں شعر کہہ دیتے تھے۔ ایک جگہ جھوٹ سے پرہیز گاری کی تلقین کررہے تھے اسی ضمن میں یہ نظم زبانِ مبارک سے ارشاد فرمایا۔

''دوستی با قلندر رواوباش خود مکن چوکنی درزن وبرخیزوبرو''

ترجمہ:۔ دوستی قلندر رواوباش کے ساتھ مت کر جب کیا اسی کا ہوجا۔٦٣ )(٢٤)

محبت کی فضیلت کے بارے میں حکایت بیان فرمائی اور یہ بیت زبانِ مبارک سے اِرشاد فرمایا۔

''از دوست گرنشانت باید بشنو آتش بہ ہمہ درزن وبرخیزوبرو''

ترجمہ:۔ اگر تجھے دوست کا پتہ چاہیے تو سن سب کو آگ لگادے اور چلا جا)

ملفوظ ''احسن الاقوال'' کے منتخب اشعار سے چند اشعار حسبِ ذیل ہیں۔

''گرتنگ شکر خریدمی نتواتم بارے گمس ازتنگِ شکر میرانم''

ترجمہ:۔ اگر شکر کی گون نہیں خرید سکتا ہوں لیکن اتنا تو کردو کہ شکر کی گون سے مکھیاں اُڑا دوں ٦٨ )(٢٥)

''ہر چہ ازاں نام ونشانت دہندہ گرنہ پسندی بہ ازانت دہندہ''

ترجمہ:۔ جب وہ تم کونام و پتہ زکوٰۃ کا دیتا ہے نالواس سے زیادہ بہتر ملے گا ٧ )(٢٦)

''بشکنی آرزوئے خود بہ زانکہ بشکنند زبار سنت پشت
خاک دیوار خویش لیسی کہ زپالودہ کساں انگشت''

ترجمہ:۔ احسان کے بوجھ سے اپنی پیٹھ ٹوٹنے سے اپنی آرزوں توڑنا بہتر ہے اپنی دیوار کی خاک چاٹنا لوگوں کے فالودے سے انگلی تر کرنا بہتر ہے۔)(۲۷)

ہمیں اس ملفوظات میں بابا برہان الدین غریبؒ کے دوہے بھی ملتے ہیں جو ابتدائی اُردو کی بہترین مثال ہیں جیسے ان کا یہ دوہا ؎

''دیس بھلاویں ہس رانی سکل سوئے بہت بُرا یہ جیونا یوں بھی جیوے نا کوئی (۶۳)''(۲۸)

''دیا بہ من ہنرو ہندتہ آل کرنتہ رئیس آنکس اپنارا کہیں ترک پرنتا''

عبارت کے اعتبار سے بھی ''احسن الاقوال'' اس دور کی نثری تصانیف میں ممتاز ہے۔اس کی زباں سادہ، شیریں اور دلکش ہے اس زمانے میں مرصع، مسجع و مزین نثر لکھنے کا رواج تھا صنائع اور بدائع اور تشبیہ و استعارات کا استعمال بہ کثرت ہوتا تھا جیسا کہ اس دور کے اہم اور منفرد شاعر اور نثّار امیر خسرو دہلویؒ کے نثری تصانیف سے ظاہر ہے۔

''احسن الاقوال'' میں علمِ لسانیات کے طالب علموں کے لئے ایک دلچسپ چیز یہ ہے کہ اس میں بعض جگہ ہندی الفاظ و دوہوں کا استعمال بلا تکلّف آیا ہے یہ وہ قیمتی سرمایہ ہے جس سے اُردو زبان کی بنیاد پڑنے کے اوّلین نشان دستیاب ہوتے ہیں۔اور اسی عہد سے اُردو کی ترقی و ترویج کو کافی فروغ ملا۔اِن بزرگانِ دین کی بدولت اس صدی میں اُردو کا دامن وسیع ہوتا نظر آتا ہے۔مختصراً ''احسن الاقوال'' ایک ایسے بزرگ کے ملفوظات ہے جو اپنے زمانے کا روحانی پیشوا رہا ہے۔لیکن اس میں فقط درویشی کی ہی باتیں نہیں ہے۔

بلکہ آیتِ قرآنی کی تشریح ، حدیثوں کی توضیح ،صوفیائے کرام کی حکائیتں ،آئمہ کرام اور بزرگانِ دین کی تعریفیں، تصوّف کی پیچیدہ گتھیوں کا حل، اخلاقی نسخے ،حقوق العباد، اشعار کا بر محل و برجستہ استعمال کہیں ادبِ طعام تو کہیں ادبِ کلام تو کہیں اخلاقی تعلیم یہ تمام باتیں ملفوظ کے اس مجموعہ میں موجود ہیں۔

''احسن الاقوال'' اصول وضوابط اور روِش برہان الدین غریبؒ کے لفظوں میں پیش کرتی ہے جیسے ایک مستحکم مثال کی سی ہوتی ہے جو چشتیہ اکابرین کی مجرّب اور بطور برہان (ثبوت) کے پیش کی گئی ہیں ان میں سے چند تو نمایاں طور پر مخصوص بیانیہ انداز کے ہیں اکثر ابواب کے شروع میں برہان الدین کے لئے باب کے عنوان کی نسبت سے اچھے القابات کا استعمال کیا گیا ہیں۔اس کتاب کا عنوان قرآن کریم کی دو آیتوں سورہ زمر کی اٹھارویں اور سورہ حم سجدہ کی اکتالیس وی آیت سے مشتق ہے۔ ہر دو آیتوں میں سننے اور عمل کرنے کی اچھّی تاکیدی ہدایت ہے اس کتاب کے متن کی شروعات وفات شیخ کے بعد ہوئی جس کا ذکر اس میں ہے۔

اگر چہ ''احسن الاقوال'' صوفی تعلیمات پر زور دیتی ہے مگر اس کے مطالعہ سے لگتا ہے یہ ''نفائس الانفاس'' کی نقل ہے لیکن اس کا بھی ایک مقام ہے اس میں سب سے طویل باب پچیسواں ہے جس میں وضو، نماز نوافل پر تفصیل ہے۔آخر کے صرف تین ابواب میں شیخ اور ان کے مریدین کے کرامات و مکاشفات ہیں اس کتاب کی تحریری نہج میں کہیں بھی مؤلف کی شبیہ نہیں ابھرتی اس کے ستائسویں باب میں مصنّف نے اپنے بھائی کی کتاب ''غرائب الکرامات'' کا بھی ذکر کیا ہے جو یقیناً اس کے بہت بعد کی تحریر ہے۔ اس کتاب میں ایک ضروری نکتہ ارتکاز مرشد کی شخصیت پر رکھتی ہے جو کہ تمام تعلیمات کا روح رواں ہے۔

☆حوالے وتشریحات☆{احسن الاقوال}

| سلسلہ نمبر | اسمائے کتاب | مصنف/موٴلف | سنِ اشاعت/ایڈیشن/مقامِ اشاعت | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|---|
| ۱۔ | گلستانِ خُلد آباد | محمد عبدالحیی | سنہ ۱۴۲۲ھ م سنہ ۲۰۰۱ء اورنگ آباد | ۱۶۹-۱۷۲ |
| ۲۔ | شمائل الاتقیاء دکنی مخطوطہ | میراں یعقوب | سنہ ۱۶۶۷ء حیدر آباد | ۴-۵ |
| ۳۔ | گلستانِ خُلد آباد | محمد عبدالحیی | سنہ ۱۴۲۲ھ م سنہ ۲۰۰۱ء اورنگ آباد | ۱۶۷ |
| ۴۔ | گلستانِ خُلد آباد | محمد عبدالحیی | سنہ ۱۴۲۲ھ م سنہ ۲۰۰۱ء اورنگ آباد | ۱۶۸ |
| ۵۔ | احسن الاقوال | حماّد الدین کاشانی مترجم عبدالمجید خُلد آبادی | بارِ اوّل اشاعتِ جدید | ۱۳ |
| ۶۔ | احسن الاقوال | حماّد الدین کاشانی مترجم عبدالمجید خُلد آبادی | بارِ اوّل اشاعتِ جدید | ۱۴ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۷۔ | گُلستانِ خُلد آباد | محمد عبدالحیی | ۱۴۲۲ھ م ۲۰۰۱ء<br>اورنگ آباد | ۱۶۶ |
| ۸۔ | احسن الاقوال | حمادّالدین کاشانی<br>مترجم عبدالمجید<br>خُلد آبادی | بارِاوّل اشاعتِ جدید | ۱۴ |
| ۹۔ | احسن الاقوال | حمادّالدین کاشانی<br>مترجم عبدالمجید<br>خُلد آبادی | بارِاوّل اشاعتِ جدید | ۱۵ |
| ۱۰۔ | احسن الاقوال | حمادّالدین کاشانی<br>مترجم عبدالمجید<br>خُلد آبادی | بارِاوّل اشاعت جدید | ۱۲۔۱۳ |
| ۱۱۔ | احسن الاقوال | حمادّالدین کاشانی<br>مترجم عبدالمجید<br>خُلد آبادی | بارِاوّل اشاعت جدید | ۷۔۸ |
| ۱۲۔ | احسن الاقوال | حمادّالدین کاشانی<br>مترجم عبدالمجید<br>خُلد آبادی | بارِاوّل اشاعت جدید | [illegible]<br>۹۳۔۹۴ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۳۔ | احسن الاقوال | حمادؔالدین کاشانی<br>مترجم عبدالمجید<br>خُلد آبادی | باراوّل اشاعت جدید | ۴۹ |
| ۱۴۔ | احسن الاقوال | حمادؔالدین کاشانی<br>مترجم عبدالمجید<br>خُلد آبادی | باراوّل اشاعت جدید | ۷۸ |
| ۱۵۔ | احسن الاقوال | حمادؔالدین کاشانی<br>مترجم عبدالمجید<br>خُلد آبادی | باراوّل اشاعت جدید | ۶۰،۷۰،۸۰،۱۰<br>۱۰۹<br>۱۱۰_۱۱۱ |
| ۱۶۔ | احسن الاقوال | حمادؔالدین کاشانی<br>مترجم عبدالمجید<br>خُلد آبادی | باراوّل اشاعت جدید | ۳۸_۳۹ |
| ۱۷۔ | احسن الاقوال | حمادؔالدین کاشانی<br>مترجم عبدالمجید<br>خُلد آبادی | باراوّل اشاعت جدید | ۵۱ |
| ۱۸۔ | احسن الاقوال | حمادؔالدین کاشانی<br>مترجم عبدالمجید<br>خُلد آبادی | باراوّل اشاعنت جدید | ۸۵ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۹۔ | احسن الاقوال | حمادّالدین کاشانی<br>مترجم عبدالمجید<br>خُلد آبادی | بارِاوّل اشاعت جدید | ۷۶ـ۷۷ |
| ۲۰۔ | احسن الاقوال | حمادّالدین کاشانی<br>مترجم عبدالمجید<br>خُلد آبادی | بارِاوّل اشاعت جدید | ۷۳ |
| ۲۱۔ | احسن الاقوال | حمادّالدین کاشانی<br>مترجم عبدالمجید<br>خُلد آبادی | ------ | ۸۲ |
| ۲۲۔ | احسن الاقوال | حمادّالدین کاشانی<br>مترجم عبدالمجید<br>خُلد آبادی | ------ | ۸۴ |
| ۲۳۔ | احسن الاقوال | حمادّالدین کاشانی<br>مترجم عبدالمجید<br>خُلد آبادی | ------ | ۶۱ |
| ۲۴۔ | احسن لاقوال | حمادّالدین کاشانی<br>مترجم عبدالمجید<br>خُلد آبادی | ------ | ۶۳ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۲۵۔ | احسن الاقوال | حمادّالدین کاشانی<br>مترجم عبدالمجید<br>خُلد آبادی | ------- | ۶۸ |
| ۲۶۔ | احسن الاقوال | حمادّالدین کاشانی<br>مترجم عبدالمجید<br>خُلد آبادی | ------ | ۷۲ |
| ۲۷۔ | احسن الاقوال | حمادّالدین کاشانی<br>مترجم عبدالمجید<br>خُلد آبادی | ------ | ۷۴ |
| ۲۸۔ | احسن الاقوال | حمادّالدین کاشانی<br>مترجم عبدالمجید<br>خُلد آبادی | ------ | ۷۸ |

# ☆ نفائس الانفاس ☆

## نسخۂ ملفوظات حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ

☆ مولّف ☆

﴿حضرت خواجہ رُکن الدین دبیر کاشانیؒ﴾

☆ مترجّم ☆

﴿نثار احمد فاروقی صاحب "ماہ نامہ منادی"﴾

☆ مولوی شبیب انور علوی صاحب مکمل ترجمہ ☆

حضرات مشائخ چشتؒ کو جو خصوصی مقبولیت ومحبوبیت اور امتیازی شان اللہ تعالیٰ نے سُلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیا محبوبِ الٰہیؒ کو ارزانی فرمائی تھی وہ دوسرے مشائخ میں کم نظر آتی ہے۔اس ماہِ تمام کے گرد باکمال حضرات کی ایسی کہکشاں تھیں جس کی نظیر ہندوستانی تاریخ میں نہیں ملتی ہے۔ان عبقری شخصیات میں برہان الدین غریبؒ بھی سرِفہرست ہیں۔

بہترین تعریفیں اور عمدہ ترین شکر لوگوں کی سانسوں کی مثل بے قیاس اس کی تعریف کے شکراور عذر میں اور مثل اس کی بے انتہا موجودات کے ہر صنف کی بولیوں، آوازوں اور ان کے کلمات والفاظ کے برابر اِس ذات کے نثار جس نے اصحاب حقیقت کے دلوں کے گوشوں کو اپنی کرامات ونوازشات کی خوشبوں سے معطر کیا اور اربابِ طریقت کے دلوں کے باغچوں کو ہدایت کی ہوا کی جھونکوں سے تروتازہ کردیا۔

اولیائے کرام کو وقت اور کرامات بخشتا تاکہ وہ عاجزوں کی دستگیری کرے اور انھیں راہِ نیک پر چلنے کی تلقین دے اور ان کے باطن کی صفائی کرنے میں انھیں بزرگان کو ثابت قدمی عطا فرمائی تاکہ وہ راہِ گمنامی میں چلنے والوں کو عاقبت کے مقام میں لے جائیں۔

گذشتہ باب میں ہم صاحبِ ملفوظ بُرہان الدین غریبؒ کے حالات سے متعارف ہوچکے ہیں چونکہ حضرت کے ملفوظات پر کاشانی برادران نے اپنی عمر کا خاصہ حصّہ وقف کردیا ہے۔اور اپنے پیرومرشد کے ارشادات وفرمودات کو کتابی شکل میں رہتی دُنیا تک زندہ وجاوید کردیا۔

☆ جامع ملفوظ رُکن الدین کاشانیؒ:۔

حضرت خواجہ رُکن الدین کاشانیؒ کاشان کے رہنے والے تھے۔اس

لئے کاشانی کہلائے۔آپ کے والد کا نام عماد الدین کاشانی تھا۔لیکن آپ نے معہ اہل و عیال دہلی میں بود باش اختیار کر لی تھی۔۱۳۲۷ء میں جب محمد بن تغلق نے دہلی سے دولت آباد دیوگری دارالسلطنت منتخب کیا اس قافلے میں آپ یعنی خواجہ رُکن الدین کاشانیؒ معہ اہل و عیال کے شامل تھے اور جب وہ یہاں پر جلوہ افروز ہوئے تو یہاں یعنی دیوگری میں بابا برہان الدین غریبؒ کی بزرگی کا آفتاب اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ روشن تھا۔خواجہ رُکن الدین کاشانیؒ ۷۳۲ھ م ۱۳۳۲ء میں حضرت غریبؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے اور حضرت کے ملفوظات بطور ''فوائد الفواد'' امیر حسن دہلویؒ کے جمع کیا۔جس کا نام ''نفائس الانفاس'' رکھا۔(۱)

☆زمانۂ ترتیب:۔

''نفائس الانفاس'' میں رمضان ۷۳۲ھ م ۷ جون ۱۳۳۲ء سے صفر ۷۳۸ھ م اگست ۱۳۳۷ء تک کی مجلسوں کے حالات وملفوظات قلم بند ہوئے ہیں۔یہ حضرت غریبؒ کی زندگی کے آخری چھ سال تھے۔اس میں تقریباً تین سال وہ مختلف عوارض میں مبتلا رہے اور گیارہ صفر ۷۳۸ھ م ۹ تمبر ۱۳۳۷ء کو انھوں نے رحلت فرمائی۔(۲)

☆ملفوظ لکھنے کی اطلاع:۔

جامع ملفوظ حضرت خواجہ رُکن الدین تحریر کرتے ہیں کہ ان کرامات بخش کلمات اور نعمت افزا کا تحریر کرنے والا رُکن الدین عماد کاشانی المعروف دبیر کہہ رہا ہوں کے جب میں حضرت غریبؒ کی ارادت کے شرف سے مشرّف ہوا تو میں حضرت کی محبت میں پابندی کے ساتھ پابند ہونے لگا اور حضرت رب العالمین کے اس منتخب بندے سے عمدہ ترین فوائد اور نفیس

ترین نصائح سے جسم کی قوّت اور روح کی غذا حاصل کرنے لگا اور جب بھی میں حضرت کی قدم بوسی سے مشرّف ہوتا تو مجھے ایسے الفاظ حضرت کی زبانِ مبارک سے سننے کو ملتے کے عقل ان کے ادراک سے عاجز اور فہم ان کے احاطے سے قاصر ہو جاتی ہے۔ نہ تو یہ کسی سالک کی تصانیف میں لکھا دیکھا اور نہ کسی محقق نے ان حقائق و غرائب کو کُتب سلوک میں کہیں پڑھا۔

چونکہ نجم الدین امیر حسن سجزیؒ نے اپنے پیر و مرشد نظام الدین دہلویؒ کے ملفوظات پر مبنی کتاب ''فوائد الفواد'' تحریری دھاگے میں پیروئے تھے۔ اس بندہ امیدوار کے دل میں یہ خیال پختہ ہوا کہ یہ بندہ بھی اس قطب زماں کے انفاس و لطائف سے ان صفحات کو آراستہ و پیراستہ روشن کریں۔ تاکہ میں محبوبِ حقیقی کی مسند تک پہنچ سکوں۔ چنانچہ مناسب وقت اور مناسب مقام پر میں نے بابا برہان الدین غریبؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر آپ حکم فرمائے تو حضرت مخدوم کی تقریر روح افزا اور دلکشا سے سننے میں آئے ہیں حرف بہ حرف نقل کر لیے جائیں مخدوم نے ارشاد فرمایا کہ ایک مدّت سے میرے دل میں یہ خیال تھا کہ اگر کسی کو یہ توفیق عطا ہو تو اسے دولتِ سرمدی حاصل ہو اور چونکہ خداوند کریم نے لوحِ محفوظ میں اس کتاب کو تیرے نام سے لکھ دیا تھا لہٰذا اللہ عزوجل نے ایسی بزرگی تجھ کو فرمائی۔

اسی گفتگو کے دوران حضرت نے محبت سے فرمایا حق تعالیٰ نے میرے دل پر یہ خطرہ ڈالا کہ میں تم کو بتا دو کے تم اس کتاب کے دیباچہ میں خواجہ نظامیؒ کی گوہر بار نظم درج کرو اور پیر و مرشد کے حکم کی اطاعت کرنا بندے نے ضروری و واجب جانا اور اس نظم سے یعنی خواجہ نظامیؒ کی نظم سے ملفوظ کا تحریر کرنا شروع کیا جو کل ۶ سالہ فوائد پر مشتمل ہیں۔ (۳)

☆ جامع مترجم:۔

'نفائس الانفاس'' کا اُردو ترجمہ نثار احمد فاروقی صاحب نے ماہ نامہ منادی نئی دہلی کے جلد۷۶ شمارہ ۶ میں کیا ہے۔ ماہ نامہ منادی ۱۹۲۶ء سے جاری ہے یہ بارگاہِ سلطان المشائخ نظام الدین محبوب الٰہیؒ کے جانشین امام المشائخ شمس العلماء حضرت خواجہ حسن نظامیؒ کی یادگار ماہ نامہ ''منادی'' نئی دہلی سے شائع ہوتا ہے یہ رسالہ صوفیائے کرام واولیائے عظام کے رُشد وہدایت اور سوانح عمری اور تصوّف کے موضوعات کا احاطہ کرتا ہے۔ جامع مترجم رقم طراز ہے کہ ''نفائس الانفاس'' کے صرف دو نسخوں کا مجھے علم ہے جن میں سے ایک نسخہ جناب فریدالدین سلیم خلدآبادی صاحب کے پاس سرسری طور پر دیکھا تھا دوسرا نسخہ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کُتب خانہ میں موجود ہے۔ اس میں ۱۳سطری مسطر کے ۱۶۸ صفحات ہیں۔ نسخہ زیادہ پرانا نہیں خط بہت شکستہ ہے۔ اور اکثر مقامات پر تصیح دوسرے نسخوں سے مدد لئے بغیر ممکن نہیں نثار احمد فاروقی صاحب نے مزید یہ فرمایا کہ ہم نے یہاں 'نفائس الانفاس' سے صرف ان عبارتوں کی تلخیص وترجمہ کیا ہے جن میں فریدالدین گنجِ شکرؒ، نظام الدینؒ دہلوی، بابا برہان الدینؒ، اور اس سلسلۂ عالیہ کے دوسروں بزرگوں کے حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ یا ان کے نئے واقعات وملفوظات کا علم ہوتا ہے۔ (۴)

زیرِ بحث کتاب ''نفائس الانفاس'' کا مکمل ترجمہ ''شبیب انور علوی کاکوروی'' صاحب نے کیا اور ۲۰۱۲ء میں کتاب شائع بھی ہوگئی ہے۔ اگر ہم اس گوہر فشاں کتاب کا تفصیلی جائزہ لیں تو ہمیں اُس اہم موضوعات کا پتہ چلتا ہے جو حسبِ ذیل ہیں۔

☆ نفائس الانفاس کے اہم موضوعات:۔

(۱) احکام شریعت (۲) احکام طریقت (۳) محفلِ سماع (۴) ترکِ دُنیا (۵) حسن

اخلاق (۶) عیب جوئی سے پرہیز (۷) صفتِ معانی (۸) لفظوں کا تضاد، معنی ومطالب

۱) احکام شریعت:۔

اولیائے صدق وصفا نے احکامِ شریعت پر کافی زور دیا ہے انھوں نے ہمیشہ قرآن وحدیث شریف سے مستند باتوں کی تلقین و ہدایت کی۔ بندگانِ خدا عبادت عزوجل میں اس درجہ ڈوبے رہے ہیں کہ انھیں دُنیاوی چیزوں کا بھی ہوش نہیں رہتا تھا۔ جو دُنیا میں عزیز ترین ہیں۔

سورہ یٰسین کی فضیلت بیان کرتے ہوئے بابا برہان الدین غریبؒ نے فرمایا کے ایک بادشاہ تھا اُس کا ایک دُشمن تھا۔ ایک بار اس نے بادشاہ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور چند آدمیوں کو اس کے لئے تیار کیا کہ رات میں اس کو قتل کردے جب وہ لوگ بادشاہ کی خواب گاہ میں آئے تو اس کو نہ پایا دوسری رات پھر گئے دیکھا کہ بادشاہ کا آدھا جسم تخت پر پڑا ہے ان لوگوں نے آپس میں کہا کہ چلو اچھا ہوا ہم سے پہلے کسی نے بادشاہ کا کام تمام کیا۔ اور مطمئن ہوکر واپس لوٹ گئے جب صبح ہوئی تو بادشاہ کو صحیح سلامت پایا اس دشمن نے رات کا واقعہ بادشاہ سے بیان کیا بادشاہ نے کہا کہ میں روز رات کو سورۂ یٰسین پڑھ کر سوتا ہوں حق تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان اک حجاب ڈال دیتا ہے آج رات میں نے آدھی سورت پڑھی تھی اس لئے تم کو میرا آدھا جسم تخت پر نظر آیا۔

اس کے بعد سورہ فاتحہ کی فضیلت بیان کی اور یہ حکایت بھی بیان کیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ اس میں اتنی تاثیر ہوتی ہے کہ اس کے پڑھنے سے کٹا ہوا سر جوڑ سکتا ہے حضرت نے اپنے ملفوظات میں نمازوں کی بھی تلقین کیں جس میں

چاشت، اوّابین، تہجد، بین العشائین اور حفظِ ایمان بھی پڑھنے کی ہدایت دی۔ اور نمازِ حفظِ ایمان کی نماز ادا کرنے کی ترکیب بھی بتائی۔(۵)

حضرت نے دُعاؤں اور احادیث شریفین کا بھی ذکر کیا ہے۔ کسی مرید سے فرمایا کہ چاشت کی نماز پڑھوں اور یہ نماز سنّت ہے اس لئے کہ رسول ﷺ پر فرض تھی۔ اور اس کے بعد یہ حدیث بیان کیں۔

"ثلاث كُتب علىٰ ولمه يكتب عليكم الو تر والفحىٰ ولا ضحى"(۶)

دُعا کی برکت کے بارے میں بات نکلی فرمایا ایک سوداگر کے پاس ایک غلام تھا ایک بار غُلام نے چاہا کہ سوداگر کو ہلاک کر دے اور تمام مال و اسباب حاصل کر لیں ایک رات جب کہ سوداگر سو رہا تھا غُلام آیا اور اس کو ذبح کر دیا اور خود جا کر سو گیا جب صبح ہوئی تو سوداگر صحیح و سلامت اٹھا اور غلام کو جگایا غلام بہت متعجب ہوا کہ میں نے اس کو ذبح کر دیا تھا پھر یہ کیسے زندہ ہے دوسری رات اس نے سوداگر کا پیٹ چاک کر دیا جب صبح ہوئی پھر یہ صحیح و سلامت اٹھا تیسری رات غلام نے ایک بڑا پتھر لایا اور سوداگر کے سر پر دے مارا کہ اس کا بھیجا باہر نکل آیا پھر جب دن ہوا تو سوداگر صحیح و سلامت اٹھا غلام آیا اور اس کے قدموں پر گر پڑا اور کہا میں نے تین بار ایسا ایسا کیا آپ کیسے بچ گئے سوداگر نے کہا میں رات کو سوتے وقت جو دُعا پڑھتا ہوں اس کی برکت سے حق تعالیٰ نے میری حفاظت فرمائی۔ حضرت غریبؒ نے مزید فرمایا کہ حضرت رسالت پناہ ﷺ یہ دُعا بہت پڑھا کرتے تھے۔

"الا همّه لا تكلنى الى نفسى طر فهت عنّى و

الیٰ احد مِّن خلقِک فاضع لِکُلِ ہ"(۷)

فرمایا حضرت نے یہ دُعا پڑھنے سے ہر کام میں آسانی لاحق ہوتی ہے۔کامل بزرگان دین نے اپنی وعظ ونصیحت قرآن وحدیث کے ثبوت میں کیا ہے مخدوم نے کپڑے چھوٹے کرنے کے بارے میں فرمایا کہ کپڑوں کا چھوٹا کرنا آیت قرآنی سے ثابت ہے۔(۸)

☆احکامِ طریقت:۔

مخدوم خورشید صدق وصفا احکامِ شریعت پرسختی سے کاربند ہونے کے بعد طریقت کی وادی میں قدم رکھتا ہے یہ وہ دریا ہوتا ہے جس میں غوطہ لگا کر اپنے سب سے بڑے اور سب سے بدترین رفیق نفس کو کچلنا پڑتا ہے اس میں درویش صدق وصفا کو بڑے بڑے مجاہدے اور ریاضتوں کا سامنا کرنا ہوتا ہے۔

مجاہدے کے بارے میں ایک مجلس میں حضرت نے کہا کہ ایک بار ایک مسافر شیخ الاسلام نظام الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوا شیخؒ کھانا نوش فرمارہے تھے وہ بھی دسترخوان پر بیٹھ گیا شیخؒ نے دریافت کیا تم نے اس سفر میں کتنے درویش دیکھے وہ ہر ایک کا نام بتاتا اور کہا کہ میں نے ایک درویش ایسا دیکھا جو نہ کبھی سیر ہو کر کھاتا اور نہ کبھی سیر ہو کر سوتا جب مسافر نے یہ بات کہی تو حضرت خواجہ لقمہ بنا کر منہ میں رکھنے جارہے تھے فوراً آپ نے لقمہ واپس رکابی میں رکھ دیا اور نوش نہ فرمایا۔(۹)

نفس کی بات نکلی تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جہاں تک ہو سکے نفس کو قابو میں رکھا کرو اسی مناسبت سے حضرت نے یکم ذی الحجّہ ۷۴۳ھ کی مجلس میں فرمایا کہ میں جس زمانے میں دروازہ پل کی مسجد میں امامت کرتا تھا ایک چھوٹی سی دُکان پر بیٹھ جایا کرتا تھا اور بار بار اپنا

ہاتھ اپنے منہ پر پھیر کر کہا کرتا تھا۔

''ترا زار زار خواہم گشت وترا ہم چنیں عاجز خواہم کرد''

(تجھے فنا کر ڈالوں گا اور سخت عاجز بنا دوں گا)

مگر سالہا گذر گئے نفس کو کچھ بھی ہلاک نہ کر سکا۔ نفس جو کہ انسان کی بدترین دوست ہے ان اولیائے کرام نے اسے نیست و نابود کر دیا تھا۔ مخدوم نے فرمایا کہ جب تک نفس کے اختیار سے نہیں چھوٹے تو ہرگز حق جل وعلا تک نہیں پہنچ سکتے اِس میں اہلِ خاندان بھی روکاوٹ نہیں بنتے صرف نفس کی پکڑ کو کمزور کرنا ہوتا ہے۔ (۱۰)

☆ ترک دُنیا:۔

درویش صالحین کی تعلیمات، وعظ ونصیحت میں ایک تعلیم ترکِ دُنیا کی بھی ہے۔ اِن صالحین نے کہا کہ انسان یعنی درویش کو سب سے پہلے دُنیا کو ترک کر دینا چاہیے اور اسے سب سے اچھی عبادت قرار دی ہے۔ اسی مناسبت سے حضرت نے یہ حکایت بیان فرمائی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی صحرا سے گذر رہے تھے کہ ایک شخص سویا ہوا دیکھا انھوں نے اس سے کہا کہ اٹھ اللہ کی عبادت کر اس شخص نے کہا مجھے سونے دو میں نے سب سے بڑی عبادت کی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کون سی کہا ''میں نے دُنیا کو دُنیا داروں کے لئے ترک کر دیا'' عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تمہارا سونا بھی دوسروں کی عبادت سے افضل ہے۔ (۱۱)

☆ محفلِ سماع:۔

سماع بزرگانِ چشت کے یہاں روحانی غذا تصوّر کیا گیا ہے۔ چونکہ یہ سلسلہ

چشتیہ کے باغ کا ایک کھلتا گُلاب کی حیثیت رکھتا ہے۔اس میں قوّال ادبی اشعار چنگ و رباب کے ساتھ گاتے اور بجاتے ہیں اور ایسا ماحول ہوتا ہے کہ یہاں بیٹھنے والوں کو رقت طاری ہوتی ہے سماع کی مناسبت سے غریبؒ نے فرمایا کہ مجھ کو صرف دو اوقات میں راحت ہوتی ہے۔ایک سماع کے وقت اور دوسرا اس وقت جب میرا ایسا کوئی دوست آتا ہے جس کے سامنے حضرت حق کا ذکر کیا جائے۔

سماع کی فضیلت کے بارے میں غریبؒ نے فرمایا کہ میں ایک بار بیمار تھا اور اسی مسجد پُل میں سماع سن رہا تھا مولانا عمادالدین تیر گرنامی ایک مُرید آیا اور پوچھا کیا حال ہے آپ بیمار معلوم ہوتے ہیں میں نے جواب دیا سماع سن رہا تھا لیکن اب میری طبیعت بلکل ٹھیک ہوگئی۔(۱۲)

اسی مناسبت سے بابا برہان الدین غریبؒ نے ارشاد فرمایا کہ خواجہ بدرالدین سمرقندیؒ بیمار ہوئے بہت تکلیف میں تھے تالاب کے کنارے گئے وہاں سماع ہو رہا تھا خواجہ بھی سماع میں چلے گئے سماع سننے سے ان کی ساری تکلیف صحت میں تبدیل ہوگئی۔

☆حسن اخلاق:۔

حسنِ اخلاق کی بھی حضرت نے اپنے وعظ و نصیحت میں تلقین کی فرمایا کہ بیعت لینا اور مُرید کرنا ایسے شخص کے لائق ہے جو بندگانِ خدا کا خیر خواہ ہو مثلاً اگر کوئی کسی فقیر کے پاس جائے اور وہ فقیر اس سے بھاگے اور اچانک اس کے راستے میں کنواں آجائے تو یہ اس کے پیچھے پیچھے دوڑے اور کہے کہ خواجہ کنواں سامنے ہے سنبھل کر کہیں گر نہ جائے یعنی ایسے شفیق کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دے تو دُرست ہے اور اس ضمن میں یہ اشعار زبانِ مبارک سے فرمایا۔

''ہر کہ پایت برید سر بخش  وانکہ سمیت نداد زر بخش

ہر کہ از تو برید و پیوند  وانکہ زہرہ دہد یدو دہ قند

تا شوی دو جہان وصل فراق  دفترے از مکارم اخلاق۔(۱۳)

ترجمہ:۔ (جو تیرا پیر کاٹے تو اس کو سر بخش دے اور جس نے تجھ کو چاندی نہیں دی تو اس کو سونا دے اور جو تجھ سے کٹ جائے تو اس سے رشتہ جوڑ لے اور جو تجھ کو زہر دے تو اس کو شکر دے تا کہ اس وصل و فراق کی دُنیا میں تو حسن واخلاق کا ایک بہترین دفتر بن جائے۔)

حسن واخلاق کی باتوں کی ہدایت دیتے ہوئے بابا برہان الدین غریبؒ نے بلّی کی حکایت بیان کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مردانِ خُدا کا حسن اخلاق ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی کو رُسوا نہیں کرتے۔(۱۴)

اپنی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے حضرت غریبؒ نے مولانا یوسف کی حکایت بیان کی کہا کہ مولانا کے پاس ایک گھوڑی تھی ایک بار وہ بیمار ہوئی اور کمزور ہوگئی ہر ایک نے یہی کہا کہ یہ مر جائے گی اس کو گھر سے باہر نکالو تا کہ کہیں باہر جا کر مرے چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا آدھی رات کے بعد مولانا کے دِل میں یہ خیال آیا اے نا انصاف تو نے اس کے پشت پر سواری کی ہے اور جب تک صحیح وسلامت رہی اور اس کے بدن میں طاقت رہی تب تک تیرے ساتھ وفاداری کر رہی تھی اب تو ایسی حالت میں اس کو گھر سے باہر نکال دیا۔ اگر اس کو درندے کھا گئے یا سردی سے مرگئی تو کل اس خُدا کو کیا منہ دیکھائے گا اسی وقت اٹھے اور اس کو تلاش کرنے لگے ایک جگہ پایا اپنی پگڑی اس کی گردن میں ڈالی اور اس کے قدموں پر گر

پڑے اور کہا میں نے اچھا نہیں کیا میں نے بہت برا کیا مجھے معاف کر دے اور اس کو گھر لائے اور اس کا علاج کیا اور کہا کہ یہ اللہ والوں کا کاروبار ہے۔اور یہی حسن اخلاق ہے۔(۱۵)

☆عیب جوئی سے پرہیز:۔

مخدوم خورشید صدق وصفا بابا برہان الدین غریبؒ کے اس مجموعہ ہائے ملفوظات میں انھوں نے عیب جوئی سے پرہیز کرنے کی ہدایت دی حضرت نے کہا کہ کسی کے عیبوں کو اُجاگر کرنا نہایت ہی بُرا فعل ہے ہمیں کسی کے عیبوں کو اُجاگر نہیں کرنا چاہیے بلکہ اسے چھپانا چاہیے کہ ہمارے ایسا کرنے سے اس شخص کو تکلیف نہ ہو اسی مناسبت سے یہ حکایت بیان کی کہ حضرت خواجہ جنیدؒ کے زمانے میں ایک جوان نہایت ہی حسین وجمیل تھا۔اور اس کا پیغام ایک لڑکی کے گھر گیا تھا وہ لڑکی بھی ایسی خوب روتھی کہ حسن وجمال میں اس کی مثال دی جاتی تھی۔لیکن اس کو ایک بیماری ہو گئی تھی یعنی اس کے چہرے پر سفید داغ ہو گئے تھے۔لڑکی کے ماں، باپ پریشان اور غمزدہ تھے۔کیونکہ وہ جوان جس کا پیغام اس لڑکی کو تھا وہ بہت خوبصورت تھا۔اگرچہ لڑکی اس سے زیادہ حسین تھی لیکن ایسے عیب کے باوجود اس نے کیوں پیغام دیا تھوڑی مدّت کے بعد لوگوں نے سنا کہ یہ لڑکا اندھا ہو گیا لڑکی کے ماں باپ خوش ہو گئے کہ داماد اندھا ہو گیا اب لڑکی کے عیب نہ دیکھے گا اور نہ بیان کرے گا لڑکی کا نکاح ہو گیا اور تھوڑے عرصے کے بعد اسے بچّے ہو گئے ایک بار اس جوان نے کہا کہ یہ چراغ جو یہاں رکھا ہے صحیح نہیں جل رہا ہے اور فلاں سامان وہاں رکھا ہوا ہے اسے اٹھا لو ساس، سسر خوش ہوئے کہ داماد کی بینائی واپس آ گئی جوان نے کہا میں ہمیشہ سے بینا تھا لیکن اس وجہ سے کہ لڑکی کے ماں، باپ دل شکستہ ہو گے میں نے خود کو نابینا بنا لیا تھا۔اس کے بعد

جب یہ خبر جنیدؒ کو پہنچی تو خواجہ رو دیے اور فرمایا کہ یہ جوان نے اپنا دامن اولیاءاللہ کے سروں پر رکھا ہے۔اس حکایت میں حضرت نے عیب جوئی پر نہایت عمدہ انداز میں روشنی ڈالی اور ہمیں اس بات کی تلقین دی کہ کسی بھی عیب دار کے عیب چھپانا یہ صفتِ نیک گوئی ہے۔(۱۶) اسی ضمن میں ارشاد فرمایا کہ ایک بات مولانا یوسف سلمہٗ اللہ تعالیٰ سے میں نے سنی وہ بات بہت اچّھی تھی اور وہ یہ ہے۔

"اگر تو یار بے عیب جوئی بے مانی"

حضرت نے فرمایا کہ اگر بے عیب دوست ڈھنڈوں گے تو بے دوست رہ جائنگے کیونکہ بے عیب صرف خُدا کی ذات ہے دوسرے یہ کہ جو کچھ اس کے سوا ہے وہ سب معیوب ہے(۱۷)

☆صبر وتوکّل:۔

حضرت نے اپنے وعظ میں صبر وتوکّل کی بھی ہدایت دی اور کہا کہ فقیر کو اس کی ذات سے ناراض نہیں ہونا چاہیے اور کہا کہ اگر کوئی مسجد میں بیٹھ جائے تو بار بار دروازے کی طرف نہیں دیکھنا چاہیے کیونکہ اگر اس عز وجل پر بھروسہ ہے تو وہ ہمارا پیٹ ضرور بھرے گا۔ ہمیں صبر وتوکّل سے کام لینا چاہیے اس ضمن میں فرمایا کہ خواجہ ابراہیم بن ادھم بلخی ایک بار روزے سے تھے اور افطار کو بھی کچھ نہ تھا چھ راتیں گذر گئی اس کے بعد ہاتھ پیروں میں طاقت نہ رہی انھوں نے عرض کیا کہ بارِ خُدایا شاید کے اب تو مجھے کچھ عطا کرنے والا ہے اتنے میں ایک شخص آیا اور کہا کہ خواجہ میرے گھر تشریف لے چلیں آپ کی دعوت ہے خواجہ اس کے گھر تشریف لے گئے افطار کے بعد اس آدمی نے اپنا تمام مال واسباب خواجہ کے سامنے لاکر رکھ دیا اور عرض کیا کہ یہ سب آپ کا ہے خواجہ ابراہیم بن ادھمؒ نے دریافت فرمایا کہ کیسے اس نے عرض

کیا کہ میں آپ کا غلام ہوں خواجہ نے اس کو آزاد کر دیا اور سب مال واسباب اسی کو بخش دیا اور گھر سے باہر نکل کر منہ آسمان کی جانب کیا اور فرمایا کہ الٰہی میں تجھ سے دوسرے کی مدد کی درخواست نہیں کرتا یعنی درویش کسی کی مدد کے خواہاں نہیں یہاں پر حضرت نے خود اعتمادی کا بھی درس دیا ہے۔(۱۸)

☆صفتِ معافی:۔

حضور اکرم ﷺ کی صفتوں میں سے ایک ہے اور یہی صفت اللہ کے ولیوں میں بھی بادرجۂ اتم پائی جاتی ہیں۔ بابا برہان الدین غریبؒ نے اپنے وعظ و نصیحت میں عفو درگذر کی بھی تلقین کی فرمایا کہ جو شخص حاکم یا بادشاہ ہو جائے اس کو چاہیے کہ مخلوق خُدا کے ساتھ عفو درگذر سے کام لے اور پریشان حال کی مدد کریں اسی مناسبت سے یہ حکایت بیان کی کہ ہمارے نظام الدین دہلوی شیخ الاسلامؒ نے فرمایا کہ ایک بار ایک شخص فرید الدین گنجِ شکرؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ مجھ کو فلاں آدمی سے کام پڑا ہے اگر حضور نے سفارش کر دی تو کام ہو جائے شیخ نے خود بھی اس سے سفارش کیا اور کہلایا بھی لیکن اس نے نہ سنا فرید الدینؒ نے اس سے فرمایا کہ شاید تو نے بھی کسی کی سفارش نہیں سنی ہے کیونکہ جیسا کرتا ہے ویسا ہی اس کو پیش آتا ہے اور یہ بیت زبانِ گوہر بار سے فرمائی۔

''ہم کردۂ تو بہ پیست آرند''

ترجمہ:۔ (تیرا عمل ہی آئندہ تیرے سامنے لایا جاتا ہے ص۴۲)(۱۹)

☆لفظوں کا فرق معنی و مطالب:۔

حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ نے اپنے ارشادات و فرمودات

میں مشکل لفظوں کے معنی و مفہوم اور مطالب کو نہایت سلیس انداز میں سمجھانے کی کوشش کی ہے۔ایک جگہ حضرت نے لفظ تحاجب استعمال کیا اور اس کی تشریح اس طرح کی کہ میں نے جو لفظ تحاجب استعمال کیا وہ میں نے کہیں سے سنا نہیں ہے بلکہ مثل تمارض کے بیان کیا ہے اور تمارض کے معنی یہ ہے کہ کوئی بیمار نہ ہونے کے باوجود اپنے آپ کو بیمار ظاہر کریں اور اسی طرح تجاہل اس کو کہتے ہے کہ کوئی خود کو نادان و بیوقوف ظاہر کریں اسی مناسبت سے حضرت نے فرمایا ایک بار ایک شخص نظام الدین دہلوی شیخ الاسلامؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ الہام ربانی اور وسواس شیطانی میں کیا فرق ہے حضرت نے کہا کہ الہام ربانی اور وسواس شیطانی یہ ہے کہ وہ شخص کسی درویش کی نذر کے لئے پانچ کھوٹے سکے لائے اور وسواس شیطانی یہ ہے کہ وہ شخص نذر دیے بغیر واپس چلے جائے دونوں میں یہ فرق ہے وسواس شیطانی نیک کام نہیں کرنے دیتی۔بابا برہان الدین غریبؒ نے اپنے وعظ و نصیحت میں دین تو دین دُنیاویں باتوں کا بھی ذخیرہ بھر رکھا تھا۔مسکین کے بارے میں جب بات نکلی تو کہا کہ مسک دراصل خون ہوتا ہے اور خون بھی وہ جو خشک ہو کر جم جاتا ہے اسی طرح جس کسی کا دل محبت حق سے خون ہو کر خشک ہو جائے اس کو مسکین کہا جاتا ہے اور ہر وہ شخص جو خود کو مسکین کہتا ہے یہ غلط ہے۔اور بیچارہ کے نسبت فرمایا کہ جو کسی کو بیچارہ کہتے ہیں یہ بھی غلط ہے بیچارہ کون ہے؟ وہ جس کا کوئی چارہ نا ہو اور اس نے کلّی طور پر خود کو حق کے سپرد کر دیا ہو لیکن ہم لوگ جب ہر بات میں اپنی مرضی چلاتے ہیں کہ ایسا کریں اور ایسا نا کریں تو اس حالت میں بیچارہ کہنا ہمارے لئے جائز ہے۔(۲۰)

نئے الفاظ کی تشکیل کرنا' الفاظ کے مفہوم پر باریکی سے غور کرنا' مرکب الفاظ جو دو

لفظوں سے مل کر بنا ہیں اُنھیں جدا کر کے مفہوم پر غور کرنا اور سمجھنا و سمجھانا، بر محل بر موقع مناسب الفاظ کا استعمال کرنا یہ بابا برہان الدین غریبؒ کی زبان دانی کی دلیل ہے۔ مناسب اور پُر تاثیر زبان کا استعمال ہی تحریر و تقریر میں جان پیدا کرتا ہے اور الفاظ کا استعمال ان کے ادبی ذوق کی نمائندگی کرتا ہے۔

☆ تاریخی اہمیت:۔

جب ہم زیرِ بحث کتاب کا تاریخی نقطۂ نظر سے مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں حضرات شیوخ العالم فرید الدین گنجِ شکرؒ، نظام الدین اولیاؒ، انبیا ئے کرام و آئمہ دین کے حالات و ملفوظات سے متعلق غیر معمولی اہمیت کا مواد اس کتاب میں ملتا ہے اس کے علاوہ عہدِ محمد شاہ تغلق کے ہندوستانی سماج کے بارے میں مفید اشارے ملتے ہیں تیسری اہمیت یہ ہے کہ آٹھویں صدی ہجری کی فارسی نثر کے بہت تھوڑے متون ملتے ہیں آٹھویں صدی ہجری میں تحریر کردہ فارسی نثر کے نمونے تقریباً نایاب ہیں اور خصوصاً دکن میں زبان کے مزاج اور ارتقاء کو سمجھنے کے لئے ابتدائی اور نثری و شعری نمونے اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ اس اعتبار سے ''نفائس الانفاس'' اور حضرت غریبؒ کے دوسرے مجموعہ ہائے ملفوظات فارسی نثری ادب کا بھی قیمتی ورثہ ہیں اور دکن میں تالیف کی جانے والی معدودے چند علمی کتابوں میں شامل ہیں۔ (۲۱)

☆ ادبی اہمیت:۔

جس طرح زیرِ نظر کتاب ''نفائس الانفاس'' کی تاریخی اہمیت مسلّم ہے اسی طرح یہ کتاب کی علمی و ادبی حیثیت بھی مسلّم ہے۔

☆زباں وبیاں:۔

دکن دولت آباد کی زباں جب ہی اثر انداز ہوگئی تب محمد بن تغلق نے تمام دہلی کی عوام کو دولت آباد منتقل کردیا چونکہ یہاں کی زبان بزرگانِ دین کی آمد سے کچھ اثر انداز ہوئی تھی دوسرے دہلی سے آنے والوں کی زبان اور یہاں کی زبان کے تصادم سے ایک نئی زبان کی آبیاری ہو رہی تھی۔ اس مناسبت سے زبان کو کافی وسعت ملی اور ان بزرگانِ دین نے یہاں کی عوامی زبان کو اپنا بنایا جس میں بابا برہان الدین غریبؒ بھی سرِ فہرست ہے۔اور حضرت غریبؒ اسی عوامی زبان میں وعظ ونصیحت کرتے رہے مولوی عبدالحق صاحب نے اس بات کو واضح کردیا ہے کہ جب سلطان جی نے حضرت برہان الدین غریبؒ کو دکن دولت آباد جانے کا کم دیا تو ساتھ میں یہ بھی فرمایا کہ میری پیرزادی دولت آباد میں قیام فرما ہے ان کی خدمت میں سرگرم رہنا اس سے مراد حضرت بی بی عائشہ جو خُلد آباد کی چہار دیواری کے باہر آسودۂ خاک ہے (موجودہ دور میں العرفان اسکول کے پیچھے) آپ یعنی حضرت غریبؒ ہر جمعہ بعد نماز ان کی خدمت میں حاضر ہوتے بی بی عائشہ کی ایک بیٹی تھی جو بہت بڑی عابدہ اور زاہدہ تھی ایک بار آپ حسبِ معمول بعد نماز جمعہ حاضر ہوئے تو ان کی نگاہ اس لڑکی پر پڑی اور ان کو دیکھ کر تبسّم فرمایا بی بی عائشہ نے بہ زبان ملتانی فرمایا ''ائے برہان الدین! ساڈی دھیہ کہ کہیا ہنسدا (ائے برہان الدین تو ہماری لڑکی کو دیکھ کر کیوں ہنستا ہے۔)

یہ واقعہ اُردو ادب کی تاریخ میں سبھی کتابوں میں درج ہے مثلاً دکن میں اُردو نصیر الدین ہاشمی تاریخ ادبِ اُردو جمیل جالبی اُردوئے قدیم شمس اللہ قادری اُردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام مولوی عبدالحق۔اس عبارت سے ظاہر ہے کہ یہ

بزرگ مقامی اور وطنی بولیوں کو بلا تکلف بولتے تھے اور اس کے استعمال سے کبھی آر نا کرتے تھے۔ اس کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے ضروری سمجھتے تھے۔ اُردو کی ابتدائی ترقی و ترویج میں ان اولیائے کرام کا کافی اہم رول رہا ہے اور سلسلہ بہ سلسلہ ان حضرات نے اُردو کی ابتدائی ترقی میں نہایت عمدہ طریقے سے اپنا کام انجام دیا ہے مولوی عبدالحق صاحب سیّد محمد حسینی بندہ نواز گیسو درازؒ کے ضمن میں یہ فرماتے ہے کہ حضرت صاحب علم و فضل اور صاحبِ تصانیف گذرے ہیں آپ کا معمول تھا کہ نمازِ ظہر کے بعد طلبہ اور مریدوں کو حدیث، تصوّف اور سلوک کا درس دیا کرتے تھے اور گاہے گاہے درس میں کلام و فقہ کی تعلیم بھی ہوتی تھی جو لوگ عربی و فارسی سے ناواقف تھے ان کو سمجھانے کے لئے ہندی زباں میں تقریر فرماتے تھے چونکہ حضرت صاحبِ تصانیف کثیرہ تھے ان کا ایک رسالہ ''معراج العاشقین'' ہے لیکن جدید محقق ڈاکٹر جمیل جالبی کا کہنا ہے کہ یہ ان کا رسالہ نہیں ہے اس رسالہ کی زباں کا نمونہ یہ ہے۔

''اے عزیز! بندہ بنا یہاں پچھان کو جانا ئی تو شرح جاتا
ہے اوّل اپنی پچھانت بعد از خُدا کی پچھانت کرنا''

ان اشعار سے ظاہر ہے کہ ان بزرگوں نے یہاں کی زبان سیکھی اور بلا تکلف اسی زبان میں وعظ و نصیحت کی اور دین و دنیا کی باتوں کا درس دیا ان کی یہی زبان ابتدائی اُردو کہلائی۔

وقت تغیر پذیر ہے جیسے ہی دہلی کی تمام عوام جس میں علماء، حکماء، اعلیٰ، ادنیٰ سب شامل تھے اور خاص کر وہ درویش بھی شامل تھے جنھوں نے یہاں آ کر دینِ اسلام کی اشاعت کی ان کی آمد سے زبان تبدیل ہو جاتی ہے تو بیان میں خود بخود تبدیلی وقوع پذیر

ہوجاتی ہے جیسا کہ ''معراج العاشقین'' کی اس عبارت سے محسوس ہوتا ہے۔

''انسان کے بوجنے کوں پانچ تن۔ ہر ایک تن کوں پانچ دروازے ہیں ہور پانچ دربان ہیں پہلا تن واجب الوجود مقام اس کا شیطانی نفس اس کا امّارہ یعنے واجب کی آنک سوں غیر نا دیکھنا سو حرص کے کان موں غیر نا سننا سو حسد تک سوں بد بوئی نا لینا سو، بغض کی زباں سوں بدگوئی نا کرنا سو کہ نا کی شہوت کوں غیر جا گا خرجنا سو۔ پیر طبیب کامل ہونا و نبض پچھان کوں دوا دینا۔'' (۲۲)

علاوہ اس رسالے کے آپ کے متعدد رسالے اس زبان میں ہیں فردوسِ نظر کتاب میں ہمیں اس زبان کے کافی الفاظ پڑھنے کو ملتے ہیں جیسے سوں، توں، نین، تیاگ، بھسم، ہور وغیرہ۔

☆لفظیات:۔

زیرِ نظر کتاب ''نفائس الانفاس'' کی اگر لفظیات پر نظر دوڑائیں تو ہمیں اس کے الفاظ نہایت ہی لطف دے جاتے ہیں۔ جیسے تیاگ ہور، تن، سوں، بدک وغیرہ اس کتاب کی لفظیات نہایت عام فہم ہیں اس میں مقفعٰ و مسجعٰ عبارت کی کہیں گنجائش نہیں ہے حضرت نے نہایت سلیس انداز میں اپنی بات عوام تک پہنچائی اور برمحل و برجستہ ایسے اشعاروں سے بھی مستفید ہوئے کے جس کے پڑھنے سے انسان کی بوریت ختم ہوجاتی اور قاری کی یکسانیت اور اُکتاہٹ بھی ختم ہوجاتی ہے اور دماغ تر و تازہ ہوجاتا ہے حضرت نے ''بدک'' لفظ کا استعمال اس طرح کیا کہ اس حکایت کو پڑھنے سے اس لفظ کے معنی و مفہوم پڑھنے والے کو خود بخود سمجھ میں آجاتے ہیں اس کے سمجھنے کے لئے کوئی لغات کے سہارے کی

ضرورت نہیں پڑتی بابا برہان غریبؒ کی وعظ ونصیحت کی لفظیات اس درجہ سلیس وعام فہم تھیں۔

**☆زباں کا مزاج:۔**

جس طرح زبان وبیان میں لفظیات کی تبدیلی آئی تو زباں کا مزاج بھی بدل گیا۔تبادلۂ دہراور تبادلۂ خیال سے زباں کا مزاج اور مستحکم ہوگیا ان ہی بزرگوں کی بدولت زباں ہمیں نئے رنگ میں رنگی نظر آتی ہے۔ جتنے اولیاء اللہ سرزمین ہند میں پیدا ہوئے یا وارد ہوئے نہایت عالم فاضل ہونے کے باوجود صرف چند کو چھوڑ کر باقی سب عوام سے انھیں کی زبان میں بات چیت کرتے تھے۔اور تعلیم وتلقین فرماتے تھے۔یہ بڑا گر تھا اور صوفیہ اسے خوب سمجھتے تھے ہمارے اس بات کی تصدیق فاضل شارح ملک محمد جائسی کے قول سے بھی ہوتی ہے۔مولوی عبدالحق نے اپنی تصنیف میں یہ قول اس طرح درج کیا ہے۔

”وہ تو ہم نا کند اولیاء اللہ بغیر از زباں عربی تکلم نا کردہ
زیرا کہ جملہ اولیاء اللہ در ملک عرب مخصوص نابودہ بیں
بجز ملک کہ بودہ زبان آہ ملک راب کاربر دہ اندوگماں
نانکند کہ ہیچ اولیاء اللہ با زبان ہندی تکلم نا کردہ زیراک
اوّل از جمیع اولیاء اللہ قطب الاقطاب خواجہ بزرگ معین
الحق قدس اللہ سرہ بدین زبان سخن فرمودہ، ازاں حضرت
خواجہ گنجِ شکرؒ در زبان ہندی وپنجابی بعضے از اشعار نظم فرمودہ
چنا کہ در مردم مشہور اند اشعار از دوہرہ وسورت......وامثال
آہ نظم نمود ہمچناں ہر یکے از اولیاء بدین لسان تکلم می مرفودندتا

کہ عہدِ خلافت ایشان با محقق مدقق رسید ودے درین زباں

بسیارے از مصنفات از رسائل و مطولات تصنیف فرمودہ

ویکے از مصنیفات وے اکھر وتی است۔" (۲۳)

یہ وہ ادبی شۂ پارے ہیں جس میں ہمیں اُردو کی ابتدائی نشو ونما کی عکّاسی ہوتی ہے اور زباں کی ترقی وترویج میں انھیں اولیائے کرام نے کافی اہم رول ادا کیا جو کام علماء وامراء بلکہ حکومتوں اور بادشاہوں سے بھی نا ہوسکا جوان فقیر درویش نے کردیے اس کی خاص وجہ یہ تھی کہ بادشاہ کا دربار خاص ہوتا تھا اور فقیر کا دربار عام ہوتا تھا جہاں بڑے چھوٹے، امیر، غریب، عالم، جاہل کا کوئی امتیاز نا تھا اور یہی سبب ہے کہ درویش کو وہ وقت وہ اقتدار حاصل ہوجاتا تھا کہ بڑے بڑے جبّار اور باجبروت بادشاہوں کو بھی ان کے سامنے سر جھکانا پڑتا تھا۔ نیز بابا برہان الدین غریبؒ نے اپنے ملفوظات میں ہندی دوہے بھی کہے اس مجموعہ ملفوظات سے یہ دوہا ملاحظہ کیجئے۔

"ہندہوں جت ہند ہالا دی نگون جت

نحن ضمنا بشیم" (۲۴)

مختصراً درویشوں کا تکیہ عالم، فاضل، ادنیٰ، اعلیٰ، امیر، فقیر، ہندوں، مسلم سبھی کے لئے کھلا ہوتا تھا ان تمام حضرات کے تبادلۂ خیال کی بدولت زباں کا مزاج اور ستھرا ہوجاتا ہے۔ اور زبان آہستہ آہستہ دکنی اُردو کا چربہ اختیار کرتی ہے حضرت غریبؒ نے یہ کام نہایت دلکش انداز میں انجام دیا۔ غرض یہ وہ اہم تصنیف ہے جو زبان کے ابتدائی مدارج کی عکاسی کرتی ہے اُردو زبان کی تاریخ سمجھنے کے لئے ایسے نثر پارے بڑے معاون ہوتے ہیں۔

رُکن الدین نے اپنے مُرشد کے ملفوظات بڑی خوش اسلوبی سے تحریر کیے اور بہت اہتمام سے یہ کام انجام دیا اُن کی خواہش تھی کہ حسن دہلوی کے طرز پر ہی اپنے مرشد کی تعلیمات کو پھیلائیں ''نفائیس الانفاس'' بڑی خوبیوں کا مجموعہ ہے اس میں مباحث بھی ہیں مرشد کے پوچھے گئے سوالات اور اُن کے جوابات بھی ہیں، مذہبی فرائض کی ادائیگی اور اُن کی تشریحات بھی ہے اس میں کئی چشتیہ اکابرین کا ذکر ہے خاص طور پر محبوبِ الٰہیؒ کا ذکر تو ہر صفحہ پر ہے اس سے کچھ کم فریدالدین گنجِ شکرؒ کا' اس طرح رُکن الدین جن مریدوں سے متاثر ہوئے اُن کا بھی ذکر کیا ہے رُکن الدین کی خصوصیت یہ بھی ہے کہ مجلس میں اپنے مرشد سے سنے ہوئے الفاظ کو جوں کا توں اُسی وقت تحریر کرتے تھے۔ یہ کتاب روزنامچہ کے طرز پر ہے روزآنہ کی مجلس میں سنی ہوئی باتوں کو اسی روز اور اسی وقت درج کیا گیا ہے اور یہ بھی کوشش کی گئی ہے کہ الفاظ میں ردّوبدل نہ ہو جس طرح مرشد کی زبان سے ادا ہوئے ہیں صفحۂ قرطاس پر بکھر دیا گیا ہے۔

☆ حوالے وتشریحات ☆ {نفائیس الانفاس}

| سلسلہ نمبر | اسمائے کتاب | مصنّف رمولّف | سنِ اشاعت رایڈیشن رمقامِ اشاعت | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|---|
| ۱۔ | نفائیس الانفاس | رُکن الدین کاشانیؒ ر نثار احمد فاروقی | جلد ۶۷ شمارہ ۶ نئی دہلی ۱۹۹۲ء | ۸ |
| ۲۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۹ |
| ۳۔ | نفائیس الانفاس | رُکن الدین کاشانی ر شبیب انور علوی | سنِ اشاعت ۲۰۱۲ء لکھنؤ | ۲۴ |
| ۴۔ | نفائیس الانفاس | رُکن الدین کاشانیؒ ر نثار احمد فاروقی | جلد ۶۷ شمارہ ۶ نئی دہلی ۱۹۹۲ء | ۲۲ |
| ۵۔ | نفائیس الانفاس | رُکن الدین کاشانی ر شبیب انور علوی | سنِ اشاعت ۲۰۱۲ء لکھنؤ | ۴۷ |
| ۶۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۶۵ |
| ۷۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۴۶ |
| ۸۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۱۲۴ |
| ۹۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۱۲۲ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۱۰۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۸۲ |
| ۱۱۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۸۸ |
| ۱۲۔ | نفائیس الانفاس | رُکن الدین کاشانیؒ ر نثار احمد فاروقی | جلد ۶۷ شمارہ ۶ نئی دہلی ۱۹۹۲ء | ۹ |
| ۱۳۔ | نفائیس الانفاس | رُکن الدین کاشانی ر شبیب انور علوی | سنِ اشاعت ۲۰۱۲ء لکھنؤ | ۵۱ |
| ۱۴۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۵۳ |
| ۱۵۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۵۵ |
| ۱۶۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۳۱ |
| ۱۷۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۳۲ |
| ۱۸۔ | نفائیس الانفاس | رُکن الدین کاشانیؒ ر نثار احمد فاروقی | جلد ۶۷ شمارہ ۶ نئی دہلی ۱۹۹۲ء | ۱۴ |
| ۱۹۔ | نفائیس الانفاس | رُکن الدین کاشانی ر شبیب انور علوی | سنِ اشاعت ۲۰۱۲ء لکھنؤ | ۴۲ |
| ۲۰۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۱۳۰ |

| ۲۱۔ | نفائیس الانفاس | رُکن الدین کاشانیؒ رنثار احمد فاروقی | جلد ۶۷ شمارہ ۶ نئی دہلی ۱۹۹۲ء | ۸ |
|---|---|---|---|---|
| ۲۲۔ | اُردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام | مولوی عبدالحق | ۱۹۹۱ء اشاعت پندرھویں نئی دہلی | ۱۴ |
| ۲۳۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۱۶ |
| ۲۴۔ | نفائیس الانفاس | رُکن الدین کاشانی ر شبیب انور علوی | سنِ اشاعت ۲۰۱۲ء لکھنؤ | ۱۵۰ |

# ﴿شمائل الاتقیاء و رازائل الاشقیاء﴾

(مولّف)

☆ حضرت خواجہ رُکن الدین دبیر کاشانیؒ ☆

☆ مترجم ☆

﴿میراں یعقوب خدا نمائی بہ زبان دکنی

نثار احمد فاروقی بہ زبان اُردو ماہ نامہ منادی﴾

حضرت محبوبِ الٰہیؒ کے خلفاء میں حضرت برہان الدین غریبؒ ہانسوی کی شخصیت بھی ممتاز حیثیت کی مالک ہے۔آپ حضرت ابوحنیفہ کی اولاد میں سے تھے آپ کا سلسلۂ نسب و شجرۂ نسب کا مفصل حال گذشتہ ابواب میں تحریر کیا گیا ہے۔حضرت کے برادر خورد خواجہ منتجب الدین زر۔زری۔زربخشؒ کو حضرت محبوبِ الٰہیؒ نے دکن کی جانب بھیجا تھا ان کے انتقال کے بعد ۷۰۹ھ م ۱۳۰۹ء بابا برہان الدین غریبؒ کو سلسلۂ چشتیہ کی تبلیغ و ترویج کے لئے معمور فرمایا گیا آپ ۷۲۴ھ م ۱۳۲۴ء میں دیوگری دولت آباد تشریف لائے۔(۱)

حضرت غریبؒ جلوہ فگن ہونے کے بعد رُشد وہدایت کا ستارہ منور کرنے لگے ان کے مریدوں میں تین عالم و فاضل اشخاص اپنے زمانے کے جیّد علماء میں شمار ہوتے تھے۔جن میں سے ایک خواجہ حماد کاشانیؒ المتوفی ۷۶۱ھ م ۱۳۵۹ء جنھوں نے اپنے مرشد کے ملفوظات ''احسن الاقوال'' کے نام سے جمع کیے تھے۔اس کے علاوہ فن سلوک میں ''منافع المسلمین''، اسرارِ طریقت، حصول الوصول بھی ان کی تالیفات ہیں اور ایک تالف حضرت کی ملتی ہے جس کا نام مرأت المحققین ہے اس رسالہ کا ذکر کسی مجموعہ ہائے ملفوظات میں نہیں ملتا لیکن جدید تحقیق یہ بتاتی ہے کہ یہ کتاب حضرت خواجہ حماد کاشانیؒ کی تصنیف ہے جس میں انھوں نے اپنے پیرو مرشد کے اقوال وارشادات کو سمویا ہے دوسرے بھائی خواجہ مجد الدین کاشانیؒ بھی حضرت کے غریبؒ کے مرید تھے اور انھوں نے بھی ملفوظات کے دو مجموعے ''غرائب الکرامات'' وَ ''بقیۃ الغرائب'' مرتب کیے۔(۲)

تیسرے بھائی خواجہ رُکن الدین کاشانیؒ فارسی انشا میں اچھی مہارت رکھتے تھے شیخ کے دربار سے انھیں دبیر معنوی کا خطاب عطا ہوا تھا اور رکن الدین کاشانیؒ دبیر کہلاتے

تھے انھوں نے بابا برہان الدین غریبؒ کے حکم سے چشتی سلوک کے اصول وضوابط پر ایک جامع کتاب ''شمائل الاتقیاء ورزائل الاشقیاء''، لکھی جس میں مختلف عنوانوں کے تحت تقریباً سو کتابوں سے اقتباس جمع کیے ہیں اس کے علاوہ ان کی ایک تالیف ''نفائس الانفاس'' حضرت برہان الدین غریبؒ کے حالات وملفوظات پر مشتمل ہے۔ جو ''فوائد الفواد'' کی طرز پر لکھی گئی دوسری کتاب ''رموز الوالہین'' کے حوالے ''شمائل الاتقیاء'' میں متعدد مواقع پر آتے ہیں۔

☆شمائل الاتقیاء کی تالیف:۔

خواجہ رُکن الدین دبیر کاشانیؒ ۷۳۷ھ م ۱۳۳۷ء میں اپنے پیرومرشد حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ کے ملفوظات ''نفائس الانفاس'' سے فارغ ہو چکے تھے تو حضرت نے انھیں حکم دیا کہ ایک ایسی کتاب تالیف کرو جس میں فن سلوک سے اصول وقواعد اور چشتی بزرگوں کے نظامِ تربیت شرح وبسط کے ساتھ اور مستند ماخذ کی مدد سے پیش کیا گیا ہو چنانچہ اسی سال رُکن الدین دبیر کاشانیؒ نے شمائل کی تالیف کا آغاز کیا۔

کچھ ابتدائی حصے لکھ کر مرشد کو سنائے آپ نے کتاب کے مطالب واسلوب کو پسند فرمایا اور از راہِ قدردانی رُکن الدین کو دبیر معنوی خطاب عطا فرمایا۔ ابھی تالیف کا کام جاری تھا کہ حضرت غریبؒ بیمار ہوگئے اور ۱۲ صفر ۷۳۸ھ م ۹ ستمبر ۱۳۳۷ء کو آپ نے انتقال فرمایا پیرومرشد کے انتقال کے بعد رُکن الدین دبیر کاشانیؒ نے اس کتاب کی تالیف کو جاری رکھا۔ اور یہ ۷۳۹ھ م ۱۳۳۸ء میں پائے تکمیل کو پہنچی۔

☆شمائل الاتقیاء کے ماخذ:۔

شمائل کے دیباچہ میں خواجہ رُکن الدین کاشانیؒ نے ان کتابوں کی فہرست درج کردی ہے جن سے اس کتاب کی تالیف میں استعفادہ کیا گیا ہے اور جن کے حوالے کتاب کے متن میں جا بجا آتے ہیں لیکن مختلف نسخوں میں یہ فہرست کم وبیش ملتی ہیں اس فہرست میں درج ذیل کتابیں اور رسائل بھی شامل ہیں انیس الارواح، دلیل العارفین، فوائد السالکین، اسرار المتحرین، فوائد الفواد، مرصاد العباد، قوت القلوب، کیمیائے سعادت، رموز الوالہین، آداب المردین، رسالۂ شمسیہ، رسالۂ عین القضاۃ، رسالۂ قیشریہ، رسالۂ کشفِ اسرار، رسالۂ غریب، رسالۂ تمہیدات رسالۂ احیاء العلوم، رسالۂ غوث الاعظم اس طرح سے کل سو کتابوں و رسائل کا ذکر اور حوالے و مستند حکایتوں کا ثبوت ملتا ہے زیرِ بحث کتاب ملفوظات پر مبنی نہیں ہے بلکہ ان سو کتا بوں سے استعفادہ کر کے تصوّف کی ایک معرا کتہ الآراء کتاب تصنیف کی گئی ہے۔ متن کو ترتیب دینے و مرتّب کرنے کی یہ عمدہ مثال ہے۔

☆ شمائل الاتقیاء ورزائل الاشقیاء کا ترجمہ بزبان دکنی:۔

زیرِ نظر کتاب کا دکنی اُردو میں ترجمہ ''میراں یعقوب خدا نما'' صاحب نے کیا جس کے قلمی نسخے جامعہ عثمانیہ اور ادارۂ ادبیاتِ اُردو میں محفوظ ہیں یہ ترجمہ مجلّہ قدیم اُردو ۱۹۶۶ء میں عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد میں چھپ چکا ہے۔(۳)

☆ میراں یعقوب خدانمائی:۔

میراں یعقوب قطب شاہی دور ایک مشہور و معروف دکنی زباں وادب کے مصنف گذرے ہیں جھنوں نے ''شمائل الاتقیا'' بہ زبان دکنی میں تصنیف کی ہے یہ کتاب تصوف میں بابا برہان الدین غریبؒ کے مریدِ خاص خواجہ رُکن الدین کاشانیؒ نے

تصنیف کی تھی۔اس کا ترجمہ اسی نام سے میراں یعقوب صاحب نے کیا ہے جو ۱۰۷۸ھ م ۱۶۶۷ء میں مرتب ہوا ہے۔میراں یعقوب خدانمائی ایک صوفی بزرگ تھے سیّد میراں حسینی چشتیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے سیّد میراں حسینی خدانما کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں سیّد میراں حسینی کے فرزند سیّد امین الدین تھے جو اپنے باپ کے بعد ۱۰۷۴ھ م ۱۶۶۳ء میں متمکن ارشاد و ہدایت پر متمکن ہوئے ان ہی سیّد امین الدین کی فرمائش پر میراں یعقوب صاحب نے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔کتاب ضخیم ہے نفسِ مضمون سے پہلے ایک طویل فہرست ان کتابوں کی دی گئی ہے جن سے اس کتاب کو مرتب کیا گیا ہے جن میں تفسیر کی پندرہ، حدیث کی نو، فقہ کی بیس اور دیگر کتابوں کے سو سے زیادہ نام درج ہیں۔(۴)

ڈاکٹر جمیل جالبی اپنی تصنیف ''تاریخ ادبِ اُردو'' میں تحریر کرتے ہے کہ ''میراں یعقوب'' ایک صوفی بزرگ ہے سیّد میراں حسینی چشتیؒ کے مرید اور خلیفہ تھے سیّد میراں حسینیؒ کے فرزند سیّد امین الدین تھے جو اپنے باپ کے بعد ۱۰۷۷ھ م ۱۶۶۶ء میں مسندِ ارشاد و ہدایت پر متمکن ہوئے انھیں کی فرمائش پر میراں یعقوب نے اس کتاب کو مرتب کیا۔''(۵)

☆ **شمائل الاتقیاء سبب دکنی ترجمہ:۔**

میراں یعقوب نے خدانما سے فیض تربیت حاصل کیا تھا۔اور جیسا کہ شمائل الاتقیاء کے دیباچہ میں لکھا ہے۔

> ''ہمیشہ انو کی عنایت کی نظر سوں پرورش پاتا تھا ہور دن دن اس شعور اور ہوش میں آتا تھا جب بلوغیت میں آکر دستِ بعیت کا نعمت پایا تب ارشاد ہور تلقین کی لذّت سوں اگھایا شریعت طریقت کے وزا وزا (وضع)

کے میوے چکھائے ہور حقیقت و معرفت کے جنس جنس تماشہ دیکھائے
میرے ظاہر کوں پاک کیے ذکر ہور مراقباں سوں ہور باطن کوں صاف
کیے فکر ہور مشاہدیاں سوں۔''(٦)

میراں لکھتے ہیں خُدا نما کے انتقال کے بعد ۱۰۷۴ھ م ۱۶۶۳ء میں جب ان کے بیٹے علی امین الدین سجّادہ نشین ہوئے تو انھوں نے اپنی حیات کے وقت۔۔۔۔۔۔۔

''منجے اشارت کیے تھے جو کتاب شمائل الاتقیاء کو ہندی زبان میں لیاوے تا ہر کسی کوں سمجھیاوے اس وقت منجے چھبیاں نہیں تا کہ انو ایک ہزار ستّر پر آٹھویں سال کوں رحلت کیے بزاں انو کے بھانجے، عارف حق رسیدے، عارفاں کے نور دیدے، مصطفیٰ کے کلیجے، مرتضیٰ کے نین شاہ میراں ابنِ سیّد حسن سلمہ اللہ تعالیٰ کے خلافت کے زمانے میں لکھنے کا شروع کیا اور ۱۰۸۴ھ م ۱۶۷۳ء میں مکمل کیا۔''(٧)

مزید میراں یعقوب تحریر کرتے ہے کہ ''شمائل الاتقیاء'' فارسی تصنیف حضرت خواجہ رُکن الدین کاشانیؒ کی ہے جو برہان الدین غریبؒ کے مرید اور اپنے وقت کے ایک جیّد عالم اور وسیع المطالعہ انسان تھے میراں یعقوب بہ زبان دکنی تحریر کرتے ہے کہ

''انو بہوت مدّت لگ بزرگاں کے بہوت کتاباں ہور رسالے مطالعہ
کیے تھے اس کتاباں تھی ہر یک بیان علیحدہ کر کر یو کتاب فارسی لکھے۔''

☆ موضوع:۔

شمائل الاتقیاء کا موضوع تصوّف ہے اس کتاب کو چار قسم اور نو بیان میں تقسیم کیا گیا ہے۔ توبہ، عملِ حمیدہ ہدایت وارشاد، معجزہ کرامات، استقامت، بیعت، در حکم

مرید، آدابِ مرید، حکم نماز، علماء نیک، سماع وغیرہ عنوانات قائم کیے ہیں۔

☆سبب اسمِ گرامی تصنیف شمائل الاتقیاء:۔

کتاب کے نام اور موضوع کے بارے میں بتایا گیا ہے

کہ اس کتاب میں پرہیز گارکیاں خصلتاں ہور ولیا پاکیاں ہور اصفیا کے احوال ہور صالحاں کے بڑے خصلتاں کیاں پاکیاں ہیں اس سبب سوں اس کتاب کا نانوں ''شمائل الاتقیاء'' کر رکھیا گیا ہے ساتھ ان کتابوں اور رسائل کے نام بھی دیے گئے ہیں جن سے فائدہ کیا گیا ہے۔

☆شمائل الاتقیاء کے ابواب، صفحات ومضامین:۔

''شمائل الاتقیاء'' دکنی اکیانوے بیان چار ابواب اور

۱۲۹۹ صفحات پر مشتمل ایک ضخیم تصنیف ہے باب کے لئے میراں یعقوب نے ''قسم'' کا لفظ استعمال کیا ہے اور ہر قسم کے تحت مختلف ''بیان'' (موضوع) لکھے ہے اور سارے عنوانات بھی اُردو میں دیے گئے ہے مثلاً پہلا قسم طریقت کے لوگاں کے خوب افعال کے بیان میں ہور سالکاں کے مقاماں ہور مریداں کے مراداں کے قسم میں ''دوا گلے پچاس'' بیان میں۔

شمس اللہ قادری اپنی تصنیف ''اُردوئے قدیم'' میں تحریر

کرتے ہیں کہ مترجم نے کتاب میں کسی قسم کا تصرف نہیں کیا ہے مضامین اور ان کی تقسیم اصل کے بالکل مطابق ہے مصنف نے کتاب کے مضامین چار اقسام پر تقسیم کیے ہے جن کی تفصیل

یہ ہے۔

☆پہلا قسم:۔

طریقت کے لوگاں کے افعال، ہور سالکان کے مقامات ہور مریدانِ ہور طالبان

کے طلباں ہوراس کے عجائبات ہور باریکیاں کی شرح میں بیان کیا گیا ہے۔

☆ دوسرا قسم:۔

حقیقت کے لوگاں یعنی پیغمبراں ہور خاص الخاص ولیاں کے بیان میں ہیں۔

☆ تیسرا قسم:۔

خُدا کے پانچ وجود ہور ذات کی جگونگی کا ہور ازل ہور ابد الآباد کے بیان کا ہور امر ہور حکم ہور قضا ہور قدر کے نازکیاں کا ہور محمد کے حبس حبس کا لوازمات کا بیان۔

☆ چوتھا قسم:۔

مہتر آدم کی پیدائش کا ہور صفتاں کا ہور دُنیا کے بیڑیاں کا ہور گنہگار بندگان امید واران ہور خدا کے عنایت کا بیان۔(۸)

☆ نثر کا نمونہ:۔

نصیر الدین ہاشمی نے اپنی مشہور و معروف تصنیف ''دکن میں اُردو'' میں شمائل الاتقیاء سے نثر کے نمونے پیش کیے ہیں جو حسبِ ذیل ہیں

''اپنی حیات کے وقت منجے اشارت کئےتھی جوں شمائل الاتقیاء کتاب کوں ہندی زبان میں لیاوی تا ہر کسی کوں سمجھاوی اِس وقت منجے عارف حق رسیدی عارفو یکی نور دیدی مصطفیٰ کی کلیجی ہور مرتضیٰ کے نین شاہ میران ابنِ سیّد حسین سلمہٗ اللہ تعالیٰ کی خلافت کے زمانے میں کتاب لکھنے کا شروع کیا جی کچھ مشکل آتا تھا سو پیر کی مدد سوں آسان لکھا جاتا تھا جب خُدا کی توفیق سوں کتاب تمام ہوا ہور حضرت شاہ کی حضور ہور محقق کامل موحد واصل شریعت

کے موافق بابا ابراہیم خلیل کے اس کی لے کر مطالع فرما خوش کیے۔''

''حمد وثنا اصفیا کی کناں ہور خصلتاں کی نمن بعید وبی پایا ہور سرانا ہور بکھا سا اولیا ہور انبیاء کیاں نیکیاں ہور اس کے صفتاں کے بہانت بے گنت ہور بے انت اس پاک ذات کوں واجب ہور سزاور ہے۔''

نصیحت، معجزہ اور کرامت کے ذکر میں اس طرح بیان کیا ہے۔

''ہور ولیاں کوں کرامت ہے کہ انوں پورا علم دھرتے ہے
ولے مغلوب ہور بے خود ہے جیکھ اینوتھی ظاہر ہوتا ہے
سواسے کرامت کہتے ہیں اما معونت اوہی جو بعضے دیوانے
جو پورا علم و معرفت نہیں دھرتے ہیں انوتھی کچھ فرق عادت
یعنی کدھن نہیں ہوتا ہے سو چیز ظاہر ہوتا ہے ہور استراج
اسے کہتے ہیں جب بعضے بے ایمان لوگاں کچھ سحر اور منتر
ہور اس وزان کے چیز اظاہر کرتے ہیں۔''

شعر،

''یوں تمام اسرار رموزاں عالمِ جبروت کے کہاں
تج سکتے ہے لوگاں ناسوں کے۔''

''یوں سمجھتا راز ورموز ہے کارقا صوکا
جنو پانی ہے حق کرم تے مریتی لاہو کے''(۹)

☆ اُسلوب نگارش:۔

''شمائل الاتقیاء'' چونکہ ترجمہ ہے اس لئے موضوع سے زیادہ اس کے اُسلوب یا طرز کی اہمیت ہے اصل اور ترجمے کو ملایا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ترجمہ لفظی ہے اور مصنّف نے کہیں کہیں وضاحت کے لئے اپنی طرف سے چند جملوں کا اضافہ کر دیا ہے تا کہ عبادت کا مطلب پورے طور سے پڑھنے والے تک پہنچ جائے ان اضافوں کے اندازِ بیان میں دلچسپ بات یہ ہے کہ میراں یعقوب صاحب کے اظہار میں سادگی کے ساتھ رنگینی بھی شامل ہوگئی ہے درج ذیل جملوں میں شگفتگی اور لطف پیدا ہو گیا ہے اصل نثر اور ترجمے کی نثر کا فرق واضح ہے۔

''جھوٹ کیوں ہے جوں چودھویں رات کا چاند جوں جوں
دِن جاتے تیوں تیوں کم ہوتا ہور سچ جوں پہلا چاند ہے
روز روز روشن ہوتا ہے۔''

''شمائل الاتقیاء'' نثر اتنی سادہ اور غیر شاعرانہ ہے اس کتاب میں ۹۹ فصلیں (باب ) ہیں ہر باب کی ابتداء تمہید سے ہوتی ہے لیکن مترجم نے تمہید کا ترجمہ پیش نہیں کیا اس کتاب میں پہلی بار سلیس اور سادہ نثر تحریر کی گئی نثر کے اسی اسلوب کی وجہ سے اس کی اہمیت تسلیم شدہ ہے۔ قدیم دور میں نثر اور شاعری کی حدیں اس درجہ ملی ہوئی تھی کہ ان کو الگ الگ کرنا ممکن نہیں ہوتا تھا۔ وجہی کی تصنیف ''سب رس'' میں نہ صرف خیال، انداز، استعارات وتشبیہات میں بلکہ نحوی ترکیب میں بھی شاعری کا عنصر غالب ہے دوسری مذہبی تصانیف میں اظہار کے بھونڈے پن کی وجہ سے نثر کا وجود ہی بے معنی ہو جاتا ہے لیکن اس کتاب کی نثر مفہوم کو وضاحت سے پیش کرتی ہے اور شاعری کا سہارا ابھی نہیں لینا پڑتا پہلی مرتبہ نثر نکھر کر اور منج کر

سامنے آتی ہے۔اس لئے ترجمہ میں نثر کے اپنے الگ وجود کا احساس ہوتا ہے یہ نثر سادہ بھی ہے اورروزمرّہ کی زبان سے قریب بھی اس میں جدید نثر کے رنگ کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے یہاں وہ نثر اپنے قدوخال اجاگر کر لیتی ہے جو ۱۹ویں صدی تک مذہبی موضوعات کے ساتھ مخصوص رہتی ہے اور جب اندازِ بیان میں شاہ عبدالقادر نے قرآن پاک کا ترجمہ کیا اور جسے ''موضع القرآن'' میں بھی استعمال کیا ہے میراں یعقوب صاحب نے آیتِ قرآنی کا جس انداز میں ترجمہ کیا وہی انداز شاہ عبدالقادر کے ترجمے میں نظر آتا ہے۔

۱) ''یغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تاخر'' یعنی بخشیا خدائے تعالیٰ تیرے گناہ اوّل ہور آخر کے

۲) ''وائذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا'' کا ترجمہ رضا دے گا لوگاں کوں حج کی جو آوے تیرے پاس

یہ اُردو عبارت قرآن پاک کے ترجمے کی اُسی روایت کا حصّہ ہے جو آئندہ دور میں بھی باقی رہی اور جس پر قرآن کے اُسلوب نے گہرا اثر ڈالا ہے ''شمائل الاتقیاء'' کے اُسلوب میں جگہ جگہ اظہارِ بیان کی تبدیلی کا احساس ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل فارسی کتاب مختلف مصنفوں کی مختلف کتابوں اور رسائل کی مدد سے مرتب کی گئی ہے کہیں کشف المحجوب کا حوالہ ہے کہیں روح الارواح کا کہیں رسالہ امام غزالی کا اقتباس دیا ہے ان تصانیف کے اسالیب پر نا صرف اُس زمانے کی نور کا مزاج غالب ہے بلکہ ہر مصنف کی اپنی شخصیت کی چھاپ بھی ہے اسی لئے اُردو ترجمہ میں بھی مختلف اسالیب اور لہجوں کا احساس ہوتا ہے۔

''شمائل الاتقیاء'' کی تمام عبارت میں وہ یکسانیت و ہمواری نہیں ہے جو کسی ایک

مصنّف کی ساری کتاب کے ترجمہ میں پیدا ہو سکتی ہے اس میں کئی اسالیب بیک وقت ابھرتے ہیں جو نثر کے نقطۂ نظر سے دلچسپ ہے اس بات کو ''کشف المحجوب''، ''روح الارواح'' اور قیشریہ کے اقتباسات کے ترجموں کے حوالے سے سمجھا جا سکتا ہے۔

''جس پتھر پر سال میں ایک بار خدا کی نظر ہوتی ہے اس کا زیارت کرنا فرض ہے تو دل کا تواف (طواف) ہور زیارت کرنا اس تھی بہتر ہے کہ دل پر ہر روز تین سو ساٹھ بار خدا کے لطف کی نظر ہے'' (کشف المحجوب)

''ظاہر کے کعبہ پھتر کا ہے ہور باطن کا کعبہ اسراراں کا وہاں خلق تواف (طواف) کرتے ہیں جہاں خالق کے کرم ہور مدد جو پھیرا پھیرے ہیں وہاں مقام ہے ابراہیم خلیل کا یہاں مکان ہے ربِّ جلیل کا وہاں چشمہ ہے زمزم کا یہاں پیالے ہے محبت کے دم بدم وہاں حجرِ اسود ہے یہاں نورِ احمد ہے۔'' (روح الارواح)

''مہتر ابراہیم اپنے فرزند اسماعیل کوں کہے کے میں سونا دیکھے اجو تجھے ذبح کرتا ہوں اسماعیل کہے اگر تمہیں نا سوئے تو ایسا نا دیکھے۔'' (قیشریہ)

ان سب ترجموں میں الگ الگ لہجے اور اُسلوب کا ہلکا ہلکا سا احساس ہوتا ہے ترجموں میں الگ الگ لہجے میں جنھوں نے مذہبی نثر کی آبیاری کی اور جس کی ترقی یافتہ شکل میں وعظ اور عالمِ دین آج بھی تلقین فرماتے ہیں۔ (۱۰)

☆ شمائل الاتقیاء و رزائل الاشقیاء کا اُردو ترجمہ نثار احمد فاروقی ماہ نامہ منادی کے حوالے سے:۔

نثار احمد فاروقی صاحب کا شمار مشہور و معروف فارسی دانوں میں ہوتا ہے انھوں نے احسن الاقوال' نفائس الانفاس' وغیرہ کا ترجمہ ماہ نامہ منادی جو دہلی سے شائع ہوتا ہے میں کیا ہے اس رسالہ کا موضوع تصوّف ہے یہ دونوں کتابیں بابا برہان الدین غریبؒ کے ملفوظات پر مبنی ہے ''شمائل الاتقیاء'' بھی انھیں کے مرید نے حوالۂ قلم کیا اور اس کتاب کا دکنی ترجمہ میراں یعقوب صاحب نے کیا ہے اور مختصر طور پر اُردو ترجمہ اس رسالہ میں ۱۹۸۰ء جلد ۵۵ شمارہ ۷۔۸۔۹ میں شائع کیا۔

فاروقی صاحب نے کتاب کے مطالب میں فرمایا کہ سب سے پہلے تقویٰ اور توبہ کی تشریح کی گئی ہے اور امام قیشریہ کا یہ قول درج کیا ہے۔

''توبہ آنست کہ چوں اگناہ یاد کنی

حالاوت آں گناہ یا دنیابد''

ترجمہ:۔ (توبہ یہ ہے کہ جب پچھلے گناہ کو یاد کریں تو اس کی لذت یاد نہ آئے) (۱۱)

زیرِ بحث کتاب کا ترجمہ سلیس اُردو میں فاروقی صاحب نے مختصر طور پر کیا ہے جو کل ۲۹ اوراق پر مشتمل ہیں۔اس کے موضوعات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱) شرائط خلافت (۲) ملفوظِ غریبؒ (۳) رسالۂ غریب کے اقتباسات (۴) فوائد الفواد کے متداول متن (۵) فوائد الفواد کے اقتباسات (۶) حضرت محبوبِ الٰہی کے ملفوظات (۷) رسالہ قوام العقائد (۸) سراج العارفین (۹) رسالہ شمسیہ (۱۰) ارشادات محبوب الٰہی (۱۱) حضرت بابا فرید الدینؒ کے ملفوظات (۱۲) راحت القلوب (۱۳) رسالہ اسرار المتحیرین (۱۴) رسالہ شیخ الاسلام فرید الدین (۱۵) قول شیخ فریدؒ۔غرض ان موضوعات میں احکامِ

شریعت، احکامِ طریقت، احادیث نبوی، آیاتِ قرآنی، اسلام کے اراکین، فقہ، منطق، حسن اخلاق، عیب جوئی سے پرہیز، صفتِ معافی، ادبی واصلاحی اشعار، محفلِ سماع، اس کی قسمیں محبت، ملفوظاتِ مشائخ وغیرہ تفصیلی طور پر درج کیا گیا ہے۔

☆ادبی اہمیت:۔

''شمائل الاتقیاء''فنِ تصوّف وسلوک میں بہت اہم کتاب ہے اس کی ایک اہمیت یہ ہے کہ حضرت بابا فریدؒ الدین گنجِ شکر نظام الدینؒ، بابا برہان الدین غریبؒ اور منتجب الدین زر۔زری۔زر بخشؒ وغیرہ بزرگوں کے حالات وملفوظات پر مشتمل قدیم ترین کتابوں میں سے ایک ہے۔ یہ تمام اولیائے کرام کے ملفوظات کا نچوڑ ہے اس لئے تصوّف کی اہم ترین کتاب ہے۔اس کی تالیف ۷۳۷ھ میں حضرت برہان الدین غریبؒ کے حکم سے شروع کی گئی حضرت نے اپنے کُتب خانے سے تصوّف اور سلوک کی کتابوں کا ذخیرہ خواجہ رکن الدین دبیر کاشانیؒ کو استفادہ کے لئے مرحمت فرمایا اور اس کے موضوعات وابواب کی ترتیب کے سلسلے میں یقیناً کچھ مشورے دیے ہوں گے رُکن الدین دبیر جو کچھ لکھتے تھے وہ حضرت غریبؒ کو سنایا کرتے تھے۔۱۳ صفر ۷۳۸ھ م ۱۰ استمبر ۱۳۳۷ء کو حضرت غریبؒ کا انتقال ہو گیا اور کتاب آپ کی وفات کے بعد پایۂ تکمیل کو پہنچی۔دوسری اہمیت یہ ہے کہ اس کی تالیف میں فنِ سلوک وتصوّف کی تقریباً سو کتابوں سے فائدہ اٹھایا گیا ہے۔اوران کے ضروری اقتبا سات مختلف عنوان کے تحت تمام کتاب میں بکھرے ہوئے ہیں مثلاً رسالۂ غریب یہ اقتباس درج کیا گیا ہے۔

''مولانا شمس الدین یحییٰ خلیفہ حضرت خواجہ جب اپنے گھر

سے اپنے شیخ کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے نکلتے
تھے تو راستہ بھر ہاتھ باندھ کر چلتے تھے اور کہتے تھے کہ شیخ دیکھ
رہے ہے اس لئے باادب چلتا ہوں۔'' (۱۲)

اسی رسالہ سے ماخوذ:۔

ایمان کے دو حصے ہے آدھا حصہ صبر ہے اور آدھا شکر ہے اسی
طرح ایمان کے دو رُکن ہے اللہ کے حکم کی تعظیم کرنا اور اللہ کی
مخلوق پر شفقت کرنا۔'' (۱۳)

ملفوظِ غریب سے ماخوذ:۔

خواجہ رُکن الدین کاشانیؒ فرمارہے ہے کہ:

''مخدوم ایک بار کسی راستے سے گذر رہے تھے
ایک چڑیا کسی درویش کے اعضاء پر بیٹھی تھی اور
یہ شعر پڑھ رہی تھی''

''اے بندہ نواز تیری ایک ذرّہ عنایت
ہزار سال کی تسبیح اور نماز سے بہتر ہے'' (۱۴)

سراج العارفین سے ماخوذ:۔

یہ کتاب نظام الدین محبوبِ الٰہیؒ کے ملفوظات پر مشتمل ہے اس کتاب کا اقتباس:

''عرش مجید پر یہ دو کلمے لکھے ہوتے ہیں جن کی اطلاع فرشتوں کو بھی نہیں ہے
اگر بندہ اوّل و آخرین میں طاعت کرے اور درمیان کا وقت فاسقوں کی محبت

میں گذارے تو سب کی وہ سب طاعت بیکار کردی جائے گی۔"(۱۵)

رسالہ شمسیہ بھی "شمائل الاتقیاء" کے ماخذوں میں سے ایک ہے اور اس رسالہ سے حضرت نظام الدین محبوبِ الٰہیؒ کا یہ ملفوظ شمائل میں نقل ہوا ہے جو سماع کے مناسبت میں ہے۔

'خدمت شیخ الاسلام نظام الدین محبوبِ الٰہیؒ نے فرمایا کہ سماع مطلق حرام نہیں ہے یہ عوام پر حرام ہے جو اسے تفریح اور تماشے کے لئے سنے زاہدوں کے لئے مباح ہے اور اہلِ تصوّف کے لئے مستحب ہے اور عاشقوں کے واسطے حلال۔" اس مناسبت سے یہ شعر زبانِ مبارک پر آیا

"گفتی کہ نامزہبم حرام است سماع

گر بہ حسام است حرامت بادا"

ترجمہ:۔ (تم کہتے ہو کہ میرے مذہب میں سماع حرام ہے اگر حرام ہے تو خدا اسے تم پر حرام ہی رکھے)(۱۶)

راحت القلوب سے ماخوذ:۔

"زکوٰۃ کی تین قسمیں ہیں زکوٰۃ شریعت زکوٰۃ طریقت اور زکوٰۃ حقیقت، زکوٰۃ شریعت یعنی دوسو میں سے پانچ درہم دے دے زکوٰۃ طریقت یہ کہ پانچ درہم خود رکھے اور باقی راہِ خدا میں دے دے زکوٰۃ حقیقت یہ ہے کہ سب دے ڈالے اپنے لئے کچھ نہ رکھے۔"(۱۷)

رسالہ شیخ الاسلام فرید الدینؒ سے ماخوذ ہندی دوہا۔

"جس کا سائیں جاگتا سو کیوں سوئے داس۔"(۱۸)

یہاں ایک بات قابلِ ذکر ہے کہ ''شمائل الاتقیاء'' قدیم ترین کتاب ہے جس سے بابا فریدؒ کے ہندی دانی کا پتہ چلتا ہے اور یہ مصرع بھی اس کتاب کے دوسرے کسی ماخذ میں نہیں ہے۔

تیسری اہمیت یہ ہے کہ اس میں فرید الدین گنجِ شکرؒ اور نظام الدین محبوب الہیٰؒ کے ایسے ملفوظات وارشادات قلم بند ہو گئے ہیں جن کی روایت بابا برہان الدین غریبؒ کے خانقاں میں ہوئی ہے اور وہ ملفوظات کسی دوسرے ماخذ میں نہیں ملتے اس لئے مستند بھی ہے اور نادر بھی۔

چوتھی اہمیت یہ ہے کہ ان تینوں بھائیوں کی تصانیف ''نفائس الانفاس''، ''شمائل الاتقیا'' اور ''احسن الاقوال'' وغیرہ دکن میں لکھی جانے والی فارسی نثر کی قدیم ترین کتابوں میں سے ہے ان سے قدیم تر کوئی اور کتاب دکن میں نہیں ملتی۔

پانچویں اہمیت ''شمائل الاتقیاء'' کی یہ ہے کہ ان میں چشتی سلوک اور طریق تربیت کے اصول وقواعد ایسی وضاحت سے بیان کیے گئے ہیں کہ ان کی مدد سے ہم چشتی صوفیہ خصوصاً حضرت بابا فریدؒ اور حضرت محبوبِ الہیٰؒ کے جماعت خانوں کے نظامِ تربیت کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔(۱۹)

کارل ڈبلیو ارنسٹ کی تصنیف ''اِٹرنل گارڈن'' کا اُردو ترجمہ ہو چکا ہے لیکن ابھی شائع نہیں ہوا اس ترجمہ میں ''شمائل الاتقیاء'' کی اہمیت پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے اس میں ارنسٹ تحریر کرتے ہیں کہ:

''اِس فقید المثال اور یادگار مقالہ کا نام ''شمائل الاتقیا ورزائل الاشقیاء'' ہے خُلد آباد کے تمام ملفوظات میں سے یہی ایک کتاب ہے جو فارسی زبان میں شائع ہوئی۔ سیّد عطا حسین

نے اشرف پریس حیدر آباد سے ۱۳۴۷ء میں شائع کرائی یہ کتاب ۴۵۵ صفحات پر چھپی ہوئی ہے۔ صوفیانہ تحریرات، زبانی روایات کے اقتباسات کا ایک بڑا انتخاب ہے روحانی تصورات اور اعمال کے ہر پہلو کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس کتاب کے پیشِ لفظ میں رُکن الدین کاشانیؒ نے دوسو پچاس سے زائد کُتب و جانکارانِ تصوّف سے استعفادہ کیا ہے۔ جن کا ذکر کتاب کے ہر صفحہ میں اندارج ہے۔ اس کی فہرست کتابیات میں عربی اور فارسی کے کُتب ہیں۔ جن میں پچھتر مذہبی علوم (تقابیر، احادیث، دینیات اور فقہ پر) سوا سو تصوف پر اور باقی کی پچاس صوفیانہ زبانی روایات کی ہیں۔ جن میں سے کییٔ کُتب ناپید ہیں چشتیہ ملفوظات متن گفتگو کے دونوں جانب حد بندی کرتی ہے۔ جن کی نمائش ان کتابیات میں ہوتی ہے۔ برہان الدین غریبؒ کی حیات میں ہی یہ کتاب لکھنا شروع ہوا تھا اور اس کے چند ابواب شیخ نے ملاحظہ بھی کیا تھا اور انھوں نے مصنف کو دبیر معنوی کا خطاب بھی دیا تھا۔ مگر چند وجوہات کی بنا پر یہ کتاب وفات شیخ کے بعد ہی مکمل ہوئی رُکن الدین کاشانیؒ نے مخصوص صوفی سامعین کے لئے دیے گئے بیانات و مضامین کو اس میں جمع کیا اور اس کے دو حصّے ہے پہلا حصہ باون ابواب کا ہیں جس میں اسلامی عبادت اور باطنی مقامات پر بحث کی گئی ہے دوسرے میں احوال کا تجزیہ کیا گیا ہے تیسرا اور چوتھا حصہ دینیات اور بشریات سے تعلق رکھتا ہے اور یہ حصہ اس کتاب کے ضمیمہ کی حیثیت رکھتا ہے صوفیاء کے معمول کے مطابق ہر باب قرآنی آیت واحادیث نبوی سے شروع ہوتا ہے۔ بعد میں ان کی تفسیر و تشریحات دینیات و صوفیانہ عبارت و روایات کے مستند حوالوں سے کی گئی ہے۔ اس مقبولیت کا اندازہ سترہویں صدی عیسوی کے دکنی اُردو کے ترجمہ سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ اس کتاب کی مخصوص بات یہ ہے کہ بابا برہان

الدین غریبؒ کی تعلیمات کی وضاحت اور ملفوظات کی ترقی یافتہ حیثیت ہے رُکن الدین کاشانیؒ کی خود یہ خواہش تھی کے اس کتاب کی تالیف قدیم صوفیانہ کُتب کے طرز اور متن کے اساس پر نہ ہو بلکہ اس نقطۂ نظر سے ہو کہ برہان الدین غریبؒ کے معمولات اور بانی تعلیمات بطور وراثت کے ایک تفصیلی رپورتاژ کی صورت میں توسط رکھنے والوں کو ملے اور یہ وضاحت کی

"اس کتاب میں نیک و پاک باز معتقدمین و اولیاء کے کلمات، احوال دریافت جو ان کے مقالوں یا زبانی روایت سے حاصل ہو جمع کیے جائے گے تا کہ ان کی تجلیاتِ عجائب اور نا یاب مقفیٰ اسرار جو زبانِ گوہر بار و زر افشاں لب سے ظاہر ہو اور روحانی اشکال کو کھولنے، والے وضاحت کرنے والے، پیچیدہ مسائل کو حل کرنے والے میرے سرپرست، بزرگ، معلّم اور مرشد سے حاصل ہو۔"

ڈائری نما ملفوظات جو مرشد کو موجود رکھنے کی سعی کرتی ہے۔ اس کے برخلاف یہ عالیمانہ تحریر مرشد کے زبانی تعلیمات کو وسیع تاریخی نوعیت کے روایت کے مقام پر پہنچاتی ہے۔ کتابیات سے ظاہر اس ملفوظ کے متن کے منظّم ترتیب و اس چشتی ملفوظ کو ایک مذہبی و مقتدر مقام عطا کرتی ہے۔ (۲۰)

☆ شمائل الاتقیاء و رزائل الاشقیاء کی ادبی حیثیت:۔

اس کتاب میں میراں یعقوب نے نہ صرف فارسی اشعار کا اُردو، دکنی ترجمہ کیا ہے بلکہ تصوّف میں شریعت کی اصطلاحات کو بھی اُردو کا جامہ پہنایا ہے۔ مثلاً "وحدت" کے لئے

'ایک پنا' '' دوئی'' کے لئے 'دو پنا' کثرت کیلئے 'بہوت پنا' عدم کے لئے 'نہیں پنا' آدمیت کے لئے 'آدمی پنا' خودی کے لئے 'میں پنا' اسی طرح '' ہارا'' متعدد مرکبات بنائے گئے ہیں۔
کتاب کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں گنتی کرنے کا کیا طریقہ تھا مثلاً انچاس کے لئے '' ایک کم پچاس'' اکیاون کے لئے '' ایک اگلا پچاس'' بتیس کے لئے '' دو اگلے تیس'' باون کے لئے '' دو اگلے پچاس'' وغیرہ۔

☆زباں وبیاں:۔

شمائل الاتقیاء میں پہلی مرتبہ نثر اپنی شناخت قائم کرتی ہے اور نثر کا یہی اسلوب ۱۹ ویں صدی تک قابلِ تقلید سمجھا گیا ہے اُردو نثر کی مذہبی کتابوں میں نثر کا یہی طرزِ عمل نظر آتا ہے اس اعتبار سے اُردو نثر کی تاریخ میں یہ پہلی کتاب ہے اور دکن کو اس کا شرف حاصل ہوا۔ شمائل الاتقیاء میں دلچسپ بات یہ ہے کہ اُس کی نثر کا وجہی کی نثر سے موازنہ کریں تو '' شمائل الاتقیاء'' کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ (۲۱)

مختصر اُفردوسِ نظر کتاب سو کتابوں سے استعفادہ کر کے ایک نہایت ہی اہم اور ضخیم تصنیف حضرت برہان الدین غریبؒ کے مرید رُکن الدین کاشانیؒ نے تحریر کی اس سے حضرت کے شجرِ علمی کا پتہ چلتا ہے۔ زیرِ نظر کتاب کا اُردو ترجمہ نثار احمد فاروقی صاحب نے ماہ نامہ '' منادی'' میں ۱۹۸۰ء میں شائع کیا ہے جو تقریباً ۳۰/اوراق پر مشتمل ہے فاروقی صاحب نے اس مختصر ترین ترجمہ میں کچھ اشعار بھی ترجمہ کیے ہیں جن کی تعداد آٹھ ہے۔ اور فرید الدین گنج شکر کے ہندی دوہے بھی ہے اور وہ دوہرہ بھی جو کسی اور کتاب میں نہیں ملتا جو مندرجہ ذیل ہے۔

''جس کا سائیں جاگتا سو کیوں سوئے داس''۔ (۲۲)

یہ وہ بیش قیمت کتاب ہے جس کی تالیف میں حضرت خواجہ رُکن الدین کاشانیؒ نے سو کتابوں سے فائدہ اٹھا کر تصوّف کی تمام کتابوں میں اس تصنیف کی صفِ اوّل پر جگہ بنادی ہے۔

☆ حوالے وتشریحات ☆ {شمائل الاتقیائ}

| سلسلہ نمبر | اسمائے کتاب | مصنّف رمولّف رمترجم | سنِ اشاعت رایڈیشن رمقامِ اشاعت | صفحہ نمبر |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| ا۔ | شمائل الاتقیاء فارسی | رُکن الدین کاشانیؒ | | ۸ |
| ۲۔ | مرأت المحققین | حماد الدین کاشانیؒ | | ا |
| ۳۔ | شمائل الاتقیاء | رُکن الدین کاشانیؒ رنثار احمد فاروقی | ماہ نامہ منادی ۱۹۸۰ء شمارہ ۷۔۸۔۹ نئی دہلی | ۱۷ |
| ۴۔ | دکن میں اُردو | نصیر الدین ہاشمی | پہلا ایڈیشن ۱۹۸۵ء دوسرا ایڈیشن جولائی ۲۰۰۲ء دہلی | ۱۶۸۱۶۷ |
| ۵۔ | تاریخ ادبِ اُردو (جلد اوّل) | ڈاکٹر جمیل جالبی | طبع چہارم ۱۹۹۲ء شیبا پرنٹرس لال کنواں دہلی ۶ | ۵۰۱ |
| ۶۔ | تاریخ ادبِ اُردو (جلد اوّل) | ڈاکٹر جمیل جالبی | طبع چہارم ۱۹۹۲ء شیبا پرنٹرس لال کنواں دہلی ۶ | ۵۰۲ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۷۔ | تاریخ ادبِ اُردو (جلد اوّل) | ڈاکٹر جمیل جالبی | طبع چہارم ۱۹۹۲ء شیبا پرنٹرس لال کنواں دہلی ۶ | ۵۰۳ |
| ۸۔ | اُردوئے قدیم | شمس اللہ قادری | مطبع نولکشور واقع لکھنؤ ۱۹۶۷ء | ۱۱۸۔۱۱۹ |
| ۹۔ | دکن میں اُردو | نصیر الدین ہاشمی | پہلا ایڈیشن ۱۹۸۵ء دوسرا ایڈیشن جولائی ۲۰۰۲ء دہلی | ۱۶۸،۱۶۹ |
| ۱۰۔ | تاریخ ادبِ اُردو (جلد اوّل) | ڈاکٹر جمیل جالبی | طبع چہارم ۱۹۹۲ء شیبا پرنٹرس لال کنواں دہلی ۶ | ۵۰۳،۵۰۴ |
| ۱۱ | شمائل الاتقیاء فارسی | رُکن الدین کاشانیؒ | ۔۔۔۔۔ | ۸ |
| ۱۱۔ | شمائل الاتقیاء | رُکن الدین کاشانیؒ رشار احمد فاروقی | ماہ نامہ منادی ۱۹۸۰ء شمارہ ۷۔۸۔۹ نئی دہلی | ۸ |
| ۱۲۔ | شمائل الاتقیاء | رُکن الدین کاشانیؒ رشار احمد فاروقی | ماہ نامہ منادی ۱۹۸۰ء شمارہ ۷۔۸۔۹ نئی دہلی | ۴۹/۲۴ |

| ۱۳۔ | شمائل الاتقیاء | رُکن الدین کاشانیؒ<br>رشار احمد فاروقی | ماہ نامہ منادی ۱۹۸۰ء<br>شمارہ ۷۔۸۔۹ نئی دہلی | ۲۸/۴۹ |
|---|---|---|---|---|
| ۱۴۔ | شمائل الاتقیاء | رُکن الدین کاشانیؒ<br>رشار احمد فاروقی | ماہ نامہ منادی ۱۹۸۰ء<br>شمارہ ۷۔۸۔۹ نئی دہلی | ۳۲/۲۹۲ |
| ۱۵۔ | شمائل الاتقیاء | رُکن الدین کاشانیؒ<br>رشار احمد فاروقی | ماہ نامہ منادی ۱۹۸۰ء<br>شمارہ ۷۔۸۔۹ نئی دہلی | ۳۸/۵۱ |
| ۱۶۔ | شمائل الاتقیاء | رُکن الدین کاشانیؒ<br>رشار احمد فاروقی | ماہ نامہ منادی ۱۹۸۰ء<br>شمارہ ۷۔۸۔۹ نئی دہلی | ۳۸/۶۷ |
| ۱۷۔ | شمائل الاتقیاء | رُکن الدین کاشانیؒ<br>رشار احمد فاروقی | ماہ نامہ منادی ۱۹۸۰ء<br>شمارہ ۷۔۸۔۹ نئی دہلی | ۴۲/۵۸ |
| ۱۸۔ | شمائل الاتقیاء | رُکن الدین کاشانیؒ<br>رشار احمد فاروقی | ماہ نامہ منادی ۱۹۸۰ء<br>شمارہ ۷۔۸۔۹ نئی دہلی | ۴۵/۱۱۷ |
| ۱۹۔ | شمائل الاتقیاء | رُکن الدین کاشانیؒ<br>رشار احمد فاروقی | ماہ نامہ منادی ۱۹۸۰ء<br>شمارہ ۷۔۸۔۹ نئی دہلی | ۱۸/۸ |
| ۲۰۔ | اٹرنل گارڈن | کارل ڈبلیو ارنسٹ | ---- | ۵۵ |
| ۲۱۔ | تاریخ ادبِ اُردو | ڈاکٹر جمیل جالبی | ---- | ۵۰۵ |
| ۲۲۔ | شمائل الاتقیاء | رُکن الدین کاشانیؒ<br>رشار احمد فاروقی | ----- | ۵۴/۱۱۷ |

☆ رسالہ ☆

# ﴿مرأت المحققین﴾

☆ حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ ☆

﴿مولّف﴾

☆ حضرت خواجہ حمّاد الدین کاشانیؒ ☆

﴿مترجم﴾

﴿مولوی شبیب انور علوی کاکوروی صاحب﴾

اللہ عزوجل نے اولیائے کرام کو قوّت وکرامات بخشا تا کہ وہ عاجزوں کی دستگیری کریں اور انھیں راہِ نیک پر چلنے کی ہدایت دیں اوران کی باطن کی صفائی کرنے میں درویش باصفا کو ثابت قدمی عطا فرمائی تا کہ وہ تاریکی میں چلنے والوں کو عاقبت کے مقام میں لے جائیں۔

فردوسِ نظر رسالہ ''مرأت المحققین'' بابا برہان الدین غریبؒ کے مریدانِ خاص خواجہ حمّادالدین کاشانیؒ کی تصنیف ہے۔اس میں کل ۵۱ صفحات ہیں اور ہر صفحہ میں دس سطریں ہیں رسالہ سات ابواب پر مشتمل ہے جس میں خالص صوفیانہ انداز میں حقائق ومعارف بیان کیے گئے ہیں رسالے کی ابتداء حمد وثنا سے ہے ابتداء اس طرح ہے

''حمد بے حدو بے عدد مر ذات زوالجال راکا آثارِ قدرت
اودر دو عالم آفاق والنفس چوں آفتاب جہاں تاب برچشم
اہلِ بصیرت تابان است سنریعم آیاتنا فی الافاقِ وفی انفسہم
حتیٰ یتبیّن لھُم انہ الحق واودر ظاہر عالم ملکوت روشن وعیان است
فی السّموات ِولارضِ آیات للموٴمنین وفی انفسکِم افلاتبصِرون۔''
رسالے کے ابواب کی تقسیم اس طرح کی گئی ہے۔(۱)

پہلا باب:۔
نفس کے اقسام کے بارے میں

دوسرا باب:۔
وجودِ اور عدم کے بیان میں

تیسرا باب:۔

مخلوقات کی پیدائش کے حکمت کے بیان میں

چوتھا باب:۔

عقل اور اس کی قسموں کے بیان میں

پانچواں باب:۔

مبداء اور معاد کے بارے میں

چھٹا باب:۔

آفات اور اُنس کے بارے میں

ساتواں باب:۔

آفاقی اور انفس کے طبقوں کے بیان میں

درج بالا رسالے میں کل سات ابواب ہیں جو ۱۵ صفحات پر مشتمل ہیں جس کی تفصیل درج کی گئی ہے۔(۲)

☆ وجہ اسمِ گرامی رسالہ:۔

صاحبِ تصنیف رسالہ میں خود خواجہ حمّاد کاشانیؒ تحریر کرتے ہیں کہ بعد حمد و صلوٰۃ جان لو کے یہ مختصر رسالہ معرفت اور خُدا شناسی اور اللہ تعالیٰ کو بے واسطہ دیکھنے اور اس کے عجائبِ قدرت کو سمجھنے کا بیان ہے اور میں نے اس لئے اس کا نام ''مرأت المحققین'' رکھا ہے کہ مرأت کا مطلب آئینہ ہے اور آئینہ کی خاصیت ہے کہ آدمی اس میں خود کو دیکھ سکے اسی طرح جب کوئی خوش عقیدہ آدمی اس کتاب کا مطالعہ کریگا تو اس میں خود کو دیکھ سکے گا اور خود

شناسی سے خُدا شناسی تک پہنچ سکے گا کیونکہ ''من عرف نفسہ عرف ربہٗ'' جس نے خود کو پہچانا اس نے رب کو پہچانا۔(۳)

یہ رسالہ کافی مختصر ہے اس میں چند اہم موضوعات سے بحث کی گئی ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

☆نفس اوراس کے اقسام:۔

نفس اوراس کے اقسام بتاتے ہوئے بابا برہان غریبؒ نے فرمایا نفس کی چار قسمیں ہیں

۱)نفس طبعی ۲)نفس نبائی ۳)نفس حیوانی ۴)نفس انسانی

نفس کے اقسام پر بحث کرتے ہوئے حضرت نے کہا کہ جان لو نفس طبعی کا مطلب وہ طاقت ہے جو جسم کے اجزاء کو محفوظ رکھتی ہے اوراس کے طابع دو چیزیں ہیں ایک گرانی اور دوسرا لطافت، لطافت سے مراد وہ قوّت ہے جو بدن کے احاطہ پر مائل ہوتی ہے اور گرانی وہ طاقت ہے جو جسم کی نشو ونما میں امداد کرتی ہے۔(۴)

نفس طبائی نفس نباتی کا طابع ہے اور نفس نباتی کے آٹھ توابع (خدمت گار) ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱)جاذبہ ۲)ماسکہ ۳)ہازمہ ۴)ممیّزہ ۵)مصورہ ۶)مولدّہ ۷)دافعہ ۸)مُنمِیہّ

جاذبہ وہ قوت ہے جو غذا کو جسم کے باہر سے اندر کی طرف لاتی ہے اور ماسکہ وہ ہے جو اس کی نگداشت کرتی ہے اور ہاضمہ غذا کو تحلیل کرتی ہے اور ممیّزہ وہ ہے کہ غذا ہضم ہو جانے کے بعد فضلا کو الگ کر دیتی ہے اور دافعہ اس کو کہتے ہے جو کثیفِ غذا کو جسم سے ایسے نکال دیتی ہے جیسے درختوں سے چیزیں باہر نکلتی ہے اور مصورہ وہ ہے جو غذا کو جسم کے ہم رنگ کرتی ہے۔اور مولدّہ وہ ہے جو جسم کے الطف اجزاء کو جمع کرتی ہے اور منمیہ وہ ہے جو جسم کو بڑا کرتی

ہے لیکن یہ دونوں قسمیں ان قوتوں کے باوجود نفسِ حیوانی کی طابع ہے اور نفس حیوانی وہ قوّت ہے جس کے اختیار اور ارادے سے جسم حرکت کرتا ہے اور اشیاء کی حس حاصل ہوتی ہے۔ نفسِ حیوانی کے قوتوں کے علاوہ بارہ خادم اور ہیں جن میں دس حواس ہیں اور دو قوتیں شہوت اور غصہ ہے دس حواس میں پانچ ظاہری ہیں اور پانچ باطنی ظاہری حواس آنکھ' کان' ناک، زبان اور ہاتھ ہیں اور باطنی میں حسِ مشترک، خیال، وہم، فہم، فکر اور حافظہ لیکن اب تک جو قوتیں بیان کی گئی ہیں یہ نفسِ انسانی کے طابع ہیں۔ (۵)

☆عقل:۔

بابا برہان الدین غریبؒ جو کہ اپنے وقت کے جیّد علماء میں شمار ہوتے تھے جب عقل کی بات آئی تو حضرت کہنے لگے کہ آگاہ ہو جاؤ کہ حق تعالیٰ نے سب سے پہلے عقل کو پیدا کیا۔ عقل کے بعد دوسری چیزیں وجود میں آئی **"اوّل ما خلقُ اللہُ العقل"** مزید حضرت نے عقل کے تین مرتبے بتائے ہیں ایک اس کی اپنی معرفت دوسرے خدا شناسی اور تیسرے اس کی معرفت با حق اور ان تینوں مرتبوں سے اشیاء وجود میں آتی رہتی ہیں اور ان کی معرفت سے ایک عقل ایک نفس اور ایک جسم ان تینوں مراتب کے پیدا ہوئے جس سے ان کی کل تعداد نو ہوگئی اور وہ نو جسم نو آسمان ہیں اور نو نفس نو آسمان کے نفوس اور نو عقلیں ان نفوس کی عقلیں ہیں۔ پہلے آسمان کا نام عرش ہے دوسرے کا کرسی تیسرے کا مشتری چوتھے کا مرّیخ پانچوے کا شمس چھٹے کا زہرہ ساتوے کا عطارد آٹھوے کا قمر نوے کا زُحل اور فلک قمر کی عقل کو سب سے زیادہ فعّال عقل کہتے ہیں اس کے بعد افلاک عناصر اربعہ یعنی آگ، ہوا پانی اور مٹی پیدا کیے گئے اور ان کو آپس میں ملا دیا گیا انھیں

کے امتزاج سے موالید یعنی معاون ونباتات اور حیوانات پیدا کیے گئے اوران سب کے بعد انسان پیدا ہوا جو ساری کائنات کا مجموعہ ہے اور جو کچھ اس عالم میں پیدا ہوتا ہے اس میں با امر الہیٰ کواکب کے تاثیرات سرایت کر جاتی ہے اور کواکب اسی کے حکم کے طابع ہے جیسا کے وہ خود فرماتا ہے۔

"والشمسُ والقمرُ ولنجوُم ُسخّرات بِامُرِہ٥"

☆وجود اور عدم:۔

بابا برہان الدین غریبؒ نے فرمایا کہ یہ بات اچھی طرح جان لو ہر وہ عدم جس کا کوئی وجود نا ہو اس کو متنع الوجود کہتے ہے اور ہر وجود جس کا وجود ثابت ہے اس کو واجب الوجود کہتے ہیں اور ہر ایسا وجود جس کا معدوم ہونا لازمی نا ہو اس کو ممکن الوجود کہتے ہے تو اب سمجھ لو کہ موجودات دو طرح کے ہیں۔

۱)ممکن الوجود ۲)واجب الوجود

یعنی جو اپنے وجود میں بذات موجود ہے جیسے حق سبحانہ وتعالیٰ اور جو اپنے وجود میں بیرہ موجود ہے وہ ممکن الوجود ہے کیونکہ ممکنات کا وجود اپنے غیر سے ہوتا ہے اور جب تک واجب الوجود نہ ہو ممکن الوجود کو ممکن نہیں کہہ سکتے اس کو اس طرح سمجھو کہ جب تک ضروری مند موجود نا ہو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ فلاح چیز کی کسی کو ضرورت ہے۔اور اگر ممکن الوجود بغیرہ موجود ہو تو اس کو جوہر کہتے ہے۔اور اگر محتاج ہو تو اس کو غرض کہے گے۔(۶)

☆حکمت آفرینش:۔

حضرت نے اس رسالے میں حق تعالیٰ کی بنائی ہوئی نعمتوں کا ذکر کیا ہے مزید حضرت نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے انسان کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ اس کو پہچانے اس ضمن میں

حضرت نے یہ آیت مبارکہ فرمائی ”وما خلقت الجن ولانس الاّ لیعبدُون o“

کا مطلب ”لیعرفون“ کہا گیا ہے۔ یعنی میں نے انسان اور جن کو اس لئے پیدا کیا کہ وہ میری معرفت حاصل کریں اپنی بات مزید مستحکم بنانے کے لئے حضرت نے احادیث شریفین سے ثبوت دیا فرمایا کہ حدیث شریف میں آیا کہ ایک بار حضرت داوٗ علیہ السلام نے حضرت حق سے سوال کیا کہ الہیٰ تو نے عالم اور آدم کو کیوں پیدا کیا خطاب الہیٰ ہوا کہ:

”کُنتُ کنزاً مخفیاً فا حببتُ ان اعرف مخلقت الخلق لِکی اعرف o“

ترجمہ:۔ (میں ایک چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کے میں پہچانا جاوٗ تو مخلوق کو پیدا کیا تا کہ ان کے ذریعہ میری پہچان ہو سکے۔)

دراصل باحق تعالیٰ کی خاص عنایت ونوازش ہے کہ عالم میں علوی اور سفلی ظاہر اور باطن میں جو کچھ بھی پیدا کیا ہے وہ سب انسان کے مسخر کیا ہے اور اس کو اپنی خاص صفتوں سے موصوف کیا ہے۔ اور انسانوں کے جسموں کا ان کی ارواح کا مسخر بنا کر ان صفات کا نمونہ بھی صاف طور پر دکھلا دیا ہے (۷)

☆ تاریخی اہمیت:۔

زیرِ نظر رسالہ ”مرأت المحققین“ کافی مختصر سا رسالہ ہے نہ ہی اس رسالے میں شریعت کی باتیں ہیں نہ ہی طریقت کا ذکر نہ ترکِ دُنیا ہے اور نہ ہی محفلِ سماع کا غلبہ حضرت نے اس رسالے میں دین و دُنیا کا وجود اور عدم وجود اور مخلوق کا وجود اور عقل کا وجود کس طرح ہوا

نہایت سلیس انداز میں احادیث شریفین اور آیاتِ قرآنی کے ذریعہ مستند طور پر ثبوت کے ساتھ واضح کیا ہے۔ اس رسالے کی تاریخی اہمیت اس لئے مسلّم ہے کہ اس میں قرآنِ کریم کی آیتیں اور احادیث شریفین سے راست طور پر استفادہ کیا گیا ہے۔ اس رسالے میں بزرگوں کی ریل پیل، آئمہ کرام و خلفائے عظام کی حکایتیں اور اس دور کی تہذیبی و تمدّنی زندگی کی عکاسی ہوتی ہیں اور خاص کر کے اس دور کی زباں کی نشاندہی ہوتی ہے کہ اس دور میں یہ بزرگ کس طرح مرصعٔ و مقفعٔ عبارت سے گریز کر کے عوامی رنگ میں وعظ و تلقین کیا کرتے تھے۔

☆ادبی اہمیت:۔

اس رسالے کی جس طرح تاریخی اہمیت اپنی مثال آپ ہے اسی طرح ادبی اہمیت بھی مسلّم ہے۔ کیونکہ یہ ایک ایسے بزرگ کے ملفوظات پر مبنی ہے جو اپنے وقت کے جیّد علماء میں شمار کیے جاتے تھے۔ اور ادب میں ان کے ارشادات فالِ نیک ثابت ہوئے ہیں۔

☆زباں و بیاں:۔

محمد بن تغلق کا دہلی سے دولت آباد پائے تخت کا منتقل کرنا اور تمام دہلی کی خلقت کو دولت آباد آباد کرنے کا حکم دینا یہ وہ عجیب واقعہ ہے جو اُردو کی ابتدائی ترقی و ترویج کے لئے فعالِ نیک ثابت ہوا۔ اس لشکر میں نہ صرف عوام بلکہ خواص علماء، حکما، فضلاء بھی شامل تھے دہلی کی خلقت جب یہاں وارد ہوئی تو اپنے ساتھ اپنی زباں بھی لائی تھی دکن دولت آباد کی زباں اور دہلی کے فاتحین کی زباں کے تصادم سے ایک نئی زباں کی آبیاری ہو رہی تھی جو ہندی اور بعد میں دکنی کہلائی ان اولیائے کرام نے زبان ہی کے ذریعہ عوام کا دل

جیت لیا کو اور یہاں کی زبانیں سیکھی جن کی بدولت اُردو زبان اپنی ترقی کے ابتدائی مدارج طئے کرنے میں کامیاب ہوئی ان بزرگانِ دین نے اس نئی زبان کو اپنی تلقین کا ذریعہ بنایا۔

مولوی عبدالحق صاحب نے اپنی تصنیف ''اُردو کی ابتدائی نشو ونما میں صوفیائے کرام کا کام'' میں اس بات کو واضح کر دیا کہ یہ بزرگانِ دین نے اُردو کی ابتدائی نشو ونما میں کافی اہم رول ادا کیا ہے صاحبِ ملفوظ حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ دکن کی وطنی زبان کو بخوبی اپنے وعظ و ہدایت، نصیحت میں استعمال کرتے تھے۔

اس مختصر سے رسالے میں ہمیں جو ابتدائی اُردو کے لفظوں کی نشاندہی ہوتی ہیں ان میں جوگ، کوں، پچھانت، نی، سوں، موں، بوجھنے' سدھارنے' پدھارنے' کیواڑ وغیرہ پڑھنے ملتے ہیں۔(۸)

☆لفظیات:۔

زیرِ بحث رسالہ ''مراتُ المحققین '' چونکہ ایک ایسے سحر طراز کے ملفوظات پر مبنی ہے جو اپنے زمانے کے کامل درویش، فاضل محقق اور مشہور علماء میں شمار ہوتے تھے ان کے پاس لفظوں کا کافی وسیع ذخیرہ تھا انھوں نے اپنے ملفوظات میں برمحل و برجستہ الفاظ استعمال کیے ہیں اور ہندی دوہے بھی کہے ان کا شعری ذوق بھی کافی ستھرا تھا حضرت موقع کو غنیمت جان کر ایسے اشعار زبان گوہر بار سے بیان کرتے تھے جن کے پڑھنے سے ان کے شعری ذوق کا پتہ چلتا ہے۔اس رسالہ سے مندرجہ شعر ملاحظہ ہو۔

''بار بخ بساز تا نو راحت یابی     راحت طلبی ہمہ جراحت یابی''

ترجمہ:۔ تکلیف کے ساتھ موافقت کرتو آرام پائیگا اگر راحت ڈھونڈے گا زخم پائیگا۔

''ہمت بس بلند روزی کن کہ ہمیں از تو من اخواہم''

حضرت غریب کے وعظ و نصیحت میں ایسے لفظیات کی بھرمار ہیں جو لگتے تو دقیق ہے لیکن پڑھنے کے بعد یعنی حکایت مکمل ہونے کے بعد معنی و مفہوم خود بخود سامنے آجاتے ہیں۔اس کے لئے کوئی لغت کا سہارا نہیں لینا پڑھتا حضرت غریبؒ کی لفظیات اس درجہ سلیس و عام فہم ہے۔

☆زباں کا مزاج:۔

زباں و بیاں میں فاتحین کی آمد کی بدولت تبدیلی آئی اس مناسبت سے زباں کا مزاج بھی بدل گیا۔دکن،دولت آباد کی عوام کے تبادلۂ خیال سے زبان کا مزاج اور مستحکم ہوتا نظر آتا ہے ان ہی صوفیائے کرام و اولیائے عظام کی بدولت زبان ہمیں نئے رنگ میں نظر آتی ہے۔ یہ وہ اہم ادبی شۂ پارہ ہے جن میں صرف دین بلکہ دُنیا کی صلاح و فلاح کا بھی ذخیرہ بھرا پڑا ہے۔ان درویش کے پاس یعنی صاحبِ ملفوظ حضرت غریبؒ کے پاس اعلیٰ و ادنیٰ، عالم و جاہل، فقیر و غنی کا کوئی فرق نہ تھا ان کا تکیہ سب کے لئے کھلا تھا انھوں نے اپنی وعظ و نصیحت میں عام و سادے لفظوں کا استعمال کیا ہے جس سے عام قاری بھی فائدہ اٹھا سکے۔

اس کتاب گرانمایاں کا ذکر کسی بھی ملفوظات کے مجموعہ میں نہیں ہے راقم الحروف نے اپنی تحقیق کے ذریعہ اسے روشن کرنے کی کوشش کی ہے۔غرض جدید تحقیق یہ بتاتی ہے کہ زیرِ نظر رسالہ حمّاد کاشانیؒ کا مرتب کردہ ہے جس میں حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ کے ملفوظات' ارشادات و فرمودات درج کیے گئے ہیں۔مختصراً یہ وہ اہم دستاویزات

ہیں جو ہمارے اسلاف نے ہمارے لئے چھوڑا ہے اور جو ہمارے ماضی کی شان ہے۔ جس کی بدولت ہماری اُردو زبان کی ابتدائی ترقی وترویج کی تاریخ کی مستند نشاندہی ہوتی ہے۔

☆ حوالے و تشریحات ☆ {مرأت المحققین}

| سلسلہ نمبر | اسمائے کتاب | مصنف / مؤلف | سنِ اشاعت / ایڈیشن / مقامِ اشاعت | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|---|
| ۱۔ | مرأت المحققین | حمّاد کاشانیؔ / شبیب انور علوی | نہیں ہوئی۔ | ۱۔۔۵ |
| ۲۔ | مرأت المحققین | حمّاد کاشانیؔ / شبیب انور علوی | نہیں ہوئی۔ | ۶۔۔۹ |
| ۳۔ | مرأت المحققین | حمّاد کاشانیؔ / شبیب انور علوی | نہیں ہوئی۔ | ۱۰۔۱۴ |
| ۴۔ | مرأت المحققین | حمّاد کاشانیؔ / شبیب انور علوی | نہیں ہوئی۔ | ۱۶۔۲۱ |
| ۵۔ | مرأت المحققین | حمّاد کاشانیؔ / شبیب انور علوی | نہیں ہوئی۔ | ۲۳۔۳۰ |
| ۶۔ | مرأت المحققین | حمّاد کاشانیؔ / شبیب انور علوی | نہیں ہوئی۔ | ۳۱۔۳۸ |
| ۷۔ | مرأت المحققین | حمّاد کاشانیؔ / شبیب انور علوی | نہیں ہوئی۔ | ۳۹۔۴۵ |
| ۸۔ | مرأت المحققین | حمّاد کاشانیؔ / شبیب انور علوی | نہیں ہوئی۔ | ۴۶۔۵۱ |

# ﴿ہدایت القلوب﴾

☆ نسخۂ ملفوظات ☆

﴿حضرت خواجہ زین الدین شیرازیؒ﴾

☆ مولّف ☆

﴿حضرت خواجہ میر حسن مولّف﴾

☆ مترجم ☆

﴿نثار احمد فاروقی صاحب﴾

(ماہ نامہ منادی قسطوار)

خواجہ زین الدین شیرازیؒ بابا برہان الدین غریبؒ کے

آخری زمانے میں بیعت ہوئے تھے علم وفضل کے ظاہری زیور سے آراستہ وپیراستہ اور اپنے وقت کے ممتاز عالمِ دین تھے۔ حضرت غریبؒ کے فیضانِ تربیت سے مختصری مدّت میں مدارج سلوک بھی طئے کر لئے اور طریقت کے جانشین بنائے گئے۔ سیّد غلام علی آزاد بلگرامیؒ اپنی تصنیف ''روضۃ الاولیاء'' میں تحریر کرتے ہیں کہ مخدوم کے کسی مرید نے پہلے ''دلیل السالکین'' نام کی ایک کتاب لکھی جس میں حضرت کے مبارک ملفوظات ہے دوسرے مرید نے دوسری کتاب تحریر کی اور اس کا نام ''جبت القلوب من مقال المحبوب'' رکھا تیسری کتاب اور تالیف کی اسے ''حبۃ المحبت'' کے نام سے موسوم کیا اور یہ شیخ کے دہلی سے آنے کے بعد لکھی گئی حضرت بلگرامی نے اس کتاب سے چند اقتباسات بھی اپنی تصنیف میں اخذ کیے ہیں۔ یہ عبارت اس بات کی صراحت کرتی ہے کہ کتاب ''حبۃ المحبت'' روضۃ الاولیاء کی تصنیف کے دوران حضرت بلگرامی کے سامنے رکھی ہوئی تھی اور انھوں نے اس نسخۂ ملفوظات سے استفادہ کیا تھا۔(۱)

حضرت کے ملفوظات پر چوتھی کتاب ''ہدایت القلوب''

حضرت کے مریدِ خاص میر حسن مولّفؒ نے تحریر کیا لیکن جدید تحقیق یہ بتاتی ہے کہ یہ چاروں کتابیں میر حسن مولّفؒ ہی نے تحریر کیا ہے۔(۲)

حضرت کے اس مرید نے ان کے ملفوظات پر چار کتابیں ضبطِ تحریر کی ان کی مزار مبارک حضرت خواجہ زین الدین شیرازیؒ کے صحن میں واقع ہے انھوں نے حضرت شیخ کے ملفوظات جمع کر کے چوتھی کتاب مسمّٰی با ''ہدایت القلوب''، لکھی جو زبانِ فارسی میں ضبطِ تحریر ہوئی۔

☆ جامع ملفوظ میر حسن موٓلف :۔

خواجہ میر حسن موٓلف ؒ ’’فوائد الفواد‘‘ کے موٓلف امیر حسن سجزیؒ سے مختلف شخصیت ہے خواجہ زین الدین شیرازیؒ سے ان کی حقیقت و محبت کے افسانے بھی زباں ذد رہیں بعض حکایت ’’روضتہ الاقطاب‘‘ میں لکھی بھی گئی ہیں۔ حضرت میر حسن موٓلفؒ دہلی کے باشندے تھے دولت آباد میں انتقال کیا حضرت کے روضہ کے قریب جانبِ شمال ان کی مزار ہے اور ۲۷ ربیع الاوّل کو ان کا عرس شریف بھی ہوتا ہے۔ حضرت میر حسنؒ نے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ زین الدین شیرازیؒ کے ملفوظات جمع کیے اور اس کا نام ’’ہدایت القلوب‘‘ رکھا جو بہ زبان فارسی میں ضبطِ تحریر ہوئے ان ملفوظاتی مجموعہ کا چیدہ چیدہ اُردو ترجمہ ’’ڈاکٹر نثار احمد فاروقی صاحب‘‘ نے ماہ نامہ ’’منادی‘‘ نئی دہلی کے تحت قسطوار شائع کیا جو کل ۱۳ شماروں میں شائع کیا گیا ہے۔ (۳)

☆ زمانہ ترتیب :۔

زیرِ نظر کتاب ’’ہدایت القلوب‘‘ حضرت کے زمانۂ حیات ہی میں ان کے مرید حضرت خواجہ میر حسن موٓلفؒ جو اپنے زمانے کے عاقل و دانا عالم و فاضل گذرے ہیں حوالۂ قلم کرنا شروع کیا جس کی ابتداء ۷ ماہِ رجب ۷۴۵ھ م ۲۵ نومبر ۱۳۴۴ء میں ہوئی اور یہی سے کتاب کی پہلی مجلس کی ابتداء بھی ہوتی ہے۔ (۴)

☆ ملفوظ لکھنے کی اطلاع :۔

جامع ملفوظ ’’میر حسن موٓلفؒ‘‘ نے حضرت خواجہ زین الدین شیرازیؒ سے عرض کیا کہ میں حضرت کی زبان سے جو کلمات سنتا رہا ان میں سے جو باتیں یاد رہے گئی

انھیں اپنی عبارت میں بے کم و کاست لکھ لیا ہے اس امید پر کہ شاید اس سے بندہ زادے کو اور بہت سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچے حضرت نے فرمایا 'بہت اچھا کیا' کیونکہ اس سے بہت سے فائدے کی امید ہیں اور اس مناسبت سے حضور ﷺ کے ارشادات کو بھی بیان کیا اور نہایت خوشی و انبساط ظاہر کیا۔ یہ کتاب فیض انتساب ہے اس میں نہ صرف مخدوم کے ارشادات و فرمودات ہیں بلکہ اس میں دین و دُنیا کی فلاح و صلاح کا ذخیرہ بھی ہے۔(۵)

اگر ہم اس ملفوظاتی کتاب کا بہ نظر غائر مطالعہ کریں تو ہمیں اس میں اس دور کی علمی، ادبی، ثقافتی، سماجی، تہذیبی، تمدنی اور عام چلتی پھرتی زندگی کی عکاسی ہوتی ہے۔ چونکہ نثار احمد فاروقی صاحب نے اس گرانمایاں تصنیف کا ترجمہ "ماہ نامہ منادی میں قسط وار تحریر کیا ہے اس کا ہر ایک موضوع اہمیت حامل ہے اگر اس کتاب کے ہر ایک موضوع پر بحث کریں تو طوالت کا خطرہ لاحق ہوگا طوالت میں نہ جاتے ہوئے اس کتاب کے اہم موضوعات پر بحث کی جارہی ہے۔ جس میں

۱) احکامِ شریعت (۲) احکامِ طریقت (۳) ترکِ دُنیا (۴) محفلِ سماع
(۵) ادبی و اخلاقی تعلیم (۶) حسنِ اخلاق ۷) عیب جوئی سے پرہیز
(۸) لفظوں کا تضاد معنی و مطالب (۹) دو چیزوں میں فرق (۱۰) صبر و توکل
۱۱) علماء و خلق کی قسمیں (۱۲) سچ کی تلقین۔

(۱) احکامِ شریعت:۔

اولیائے کرام نے احکامِ شریعت پر بڑا زور دیا ہے۔ اس کو تمام چیزوں پر مقدّم رکھا انھوں نے طریقت کو ہمیشہ شریعت کا طابع سمجھا اور انھیں احکامات کی تلقین و

ہدایت کی جن کی سند قرآن وحدیث سے ملی۔ بندگانِ خدا عبادتِ الٰہی میں اس درجہ غرق رہتے ہیں کہ انھیں دُنیاوی ان چیزوں کا بھی ہوش نہیں رہتا جو دُنیا میں عزیز ترین ہیں۔اور خونی رشتے تک ان کو اپنی طرف ایک پل کے لئے بھی متوجہ نہیں کر پاتے انھیں بزرگانِ دین پیغمبر علیہ السلام کی پیروی کی اور اسی مناسبت سے حضرت نے کہا کہ پیغمبر علیہ السلام سے روایت ہے کہ دو رکعت نماز استخارہ پڑھے اس کے بعد آیت الکرسی خالدون تک پڑھیں اور پھر آیت

"ربّنا آتنا من لدنک رحمته وهی لنا من امر نا رشدا0" (سوره کہف ١٠)

ترجمہ:۔ (اے ہمارے رب ہم پر اتنی رحمت بھیج اور ہمیں توفیق دے کہ اپنے کاموں میں سیدھے سچے رہے۔)(٦)

اس ضمن میں حضرت نے مزید یہ کہا کہ اس کے بعد گھر سے باہر نکلے جہاں بھی جائے گا اللہ تعالیٰ اسے تمام آفات وبلایات سے محفوظ رکھے گا حضرت نے اپنے ملفوظات میں نمازوں کی بھی تلقین کی جو دین کا ایک اہم رُکن ہے ایک جگہ اس مناسبت سے فرمایا کہ جو کوئی فرض نماز کے بعد یہ دُعا پڑھے گا

"لا اله الله ایما نا با لله ۔لا الا الله اما نا با لله
لا اله الا الله اما نهُ من عند الله ۔لا اله الا الله
محمد ﷺ ۔0"

ترجمہ:۔ (اللہ تعالیٰ اس کے ایمان کو اپنے امان میں رکھے گا۔)(٧)

حضرت نے فرمایا کہ یہ حدیث میں ہے کہ ''نوم العلماءِ عِبادۃ'' عالموں کا سونا بھی عبادت ہے حضرت نے اپنے ملفوظات میں نمازِ جمعہ کی ترکیب بھی بتائی ہے انھوں نے نماز کی پابندی اور روزوں کی تلقین و زکوٰۃ ادا کرنے کی ہدایت پیغمبر علیہ السلام سے ثبوت دے کر کی ہے حضرت شیرازیؒ کہتے ہے کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا اگر تم مال سے مکمل پرہیز نہیں کر سکتے تو زکوٰۃ ادا کرو

''و اقیمو الصلوٰۃ و آ تو الزکوٰۃ ٥''

(نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو) (۸)

احکامِ شریعت یہ وہ ہولناک وادی ہے جس میں درویش اسلام کے پانچ اراکین پر ہمیشہ کے لئے کاربند ہو جاتا ہے۔ زین الدین شیرازیؒ عرف بائیس خواجہ اپنے ارشادات و فرمودات میں نماز، روزہ، زکوٰۃ اور تلاوت قرآن مجید کی تلقین کرتے ہوئے دیکھائی دیتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم بھی اس محفل میں شامل ہیں، موجود ہیں حضرت نے کہا کہ سب سے اچھی تلاوت قرآنِ کریم کی تلاوت ہے۔

حضرت نے اپنے ملفوظات کو مزید مستحکم کرنے کے لئے احادیث نبوی سے ثبوت دیا ان ملفوظات میں کہیں پر بھی بناوٹ و تصنع نہیں ہے راست قرآنِ مجید و احادیث شریفین سے مستند ثبوت دیا گیا ہے۔ حضرت نے کہا ماہِ رمضان المبارک کی راتوں میں بغیت ناغہ کیے دو رکعت نماز پڑھنی چاہیے اور آنکھوں کی روشنی کے لئے حضرت نے کہا کہ مغرب کی نماز کے بعد دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ ''انا اعطینا'' پانچ بار تلاوت کرے پھر سلام پھیر کر یہ دُعا مانگیں۔

"الّھمة امتعنی و بصری و اجلعہُ الوارث منّی0"

(یا اللہ مجھے میری سماعت اور بصارت سے فائدہ پہنچا اور اسے میرا وارث بنا دے)(۹)

حضرت کے ملفوظات کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ باوضو رہنا خُدا تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔ ہمیشہ باوضو رہیں ہمیشہ روزہ رکھیں، ہمیشہ ذکر کریں اور مزید حضرت فرماتے ہیں کہ چاشت، اشراق، تہجد، روزہ، ذکر یہ سب نوافل ہیں مگر غیبت، بدگوئی اور عیب جوئی کا ترک کرنا فریضہ ہے اور ان سب سے اصل کار پرہیزگاری ہے۔ قرآن مجید کی تلاوت کے بارے میں حضرت کہتے ہے کہ اعتدال اچھا ہے اگر کوئی شخص ایک رکوع یاد کرسکتا ہے تو اسے آدھا رکوع ہی یاد کرنا چاہیے تاکہ شوق باقی رہے اور طبیعت پر بوجھ نہ ہو نماز تہجد کے بارے میں حضرت نے فرمایا کہ تہجد میں بڑا اثر ہے یہ وقت بڑی برکتوں کا ہوتا ہے۔ مخدوم کہتے ہے کہ روزوں، مجاہدوں اور ریاضتوں کا اصلی مقصود ہے تزکیہ نفس کی مخالفت اور یہ شدید مجاہدے کیے بغیر حاصل نہیں ہوتا حضرت نے فرمایا کہ جہل دور ہو جاتا ہے تو علم کا حجاب اٹھ جاتا ہے روزہ، مجاہدہ عبادت وطاعت وغیرہ کے سارے حجابات اٹھا دو ایک لمحہ کے لئے بھی مقامِ بندگی سے غافل نہ رہوں گے اور ان کا ثبوت قرآنِ کریم کی ان دو آئیتوں سے دیا۔

"یا آدمُ اِسُکن ائنت و زوجُک الجنّته و کُلا مِنہا رغداً حیثُ شِئتُما" 0 (البقرہ ۳۵)

ترجمہ:۔ (اے آدم، تم اور تمہاری بی بی دونوں جنت میں رہو اور وہاں من بھاتا کھاؤ جہاں سے چاہو)

"یا نارُ کُونی برداً و سلاماً علیٰ ابراھیم O" (الانبیاء ۶۹)

(اے آگ ٹھنڈی ہو جا سلامتی کے ساتھ)(۱۰)

☆احکامِ طریقت:۔

صوفی درویش احکامِ شریعت پر سختی سے کار بند ہونے کے بعد طریقت کی وادی میں قدم رنجہ ہوتا ہے یہ وہ وادی ہوتی ہے جس میں سب سے پہلے اپنے بدترین دوست نفس کو کچلنا ہوتا ہے اس میں بڑے بڑے مجاہدات و ریاضتیں کرنی پڑتی ہے زیرِ نظر کتاب "ہدایت القلوب" کی ایک مجلس میں حضرت نے ایک حکایت فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ترکِ دُنیا کرنا سب عباتوں سے افضل ہے اس میں حضرت نے قناعت کی تعلیم دی کہا جب تک نفس کے اختیار سے چھٹکارا حاصل نہ کریں اور کسی مرشد کے محکوم نہ بنیں ہر گز حق تعالیٰ تک پہنچ سکتے، اس میں بیوی بچّے، اسباب، املاک کوئی چیز رکاوٹ نہیں بنتی بس نفس کی پکڑ سے باہر نکلنا ہوتا ہے۔(۱۱)

☆ترکِ دُنیا:۔

درویش صالحین کی تعلیم یہ ہے کہ انسان کو سب سے پہلے دُنیا کو ترک کر دینا چاہیے۔ خواجہ زین الدین شیرازیؒ نے اسی مناسبت سے ایک حکایت بیان فرمائی جس کا خلاصہ یہ ہے۔

"ترك الدُنیا راس کلّ عبادة"

(دُنیا کو تیاگ دینا ساری عبادتوں کا مغز ہے)

اگر یہ مقام حاصل ہو جائے کچھ بھی ہو کوئی ٹوٹا نہیں اسی ضمن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حکایت بیان فرمائی کہ وہ کسی صحرا سے گذر رہے تھے ایک شخص کو سوتا ہوا دیکھا حضرت نے اس

سے کہا کہ اٹھ اور اللہ کی عبادت کر اس نے کہا مجھے چھوڑ دیجئے میں نے سب سے اچھی عبادت کیا ہوں کہا حضرت نے وہ کون سی تو کہا کہ ''میں نے دُنیا کو دُنیا داروں کے لئے تیاگ دیا ہے۔'' عیسیٰ علیہ السلام نے کہا سوتے رہوں تمہارا سونا بھی دوسروں کی عبادت سے افضل ہے مزید حضرت کہتے ہے کہ:

''حُبُ الدُ نیا راسُ کُلّ خطئیتہِ''

(دُنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔)(۱۲)

اس ضمن میں مزید حضرت کہتے ہے کہ درویشی کی پہلی منزل ترک دُنیا ہے اس کے بعد دوسرے مقامات ہیں اگر کوئی درویشی کی پہلی منزل میں قدم نہ رکھ سکا تو دوسرے مقامات تک کیا پہنچ سکتا ہے۔

☆محفلِ سماع:۔

سماع کو بزرگانِ چشت نے روحانی غذا بتایا ہے چونکہ سماع سلسلۂ چشتیہ میں ایک اہم مقام کا حامل رہا ہے اور نسل در نسل چلتا ہی رہا حضرت نے سماع کے طریقے اور آداب کو نہایت خوش اسلوبی سے بتایا ہے۔ مخدوم کہتے ہے کہ سماع سے پہلے ہلکی غذا کھانا چاہیے مثلاً چاول ہو یا شوربا ہو سماع کے بعد اگر کوئی نان گوشت اور حلوہ جی بھر کر کھائے تو کچھ حرج نہیں مگر شروع میں پیٹ خالی ہو تو سماع کے ذوق کا اثر زیادہ ہوتا ہے کیونکہ غذا دو قسم کی ہوتی ہیں روحانی اور جسمانی۔

۱) جسمانی غذا:۔

جسمانی غذا تو کھانا پینا اور چین سے سونا ہے۔

۲) روحانی غذا:۔

بھوک، پیاس، جاگنا، ذکر اور ایسی ہی باتوں میں ہے۔ سماع بھی روحانی ذوق ہے اگر کوئی جسمانی غذا چکھ کر کھائے گا تو یقیناً اسے روحانی ذوق نہیں مل سکتا حضرت نے فرمایا کہ سماع میں سرور کی کیفیت روح کا روح وریحان (بشاشت وآسودگی) ہے یہ بسط (کشائش) کا عالم ہے روح کی نزہت ہے اور حزن قبض کے عالم سے ہے یہ روح کی عقوبت (اذیت) ہے۔ (۱۳)

☆ اخلاقی تعلیم:۔

یہ خواجگانِ چشت کی نمایاں خصوصیت میں سے ایک ہے انھوں نے اپنے ملفوظات میں اخلاقی تعلیم کا بھی درس دیا ہے اور زیرِ نظر ملفوظات 'ہدایت القلوب' بھی اخلاقی تعلیم سے بھری پڑی ہے جیسے سلطان المشائخ کو خالق کے ساتھ ساتھ اس کے مخلوق سے بھی محبت تھی ٹھیک اسی طرح خواجہ زین الدین شیرازیؒ کو مخلوق سے نہایت ہی انسیت ومحبت تھی حضرت نے اخلاقی تعلیم کا درس دیتے ہوئے فرمایا کہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ

"انّکم لن رسمعُو ابا لا موالِ ولکِن تسمحُو ھُم با لا خلاق٥"

ترجمہ:۔ (تم صرف انھیں مال دے کر ان کا دل نہیں جیت سکتے بلکہ اخلاق سے ان کے دل کو موہ لو)

کیونکہ جب مال نہ ہوگا تب کیا کروگے؟ اور مال سے خوش کتنوں کو کیا جا سکتا ہے البتہ اچھے اخلاق سے سارے جہاں کو خوش کر سکتے ہیں۔ اخلاقی تعلیم کا درس دیتے ہوئے حضرت مخدوم نے فرمایا کہ آدمی کو اچھے اخلاق اور اعمال پر بھروسہ کرنا چاہیے اس لئے کہ اچھے اخلاق موت

کے بعد بھی زائل ہونے وا لے نہیں وہ آدمی کے ساتھ ر ہتے ہیں اس بات کی مناسبت سے یہ آیت پڑھی

"کما یعبشون تموتون تبعثون0"

ترجمہ:۔ (جیسی تم زندگی گذاروں گے ویسی ہی موت پاؤ گے اور جیسے مرو گے ویسے ہی اٹھائے جاؤ گے)

اس مناسبت سے اپنے پیرو مرشد کی یہ حکایت بیان فرمائی کہ بابا برہان الدین غریبؒ نے اخلاق کے بارے میں ف مایا کہ اعمال، اخلاق، احوال یہ تین چیزیں ہیں جب تک کوئی حق کے اعمال ادا نہیں کرتا اخلاق کو نہیں پہنچ سکتا اور جب تک اخلاق کا حق ادا نہ کریں احوال باطنی نصیب نہیں ہو سکتی۔خواجہ زین الدین شیرازیؒ نے اخلاقی تعلیم کا درس دیتے ہوئے کہا کہ تم اپنے اخلاق سے دشمنوں کو بھی دوست بنا سکتے ہو اور دوستوں کو اچھے اخلاق سے مطیع کیا جا سکتا ہے پیغمبر علیہ السلام اور ہمارے خواجگان جھنوں نے جہانگیری کی ہے اچھے اخلاق ہی سے کی ہے اس لئے کہ دولت کیا کر سکتی ہے۔اور یہ ساری دُنیا کو کہاں تک دے سکو گے البتہ پاکیزہ اخلاق سے ساری دُنیا کو خوش کیا جا سکتا ہے یہاں پر حضرت یہی کہنا چاہتے ہے کہ دُنیا کو دولت سے نہیں بلکہ اچھے اخلاق سے جیتا جا سکتا ہے۔(۱۴)

خواجگانِ چشت نے جب کوئی تعلیم دی تو پہلے خود عمل کیا اسی مناسبت سے حضرت نے اپنے پیرو مرشد کے پیر نظام الدین محبوبِ الٰہیؒ کی حکایت بیان کی کہ ایک روز نائی حضرت محبوبِ الٰہی کے پائے مبارک کے ناخن تراش رہا تھا جیسے ہی حضرت غریبؒ کو دیکھا اپنے دونوں پائے مبارک سمیٹ لیے ملاقات کے بعد جب انھیں رخصت کیا

تب ناخن بنوائے۔

☆حسنِ اخلاق:۔

حضرت نے حسنِ اخلاق پر بھی بہت زور دیا ہے یعنی کسی کو کوئی بات کہنی ہو تو اسے با اخلاق ہو کر کہوں اور اگر نصیحت بھی کی ہے تو حسن اخلاق سے کی ہے نہ کہ کسی کے سامنے اس شخص کو شرمندہ کیا حضرت نے فرمایا اگر کسی کو کچھ کہنا ہے یو پردے میں کہو ہمارے خواجگان نے نصیحت بھی کی ہے وہ رمز واشارے میں کی ہے مثلاً ایک مجمع بیٹھا ہوا ہے اور ایک کامل درویش ہیں جو ان میں سے ہر ایک کے حالات سے واقف ہے وہ ایسی حکایت شروع کرے کہ اس کے پردے میں ہر ایک کا حال بیان کر دے جسے نصیحت لینی ہے وہ حاصل کریگا اور اس سے اس مجمع کے کسی فرد کو دلی تکلیف نہ ہوگی اور خواجہ کا حسنِ اخلاق بھی بنا رہے گا۔(۱۵)

☆عیب جوئی سے پرہیز:۔

کسی کے عیبوں کو چھپانا اور اس عادت سے پرہیز کرنا خداوند کریم کی صفت میں سے ایک صفت ہے خواجہ نے اپنے ملفوظات میں اس عادت سے بچنے کی تعلیم بڑے بلیغ انداز میں دی ہے مخدوم نے یہاں تک فرمایا کہ اگر کہیں پر عیب جوئی ہو رہی ہے تو وہاں سے اٹھ جاؤ اسے ان سنا کرو اور تنہائی اختیار کرو کہا حضرت نے کہ لوگ دوسروں کی عیب جوئی کرنے میں مبتلا ہے اس سے تو وہی نجات پا سکتا ہے جو ان کاموں سے اپنا دامن بچائے۔(۱۶)

☆لفظوں کا تضاد معنی و مطالب:۔

چونکہ حضرت اپنے وقت کے جیّد علماء و فضلاء میں شمار ہوتے تھے ان کے ملفوظ کو پڑھنے سے ان کی علمی ادبی صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے ان کے پاس لفظوں کا وہ ذخیرہ تھا

جو آج ہمیں شاید ہی کسی کے پاس دیکھنے کو ملے فردوسِ نظر کتاب ''ہدایت القلوب'' میں حضرت نے کئی لفظوں کے معنی و مطالب سے بحث کی ہے جیسے وہ فرماتے ہے کہ استادوں سے سنا گیا ہے کہ ''لیس کَمِثلہٖ شیءٌ'' میں کاف خلیل مشابہت کے لئے ہے چنانچہ کہتے ہیں صرف ایک صفت شجاعت کی ہے اور مثل تشبیہ کثیر (زید شعر کے مانند ہے) یعنی زید میں اور اسد میں قلیل مشابہت صرف ایک صفت شجاعت کی ہے اور مثل تشبیہ کثیر (زاید مشابہت) کے لئے آتا ہے جیسے کہتے ہے ''زیدِ مثل عَمرو یعنی بشریت کے بیشتر اوصاف میں زید عمرو کے مانند ہے اگر چہ صورت میں عمرو جیسا نہ ہو جب یہ نکتہ معلوم ہو گیا تو ''لیس کمثلہ شی'' کا مطلب ہے کہ وصف کثیر میں کوئی شئے بھی اس جیسی نہیں کیا وصفِ خلیل میں اس کے مانند ہے؟ جب یہاں کاف استعمال کیا تو یہ نتیجہ نکلا کہ وصف خلیل ہو یا کثیر کوئی چیز بھی اس جیسی نہیں حضرت نے اس نسخے میں کئی لفظوں کے معنی و مطالب کو پیغمبر علیہ السلام، آیتِ قرآنی اور حدیث شریفین سے ثبوت دے کر ہمیں بتایا ہے جامع ملفوظ خواجہ میر حسن مولّفؒ نے سوال کیا کہ حضرت ''حفظِ حرمت'' کے کیا معنی ہے؟ اس کا استعمال تعظیم کے معنوں میں ہوتا ہے مگر ''حرمت کیا ہوتی ہے''؟ فرمایا نہ شائستہ بات کو کہتے ہیں حفظِ حرمت احترام ذات ہے کہ کوئی ناشائستہ بات شیخ کے خدمت میں نہ کریں اور خود کو ناشائستگی سے محفوظ رکھیں جیسے ماں باپ کا لحاظ محرّمات میں سے ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ کسی کی بے حرمتی نہ کرو اور اس بات کا ثبوت یہ آیت سے دیا۔

''فلاَ تَقلَ لَھُما افٍ وَلا تنھَر ھُما وَ قُل لَھُما قولاً کریماہ0''(الاسراء0 ۲۳)

ترجمہ:۔ (ان دونوں والدین سے چوں بھی مت کرو، نہ انھیں جھڑکوں بلکہ ان سے عزت کے ساتھ بات کرو۔)

حضرت نے مزید نفس الرحمٰن کے معنی محمول کا مطلب وغیرہ نہایت سلیس انداز میں بتایا ہے۔(۱۷)

☆دو چیزوں میں فرق:۔

خواجہ زین الدین شیرازیؒ جو کہ اُس زمانے کے علماء حکماء میں سرِ فہرست تھے اور ان کے پاس لفظوں وسیع ذخیرہ موجود تھا اس بات کی وضاحت ہمیں حضرت کے ملفوظات سے ملتی ہے بادشاہ اور درویش کا فرق بتاتے ہوئے کہتے ہے کہ درویش تمام بلاؤں سے اور دُنیا کی مشقتوں سے محفوظ ہوتا ہے۔درویشوں کو جو بھی یاد کرتا ہے نیکی اور لطافت وشفقت و رحمت سے یاد کرتا ہے۔لیکن بادشاہ اور ملوک و امراء دُنیا کی آفتوں اور تکلیفوں میں غرق ہوتے ہیں اور انھیں کوئی بھی نیکی سے یادنہیں کرتا۔عشق اور عقل میں فرق بتاتے ہوئے یہ شعر زبانِ مبارک سے پڑھا۔

''پیشتر از مترتبہ عاقلی
غفلتے خوش بود خوشا غافلی''

ترجمہ:۔ (عقل مندی کے مرتبے سے پہلے جو غفلت تھی وہ کیا ہی اچھی تھی واہ ری غفلت)

مخدوم فرماتے ہیں جب عقل کی نظر انجام تک پہنچتی ہے ساری دولت اور خوشی تمام ہو جاتی ہے جب عقل کو کام میں لگاؤ تو لاکھوں بلائیں اور فتنے اور آزمائش پیدا ہوتی ہیں۔انسان نفسانی اور شیطانی تدبیروں میں الجھ جاتا ہے یعنی اندیشوں میں غرق ہو جاتا ہے۔(۱۸)

☆صبر وتوکّل:۔

بزرگانِ دین کی صفتوں میں سے یہ ایک صفت رہی ہیں اور انھوں نے صبر و توکل بہت تلقین کی ہے۔ مخدوم نے فرمایا ہے کہ جب کوئی فقیر کسی مسجد میں بیٹھتا ہے تو اللہ اور اس کی ذات پر بھروسہ رکھے کہ کوئی نہ کوئی آئے گا اور اس کا پیٹ ضرور بھرے گا یہی صبر وتوکّل ہے۔

اسی مناسبت سے حضرت نے ابراہیم بن ادھم کا قصہ بیان کیا اور کہا کہ وہ ایک مسجد میں تلاوت میں مشغول تھے انھیں دو دن سے فاقہ گذر رہا تھا ایک رات انھوں نے اللہ سے دُعا کی یا اللہ اگر مجھے اس رات بھی فاقہ ہوا تو میں چار سو رکعت نماز ادا کرونگا انھیں کچھ کھانے کے لئے میسّر نہیں ہوا ابراہیم نے چار سو رکعت نماز ادا کیں پھر دوسری رات یہی ہوا انھوں نے چار سو رکعت نماز ادا کی پھر تیسری رات ابراہیم نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی یا اللہ آج بھی مجھے فاقہ گذرا تو میں رات بھر نماز ادا کرونگا اور ایسا ہی ہوا ابراہیم نے رات بہت عبادت کی اور دوسرے دن ایک روٹی کے خواہ ہوئے کہ اللہ کا ایک نیک بندہ نوجوان آیا اور ابراہیم کو اپنے گھر لے جا کر ان کی ضیافت کی اسی کو صبر وتوکّل کہتے ہے۔ اللہ عزوجل پر بھروسہ جسے ہوتا ہے وہ کبھی بھوکا نہیں سوتا۔ (۱۹)

☆سچ کی تلقین:۔

بزرگانش دین واولیائے کرام نے سچ کی تلقین وہدایت بڑے بلیغ اور ترنم ریز انداز میں کی ہے حضرت کہتے ہے کہ:

''کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے کہ لوگوں نے سچ بولنے
میں کیا نقصان دیکھا جو جھوٹ بولتے ہیں۔''

اور اسی مناسبت سے مخدوم نے خواجہ حسن بصریؒ کا قصہ بیان کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سچ بولنے میں ہرگز کوئی نقصان نہیں اور جھوٹ بولنے سے ہرگز کوئی فائدہ نہیں ہوتا دین و دُنیا کی سعادت محمد رسول علیہ السلام کی پیروی کرنے میں ہے اور دین و دُنیا کی بدبختی رسول کی مخالفت میں ہے اسی بات کے ضمن میں حضرت نے کہا کہ:

"للدّعا جناحَانِ صِدقُ المقَال وَ اکلُ الحلاَل0"

(دُعا کے دو پنکھ ہے سچّا بول اور حلال لقمہ) (۲۰)

☆علماء اور خلق کی قسمیں:۔

خواجہ زین الدین شیرازیؒ نے اپنے ملفوظات میں نہ صرف دین و دُنیا کی باتیں بتائیں بلکہ علماء وخلق کی قسمیں و خصلتیں بھی بتائی ہیں علماء کی قسمیں بتاتے ہوئے حضرت نے فرمایا کہ علماء کی بہت سی قسمیں ہیں ایک تو فقیہ ہیں جسے امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ دوسرے فضلاء ہے مگر جو مصطفیٰ ﷺ کے پیروی کرنے والے ہیں وہ دوسرے ہیں دیندار اور ہیں دین داں اور ہیں علم پڑھنے اور علماء کی پیروی کرنے سے ایقان فائدہ ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا جب تک رسول علیہ السلام کی سنّت کی پیروی نہ ہو اپنی بات کو مزید مستحکم کرنے کے لئے حضرت نے اس قرآنی آیت سے ثبوت دیا۔

"وَاعبدُ ربّکَ حتیّ یَا تِلکَ الیقین0"

ترجمہ:۔ (علم کو عمل میں لانا چاہیے تب سنّت رسول کی پیروی کا نور دیکھائی دیتا ہے۔)

حضرت نے اپنی بات کو مزید تقویت اس شعر سے بخشی۔

”ہر چند بہ آب صاف اندر نگری

سودت نکند چو بر نگیزی نہ خوری“

ترجمہ:۔ (تم شفاف پانی کو کتنا ہی غور سے دیکھتے رہو جب تک اسے لے کر پیو گے نہیں وہ تمہارے کسی کام کا نہیں)

جس طرح حضرت نے علماء کی قسمیں بتائی اسی طرح خلق کی بھی چار قسمیں بتائی مخدوم نے فرمایا کہ ایک وہ ہے جنھوں نے علم حاصل کیا اسے عمل میں لائے اور یاد رکھا، خلائق تک اسے پہنچایا بھی یہ علمائے ربانی ہیں اور اس زمین کی طرح ہے کہ مخلوق بھی اس زمین سے نفع حاصل کرتی ہے اور وہ خود بھی اپنے لئے نافع ہوتی ہے۔ دوسرے وہ ہے جھنوں نے علم حاصل کیا اسے عمل میں لائے مگر خلق خُدا کی نصیحت کرنے کی صلاحیت ان میں نہ تھی انھوں نے گوشۂ تنہائی اختیار کرلیا یہ اس زمین کی طرح ہے جو آبادی سے دور ہوتی ہے اسے تو نفع ہوتا ہے کہ پیڑ پودے اس میں اُگتے ہیں مگر دوسروں کو اس سے فائدہ نہیں ملتا۔ تیسرے وہ ہے کہ جنھوں نے علم حاصل کیا اسے یاد رکھا مخلوق تک بھی پہچایا مگر خود اس پر عمل نہ کیا یہ عُلمائے سو (بُرے عُلماء) ہیں کہ ہدایہ، بزری، کشاف اور دوسرے علوم حاصل کرتے ہیں مخلوق کو پڑھاتے بھی ہے مگر خود عمل سے محروم رہ جاتے ہیں مخلوق کو اس پانی سے نفع پہنچتا ہے مگر خود اس زمین کو فائدہ نہیں ملتا۔ چوتھے وہ ہے جھنوں نے سیکھا نہ اسے یاد رکھا نہ کسی کو بتایا ایک کان سے سنا دوسرے کان سے اُڑا دیا انھیں ٹھیک سے کپڑے پہننے کی بھی تمیز نہیں یہ وہ بنجر زمین ٹیلوں اور ریگستانوں کی طرح ہے کہ جس زمین کو نہ خود نفع ہے نہ اس سے کسی دوسرے کو فائدہ ہے۔(۲۱)

☆ تاریخی اہمیت:۔

تاریخی نقطۂ نظر سے اگر ہم ''ہدایت القلوب'' کا مطالعہ کریں تو ہمیں اس میں انبیائے کرام، اولیائے عظام کا طویل سلسلہ ملتا ہے جو تاریخ کا ایک اہم باب ہیں۔ مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام، ابراہیم بن ادھم، فیصلؒ بن عیاض، نظام الدین محبوبِ الٰہیؒ فرید الدین گنجِ شکرؒ اوران کے مبارک دہن سے کہے گئے ہندی دوہے شہاب الدین سہروردیؒ اور اس زمانے کے شعراء مثلاً سعدی شیرازیؒ وغیرہ سے حضرت نے استفادہ کیا ہے اور تصوّف کے موضوع پر مبنی کتابوں کا بھی ذخیرہ ملتا ہے جیسے قوت القلوب اور کشف المحجوب وغیرہ۔ زیرِ بحث کتاب میں خاص کر ہمیں جا بجا حضور رسول پاک کی احادیث شریف سے کسی علمی ،ادبی مسلۂ پر بحث کر کے مخدوم نے ثبوت دیا ہے اور حکایتوں کے ساتھ وضاحت کی ہے ایک جگہ فرمایا کہ:

''لا یعَبجُونَ الموتیٰ ،قالَ رسُول اللہُ ما الموتیٰ قالَ الا غنِیاء0''

ترجمہ:۔

(مُردوں کے پاس مت بیٹھوں کہا یا رسول اللہ مُردے کون؟ فرمایا مالدار لوگ۔)(۲۲)

اس کتاب میں حضرت نے اپنی بات کو عام لوگوں تک پہچانے کے

لئے آسان سے آسان طریقہ استعمال کیا ہے اور مثالوں سے سمجھایا ہے۔ توریت جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی اس کتاب سے مثالوں کے تحت حضرت کہتے ہے کہ توریت کے آخری پانچ جملے ہیں اور انھیں پر توریت ختم ہوتی ہے جس کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہیں۔

''جو عالم اپنے علم پر عمل نا کریں وہ اور شیطان برابر ہے جو آزاد
عورت اپنے گھر میں نہیں بیٹھتی وہ اور جس پر تہمت لگی ہو برابر ہے
وہ غنی جو اپنے مال کو کھاتا نہیں وہ اور ایک مزدور برابر ہیں''

ملفوظ ''ہدایت القلوب'' کی تاریخی اہمیت بھی اس لئے مسلم ہے کہ اس میں نہ صرف دین و دُنیا کی باتیں ہیں بلکہ ہمیں اس دور کی تہذیبی، تمدنی و معاشرتی نظام کی جھلکیاں دیکھائی دیتی ہیں کیونکہ وہ دور بادشاہی دور تھا اور یہاں بادشاہوں اور امراؤں کا غلبہ تھا اور یہی وہ دور ہے جب خواجہ زین الدین شیرازیؒ کی بزرگی کا ڈنکا بج رہا تھا وہ اپنے کام یعنی دین کی تبلیغ کرنے میں مشغول تھے۔

☆ادبی اہمیت:۔

☆زباں و بیاں:۔

فردوسِ نظر کتاب ''ہدایت القلوب'' کا جب ہم جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اس کی ادبی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے علاؤالدین خلجی اور محمد بن تغلق کی وجہ سے دکن شمالی ہندوستان کی زبان سے متاثر ہو چکا تھا۔اسی وقت سے یہاں کی بول چال میں جدید زبان کا رواج شروع ہو گیا اور پھر جب محمد بن تغلق نے دولت آباد کو اپنا مقامِ حکومت قرار دیا تو زبان میں نکھار پیدا ہوا۔ اور جبکہ حضرت زین الدین شیرازیؒ بھی دہلی سے دولت آباد بحکم تغلق کے جلوہ افروز ہوئے تھے۔ظاہر بات ہے ان کی زبان اور دکن، دولت آباد کی زبان میں کافی فرق تھا یہاں کی عوامی زبان و دہلی کی عوامی زبان جب آپس میں ٹکرائی تو ایک نئی زبان عالمِ وجود میں آئی اور یہاں سے مخدوم کی نثری ملفوظ کی ادبی اہمیت کا آغاز ہوتا ہے۔(۲۳)

☆ بیانیہ:۔

جب دولت آباد میں محمد بن تغلق کے بحکم تمام دہلی کی عوام منتقل ہوگئی تو یہاں کی زبان اور دہلی کی عام زبان سے نئی زبان کا وجود ہوا یہاں کی بول چال میں رفتہ رفتہ دہلوی رنگ گھلنے لگا اور آہستہ آہستہ تبدیلی کے آثار نمودار ہونے لگے۔ عالم و جاہل، امیر و غریب اعلیٰ و ادنیٰ ہر شخص اس نئی زبان میں گفتگو کرتا تھا اور صاحبِ حال درویش بھی اسی زبان میں گفتگو کرتے تھے یہ بزرگوں نے عوام کی زبان سیکھی اور اسی زبان میں وہ درس و تدریس کا کام کرتے تھے۔ خواجہ زین الدین شیرازیؒ کے اس ملفوظات کے مجموعہ میں ہمیں اس زبان کے کافی الفاظ دیکھنے و پڑھنے کو ملتے ہیں جو دکنی زبان کہلائی حضرت کا یہ شعر ابتدائی اُردو کی نشاندہی کرتا ہے۔

"دو بہ زخودی منگر و دل تنگ مباش
در کم زخودی بنگر دل شاد بزی"

ترجمہ:۔ (اپنے سے بہتر کی طرف مت دیکھوں اور کڑھو مت اپنے سے کم کی طرف دیکھوں اور خوش جیو۔) (۲۴)

☆ لفظیات:۔

ملفوظات یہ نثری دستاویزات ہیں جس سے ہمیں زبان اور اس کی ترقی و ترویج کے ابتدائی نقوش ملتے ہیں صوفیائے کرام کا اس میں کافی بڑا حصہ رہا ہے اس کتاب میں بھی ہمیں ایسے الفاظ کا پتہ چلتا ہے جس سے ہمیں ابتدائی اُردو کے نقوش حاصل ہوتے ہیں۔ حضرت نے ہندی الفاظوں کو بھی اپنے وعظ و نصیحت میں اس خوبی سے پیوست کیا کہ ہمیں عبارت کا

لطف بھی آتا ہے اور برمحل و برجستہ الفاظ کا استعمال بھی ہو جاتا ہے مثال کے طور پر حضرت کی یہ حکایت کا خلاصہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب کسی شخص سے کہا کہ اٹھ عبادت کر تو اس نے کہا ''میں نے دُنیا کو دُنیا والوں کے لئے تیاگ دیا ہے۔'' یہاں پر حضرت نے نہایت دلکش انداز میں زباں و بیاں میں ہندی الفاظ عبارت کے تحت اس طرح پیوست کر دیا ہے جو پڑھنے والوں کو ایک نیا لطف دے جاتی ہے حضرت نے اپنے وعظ و نصیحت میں ایسے لفظوں کا استعمال کیا ہے مثلاً بھسم، بھانت، گرُھنا، ٹوٹا، بھاتا من' تیاگ' ہور' کوں' سوں' کواڑ' طاقچہ وغیرہ اس سے ہمیں ابتدائی اُردو کے نقوش ملتے ہیں ان ملفوظات کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ یہی دکنی الفاظ بار بار دہرائے گئے ہیں بار بار دہرائے جانے کی وجہ سے یہ دکنی الفاظ زبان کا ضروری حصّہ بنتے چلے گئے مانوس الفاظ کی اہمیت ہر زبان داں جانتا ہی ہے قارئین کی شناسائی ان الفاظ سے بڑھ جاتی ہے اور وہ زبان کی زیبائش میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ حضرت نے اپنے رُشد و ہدایت میں فرید الدین گنجِ شکرؒ کے دوہے بھی شامل کیے ہیں مثال کے طور پر یہ دوہا۔

''من بدھا و باکلی یک سائیں لک      ہیر برائی جالیاں کہا کرلے آگ''

''ات بہی بکسوے مجہ بہی لکرات      مَت بُھلائے بس بھنگہ ملکی ہٹ''

یہ ہندی دوہے جو آگے چل کر دکنی اُردو کا چربہ اُڑھتے ہیں اور زبان دکنی کہلاتی ہے جیسے یہ دوہے سے ظاہر ہوتا ہے۔

''کرج ملے جی سجناں کوس اٹھارہ چل
کہلا لوک نا جانے کہابرے جے کل'' (۲۵)

اس دوہے میں ہمیں ان لفظوں کی نشاندہی ہوتی ہیں جسے ہم آج بھی زبانِ اُردو میں استعمال کرتے ہیں۔ حضرت جو کہ اپنے وقت کے عالم، فاضل، اور سحر طراز گذرے ہیں انھوں نے اپنے وعظ و ہدایت میں برجستہ و برمحل اشعار بھی کہے ہیں ان کا شعری ذوق ہمیں ان کے ملفوظات کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے حضرت کا شعری ذوق اس درجہ قوی تھا کہ وہ باتوں باتوں میں شعر کہہ دیتے تھے زیرِ نظر ملفوظ ''ہدایت القلوب'' میں کل ۵۷۱ اشعار ہیں جن میں سے حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ، حضرت خواجہ نظام الدینؒ، حضرت خواجہ بابا فرید الدین گنجِ شکرؒ کے ہندی دوہے اور سعدی شیرازی کے اشعار شامل ہیں۔ حضرت خواجہ زین الدین شیرازیؒ کے چنیدہ اشعار مندرجہ ذیل ہیں۔ (۲۶)

''نصیحت ہمیں است جانے برادر
کہ اوقات ضائع مکن ناتوانی''

ترجمہ:۔ (جانے برادر بس ہماری نصیحت یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے اوقات ضائع مت کرو۔) (۲۷)

''روزے کہ میرود مشمر جزورائے عمر
اِلّا ہماں قدر کہ پرست خدائے را''

ترجمہ:۔ (جو دن گذرتا ہے اسے عمر میں سے گیا ہوا ہی سمجھو عمر بس وہی ہے جس میں تم نے خُدا کی عبادت کرلی۔) (۲۸)

''غافل مباش ارعاقلی درباب ارصاحب دلی
باشد کہ دانتوں یافتن دیگر چنیں ایام را''

ترجمہ:۔ (اگر عاقل ہوتو غافل نہ بنو صاحب دل ہوتو فرصت کو پالو ہوسکتا ہے کہ پھر ایسا وقت ہاتھ نا آئے۔)(۲۹)

''دوستی با قلندر واو باش خود مکن ورکنی مراور باش''

ترجمہ:۔ (قلندر سے یا اوباش آدمی سے دوستی مت کرو اگر کرتے ہوتو ان جیسے ہی بن کر کرو۔)(۳۰)

''آب صفت ہرچہ شنیدی بشوے آئینہ سا ہرچہ بے بینی مگ وے''

ترجمہ:۔ (جو کچھ سنا اس سے پانی کی طرح دھوڈالو اور جو کچھ دیکھوں اسے آئینے کی طرح بیان مت کرو۔)(۳۱)

☆زبان کا مزاج:۔

وقت تغیر پذیر ہے جیسے جیسے وقت گذرتا گیا اس کے ساتھ ساتھ ہر چیز میں تبدیلیاں وقوع پذیر ہوتی گئی چونکہ یہاں معاملہ زبان کا ہے یہاں پر زبان کا مزاج مزید مستحکم ہوجاتا ہے یہ نثری دستاویزات بہ زبان فارسی تحریر ہوئے لیکن تبادلۂ خیال اور تبادلۂ دہر نے زبان کو ایک نئی زندگی بخشی اور صوفیائے کرام اور اولیائے عظام نے بھی اسی زبان میں وعظ و نصیحت کرنا شروع کردیا جو عوام کی زبان تھی ان بزرگوں نے اپنی زبان کو عوامی رنگ میں رنگ دیا اور اسی زبان میں اپنے ارشادات و فرمودات کرتے رہے اس ضمن میں حضرت خواجہ سیّد بندہ نواز محمد حسینیؒ کے والد جن کا انتقال ۳۱ ےھ م ۱۳۳۱ء میں ہوا اپنا تخلص راجا رکھا تھا جو آج تک شاہ راجو یا سیّد راجا کے نام سے مشہور ہیں پیش پیش ہیں۔

اسی طرح صاحبِ ملفوظ خواجہ زین الدین شیرازیؒ

خُلد آبادی المتوفی ۷۱۷ھ کا آخری کلام ''منجہ مت بلاوہ'' مشہور ہے بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپ کے وصال کا وقت قریب ہوا تو آپ کے مرید عرض کرنے لگے کہ وصیت کی جائے اور کوئی خلیفہ مقرر کیا جائے اس پر مخدوم نے پہلے تو منہ پھیر لیا اس کے بعد جب آپ کے ایک مریدِ خاص نصیر الدین بدہیری نے دوبارہ یاددہانی کی تو اس وقت آپ نے فرمایا ''منجہ مت بلاوہ'' یہیں سے زبان کا مزاج بدل جاتا ہے اور دکنی اُردو کی ابتداء ہوتی ہے۔

## ☆حوالے وتشریحات☆ {ہدایت القلوب}

| سلسلہ نمبر | اسمائے کتاب | مصنف/مولف | سنِ اشاعت/ایڈیشن/مقامِ اشاعت | قسط/صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|---|
| ۱۔ | روضۃ الاولیاء | غلام علی آزاد بلگرامیؒ | ۱۴۱۶ھ م ۱۹۹۶ء پٹودی ہاؤس دہلی ۲ | ۵۵ |
| ۲۔ | حبۃ المحبت جنت المودّت | میر حسن مولف/شبیب انور علوی | ---- | ۱۔۲۔۳ |
| ۳۔ | ہدایت القلوب | میر حسن مولف/نثار احمد فاروقی | ماہ نامہ منادی ۱۹۹۳ء نئی دہلی | قسط۱/۱۰ |
| ۴۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۱/۱۱ |
| ۵۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۲/۹ |
| ۶۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۲/۱۱ |
| ۷۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۴/۱۱ |
| ۸۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۵/۱۱ |
| ۹۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۸/۸ |
| ۱۰۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۱۲/۸ |

| ۱۱۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۴/ ۸ |
| --- | --- | --- | --- | --- |
| ۱۲۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۴/ ۹ |
| ۱۳۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۲/ ۷ |
| ۱۴۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۱۱/ ۱۰ |
| ۱۵۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۴/ ۱۳ |
| ۱۶۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۸/ ۱۷ |
| ۱۷۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۱۳/ ۳۵ |
| ۱۸۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۱۱/ ۱۰۔۱۱ |
| ۱۹۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۶/ ۲۰ |
| ۲۰۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۱/ ۱۳ |
| ۲۱۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۵/ ۸ |
| ۲۲۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۷/ ۲۲ |
| ۲۳۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۹/ ۱۸ |
| ۲۴۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۷/ ۱۰ |
| ۲۵۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۷/ ۱۳ |
| ۲۶۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۷/ ۱۵ |
| ۲۷۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۲/ ۱۲ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۲۸۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۲/۲ |
| ۲۹۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۷/۸ |
| ۳۰۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۱۴/۸ |
| ۳۱۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | قسط۱۸/۸ |

# حبتہ المحبت وجنّت المودّت

☆نسخۂ ملفوظات☆

﴿حضرت خواجہ زین الدین شیرازی﴾

☆مولّف☆

﴿حضرت خواجہ میر حسن مولّف﴾

☆مترجم☆

﴿مولوی شبیب انور علوی صاحب کاکوروی﴾

اللہ پاک نے اس روئے زمین پر کل اٹھارہ ہزار مخلوقات پیدا کیا ہے اور ان سب میں اہم و بلند مرتبہ انسان کو عطا فرمایا اور اسے اشرف المخلوقات کا درجہ دیا۔ اور ان میں کسی کو حاکم بنایا تو کسی کو فاضل کوئی فقیر تو کوئی غنی کوئی اعلیٰ تو کوئی ادنیٰ غرض ہر طبقے کے لوگ اس روئے زمین پر موجود ہیں۔

اشرف المخلوقات میں کوئی عام انسان ہے تو کوئی پیغمبر کا درجہ رکھتے ہے تو کسی کو اللہ تعالیٰ نے دین واسلام کی اشاعت کے لئے ولی بنا کر بھیجا ہے اور انھیں اولیائے کرام کو اللہ عزوجل نے قوّت وکرامات بخشا تاکہ وہ عاجزوں کی دستگیری کریں اور انھیں راہِ نیک پر چلنے کی تلقین دیں اور ان کے باطن کی صفائی کرنے میں انھیں اولیائے کرام کو ثابت قدمی عطا فرمائی تاکہ وہ راہِ گمنامی میں چلنے والوں کو عاقبت کے مقام میں لے جائیں۔ انھیں صوفیائے کرام واولیائے عظام نے ایسی جگہ دین واسلام کو پہنچایا جہاں اسلام اور اس کی تعلیمات کا دور دور تک بھی کوئی وجود نہیں تھا انھوں نے ایسی جگہوں پر قدم رنجہ ہو کر نہ صرف دین کی تبلیغ کی بلکہ انسان کو زندگی جینے کے نئے طریقے وآداب سکھائے ہیں اور ان کے باطن کو قرآنِ کریم و احادیث نبوی کی روشنی میں سنوارا ہے۔

ان بزرگوں کی تعلیمات اور کشف وکرامات کو دیکھ کر ہزارہا لوگ ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوتے گئے ان کی تربیت کے لئے ان کے پیر ومرشد جو اپنے وقت کے عالم فاضل اور سحر طراز گذرے ہیں رسالے بھی تحریر کیا کرتے تھے اور عاقل ودانا مریدین اپنے پیر ومرشد کے وعظ وہدایات جو ان کے گوش گذار ہوئے انھوں نے اپنے پیر ومرشد کے ان کلمات کو کتابی پیراہن سے نوازہ ہے۔ جو ادبی دُنیا میں ملفوظات کہلاتے ہیں۔ زیرِ نظر کتاب

''حبۃ المحبت و جنت المودت'' خواجہ زین الدین شیرازیؒ کے ملفوظات کا ذخیرہ ہے حضرت خواجہ شیرازیؒ المتوفی ا۷۷ھ م ا۱۳۷ء بابا برہان الدین غریبؒ کے اجل خلفاء میں سے ہیں۔

فردوسِ نظر کتاب کتاب کو ان کے مریدِ خاص حضرت خواجہ میر حسن مولفؒ نے ترتیب دیا ہے ان کی مختصر سوانح عمری ملفوظ ''ہدایت القلوب'' میں بیان کی جا چکی ہے۔

☆ زمانہ ترتیب:۔

میر حسن مولفؒ نے اس ملفوظ بیش قیمت کا آغاز ۷ رجب المرجب ۷۵۵ھ م ۱۳۵۵ء سے کیا ہے ابتداء اس طرح ہے:

حمد وثنا چندانے خاطر عرض وسمار ااحتمال متواند
کردو سپاس مضاعف تر از جلد بدن انسان و
اجناس سر بحضرت یزدانی و بارگاہِ سبحانی امر
امور سبعا لمثانی۔ آن واحدے کہ مومن موحدِ
نیابد جل جلالہ وعم نوالہ جل اللہ۔ (ا)

میر حسن مولف تحریر کرتے ہیں کہ اس سے قبل میں خواجہ زین الدین شیرازیؒ کے ملفوظات پر دو کتابیں تصنیف کر چکا ہوں پہلی کتاب حضرت کے ارشادات مبارکہ پر مشتمل ہے اس کا نام ''دلیل السالکین وہدایت العاشقین'' ہے اس بیش بہا تصنیف میں حضرت خواجہ کے خاندان عالی کے آداب وتہذیب اور روش طریقت کا بھی ذکر کیا ہے اس کتاب کی دوسری جلد ''جبت القلوب من مقال المحبوب'' کے نام سے موسوم

ہے اور یہ دونوں کتابیں خواجہ زین الدین شرازیؒ کی نظر مبارکہ سے گذر کر شرف قبولیت حاصل کر چکی ہیں۔(۲)

میر حسن موؔلف تحریر کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ کے حکم خاص پر بتاریخ ۷ ماہ رجب المرجب ~~۷۵۵ھ~~م ~~۱۳۵۵~~ء سے ان فوائد کو تحریر کرنے کا آغاز کرتا ہوں اور اس کا نام نامی اسمِ گرامی ''حبۃ المحبت وجنت المودّت'' رکھتا ہوں۔ جامع ملفوظ حضرت خواجہ میر حسن موؔلف نے اس مجموعہ ہائے ملفوظات کو جملہ پچیس مجالس پر مشتمل کیا ہے اس کتاب میں کل پچیس باب ہیں جن کو فوائد ملاقات کے عنوان سے ترتیب دیا ہے۔(۳)
میر حسن موؔلفؒ نے ہر مجلس کی گفتگو کا موضوع متعین کیا ہے اور ہر ایک باب کی فہرست دی ہے لیکن جملہ چوبیس باب کی فہرست دی گئی ہیں ۲۵ ویں باب کا نہ تذکرہ ہے نہ موضوع لیکن مخطوطے کی مکمل قرأت کے بعد پتہ چلا کہ اس میں پچیسویں ملاقات بھی موجود ہے۔

''فوائد ملاقات بیست وپنجم ماہ ربیع الاوّل
بوقت نماز روز یکشنبہ (حبۃ المحبت ۱۵۰)(۴)

☆ فہرست ابواب:۔

☆ پہلا فائدہ:۔

مذہب کے بیان میں اور نفس کو حقیر سمجھنے اور تقویٰ و پرہیزگاری کی فضیلت اور نفس کے ساتھ معاملات کے بیان میں۔

☆ دوسرا فائدہ:۔

درویشوں کی خدمت کی فضیلت اور شریعت میں استقامت رکھنے اور تسلیم و رضا

کے بیان میں۔

☆ تیسرا فائدہ:۔

مرید صاق کے نفس اور اچھے عقیدے و محبت کے ذکر کے بیان میں۔

☆ چوتھا فائدہ:۔

درویشوں کے شوق و ذوق اور احسان اور اتفاق کی فضیلت اور خلق خدا پر مہربانی کرنے اور حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے اور ذکر و اشغال کے بیان میں۔

☆ پانچواں فائدہ:۔

فقر و تقویٰ کے کمال کے بیان میں اور ایسی نصیحت کے بارے میں ہے جس پر خود عامل ہو اور مالی نقصان پر صبر کرنے کے بیان میں۔

☆ چھٹا فائدہ:۔

اس بیان میں ہے کہ کسی کو حقارت کی نگاہ سے نا دیکھے ممکن ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے نزدیک معزز ہو اور وہ راہِ خدا میں خرچ کرنا اور عیب پوشی و خوفِ خدا اور نیک دل لوگوں کی محبت میں بیٹھنے کے سلسلے میں۔

☆ ساتواں فائدہ:۔

اس بیان میں کہ مرید کو جو کچھ بھی پیش آئے اس کو پیر کی خدمت میں عرض کر دے تا کہ پیر اس کو اپنی حمایت وعنایت میں لے لے اور جو پیر کی موجودگی میں دوسرے کے پاس جائیں گا اس کا مقصد کبھی حل نہ ہوگا اس علم طب اور مجاہدہ اور عنایت کے بیان میں۔

☆ آٹھواں فائدہ:۔

نفس اوراس کی خواہشوں سے باہر نکل آنے کے بیان میں اور مردانِ خدا کے مقام پر پہنچنے اور عالی ہمتی کے بیان میں۔

☆ نواں فائدہ:۔

اس بیان میں ہے کہ درویشوں کے کمالات اور ارشادات صرف تجربہ کار اور سالک درویش ہی سمجھ سکتا ہے اور خواہشات کو ترک کرنے کا اور نکاح وفوائد نکاح کے بیان میں۔

☆ دسواں فائدہ:۔

سخاوت اور استقامت اور قناعت و گوشہ نشینی کے بیان میں۔

☆ گیارہواں فائدہ:۔

بُری صحبت سے بچنے اور اوراد و وظائف کی پابندی اور شکر گذار امیر اور صابر فقیر اور مشائخ کی توبہ اور تقویٰ کے بیان میں اور غرور و تکبّر، مجاہدہ وغیرہ کے بیان میں۔

☆ بارہواں فائدہ:۔

اللہ تعالیٰ کا دوست ولی کو عوام کا تحقیر سے دیکھنے کے بیان میں اور حق جل وعلا کی یکتائی اور اس کے مضبوط حکم کے بیان میں۔

☆ تیرہواں فائدہ:۔

مردانِ خدا کا ادب لحاظ کرنا اور طلب انصاف اور ادب کے طریقے کے بیان میں۔

☆ چودھواں فائدہ:۔

نیک مردوں کے معاملات، ان کا مخلوق سے پرہیز کرنا اور اللہ تعالیٰ کا درویشوں کو اپنے بندوں کے اطلاع دینے کے بیان میں۔

☆ پندرھواں فائدہ:۔

خاموشی کی فضیلت میں اور دوسروں کو سلامتی اور فائدہ کی نصیحت کرنے اور اپنے دوست کی نصیحت سننے اور عبادت میں استغراق کے بیان میں۔

☆ سولہواں فائدہ:۔

ادب اور تعظیم اور اس کے فائدے کے بیان میں اور قناعت اور فساد اور روزی و قلّت طعام اور اولیاء اللہ کو موت اور زندگی میں اختیار دیے جانے اور ان کے راضی خوشی وفات پانے اور عشق و محبت کے بیان میں۔

☆ سترہواں فائدہ:۔

وعدیٰ خلافی نا کرنے اور سچ بولنے اور اپنے لئے وہی چاہنا جو اپنے مسلمان بھائی کے لئے پسند ہو اس کے بیان میں۔

☆ اٹھارواں فائدہ:۔

اس بیان میں کہ صاحب اقبال و سعادت جہاں جاتا ہے اس کی اقبال مندی اور سعادت اس کے ساتھ ساتھ جاتی ہے اور ہمت کے کمال اور سخاوت کی انتہا کے بیان میں۔

☆ انیسواں فائدہ:۔

اس بیان میں کہ بندہ کسی بھی چیز کو حقارت کی نظر سے نا دیکھے اور ترک اختیار اور

مردانِ خدا کی کرامات وفضائل کے بیان میں اور تجرید وتفرید وغیرہ کے ذکر کے بیان میں۔

☆ بیسواں فائدہ:۔

حاجات کا پورا ہونا خدا تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا اور رات دن کے اشغال کے بیان میں اور شیطان کا حال اور اس کا انسانوں کو شرعی اور غیر شرعی طریقے سے اپنے طابع بنا لینے کے بیان میں

☆ اکیسواں فائدہ:۔

بے ریا عمل، خلوص، عالم صوفی، مشائخ کے عنایات مجاہدے کی کیفیت حسنِ خاتمت اور مہمان کی فضیلت وغیرہ کے بیان میں۔

☆ بائیسواں فائدہ:۔

اخلاص وتصفیہ عمل وعصفیہ عبادت اور مردِ خدا کے بیان میں اور محفلِ سماع کے بیان میں۔

☆ تیسواں فائدہ:۔

عاجزی وانکساری کی فضیلت اور فراخ دلی، عشق ومحبت وحسن رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور اخلاق اور احسان کے بیان میں۔

☆ چوبیسواں فائدہ:۔

نیک مردوں کی دُعا سے مُراد پوری ہونا اور ان سے عقیدہ رکھنا اور کسی مسلمان کو کافر نہ کہنا کے بیان میں۔

☆ پچیسواں فائدہ:۔

اِس کا ذکر فہرست میں نہیں ہے لیکن نسخہ کی مکمل قرأت کے بعد پتہ چلا کے اس میں

پچیسویں ملاقات بھی موجود ہے۔

نسخے میں کل تیرہ سطری ۱۵۵ صفحات ہیں اس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ کتاب مکمل ہے۔ کل ملا کر نسخہ اتنا مکمل ہے کہ اس کی علمی وادبی حیثیت کا تعین با آسانی کیا جاسکتا ہے۔ (۵)

زیرِ نظر کتاب ''حبتہ المحبت و جنت المودّت'' خواجہ زین الدین شیرازیؒ کے ملفوظات پر مبنی ہے. جس کا ذکر سیّد غلام علی آزاد بلگرامیؒ نے اپنی تصنیف ''روضتہ الاولیاء'' میں کیا ہے قیاس ہے یہ کتاب گذشتہ تقریباً ۴۰۰ سال سے ناپید تھی قیاس ہے کہ اس کتاب کا ایک نسخہ کسی کے پاس مخفی طور پر سن ۱۹۶۰ء یا ۱۹۶۲ء میں ممبئ میں تقریباً پچاس ہزار روپیوں میں فروخت کیا گیا۔

لیکن حال ہی میں میرے استادِ محترم جناب ڈاکٹر اختر مرزا صاحب (پرنسپل کوہِ نور کالج خلد آباد شریف) نے کہیں سے چند قلمی کتابیں خریدی ان کتابوں میں ''حبتہ المحبت و جنت المودّت'' کا نسخہ دستیاب ہوگیا میرے چہیتے عمّو جناب عبدالحمید صاحب خادم ومجاور بابا برہان الدین غریبؒ کی توسط سے اس نسخے کی مکمل ژیراکس کاپی یکم رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ م ۲۰۱۰ء مجھے ہمدست ہوئی۔ اس نسخۂ ملفوظات کو تنویر الدین خدا نمائی صاحب صدر شعبۂ فارسی جامعہ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد نے مرتب کیا۔

زیرِ بحث نسخہ ملفوظات بہ زبان فارسی میں ضبطِ تحریر کیا گیا ہے۔ جس کا اُردو ترجمہ عالمِ وجود میں نہیں ہے مجھے اس تحقیقی مقالے کے لئے اس نسخۂ ملفوظات کا مطالعہ ضروری تھا لہٰذا میری گذارش پر شبیب انور علوی صاحب نے سلیس اور عام فہم اُردو میں ترجمہ کر کے مجھے

عنایت کیا۔ شبیب صاحب حافظِ قرآن ہے انھوں نے قلندریہ بزرگوں کی کئی فارسی تصانیف کا اُردو ترجمہ کیا ہے اور یہ خود بھی اپنی ذات میں کامل مصنّف ہے۔ یہ وہی صاحب ہے جھنوں نے حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ کی ملفوظاتی کتاب ''نفائس الانفاس'' کا جامع اور مکمل ترجمہ کیا ہے۔ ''حبۃ المحبت وجنت المودّت'' کے اہم موضوعات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) احکامِ شریعت (۲) احکام طریقت (۳) ترکِ دُنیا (۴) حسنِ اخلاق (۵) عیب جوئی سے پرہیز (۶) گوشہ نشینی صبر و توکّل (۷) صابر فقیر کی شاکر امیر پر فضیلت (۸) تواضع اور ادب (۹) توبہ (۱۰) دو چیزوں میں فرق (۱۱) اخلاص (۱۲) عمل بے ریا۔

☆احکامِ شریعت:۔

طریقت کے تمام سلسلوں میں اولیائے کرام وصوفیائے عظام نے احکامِ شریعت پر کافی زور دیا ہے جس کا ثبوت ہمیں بزرگانِ دین کی ان ملفوظاتی کتب کے مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے انھوں نے قرآنِ مجید و احادیث شریفین سے استعفادہ کر کے مستند باتوں کی تلقین و ہدایت کی۔ صابر فقیر کی شاکر امیر پر فضیلت اس حکایت میں حضرت کہتے ہیں کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

رَکعتانِ مِنُ فَقیر صَابِر فی فَقیٖ ہٖ رَحبُ اِنیَّ اللہِ مِن سَبُعن رَکَعَت مِن عَنَی شاکِر فی غِناَ ہٗ

ترجمہ:۔ (اپنے فقر میں صابر فقیر کی دو رکعت نماز اللہ تعالیٰ کے نزدیک شکر کرنے والے امیر کی ستّر رکعات سے زیادہ پسندیدہ ہے۔)(۶)

حضرت نے اپنے ملفوظات میں نمازوں، روزوں کی بھی تلقین کی ہے جس میں چاشت ،اوّابین ،تہجد، بین العشائین اور حفظِ ایمان بھی پڑھنے کی ہدایت دی حضرت نے قرآنِ کریم کے بارے میں فرمایا کہ اسے ترتیب سے قرأت کے ساتھ پڑھا جائے اور دُعائے ماثورہ کی فضیلت بھی بیان کی مزید حضرت نے فرمایا کسی مرید سے کہ چاشت کی نماز پڑھوں یہ نماز سنّت ہے اس لئے وہ رسول ﷺ پر فرض تھی۔(۷)

☆احکام طریقت:۔

شریعت یہ وہ سمندر ہے جس میں درویش کامل غوطہ زن ہو کر طریقت کے ہولناک وادی میں قدم رنجہ ہوتا ہے۔اور اس وادی میں قدم رنجہ ہونے والے کو اپنے سب سے بدترین دوست نفس کو کچلنا ہوتا ہے اس وادی میں صوفی باصفا کو بڑے بڑے مجاہدے اور ریاضتوں کا سامنا کرنا ہوتا ہے فقیر درویش جب ریاضتوں میں مبتلا ہوتا ہے تو اسے نا کسی موسم کی پرواہوتی ہے اور نا دُنیا اور اس کے کاروبار کی فکر ہوتی ہے وہ اللہ عزوجل کی عبادت میں مستغرق رہتا ہے حضرت کے نفس کے بارے میں یہ حکایت بیان فرمائی کہ ایک فقیر حضرت شیخ الاسلام بہاؤالدین زکریہ ملتانیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا شیخ نے اس کو تھوڑے گیہوں بطور تبرک دیے اس فقیر کے پاس کوئی کپڑا یا تھیلا نا تھا اس نے اپنے دامن میں بھر لیا اور باہر نکلا شیخ صدرالدین شیخ بہاؤالدینؒ کے مرید کھڑے تھے انھوں نے جب دیکھا کہ فقیر کے پاس کچھ نہیں ہے جس میں وہ غلّہ لے جائے تو اپنا کُرتا اتارا اور اس میں غلہّ بھر لیا اور گٹھری سر پر رکھ کر فقیر کے ساتھ اس کے گھر گئے اور وہاں پہنچا آئے شیخ بہاؤالدینؒ نے پوچھا صدرالدین کہاں ہے؟ مریدوں نے کہا کہ وہ فقیر کو پہچانے گئے ہے جب واپس آئے تو شیخ

نے پوچھا صدرالدین تم فقیر کی گٹھری اٹھا کر لے جارہے تھے تو لوگوں کے طنز و تشنیع کا تم کو کچھ خیال آیا تھا شیخ صدرالدین نے کہا نہیں شیخ بہاؤالدینؒ نے فرمایا ہمارا صدرالدین نفس کی خواہش سے باہر نکل آیا ہے۔اور کہا کہ جب تک انسان نفس کے اختیار سے نہیں چھوٹتے وہ ہرگز حق جل وعلا تک نہیں پہنچ سکتے اس وادی میں غوطہ زن ہونے کے لئے اہلِ خاندان بھی روکاوٹ نہیں بنتے صرف نفس کی پکڑ کو کمزور کرنا ہوتا ہے۔(۸)

☆ترکِ دُنیا:۔

صوفی درویش کی تعلیمات ، وعظ ونصیحت ، ارشادات وفرمودات میں ایک تعلیم ترکِ دُینا کی بھی ہے۔ان صالحین نے سب سے پہلے دُنیا کو ترک کرنے کی تعلیم دی اور اسے سب عبادتوں میں افضل قرار دی ہے ترکِ دُنیا پر زور دیتے ہوئے فرمایا کہ کون ہے جس نے گھٹیا چیز کو نہ چھوڑا اور اعلیٰ چیز اس تک خود نہ پہنچی یعنی درویش صالحین نے دُنیا کو گھٹیا چیز سے تعبیر کیا ہے اسی مناسبت سے حضرت نے ایک بزرگ کی حکایت بیان فرمائی کہ اس بزرگ نے ترکِ دُنیا کے بابت خضرؑ السلام سے کہا کہ ایسے رہوں جیسے میں رہتا ہوں خضرؑ السلام نے پوچھا آپ کس طرح رہتے ہے اور کیا کرتے ہے؟ ان بزرگ نے جواب دیا کہ میرا طرزِ عمل یہ ہے کہ اگر ساری دُنیا مجھے دی جائے اور کہا جائے کہ اسے قبول کرو تم سے اس کا کچھ حساب نہیں لیا جائے گا اور اس طرح مجھے دُنیا دے اور یہ بھی کہے اگر تم نے قبول نا کیا تو تمہیں دوزخ میں لے جایا جائیگا تو میں دوزخ قبول کرلوگا مگر دُنیاداری کو قبول نہ کروگا۔(۹)

☆محفلِ سماع:۔

چونکہ سماع کو بزرگانِ چشت نے روحانی غذا ٹھہرایا ہے یہ سلسلۂ چشتیہ کا وہ خوشبوں

دار گلاب ہے جس کی خوشبوں سے اس سلسلے کے تمام بزرگ معطر ہو گئے۔ بزرگانِ چشت کا شیواہ رہا ہے کہ انھوں نے اپنی محفلوں میں سماع کی محفل کو ضروری قرار دیا ہے اس محفل میں قوال ادبی اشعار چنگ ورباب کے ساتھ گاتے اور بجاتے دیکھائی دیتے ہیں اور ایسا ماحول ہوتا ہے کہ یہاں بیٹھنے والوں پر رقت طاری ہوتی ہے حضرت نے سماع کے بارے میں فرمایا کہ سماع مردوں کے لئے زبردست کسوٹی ہے۔ سماع میں ادبی اشعار ہونا چاہیے جن کا تعلق خالص اللہ عزوجل کی ذاتِ پاک سے ہو۔(۱۰)

☆عیب جوئی سے پرہیز:۔

مخدوم حضرت زین الدین شیرازیؒ نے اپنے نسخہ ملفوظات میں عیب جوئی سے پرہیز کرنے کی ہدایت دی جو کہ خداوند کریم کی کی صفت میں سے ایک ہے حضرت نے اس بد ترین چیز سے بچنے کی تعلیم نہایت ہی دلکش انداز میں دی ہے۔ کہا کہ کسی محفل میں عیب جوئی ہو رہی تو وہاں سے اٹھ جاؤ اور تنہائی اختیار کرلو چونکہ اس محفل سے تنہائی بہتر ہے۔(۱۱)

ان درویش کامل نے عیب جوئی سے بچنے کی تعلیم بڑے بلیغ انداز میں دی ہے اور فرمایا کہ لوگ دوسروں کی عیب جوئی کرنے میں مبتلا ہیں وہ اپنے آپ کو ان عیبوں سے پاک سمجھتے ہیں بے عیب تو خدا کی ذات ہے عیب تو ہر کسی میں ہوتے ہیں ان لوگوں سے تو وہی نجات پا سکتا ہے جو ان کاموں سے اپنا دامن بچائے رکھے۔(۱۲)

☆گوشہ نشینی رصبر وتوکّل:۔

گوشہ نشینی کے بارے میں حصرت نے فرمایا کہ میں نے شیخ الاسلام بابا برہان الدین غریبؒ کی زبانِ مبارک سے یہ دو شعر سنے ہیں۔

''عزلت طلبی شہا قناعت بگزین　　　　با فاقہ ساز گنجے بنیش
ور ہیچ میسرت نگرددایں نوع　　　　رو بروہر کس وخواری می بین''

ترجمہ:۔ (اگر گوشہ نشینی اختیار کرنا چاہتے ہوتو قناعت کرنا سیکھواور فقروفاقہ کرواور پھرایک گوشہ میں بیٹھ جاؤاور اگر یہ طریقہ پسند نہیں دردر گدائی کی ذلت اٹھاتے پھرو۔)

حضرت نے کہا کہ اپنی طرف سے یہ کوشش کرنا چاہیے باقی دینے والا اور رکنے والا حق ہے وہ اگر چاہے گا تم کو بیٹھے بٹھائے روزی دے گا اور اگر نہ چاہے گا تمہارے یہاں وہاں دوڑنے سے بھی کچھ نا ہوگا لہذا تم کو چاہیے کہ حق تعالیٰ جوبھی کریں تم اس میں ہر حال میں خوش رہو۔اسی مناسبت سے حضرت نے فرمایا کہ ایک بزرگ تھے جو نیم کے پتّے کھاتے تھے ان سے دریافت کیا گیا کہ درویش تم یہ نیم کے پتے کیوں کھاتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ میرے پر تین فاقے گذرے ہیں اس لئے میں نیم کے پتے کھا کر اپنی بھوک مٹاتا ہوں۔(۱۳)

☆صابر فقیر کی شاکر امیر پر فضیلت:۔

فقیر کی امیر پر برتری کے بارے میں کہا کہ فقیر امیر سے بہتر ہے اس مناسبت سے حضرت نے بیان کیا کہ ایک بار امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کی مجلس میں اس سلسلے میں گفتگو ہو نے لگی کچھ لوگ غنی شاکر کو فضیلت دیتے اور کچھ فقیر صابر کو آخر میں سب نے امام صاحب سے پوچھا کہ اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے فرمایا کہ مجھے ایک عقلی دلیل ابھی سمجھ میں آئی ہے لوگوں نے کہا کیا فرمایا غنی شاکر کی نظر اپنے مال پر ہے جس کی وجہ سے وہ شکر کر رہا ہے اور فقیر صابر کی نگاہ حق پر ہے جس کی وجہ سے وہ صبر اختیار کیے ہے اب تم ہی غور کرو کہ جس کی نظر

مال پر ہے وہ افضل ہے یا جس کی نظر حق پر ہے وہ افضل ہے۔اس عبارت میں حضرت نے غنی اور فقیر کے درمیانی فرق کونہایت دلکش انداز میں بتایا ہے ایسی گتھیوں کو سمجھانا کامل اور عاقل شخص کا ہی کام ہوتا ہے چونکہ حضرت اپنے وقت کے عالم باصفا، روحانی پیشوا اور فاضل شخصیتوں میں سے ایک تھے ان کی طبیعت فقر پر مائل تھی ان کے پاس بیش قیمت لفظوں کا ذخیرہ تھا اس لئے ہر مسلۂ کو بخوبی لفظوں کے ہتھیار سے ڈھیر کرتے تھے۔(۱۴)

☆تواضع اورادب:۔

خواجہ زین الدین شیرازیؒ نے تواضع وادب کے بارے میں فرمایا کہ ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت کرم اللہ وجہی رسول ﷺ کی خدمت میں کچھ دریافت کرنے حاضر ہوئے لیکن جب وہاں پہنچے تو وہ بات دل سے نکل گئی انھوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں کچھ عرض کرنا چاہتا تھا مگر وہ بات دل سے نکل گئی آپ نے فرمایا اے علی تم سے کوئی ایسی بات سرزد ہوئی ہے جس کی وجہ سے وہ بات بھول گئے حضرت علی نے کچھ سوچنے کے بعد عرض کیا کہ مجھے کچھ اور تو یاد نہیں آتا لیکن یہاں آتے وقت راستے میں ایک یہودی جارہا تھا میں اس کے آگے ہو گیا حضور نے فرمایا اسی بات کی تاثیر ہے جاؤ اس سے معذرت کرو حضرت علی حضور کے حکم پر اس یہودی کے پاس گئے اور اس سے معذرت کی اور سب حال بیان کیا یہودی ایسا شرمندہ ہوا کہ بولا جب تمہارا دین ایسا ہے تو مجھے اپنے رسول کی خدمت میں لے چلو آپ کے پاس آکر مسلمان ہو گیا۔پھر حضرت مخدوم نے فرمایا کہ انکساری اور ادب کی یہی برکت ہے اور ایک دوست، مرید سے کہا کہ اگر بابا برہان الدین غریبؒ کے مصاحبین میں سے کسی کو پانا تو اس کی خدمت کو غنیمت سمجھنا۔

☆توبہ:۔

صوفیائے کرام واولیائے عظام نے توبہ کی بھی تلقین کی ہے خواجہ زین الدین شیرازیؒ نے جوانی کی توبہ کو بڑھاپے کی توبہ سے بہتر مانا ہے ایک بار حضرت کے سامنے توبہ ذکر ہوا آپ نے فرمایا کہ شیخ الاسلام سیف الدین باقرزیؒ کے زمانے میں ایک بدنام عورت تھی جس کا نام قمر تھا وہ آپ کی خدمت میں آئی اور سچے دل سے توبہ کرلی کچھ عرصے کے بعد حاکم نے اس کو طلب کیا لوگوں نے کہا اس نے شیخ سیف الدین کی خدمت میں جاکر توبہ کرلی ہے اور گوشہ نشین ہوگئی ہے حاکم نے اس کے پاس کہلا بھیجا اس نے کہا حاکم سے کہہ دو کہ میں نے توبہ کرلی ہے آخر کار حاکم نے اس کو زبردستی پکڑواکر بلوایا اور چنگ بجانے کے لئے دیا [illegible] نے چنگ بجاکر ایک شعر گایا اس نے ایک شعر گانے سے ایسا اثر ہوا کہ حاکم اور سب لوگوں نے تمام ناشائستہ باتوں سے توبہ کرلی۔ پھر حضرت شیخ نے کہا کہ اس کی توبہ نیک تھا اس لئے اس کی برکت ایسی تھی کہ اس سے سب کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی۔(۱۶)

مختصراً حضرت نے یہاں پر اس بات کی تعلیم دی کے انسان کی کسی بات یا کام میں سچائی ہو تو اس کا اثر ایسا ہوتا ہے کہ جس کی بناء پر برے کام کرنے والے بھی اچھے کام کرنے کے طرف مائل ہوجاتے ہیں جس کا ثبوت اس حکایت میں جھلک رہا ہے کہ کس طرح برے سے برا انسان بھی کامل درویش کی محبت وصحبت میں آکر برے کام سے توبہ کرلیتا ہے۔

☆دو چیزوں میں فرق:۔

چونکہ حضرت اپنے وقت کے جیّد علماء میں شمار ہوتے تھے ان کے پاس لفظوں کا نہایت وسیع ذخیرہ تھا جو ان کی ملفوظاتی کتابوں سے ظاہر ہے۔انھوں نے اپنے علم

کے بدولت برمحل الفاظ برجستہ اشعار اور ان کا مفہوم نہایت دلکش انداز میں بیان کیا ہے دو چیزوں کے بنیادی فرق کو حضرت نے بہت ہی سلیس انداز میں بتایا ہے ایک مجلس میں حضرت نے غنی اور فقیر کے درمیانی فرق کو اس انداز میں بتایا کہ اس کے پڑھنے والوں پر یہ انداز دیرپا اثر چھوڑتا ہے حضرت نے فقیر کو غنی سے اونچا درجہ دیا ہے۔ حضرت مخدوم نے عشق و عقل کا درمیانی فرق بتاتے ہوئے فرمایا کہ جب عقل کی نظر انجام تک پہنچتی ہے ساری دولت اور خوشی تمام ہو جاتی ہے۔ (۱۷)

☆اخلاص:۔

حضرت نے فرمایا عمل کتنا ہی تھوڑا ہو اس میں اخلاص زیادہ ہونا چاہیے ایک دن ایک درویش جنگل سے خانقاں میں لکڑیاں لایا ہر چند انھیں جلاتا تھا وہ آگ نہیں پکڑتی تھی جب تفتیش کی گئی تو معلوم ہوا کہ درویش نے لکڑیاں لاتے وقت راستے میں خواجہ زین الدین شیرازیؒ کی دیوار سے کمر ٹیک لی تھی اس بات کو سیّد غلام علی آزاد بلگرامیؒ نے اپنی تصنیف ''روضۃ الاولیا'' میں بھی بیان کی ہے۔ غلام علی آزاد بلگرامیؒ نے یہاں تک بتایا کہ قاضی صدر الدین دارالخلافہ دہلی کے مفتی اور حضرت شیرازیؒ کے مُرید تھے انھوں نے کہا کہ اگر سارے مشائخ کی ریاضتیں امتحان کی ترازوں میں تولی جائے تو آنحضرت کے مجاہدے کا پلڑا ہی سب سے بھاری رہے گا اس کے باوجود کے حوصلہ اور سینے میں زیادہ طاقت نہ رکھتے تھے غرض آج بھی اس دیار کی ایسی کوئی میّت نہیں ہے جو حضرت کی دیوار سے ٹیکہ لئے بغیر مدفون کی جاتی ہیں۔ (۱۸)

☆عمل بے ریا:۔

خواجہ زین الدین شیرازیؒ نے عمل بے ریا کے بارے میں ارشاد کیا کہ ایک درویش کلامِ پاک کی تلاوت میں مشغول تھا اس نے ایک چور کو دیکھا کہ گھر کے اندر داخل ہو رہا ہے اسے سنانے کے لئے آیت بلند آواز میں پڑھی جب چور نے دیکھا کہ کوئی جاگ رہا ہے تو واپس ہو گیا اب درویش پر نیند کا غلبہ ہوا اس نے خواب میں دیکھا گویا قیامت ہو گئی ہے اور حکم ہوا ہے کہ سب بندوں کے اعمال کو تولہ جائے جو آیت اس نے بلند آواز سے پڑھی تھی اس کو نہیں تولہ گیا درویش نے کہا یہ بھی تو میری تلاوت کی ہوئی ہے اس سے کہا گیا کہ یہ آیت تم نے حق تعالیٰ کے لئے نہیں پڑھی تھی یہ عمل بے ریا کی بہترین مثال حضرت نے وسیع مطالعہ کے تحت نہایت آسان اور عام فہم انداز میں بیان فرمادی اس کا حکایت کا ذکر غلام علی آزاد بلگرامیؒ نے اپنی تصنیف میں کیا ہے۔(۱۹)

☆ تاریخی اہمیت:۔

فروسِ نظر کتاب ''حبتہ المحبت و جنت المودّت'' جو حضرت زین الدین شیرازیؒ کے ملفوظات پر مبنی ہے اس کتاب کا تاریخی نقطۂ نظر سے مطالعہ کریں تو ہمیں اس نسخۂ ملفوظات میں حضرات چشتیہ یعنی فریدالدین گنج شکرؒ، نظام الدین محبوبِ الٰہیؒ، برہان الدین غریبؒ، انبیائے کرام و آئمہ دین کے حالات و ملفوظات سے متعلق غیر معمولی اہمیت کا مواد حاصل ہوتا ہیں۔

اس کتاب میں حضورﷺ کی احادیثِ شریفین و آیتِ قرآنی کی عکاسی ہوتی ہے حضرت نے مستند طور پر احادیث شریف و قرآنی آیتوں سے فائدہ اٹھایا ہے اور اپنے وعظ و تلقین کو مزید تقویت بخشی اس کے علاوہ اس عہد کے ہندوستانی سماج کے بارے میں بہت

مفید اشار ے ملتے ہیں۔اس عہد کی چلتی پھرتی تہذیبی تمدنی زندگی ہماری نظروں کے سامنے آجاتی ہے۔یہ کتاب دکن میں تالیف کی جانے والی معدودے چند علمی کتابوں میں شامل ہے۔

☆ادبی اہمیت:۔

اس کتاب کا مطالعہ کرنے سے اس کی تاریخی اہمیت حاصل ہوتی ہے ٹھیک اسی طرح اس کتاب کی ادبی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔

☆زباں وبیاں:۔

علاؤالدین خلجی کا حملہ یادوراجا کا زوال، تغلق کی دسترس اور دکن، دولت آباد میں دہلی کی تمام خلقت کا وارد ہونا زبان وادب کو ایک نئی شناخت بخشتا ہے اس لشکر میں علماء، حکماء ،فضلاء کا بھی ایسا گروموجود تھا جن کی آمد دکن دولت آباد کو نئی شناخت بخشتا ہے۔اس گرو میں خود صاحبِ ملفوظات حضرت خواجہ زین الدین شیرازیؒ اپنے استادِ محترم کمال الدین سامانہ صاحب کے ساتھ تشریف فرما ہوئے۔

دکن ،دولت آباد کی زبان اوران فاتحین کی زبان کے تصادم کی بہ نسبت یہاں نئی زبان کی آبیاری ہورہی تھی۔ جو بعد میں دکنی کہلائی حضرت شیخؒ نے عوامی زبان کو اپنا نشانہ بنایا اوراسی زبان کو اپنی وعظ ونصیحت کا حصہ بنالیا اوران کے وعظ ونصیحت میں وہ الفاظ بھی بہ کثرت استعمال ہونے لگے جو دکنی زبان کے لفظ کہلاتے ہیں۔

☆بیانیہ:۔

تبادلۂ دہر نے تبادلۂ خیال کو کافی وسعت دی یہاں کی عوام اور دہلی کی عوام کی آپسی

گفتگو میں نئی زبان وجود میں آ رہی تھی ۔ دکن ، دولت آباد کی زبان میں جدید الفاظوں کا رواج شروع ہو گیا اور زبان میں کافی ترقی ہوئی اعلیٰ وادنیٰ ، امیر و غریب ہر شخص اس نئی زبان میں گفتگو کرتا تھا اور صاحبِ حال وقال درویش نے اس نئی زبان کو اپنا نشانہ بنایا اور اسی زبان میں عوام کے ساتھ گفتگو کرتے تھے اور اسی زبان میں درس و تدریس کا کام جاری کیا اس ملفوظات کے مجموعہ میں ہمیں ایسے کئی لفظ ملتے ہیں جو آگے چل کر اُردوئے قدیم یا دکنی کہلائے

☆ لفظیات :۔

ملفوظات جو ہمارے اسلاف کے اہم دستاویزات ہیں جو نہ صرف ہمیں ان کے حالات سے آگاہ کرتے ہیں بلکہ ان کے مطالعہ سے ہمیں اس دور کی علمی ، ادبی اور ان کی روز مرہ کی زندگی کا پتہ چلتا ہے بلکہ اُردو کی ابتدائی ترقی و ترویج کا بھی عکس دیکھائی دیتا ہے۔ ان صوفیائے کرام کا اس کام میں کافی وسیع حصہ رہا ہے ۔ زیرِ نظر کتاب ''حبتہ المحبت وجنت لموّدت'' کے مطالعہ سے ہمیں ایسے الفاظوں کا پتہ چلتا ہے جو ابتدائی اُردو کی ترقی و ترویج میں معاون و مددگار ثابت ہوئے حضرت نے ہندی لفظوں کو بھی اپنی وعظ و نصیحت میں اس خوش فہمی سے پیوست کیا کہ ان کے پڑھنے سے ہماری زبان کو ایک لطف حاصل ہوتا ہے اور اس الفاظ کی صحت بہت برقرار رہتی ہے حضرت نے برمحل اور برجستہ طور پر ہندی الفاظوں کا بھی استعمال کیا ہے ۔ اس عہد میں مرصعٔ و مقفعٔ عبارت لکھنے کا رواج تھا لیکن ہمیں ان بزرگوں کے ملفوظات میں مرصعٔ و مقفعٔ عبارت کہی نظر نہیں آتی انھوں نے ایسے الفاظوں سے گریز کیا عام انسان کی زبان میں ہدایت و تلقین کرتے رہے حضرت شیرازیؒ نے عام سادھے سلیس انداز میں اپنی بات عوام تک پہنچائی اور ایسے اشعاروں سے بھی استعفادہ کیا جس کے

پڑھنے سے انسان کی روح خوش اور دماغ تروتازہ ہوجاتا ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں مخدوم نے ہندی الفاظوں کو بھی اپنی وعظ ونصیحت کا ذریعہ بنایا ہے جیسے جاڑے، بھوت، ہور بھانت، بھانت، تیاگ، نر، بھسم، سواد، سوانگ وغیرہ یہ ایسے الفاظ ہیں جو ہمیں اُردو کی ابتدائی ترقی وترویج میں سرِفہرست دیکھائی دیتے ہے۔

☆زبان کا مزاج:۔

پہلے تو تبادلۂ دہر پھر تبادلۂ خیال اس میں زبان و بیان اور لفظیات میں کافی تبدیلی آئی جس کی وجہ سے زبان کا مزاج بھی بدل گیا ان بزرگوں کی بدولت زبان کا مزاج اور مستحکم ہوتا دیکھائی دیتا ہے۔اس ضمن میں حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دارزؒ کے والد یوسف حسینیؒ جھنوں نے اپنا تخلص راجا رکھا تھا اس ضمن میں سرِفہرست ہیں۔اسی طرح صاحب ملفوظ کا بھی آخری کلام "منجہ مت بلاوہ" اس مناسبت سے مشہور ہے حضرت کا یہ کلام ہمیں اُردو قدیم و ابتدائی اُردو کے نقشِ اوّلین کا پتہ دیتا ہے۔(۲۰)

یہ تمام اولیاء اللہ عالم، فاضل ہونے کے باوجود عوام سے انھیں کی زبان میں ہدایت وتلقین کرتے تھے یہ ایک نمایاں اور منفرد خصوصیات تھی۔اور صوفیائے کرام اسے خوب سمجھتے تھے ہمارے اس بات کی تصدیق فاصل شارح ملک محمد جائسی کے قول سے بھی ہوتی ہے۔مختصراً یہ وہ ادبی شئے پارے ہیں جو آج تک گوشۂ گمنامی کے پردے میں پنہاں تھے لیکن میرا تحقیقی کام ان ادبی شئے پاروں کو اس گمنامی سے نکال کر اُردو ادب کے اُفق پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہتی دُنیا تک منوّر کردیگا۔(آمین)

☆ حوالے وتشریحات ☆ {حبۃ المحبت و جنّت المودّت}

| سلسلہ نمبر | اسمائے کتاب | مصنف/مولّف/مترجم | سنِ اشاعت/ایڈیشن/مقامِ اشاعت | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|---|
| ا۔ | حبۃ المحبت و جنت المودّت | میر حسن مولّف/شبیب انور علوی | نہیں ہوئی | ۲ |
| ۲۔ | ایضاً | ایضاً | ----- | ۳ |
| ۳۔ | ایضاً | ایضاً | ----- | ۵ |
| ۴۔ | ایضاً | ایضاً | ----- | ۱۵۰ |
| ۵۔ | ایضاً | ایضاً | ----- | ۷۔۲۰ |
| ۶۔ | ایضاً | ایضاً | ----- | ۲۱۔۲۳ |
| ۷۔ | ایضاً | ایضاً | ----- | ۲۵۔۲۸ |
| ۸۔ | ایضاً | ایضاً | ----- | ۳۰۔۳۱ |
| ۹۔ | ایضاً | ایضاً | ----- | ۳۵۔۳۸ |
| ۱۰۔ | ایضاً | ایضاً | ----- | ۴۰۔۴۶ |
| ۱۱۔ | ایضاً | ایضاً | ----- | ۵۰ |
| ۱۲۔ | ایضاً | ایضاً | ----- | ۵۵ |

| ۱۳۔ | ایضاً | ایضاً | ----- | ۶۵ |
|---|---|---|---|---|
| ۱۴۔ | ایضاً | ایضاً | ----- | ۷۶ |
| ۱۵۔ | ایضاً | ایضاً | ----- | ۹۰ |
| ۱۶۔ | ایضاً | ایضاً | ----- | ۱۰۱ |
| ۱۷۔ | ایضاً | ایضاً | ----- | ۱۰۹ |
| ۱۸۔ | ایضاً | ایضاً | ----- | ۱۱۵ |
| ۱۹۔ | ایضاً | ایضاً | ----- | ۱۳۰ |
| ۲۰ | ایضاً | ایضاً | ----- | ۱۳۴ |

# ......مجالسِ کلیمی......

## ﴿احسن الشمائل﴾

☆نسخۂ ملفوظات☆

......حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ......

☆مولف☆

﴿حضرت خواجہ کامگار حسینیؒ﴾

☆مترجم☆

﴿قاضی محی الدین احمد صدیقی جے پی سعید صاحب﴾

☆ مجالسِ کلیمی واحسن الشمائل:۔

رسالہ وملفوظاتی کتب جس کی بنیاد تقریباً ۷۰۰ ہجری میں پڑی

یہ ادبی سلسلہ وہی پر ختم نہیں ہوتا بلکہ آنے والی صدیوں میں بھی ان کامل، عامل و فاضل درویشوں نے دین والسلام کی تبلیغ کی اوران کے مریدین کی تعداد ہزاروں میں ہوجاتی تھی تو اس کو تلقین کرنے کے لئے یہ اولیائے کرام وصوفیائے عظام چھوٹے چھوٹے رسالے و ان کے عالم، فاضل مُریدین اپنے پیر ومرشد کے وعظ و ہدایت سپردِ قلم کردیتے تھے۔تاکہ آنے والی نسلیں ان سے اپنے اسلاف کے عادات واطوار اوراُس کے تاریخی، سماجی، معاشرتی، تہذیبی وتمدنی زندگی کا بہ نظر غائر جائزہ لے سکے اوراس دور کی زبان اُردو سے آشنا ہوسکیں۔

زیرِ نظر عنوان کے تحت میں ۱۴ویں صدی

عیسوی کی چند اہم ملفوظاتی کتابوں کا تحقیقی وتجزیاتی جائزہ پیش کیا جاچکا ہے لیکن یہ تحریری کام اس صدی کے لئے ہی مختص نہیں تھا بلکہ ہمیں یہ ادبی رسائل ملفوظاتی کتابیں ۱۶ویں صدی عیسوی میں بھی دستیاب ہوتی ہیں جن میں ملفوظاتِ نقشبندیہ، احسن الشمائل اور مجالسِ کلیمیؒ پیش پیش ہیں۔

حضرت شاہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ حضرت شاہ کلیم اللہ دہلویؒ

کے عزیز ترین مرید اور خلیفہ ہیں۔تکمیل ہدایت کے بعد مرشد کے حکم پر دکن چلے آئے انھوں نے برہان پور شولا پور اور اورنگ آباد میں ایک شاندار خانقاں قائم کی حضرت سیّد حسینی بندہ نواز گیسو درازؒ کے بعد چشتیہ نظامیہ سلسلے کے وہ سب سے بڑے جلیل القدر بزرگ ہیں۔احسن الشمائل کے مصنف خواجہ کامگار حسینیؒ کہتے ہیں کہ:

''جیسا فیض شاہ صاحب مدظلہ کی ذات بابرکات سے
عالم کو پہنچا اور پہنچ رہا ہے شاید بزرگانِ سلف میں کسی
سے پہنچا ہو اس وقت تو فیض چشمہ انھیں کی ذات ہے۔''(۱)

نظام الدین اورنگ آبادیؒ کا سلسلہ نسب شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے واسطے سے حضرت ابوبکر صدیقؓ تک پہنچا ہے وہ حضرت شاہ کلیم اللہ کی خدمت میں علوم ظاہری کی تکمیل کے لئے گئے تھے لیکن چونکہ شاہ صاحب علوم ظاہری کے علاوہ علوم باطنی میں بھی یگانہ عصر تھے۔اور روحانی اصلاح و تربیت بھی بڑی محنت و توجہ سے کرتے تھے اس لئے حضرت نظام الدینؒ کی طبیعت بھی باطنی کی تحصیل کی طرف راغب ہوگئی۔(۲)

حضرت نظام الدینؒ کی محبت میں ایک مقناطیسی کشش تھی جو شخص ان سے ملتا وہ ان کا گرویدہ ہو جاتا اور آخر بیعت کی درخواست کرتا ان کے تقریباً ایک لاکھ مرید تھے ان کے خلفاء میں خواجہ کامگار حسینیؒ جن کی آخری آرام گاہ حضرت نظام الدین کی درگاہ کے قریب ہے۔خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔اور خواجہ نور الدین حسینیؒ جن کی آخری آرام گاہ اورنگ آباد کے صدر ٹپہ خانہ (جونا بازار) کے روبرو ہے۔یہ دونوں حقیقی بھائی تھے اور نقشبندی سلسلے کے مشہور بزرگ خواجہ خاوند محمود لاہوری کے پوتے بابا برہان الدین کے بیٹے تھے۔یہ دونوں بھائی اورنگ آباد میں حضرت شاہ نظام الدینؒ کے دامنِ تربیت سے وابستہ ہوگئے تھے۔علمی مرتبے کی بلندی مُرشد سے گہری عقیدت اور سلسلے کی تعلیم کی گہری دلچسپی کی وجہ سے خانقاں نظامیہ میں وہ خاص عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔(۳)

مجالسِ کلیمی شاہ کلیم اللہ دہلویؒ کے ملفوظات ہیں جو نظام الدین اورنگ آبادی کے پیر و مرشد

ہیں خواجہ کامگار حسینیؒ نے کلیم اللہ دہلوی کے ملفوظات اس رسالے میں تحریر کیے ہیں چونکہ حضرت خواجہ کامگار حسینیؒ کے چھوٹے بھائی خواجہ نور الدین حُسینیؒ شاہ کلیم اللہ حسینیؒ سے ملاقات کے مشتاق تھے لیکن زندگی میں اُن کی یہ خواہش پوری نہ ہوسکی۔ لہذا کامگار حسینیؒ نے اپنے چھوٹے بھائی کی اپنے پیر و مرشد کے مرشد سے عقیدت مندانہ جذبات کے اظہار کے لئے بطور نذرانہ یہ رسالہ مرتّب کیا ہے۔ حضرت نور الدینؒ کا وصال مُرشد کی حیات ہی میں ۲۷ ربیع الاوّل ۱۱۳۲ھ م ۱۷۱۹ء کو ہوا دوسرے بھائی خواجہ کامگار حسینیؒ نے ''احسن الشمائل'' کے ذریعہ صرف نظام الدین اورنگ آبادیؒ کی تعلیم ہی محفوظ نہیں ہوئی شاہ کلیم اللہ دہلویؒ کی مجلس کی آب وتاب اوران کے اندازِ تبلیغ واشاعت کی بہت سی تفصیلات منظرِ عام پر لائی ہیں۔ ''احسن الشمائل'' میں اپنے پیر و مرشد کے حالات و واقعات، وعظ و ہدایت نہایت ہی دلفریب انداز میں لکھے ہیں اور ترتیب کار نے لکھا کے یہ رسالہ میں اس لئے لکھ رہا ہوں کے اس سے عام لوگ فیض یاب ہوں۔ (۴)

مترجم جناب قاضی غوث محی الدین احمد صدیقی جے پی سعید صاحب نے ایک ہی کتاب میں رسالہ مجالسِ کلیمی اور رسالہ احسن الشمائل کو شامل کیا ہے۔ ہیں اور اسے زبانِ اردو میں مارچ ۲۰۰۳ء میں مہاراشٹر اورنگ آباد سے شائع کیا۔ رسالہ ''مجالسِ کلیمی''، اور رسالہ ''احسن الشمائل'' کے مطالعہ سے خواجہ کامگار حسینیؒ کے شجرِ علمی اور اپنے مرشد سے انتہائی عقیدت کا اظہار ہوتا ہے ادبی اعتبار سے بھی ان کتابوں کا مرتبہ بلند ہے حضرت خواجہ نظام الدینؒ اپنے مریدِ خاص حضرت خواجہ کامگار حسینیؒ سے بڑی محبت رکھتے تھے ان کے اعتماد کا اندازہ اس بات سے بھی ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے بڑے فرزند اسماعیل کو ان

کا مُرید بنایا تھا۔(۵)

فردوسِ نظر رسالوں کے مطالعہ سے ہم اس بات سے آشنا ہو گئے کہ یہ دونوں حقیقی بھائیوں کو اپنے مرشد کے مرشد یعنی شاہ کلیم اللہ سے ملنے کا کافی اشتیاق تھا لیکن مرشد کی اجازت کے بغیر خواجہ نورالدینؒ کا جانا ممکن نہیں تھا اس لئے اس زمانے کے صوبیدار حُسین علی خان صاحب جو بہادر سپہ سالار تھے اور دہلی جانے والے تھے خواجہ کامگار حسینیؒ پیر مرشد کی اجازت سے نواب نامدار کے ہمراہ ۳ محرم ۱۱۳۲ھ کو اورنگ آباد سے روانہ ہو کر برہان پور پہنچے اور وہاں قیام کر کے دہلی پہنچے اور ان کی یہ تمنا پوری ہوئی۔ حضرت اپنے پیر و مرشد کے پیر کی محبت سے مستفیض ہوئے حضرت کامگار حسینیؒ فرماتے ہیں گردشِ دوراں اور نیرنگی زمانے کے سبب ۲۷ ماہ ربیع الاوّل ۱۱۳۲ھ کو وہ واقعہ جانکاہ ہوا جس کی وجہ سے میری دُنیا میں اندھیرا ہو گیا بھائی محمد نورالدینؒ دُنیا سے رخصت ہو گئے میرا دل اس غم سے داغ داغ ہو گیا اور میں غمگین و اُداس رہنے لگا نیز اس سانحہ نے حضرت کامگارؒ کو غمگین و رنجیدہ کر دیا تھا انھوں نے اپنے غم کا اظہار اس شعر سے کیا۔

"چلم تا سر کند ایں داستان را
بہ آب تیغ می شوید زبان را"

ترجمہ:۔ (اگر چلم اس داستان کو بیان کرنا چاہے تو اس کو چاہیے کہ تلوار کے پانی سے اپنی زبان دھولے)(۶)

☆ وجہ تصنیف رسالہ:۔

خواجہ کامگار حسینیؒ کو اس حادثہ سے کافی تکلیف ہوئی تھی انھوں نے سوچا کہ بھائی

صاحب مرحوم کے لئے اس سفر کا اس سے بہتر کوئی تحفہ نہیں ہے کہ جو کچھ حضرت ولایت مرتبت شاہ کلیم اللہ کی زبانِ کرامت ترجمان سے سنوں اس کو تحریر کا جامہ پہنا دوں اور ان کی مبارک مجلسوں کو جن میں، میں حاضر تھا ملاقات کے بعد اپنے عزیز بھائی کے نذر کرو چنانچہ اسی ارادے کے تحت میں نے یہ رسالہ تالیف کیا اور اس کا نام ''مجالسِ کلیمی'' رکھا۔

خواجہ کامگار حسینیؒ کو بھائی کے جانے کا بہت غم تھا انھوں نے ان کے ملکِ بقا جانے کے غم میں رسالہ ''مجالسِ کلیمی'' آغاز کرنے سے پہلے بھائی خواجہ نورالدین کو عقیدت مندی سے چند اشعار کا تحفہ بھی دیا ان میں یہ اشعار ملاحظہ ہوں جس سے خواجہ کامگار حسینیؒ کے رنج و غم اور تکلیف کا اندازہ ہوتا ہے۔

''حیف ازیں گلزار عالم آں گلِ بے خار رفت\
عقل رفت وصبر رفت آرام رفت دیار رفت''

ترجمہ:۔ (افسوس کے اس دُنیا کے باغ سے وہ گل بے خار چلا گیا اور اسی کے ساتھ عقل، صبر اور آرام بھی رُخصت۔)(۷)

''مجالسِ کلیمی'' یہ مختصر سا رسالہ ۲۳ر اوراق پر مشتمل ہیں اور اس میں کل چودہ مجلسوں کا حال بیان کیا گیا ہے اس کی پہلی مجلس کی ابتداء ۲۷ ربیع الاوّل سنہ ۱۱۳۲ھ م سنہ ۱۶۱۷ء سے ہوتی ہے مجلسوں میں حضرت خواجہ نے دن تاریخ اور مہینے کا بار یکی سے دھیان رکھا ہے یعنی اس رسالے میں حضرت نے دن تاریخ اور مہینے کے ساتھ مجلسوں کا حال بیان کیا ہے۔ اس رسالے میں کل تین مہینے کا حال بیان کیا گیا ہے جس میں کوئی مجلس کافی طویل اور کوئی مختصر طور پر بیان کی گئی ہے جب ہم نسخہ ملفوظات ''فوائد الفواد'' کا مطالعہ کرتے ہے تو اس کی بھی کوئی

مجلس طویل ہے اور کوئی مجلس مختصر طور پر بیان کی گئی ہے ان دونوں ادبی شۂ پاروں کی تالیفات میں تقریباً ۵۰۰ سال کا زمانی فرق ہے۔ لیکن ان دونوں تصانیف میں یہ مشترک خصوصیت پائی گئی ہے۔(۸)

زیرِ بحث رسالہ ''مجالسِ کلیمی''، جو کہ حضرت شاہ کلیم اللہ دہلویؒ کے ملفوظات پر مبنی ہے اس کے مطالعہ سے ہمیں حضرت کے شعری ذوق کا بھی اندازہ ہوتا ہے اس میں کل پانچ اشعار ہیں جن میں دو اشعار خود جامع ملفوظ خواجہ کامگار حسینیؒ کے ہیں اور باقی تین اشعار حضرت خواجہ شاہ کلیم اللہ چشتیؒ کے زبانِ گوہر بار کہے ہوئے ہے یہ بزرگ صرف دین اور اس کی تبلیغ ہی نہیں کرتے تھے بلکہ انھوں نے اپنے ادب و اخلاق سے عالمِ انسانیت کو اخلاقی درس دیا ہے اور اس کے لئے انھوں نے صرف نثر ہی نہیں نظم کے ذریعہ بھی اپنا پیغام ظلمت کدہ ہندو پاک میں پھیلایا ہے ان کے اس اندازِ بیان سے ہمیں ان حضرات کے شعری ذوق کا بھی پتہ چلتا ہے وہ صرف عالم فاضل ہی نہیں بلکہ اپنی ذات میں ایک مکمل شاعر بھی نظر آتے ہیں رسالے میں حضرت شاہ کلیم اللہ دہلوی چشتیؒ کی رباعی بھی شامل ہے اور اسی رباعی پر رسالے کا اختتام ہوتا ہے۔ رباعی یہ ہے ؎

''طالبِ دُنیا ذلیل وخوار گشت        طالبِ مولیٰ عزیز وذو الکرام
تو چہ مطلوب خود اندر خواری است        ایں چوں مطلوب خود اندر احترام''

دُنیا کا طلب کرنے والا ذلیل اور خوار ہوتا ہے اللہ کا طلب کرنے والا معزز اور مکرّم ہوتا ہے چونکہ وہ شخص اپنی خواہشات کا غُلام ہوتا ہے اس لئے ذلیل ہوتا ہے اور یہ شخص چونکہ خُدا کا پسندیدہ ہوتا ہے اس لئے عزت اور تعظیم پاتا ہے۔(۹)

ادبی نقطۂ نظر سے اس رباعی کا جائزہ لیا جائے تو ہمیں اس رباعی میں وہ الفاظ ملتے ہیں جسے ہم روز مرّہ کی زندگی میں استعمال کرتے ہیں جیسے ذلیل' عزیز' مطلوب' طلب وغیرہ یہ وہ دور ہے جب ہندی دکنی اور دکنی اُردو کا مکمل چربہ اڑھ چکی تھی

☆ صاحب مترجم:۔

زیرِ نظر رسالہ ''مجالسِ کلیمی'' واحسن الشمائل'' دونوں بھی ایک ہی کتاب میں قاضی غوث محی الدین احمد صدیقی (جیلانی پاشاہ سعید' جے پی سعید صاحب) نے ترجمہ کیا ہے۔ جے پی سعید صاحب ساری زندگی درس و تدریس اور اُردو زبان وادب کی خدمت میں لگے رہے انھیں فارسی زبان پر کامل عبور حاصل تھا شاعر کی حیثیت سے شہرت حاصل کی ان کے سینکڑوں طالبِ علم اورنگ آباد و مراٹھواڑہ میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کا شعری مجموعہ 'گلگشت' ایم۔ اے اُردو کے نصاب میں شامل ہیں اور حال ہی میں ان کا وصال ہوا ہے انھوں نے رسالہ ۲۰۰۳ء میں شائع کیا۔

اگر ہم اس رسالے کا علمی' ادبی اور تاریخی نقطۂ نظر سے مطالعہ کریں تو اس میں احادیث شریفین اور آپ ﷺ کے ساتھ پیش آنے والی مشکلات کا ذکر حکائیتوں کے ساتھ ملتا ہے اور تاریخی اعتبار سے بھی یہ رسالہ کافی قوی و مستحکم دیکھائی دیتا ہے اس میں کافر و دین اسلام پر قربانی دینے والے کامل حضرات کی جنگوں کا بیان ہے اور خاص کر ''جنگِ بدر'' کا تفصیلی حال بیان کیا گیا ہے۔ (۱۰)

☆ رسالہ احسن الشمائل:۔

رسالہ ''احسن المشائل'' حضرت خواجہ کامگار حسینیؒ نے اپنے پیر و مرشد کے وعظ و

ہدایت اوران کے زبانِ مبارک سے سنی گئی تمام باتیں تحریر کی جو عالمِ انسانیت میں اہم ثابت ہوگی جس سے راہِ گمنامی پر چلنے والے راہِ نیک پر گامزن ہو گے۔ خواجہ کامگار حسینیؒ تحریر کرتے ہے کہ میں یہ رسالہ ''احسن الشمائل'' لکھنے میں مصروف تھا اوراس کے چند صفحات لکھ چکا تھا اس وقت میرا بھائی خواجہ محمد نورالدین اس کمترین ارادے اوراس رسالے کی ترتیب کے بارے میں جناب مقدس حضرت پیر مرشد سے ذکر کیا حضرت نے اسے قبول فرمایا بھائی نے اس عاجز کواس خوشخبری کی اطلاع دی میں عصر کے بعد پیر ومرشد کے آستانے پر حاضر ہوا حضرت نے مجھ پر توجہ فرمائے اور کہا جو مرید اپنے پیر کے احوال اور حالات لکھتا ہے اس کو بڑا اجر ملتا ہے۔(۱۱)

حضرت نے مزید کہا کہ بہت سے مرید بڑی مدّت تک میرے رفیق رہے لیکن کسی شخص کواس کا خیال نہیں آیا یہ بڑی اچھی بات ہے کہ اب یہ کام آپ کے ذریعے انجام پا رہا ہے حضرت پیر ومرشد کی توجّہ سے رسالہ ''احسن الشمائل'' چندروز میں مکمل ہوگیا اور نظرانوار سے گذرا اس رسالہ کوترتیب دیے گئے تقریباً ۴۰۰ سال سے زائد عرصہ بیت گیا۔ اور جس زمانے میں یہ رسالہ لکھا گیا اس وقت مغلیہ سلطنت اپنی تمام آب وتاب کے ساتھ جلوہ فگن تھا اور بادشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ تمام دُنیا پر اپنا سکّہ جمائے بیٹھے تھے۔

''احسن الشمائل''میں حضرت خواجہ کامگار حسینیؒ اپنے پیر و مرشد خواجہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ کے زبانِ گوہر بار سے جو کچھ سنا تمام سپر دِقلم کر دیا اس رسالے میں نہ باب ہے اور نہ ہی مجلسوں کا حال یعنی یہ رسالہ باب ومجالس پر منحصر نہیں ہے بلکہ الگ الگ موضوع کے تحت گفتگو کی گئی ہے اس رسالے کے متنوع موضوعات

میں ۔احکامِ شریعت' احکامِ طریقت سماع آیتِ قرآنی 'صبر و توکّل' احادیث شریفین' آئمہ کرام اور اولیائے عظام کی حکایتوں کا بیان' حضور اکرم کے ارشادات اور خاص کر کے تصوف کی کتابوں کا ذکر ہے اور ان ہی کتابوں سے استفادہ کر کے حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ نے اپنی وعظ و ہدایت کو مزید تقویت بخشی جن کی فہرست مندرجہ ذیل ہیں ۔روضتہ الاحباب مشکوٰۃ شریف' بحرالاسرار' کیمیائے سعادت' لطائفِ اشرفی' فصوص الحکم' کتاب مرأت وغیرہ وغیرہ۔ حضرت نے اپنی وعظ و ہدایت کو مزید مستحکم کرنے کے لئے شعراء کے کلام سے استعفادہ کیا جس میں 'دیوانِ حضرت مولانا روم' سرِ فہرست ہے اور حضرت خواجہ کامگار حسینیؒ کے بھی اشعار ملتے ہیں اس رسالہ میں کل ۸۰/اشعار ہیں جس میں کچھ رباعیات بھی شامل ہیں۔

ادبی حیثیت سے اس رسالہ کا اگر مطالعہ کیا جائے تو ہمیں اس بات کا اندازہ ہوتا ہے زبان اس دور میں دکنی کے تین سو سالہ مدارج طئے کر چکی تھی مغلیہ حکومت نے اپنا تسلّط دکن اور تقریباً تمام ہندوستان پر قائم کر لیا تھا اورنگ زیب عالم گیر کے قیامِ حکومت سے دکنی اور شمالی ہند کی زبان میں فرق رفتہ رفتہ کم ہوتا جارہا تھا اور خاص طور پر اورنگ آباد کی زبان دہلی کی زبان سے بہت زیادہ متاثر تھی دکن کے دوسرے علاقے مثلاً موجودہ آندھرا پردیش' کرناٹک 'مدراس اور تامل ناڈو کی زبان' اورنگ آباد کی زبان سے علیحدہ رہی جس کی طرف اشارہ محققین نے کیا۔اس کے اشعار سے پتہ چلتا ہے ان اشعارو میں وہ لفظ ہمیں دیکھائی دیتے ہیں جو آج ہم استعمال کرتے ہیں۔

زیادہ طوالت میں نے جاتے ہوئے اس رسالے میں ہمیں وہی باتوں

کا درس ملتا ہے جو ''فوائد الفواد'، احسن الاقوال' تحفتہ النصائح' نفائیس الانفاس' ہدایت القلوب 'حبتہ المحبت و جنت المودّت وغیرہ میں ملتا ہیں یعنی ان کتابوں میں بھی بزرگانِ عظام' آئمہ دین' خلفائے راشدین' محفلِ سماع' ادب واخلاق' آیتِ قرآنی احادیث شریفین وغیرہ موضوع ہمارے چشم آور ہورے ہیں۔

☆وفات:۔

خواجہ کامگار حسینیؒ نے آخری میں اپنے پیرومرشد کی وصال کے بارے میں لکھا ہے کہ سال ایک ہزار یکسو بیالیس ہجری ۱۱۴۲ھ م ۱۶۲۷ء میں جو درد حضرت کے بدن میں شروع ہوا تھا وہ پھر عود کر آیا اور پیرومرشد نظام الملت والدین بیمار ہو کر عالمِ فنا سے عالمِ بقا کی طرف کوچ کر گئے۔ خواجہ کامگار حسینیؒ کہتے ہیں کہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ کی تاریخ وفات جو اس اثناء میں اس کمترین کی ناقص فکر میں آئی ہے درج ذیل ہے۔

''بدۃ الواصلین نظام الدین بایز یدز مانہ بدّ انی
سال تاریخ رحلتش ہاتف گفت عالی مراتب الثّانی
در ہزار و صد چہل با دو کردہ رحلت ز عالم فانی''

ترجمہ:۔ (تم خود جانتے ہو کہ زبدۃ الواصلین اپنے زمانے کے بایزید بسطامی تھے۔ ہاتف نے ان کی وفات کی تاریخ کہی ہے اور وہ عالی مراتب الثّانی ہے سنہ ایک ہزار ایک سو بیالیس ۱۱۴۲ھ میں عالمِ فانی سے رحلت کی اور وہ ذی القعدہ کا مہینہ تھا) (۱۲)

مختصراً خواجہ کامگار حسینیؒ نے اس رسالے کے آخر میں

حضرت خواجہ پیر و مرشد نظام الدین اورنگ آبادیؒ کی بیماری اور ان کی رحلت کو نہایت موثر انداز میں واضح کیا ہے اور ساتھ میں اختتام رسالہ کے بارے میں لکھا کہ شب چہار شنبہ ماہِ ربیع الاوّل کی دوسرے تاریخ کو اللہ کے فضل و کرم سے یہ کتاب مکمل ہوئی۔ اس وقت بادشاہ اورنگ زیب عالمگیرؒ کے جلوس میمنت (برکت سعادت) مانوس کا چھپّن واں سال تھا اور وہ سن ۱۱۵٦ھ میں تحریر کی گئی۔ (۱۳)

## ☆حوالے وتشریحات☆{مجالیسِ کلیمی، احسن الشمائل}

| سلسلہ نمبر | اسمائے کتاب | مصنف/مولف/مترجم | سنِ اشاعت/ایڈیشن/مقامِ اشاعت | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|---|
| ۱۔ | احسن الشمائل | حضرت کامگار حسینیؒ/قاضی غوث محی الدین احمد صدیقی جے پی سعید صاحب | مارچ ۲۰۰۳ء موتی کارنجہ اورنگ آباد | ۱ |
| ۲۔ | تذکرۂ اولیائے دکن | عبدالجبار خان ملکا پوری | ------ | ۱۰۹۵ |
| ۳۔ | احسن الشمائل | حضرت کامگار حسینیؒ/قاضی غوث محی الدین احمد صدیقی جے پی سعید صاحب | مارچ ۲۰۰۳ء موتی کارنجہ اورنگ آباد | ۲ |
| ۴۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۴ |
| ۵۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۶ |
| ۶۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۵ |
| ۷۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۷ |
| ۸۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۸ |

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ۹۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۵۳ |
| ۱۰۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۳۵ |
| ۱۱۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۵۵ |
| ۱۲۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۳۱۱ |
| ۱۳ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۳۱۲ |

# ......ملفوظاتِ نقشبندیہ......

## ☆نسخۂ ملفوظات☆

بابا شاہ محمد عاشور الملقب بابا شاہ مسافرؒ

اور آپ کے مرشد و مریدین کے حالاتِ زندگی

﴿مولّف﴾

☆حضرت بابا شاہ محمودؒ☆

......مترجِم......

﴿محمد محبّ اللہ فاروقی صاحب﴾

☆ ملفوظاتِ نقشبندیہ:۔

''ملفوظاتِ نقشبندیہ'' دراصل باباشاہ مسافرؒ اور آپ کے پیر و مرشد اور خلفاء کے حالات پر مشتمل سوانح تذکرہ ہے جس کو آپ کے خلیفہ و خادم خاص ''حضرت بابا محمودؒ'' نے مرتب کیا ہے حضرت باباشاہ محمودؒ نے اپنے پیر و مرشد سے اجازت طلب کر کے حضرت کے مرید و خادم میر بداللہ بن میر محمد طاہر ہراتی کی مدد سے اس کتاب کو پائے تکمیل تک پہنچایا۔ کتاب کے ملفوظ پر اس کا عنوان ''ملفوظاتِ نقشبندیہ'' لکھا ہوا ہے در اصل یہ کتاب کا موضوع سوانحی نگاری ہے اور ملفوظات ضمناً شامل کئے گئے ہیں۔(۱)

''ملفوظاتِ نقشبندیہ'' کا فارسی سے اُردو میں ترجمہ ''محمد محبّ اللہ فاروقی'' نے ۱۹۶۵ء میں کیا تھا ۱۹۷۰ء میں فاضل مترجم کی وفات ہوگئی اور یہ ترجمہ غیر مطبوعہ شکل میں آپ کی صاحبزادی کے پاس محفوظ رہا مرحوم فاروقی صاحب کا داماد ڈاکٹر سیّد اشرف الدین صاحب کو اس کی اشاعت کا خیال آیا اور یہ ترجمہ ۱۰ فروری ۱۹۹۸ء میں منظرِ عام پر آیا۔(۲)

☆ مترجّم فاروقی صاحب مرحوم:۔

محمد محبّ اللہ فاروقی صاحب مرحوم ۱۹۰۸ء میں حیدر آباد دکن میں پیدا ہوئے حیدر آباد کی قدیم مذہبی و تہذیبی روایت کے مطابق آپ کے والد فضل اللہ فاروقی صاحب نے پہلے آپ کو علومِ شرقیہ (مشرق سے نسبت رکھنے والا) کی تعلیم دلوائی اور اس کے بعد عصری علوم کی اسکول کے امتحان پاس کیا بعد ازاں آپ نے پونہ یونیورسٹی سے بی۔ایس۔سی کا امتحان پاس کیا اور پھر اعلیٰ تعلیم کے لئے امریکہ چلے گئے اور وہاں کیلی فورنیا یونیورسٹی لاس اینجلس سے M sc میں Horticulture کا امتحان پاس کیا۔ تعلیم حاصل کرنے کے

بعد ابتداء میں اورنگ آباد فروٹ فارم کے آفیسر انچارج مقرر ہوئے۔ پھر زراعی کالج پربھنی میں پروفیسر کے عہدے پر آپ کا تقرر ہوا وہاں سے ناگپور تبادلہ ہوا وہاں پرنسپل کے عہدے پر فائز ہونے کے بعد ملازمت سے قبل از وقت وظیفہ لے لیا اور اورنگ آباد میں سکونت اختیار کرنے کے بعد شاہ عبداللہ نقشبندی حیدر آبادی مولف ''زجاجتہ امعابیح'' سے بیعت کا شرف حاصل کیا حج بیت اللہ اور زیارت مدینہ منوّرہ سے مشرّف ہونے کے بعد ہمہ تن آخرت کی جانب متوجہ ہوگئے۔ آخر ۲۲ مئی بروز جمعہ ۱۹۷ء قلب کے عارضہ سے انتقال فرمایا۔ مرحوم فاروقی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار اوصافِ حمیدہ سے نوازہ تھا۔ وہ ایک اچھے استاد، ماہر زراعت، بہترین ناظم، صوفی با صفا، شاعر اور ادیب تھے ان سب سے بڑھ کر وہ ایک اچھے انسان تھے انھوں نے بچّوں کے لئے سبق آموز کہانیاں اور نظمیں لکھی اور انگریزی اور فارسی کے مضامین کو اُردو میں منتقل کیا لیکن افسوس کے وہ اپنے ادبی سرمائے کو محفوظ نہ رکھ سکے (۳)

زیرِ نظر کتاب 'ملفوظاتِ نقشبندیہ' کا آپ نے بہت سلیس اور بامحارہ اُردو زبان میں ترجمہ کیا صوفی محمد اقبال صاحب مدظلہ اعلیٰ مقیم مدینہ منورّہ نے اس ترجمہ کا اوّل تا آخر مطالعہ فرمایا اور ترجمے کی تعریف فرمائی اور پروفیسر ڈاکٹر عبدالرّب عرفان صاحب صدر شعبۂ اُردو فارسی ناگپور یونیورسٹی اور ڈاکٹر سیّد عبدل رحیم صاحب نے بانظر غائر دیکھا ہے اور کہیں کہیں عبارت کی تشریح کی ہے۔

باباشاہ محمود نے کتاب کا آغاز آپ یعنی باباشاہ مسافرؒ کے پیر و مرشد کے پیر حضرت باباقلؒ سے کی ہے اس حصّے میں صاحبِ کتاب حضرت باباشاہ محمودؒ نے حضرت شاہ مسافر کے پیر کی کیفیت اور ان کی مریدی کا حال بیان کیا ہے۔ یعنی باباسعید

پلنگ پوشؒ کے مرید ہونے کے وخرقۂ خلافت ملنے کا حال بیان کیا ہے۔آپ کے انتقال کے بعد بابا سعید پلنگ پوشؒ نے حضرت عزیزاںؒ کی اجازت سے مشرّف ہو کر شہر تاشقند کی جانب اپنا رُخ کیا اور عشقِ حقیقی میں مجنوں وار سرگرداں پھرتے رہے کچھ دنوں کے بعد خضر علیہ السلام سے آپ کی ملاقات ہوئی اور پیامِ مبارک پہنچایا کہ اے سعید الدین آپ کی عریانی کا زمانہ گذر چکا ہے وہ وقت آچکا کہ اپنے جسم کو قربِ الٰہیٰ کی خلعتِ خاص سے ڈھانکے اور ایک کمان دو تیر عطا کیے اور ارشاد فرمایا کہ اس جنگل میں ایک قوی ہیکل شیر سے آپ بنرد آزما ہو گے اس کا شکار کر کے اس کی کھال سے اپنی پوستین (کوٹ) بنائے حضرت سعیدؒ نے خضر علیہ السلام کے فرمان کے مطابق عمل کیا جب اس شیر کی کھال کو اپنی قامت مبارکہ کے مطابق ٹھیک کر لیا گویا خورشید درخشاں نے برجِ اسد سے بزرگی کا درجہ عطا کیا اس کے بعد ہمیشہ جسم شریف کو چیتے کی کھال سے متلبس رکھتے تھے اس لئے بابا پلنگ پوشؒ کے نام سے پورے عالم میں مشہور ہو گئے۔(۴)

''ملفوظاتِ نقشبندیہ'' کے اگر ہم تین حصّے کیے جائیں تو بے جا نہ ہوگا کتاب کے پہلے حصّے میں حضرت شاہ مسافرؒ کے پیرو مرشد کا ذکر ہے دوسرے حصّے میں بابا شاہ مسافرؒ کے حالات' کرامات' ملفوظات کا ذکر ہے' تیسرے حصّے میں بابا شاہ مسافرؒ کے مریدوں کا حال بیان کیا گیا ہے۔

☆حضرت بابا شاہ مسافرؒ کے حالات:۔

آپ کے والد بزرگوار کا تعلق سلسلۂ شریفہ کبریا اور والدہ ماجدہ کا خاندان سیادات سے غجدوان کے ایک دیہات میں رہتے تھے چونکہ آپ کے والدین آپ

کے بچپن ہی میں وفات پا چکے تھے۔اس لئے آپ کی پرورش آپ کی خالہ مکرّمہ نے فرمائی سات برس کی عمر میں خدا طلبی کا داعیہ دل میں پیدا ہوا اور آپ ان مخدومہ سے رخصت چاہی اور خالہ مکرّمہ نے ہدایت و تلقین دے کر روانہ کیا آپ شہر بخارا پہنچے اور وہاں ایک مکتب میں معلم سے اکتسابِ علم میں مشغول ہوئے بابا پلنگ پوشؒ اس جگہ تشریف لائے اور کشش باطنی سے حضرت کے دل پر تصرّف کیا دوسری مرتبہ یہی حالت ہوئی تیسری مرتبہ بھی یہی حالت ہوئی اور حضرت بابا پلنگ پوشؒ نے آپ کے دل کو جذبِ باطنی سے اپنی طرف کھینچا حضرت محویت و بے اختیاری سے حضرت بابا پلنگ پوشؒ کے پیچھے ہو لئے اور سائے کی طرح حضرت کے ساتھ رہنے لگے۔حضرت کے ہم مکتبوں میں سے تین شخص اور بھی حضرت بابا پلنگ پوشؒ کی نظرِ شفقت سے سعادت اندوز ہوئے جن میں ایک نام محمد معصوم حاجی تھا جو حجِ اکبر سے بہرہ ور ہوئے اور بادشاہِ وقت کے وزیر ہوئے دوسرے عالم و فاضل ہوئے تیسرے اس زمانے کے مشائخ میں ممتاز ہوئے اور حضرت ہندوستان پہنچنے کے بعد ولایت کے مرتبے کو پہنچے۔

حضرت بابا شاہ مسافرؒ جن کا اصل نام محمد عاشور ہے اور کثرت سفر کی وجہ سے آپ کو آپ کے پیر و مرشد نے مسافر کا لقب دیا تھا آپ دہلی سے ہوتے ہوئے اورنگ آباد' دکن میں جلوہ افروز ہوئے۔اور جہاں آج آپ کا مزار ہے وہی پر پنچکی میں آپ کا تکیہ تھا اور وہی آپ فروکش تھے۔(۵)

کسی مجلس میں حضرت بابا شاہ مسافرؒ اپنے پیر و مرشد کے بارے میں فرمار ہے کہ ہمارے مرشد فقیر کے بابت فرماتے تھے کہ فقیر میں تین حرف ہیں۔

۱) ف:۔ فاقہ

۲)ق:۔ قناعت

۳)ر:۔ ریاضت

جو کوئی جن تینوں صفات کے لئے اپنے آپ کو آمدہ کریں اس پر فقیر کا نام درست آتا ہے۔ اور وہ فقیر جس کے بارے میں فخر الانبیاء ﷺ نے فرمایا الفخر فخری کس کے نصیب میں ہوتا ہے یہ بھی فرماتے تھے فقیری چھنی ہوئی مٹی ہے اور اس پانی پر چھڑکا ہوا ہے جس کی وجہ سے نا پاؤں کے پنجوں کے اوپر گرد اور نہ تلوؤں میں درد۔" (٦)

حضرت بابا شاہ مسافرؒ نے فقیر اور اس لفظ کی تفصیلات میں حضور اکرم ﷺ کے ارشاداتِ پاک سے مستند ثبوت کے ساتھ بتایا ہے جو ان بزرگان کا طریقہ کار رہا ہے آپ شریعت اور اتبا سنّت نبوی ﷺ کا خیال رکھتے تھے۔ اس ضمن میں صاحبِ کتاب نے فرمایا کہ آپ نمازِ عشاء جماعت سے ادا فرما کر حجرے میں تشریف لے جاتے اور سرمہ پہننے کے بعد خادم جو ساتھ رہتا تھا باہر آ جاتا تھا اور حضرت اندر سے دروازے کی زنجیر لگا لیتے تھے اور تیس پیتیس سال کی مدّت میں کبھی تکبیر تحریمہ فوت نہیں ہوئی۔

حضرت بابا شاہ مسافرؒ ہمیشہ احادیث ﷺ پر مسلّم رہے آپ نے جب لوگوں کو ہدایت وارشاد کیا تو نہایت ہی موثر انداز میں احادیث نبوی کے سہارے سے اپنی بات منوائی ہیں۔ حضرت کو کسی جگہ سے کوئی چیز مقرر نہ تھا اور رقمیں جو غریبوں، مسکینوں، تیموں اور بیواؤں پر ایثار فرماتے غیب سے پہنچتا تھا اور ہر روز خرچ ہوتا تھا اور ہر سائل جو آتا تھا محروم نہ جاتا تھا ان تمام تعریفات کے باوجود فقیری اور ریاضت میں اپنے اوقات بسر فرماتے تھے بموجب

اس حدیث کے

"خیر الناس فی آخر الزمان خفیف الحاذ قیل یا رسول اللہ وما خفیف الحاد قال الذی لا اھل لہٗ ولد لہٗ"

ترجمہ:۔(آخر زمانے میں وہ شخص لوگوں میں سب سے اچھا ہے جو خفیف الحاذ ہوگا آپ سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ خفیف الحاذ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جس کے نہ اہل ہونا اولاد)(۷)

اس عبارت سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ آپ مجرّد رہے ہوگے مختصراً آپ دورِ عالم گیری میں اورنگ آباد میں موجود تھے۔اور آپ نے ہمیشہ دُنیا داروں سے کوئی رشتہ نہیں رکھا تھا جو کچھ بھی غیب سے آپ کے پاس آتا تھا سب مسکینوں، بیواؤں اور غریبوں میں صرف کردیتے تھے "ملفوظاتِ نقشبندیہ" کا غائر نظروں سے مطالعہ کرنے کے بعد ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ آپ صاحبِ کشف کرامات تھے صاحبِ کتاب نے آپ کے کشف و کرامات نہایت ہی تفصیلی طور پر بیان کیے ہیں۔آپ کے بارے میں ایک برہمن نے شیریں کلام میں کہا ہے کہ۔

"شکر فیض تو چمن چون کندا ے ابر بہار
کہ اگر خار ور گل ہمہ پر وردہٗ نیست"

ترجمہ:۔ (اے ابر بہار تیرے فیض کا شکر چمن کس طرح ادا کریں کیا خار اور کیا گل سب ہی تیرے پائے ہوئے۔)(۸)

نیز حضرت محمدؒ نے اس کتاب میں بابا شاہ مسافرؒ کے حالات مبارک، کشف و کرامات اوران کے پیرومرشد کے حالات وملفوظات اورکرامات اور بابا شاہ مسافرؒ کی ریاضت ورفقاء کا ذکر ہیں۔حضرت کے رفقاء میں حاجی عاشور، مولانا مشفقی، صوفی محمد وفا، میر عرب، باباشاہ خادم، حاجی الحرمیم، حاجی قاسم، شاہ کوچک، شاہ ناظر، خواجہ عالم، مولانا عبدالجلیل، مرزا ابراہیم عرب، حضرت آقوند، ملاّ خاموش، خواجہ میر شاہ، شاہ جان اللہ، حاجی صادق، شاہ حیدر تاشقندی، حضرت زکریہ سمرقندی، عبدل ولی، حضرت خواجہ یادگار دھیدی یہ تمام اشخاص آپ کے خاص مریدوں میں شامل تھے ان تمام حضرات کا مختصر طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

اگر ہم کتاب کا تحقیقی وتجزیاتی جائزہ لے تو ہمیں اس میں بابا شاہ مسافرؒ کی سنِ پیدائش اوروفات کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔غرض اس کتاب کے موضوعات میں احادیث شریفین، آیتِ قرآنی، حضوراکرم ﷺ کے ارشادات وطریقت کے رموز وحکایت کا تفصیلی ذکر ہے حضرت بابا شاہ مسافرؒ نے بات بات میں موقع ومحل کے لحاظ سے برمحل وبرجستہ اشعار بھی کہے زیرِ نظر کتاب میں کل ۷۰؍اشعار شامل ہیں جس میں حضرت خواجہ غلام علی آزاد بلگرامیؒ کی مثنوی بھی شامل ہے اوران کے مریدِ خاص نے جن کا نام حاجی الحرمین حاجی قاسم انھوں نے حضرت کی خدمت میں قصیدہ پیش کیا تھا جس کی بنا پر کل ملا کر اس کتاب میں اشعاروں کی تعداد ۷۰ ہے جونہایت معیاری طرز پر ہے چونکہ یہ کتاب ۱۶ویں صدی عیسوی میں تحریر ہوئی ہے اس دور میں زبان اپنے ترقی کے تمام ابتدائی مدارج طئے کر کے نکھر سنور کر تمام آب وتاب کے ساتھ جلوہ فگن تھی اوریہی زبان میر ومرزا کی زبان کہلائی۔

یہ وہ ادبی شۂ پارے ہیں جن کے مطالعے سے ہمیں ہمارے اسلاف کے ان کارناموں کا پتہ چلتا ہے جو انھوں نے دُنیا واس کے کاروبار کو چھوڑ کر کیا تھا اور انھوں نے دینِ اسلام کی شمع کو تاریک اندھیروں میں روشن کر کے پورے علاقے کو منوّر کیا ہے اور صرف دینِ اسلام ہی نہیں بلکہ عالمِ انسانیت کو انسانیت کا درس دیا ہے اور ساتھ میں ادبِ اُردو کی ابتدائی ترقی و ترویج میں حد درجہ معاون و مددگار رہے ہیں۔ بزرگانِ دین کے انھیں ملفوظات کے مطالعہ سے ہمیں اُردو کے ابتدائی نقوش کا پتہ چلتا ہے۔ ان ملفوظات کی روشنی میں ہم فخر سے کہہ سکتے ہیں کہ اُردو کی ابتداء دکن میں ہوئی۔

☆ حوالے وتشریحات ☆ ﴿ملفوظاتِ نقشبندیہ﴾

| سلسلہ نمبر | اسمائے کتاب | مصنف رمولّف ر مترجم | سنِ اشاعت رایڈیشن رمقامِ اشاعت | صفحہ نمبر |
|---|---|---|---|---|
| ۱۔ | ملفوظاتِ نقشبندیہ | حضرت باباشاہ محمود رمحبّ اللہ فاروقی | بارِ اوّل ۱۹۹۹ء ناگپور | ۱ |
| ۲۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۳ |
| ۳۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۲ |
| ۴۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۵ |
| ۵۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۱۳ |
| ۶۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۵۶۔۵۷ |
| ۷۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۶۱ |
| ۸۔ | ایضاً | ایضاً | ایضاً | ۶۵ |

# ☆ بابِ پنجم ☆

☆ ”دکن میں زبانِ دکنی کا ارتقاء و
زبانِ اُردو کی ابتداء بزرگانِ دین کی
خدمات کے حوالے سے“ ☆

اُردو کی ابتدائی نشو ونما میں جہاں سلاطین نے اہم رول ادا کیا ہے وہاں بزرگانِ دین کی خدمات کو کسی طرح نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ دیوگری، دولت آباد پر ۶۹۴ھ م ۱۲۹۴ء علاؤالدین خلجی کا حملہ اور اُن کی آمد اِس علاقے کو ایک نئی شناخت بخشتا ہے یہ وہ پہلا مسلمان حکمراں ہے جو اِس ظلمت کدہ ہند میں قدم رنجہ ہوا۔ اِس کے بعد محمد بن تغلق اس علاقے کو اپنی تسلُط میں لیتا ہے۔ چونکہ ۱۳۲۷ء میں محمد بن تغلق نے اپنے پائے تخت کو دہلی سے دولت آباد منتقل کیا دہلی سے آنے والوں میں شاہی افواج کے ساتھ ساتھ علماء، فقراء فضلاء غرض عوام کے ہر طبقے اور ماہرینِ فن کی کثیر تعداد شامل تھی محمد بن تغلق کے قیام کا یہ عرصہ یہاں کی تہذیب وتمدُن، فکروفن، زباں وبیاں اور ادب کو اثر انداز کرتا ہے۔

تغیر وقت کا تقاضہ ہے محمد بن تغلق اِس علاقے پر اپنی عنان حکومت دیر تک قائم نہ رکھ سکا اور اس علاقے نے ایک نئی خود مختار حکومت کو جنم دیا جو بہمنی سلطنت کہلائی اس سلطنت نے دوسو سال حکومت کی لیکن سلطنت میں ضعف کی بدولت مختلف صوبیدار خود مختار ہو گئے اس کے بعد ہمیں عادل شاہی، قطب شاہی اور دیگر ضمنی ریاستوں کا ایک سلسلہ ملتا ہے اس دور میں صوفیائے کرام کی بڑی شد ومد سے دینِ اسلام کی تبلیغ میں مصروف رہنے کی تاریخ ملتی ہے صوفیائے کرام کے مشن پر بات کرنے سے پہلے ہمیں لفظ صوفی پر غور کرنا چاہیے۔

''صوفی'' دراصل نام ہے اس شخص کا جو صوف کے کپڑے پہنتا ہے یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ لفظ صوفی صفا سے مشتق ہے صوفی دراصل وہ شخص ہوتا ہے جو ملک و

ملّت سے بے نیاز اور مذہب و اخلاق کا بڑا عالم ہو۔ محققین نے لفظ صوفی و تصوّف کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے اور کتابیں بھی تصنیف کی ہیں ایک گروہ کا خیال ہے کہ:

"صوفی کو اس لئے صوفی کہا جاتا ہے کہ
وہ صوف یعنی پشم وغیرہ کا لباس پہنتا ہے"

بعض کہتے ہے کہ صوفیاء نے اصحابِ صفّہ کی صحبت اختیار کی اس لئے صوفی کہلائے اور بعض لوگوں کا خیال ہے کہ لفظ صوفی صفا سے مشتق ہیں "صفا" مسلمہ طور پر قابلِ قدر ہے اور اس کا اُلٹ "کدر" ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ذَهَبَ صَفْوُ الدّنيا كِدُرها

(دُنیا کی صفائی جاتی رہی اور میل باقی رہے گیا)

ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں کہ

"صوفی وہ ہے کہ جب گفتگو کرے تو یہ گفتگو سراسر
بیان حقائق ہو اور جب خاموش ہو تو اس کا عمل اور
فعل شارح حال ہو اور اس کے منقطع العلائق یعنی
ماسویٰ اللہ سے کٹا ہوا ہونے پر صاد ہو یعنی وہ ایسی
کوئی چیز نہیں کہتا جو اس میں خود موجود نہ ہو اس کا
سب کلام اصل کے مطابق ہوتا ہے اور سب کے
سب افعال قطع علائق مرقع ہوتے ہیں وہ صوفی

کہلاتا ہے۔''

حضرت شیخ شہاب الدین سُہروردیؒ اپنی تصنیف ''عوارف المعارف'' میں تحریر کرتے ہیں کہ:

''مشرق ومغرب میں مذہبِ اسلام
میں لفظ صوفی وہی لوگوں کے لئے
استعمال ہوتا تھا جو صوف کے کپڑے
پہنتے تھے یعنی اونی کپڑے پہننے والے
کو صوفی کہا جانے لگا۔''

لفظ صوفی پر روشنی ڈالتے ہوئے ڈاکٹر میر ولی الدین اپنی تصنیف ''دی قرآنیک صوفیزم'' میں لکھتے ہیں کہ:

''مشہور صوفی ابونسر سراج فرماتے ہے کہ
اونی کپڑے پہننے کی وجہ سے صوفی کہلائے
یہ اس لئے کہ بھڑوں کی اون کے کپڑے پہننا
ولیوں، صوفیوں اور پیغمبروں جیسے بامرتبہ لوگوں
کی پہچان ہے۔''

بین السطور بحث میں ہمارے لئے لفظ ''تصوّف'' پر بھی روشنی ڈالنا لازمی ہوگیا ہے ''تصوّف'' کے لغوی معنی صوفیوں کا عقیدہ ''علمِ معرفت'' دل سے خواہشوں کو دور کر کے خدا کی طرف دھیان لگانا، تزکیہ نفس کا طریقے کے ہیں۔

جنید بغدادیؒ اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ:

''تصوّف کی بنا آٹھ خصائل پر ہیں جو آٹھ پیغمبروں کی اقتداء ہے
جن میں ابراہیم علیہ السلام' اسماعیل علیہ السلام ایوب علیہ السلام'
زکریہ علیہ السلام' یحییٰ علیہ السلام' موسیٰ علیہ السلام عیسیٰ
علیہ السلام اور حضور ﷺ۔''

ابتدائی عہد کے صوفیہ سے جب سوال کیا جاتا کہ ''تصوّف'' کیا ہے؟ تو وہ تصوّف کی کوئی منطقی تعریف بیان کرنے کے بجائے اس کے کسی ایک ایسے پہلو کا ذکر کرتے تھے جس کی اہمیت جتانی ان کے پیشِ نظر ہوتی تھی اِن اقوال کی روشنی میں جو بات سب سے زیادہ نمایاں ہو کر سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ ''تصوّف'' اصلاً انسان کے داخل سے ہے نہ کہ خارج سے اس کا مقصد صبر' توکل اور اخلاص جیسے فضائل خوف' خشیت اور محبت جیسی کیفیات' دُنیا سے بے نیازی خاموشی اور خلوت نشینی جیسے رجحانات' فقر و فاقہ' عبادت و شب بیداری اور ذکر و فکر جیسے اعمال پیدا کرنا ہے تاکہ روح میں مطلوبہ صفات پیدا ہو سکیں۔

ابوالحسن نوریؒ سے جب سوال کیا گیا کہ تصوّف کیا ہے؟ تو انھوں نے جواباً کہا کہ:

تصوّف نہ تو رسم و اعمال کا نام ہے
علم ہی کا یہ تو حسنِ خلق ہے۔''

نکلسن نے تصوّف پر اپنی بحث کا آغاز معرف کرخی کے اس مقولے سے کیا ہے:

''تصوّف ماورائی حقائق

کے ادراک کا نام ہے۔''

اللہ عز وجل نے قرآنِ پاک میں ان صوفیائے کرام کو ولی کے نام سے پکارا ہے ولی اللہ کا دوست ہوتا ہے جس کے معنی یہ ہے کہ ''ایسا انسان جو خُدا کے قریب ہو'' جسے ہم عام زبان میں اولیاء اللہ یا بزرگانِ دین کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ نظام الدین محبوبِ الٰہیؒ نے ملفوظات ''فوائد الفواد'' کی جلد دوّم مجلس ۲۶ میں فرمایا کہ:

''جو کچھ پورے قرآن میں موجود ہے وہ دس چیزیں ہیں
ذات' صفات اور افعال اور آخرت کا ذکر اور تزکیہ اور تخلیہ
اور اولیاء کا ذکر' دشمنوں کا ذکر اور کافروں سے معرکہ آرائی
(جہاد) اور احکامِ شرع۔''

یہاں اس بات کا تذکرہ بھی ضروری ہے کہ مولوی ظاہری آنکھ سے دُنیا کو دیکھتا ہے اور صوفی باطن کی آنکھ سے ہندوستان میں ان مسلمان درویشوں نے پُر خطر اور دشوار گذار راستوں اور سر بافلک پہاڑیوں اور لق و دق بیابانوں کو طئے کر کے ایسے مقامات پر اسلام کو پہنچایا جہاں مسلمانوں کے نام سے کوئی واقف نہیں تھا جہاں ان کے پاس دلوں کو کھینچنے کا سامان تھا تو دوسری طرف ان کے عظیم اخلاق لیکن یہ بات ہمارے لئے سوالیہ نشان ہے کہ وہ گفتگو کیا کرتے ہونگے اور یہاں سے ہی ان کی ادبی خدمات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے نے تو وہ یہاں کی زبان جانتے تھے اور نہ ہی بدل سکتے تھے لیکن ان کا تکیہ سب کے لئے کھلا ہوتا تھا جہاں ہر قوم و ملّت کے لوگ ان سے فیضیاب ہوتے تھے انھوں نے اپنی بات اور اپنا پیغام عوام تک

پہنچانے کے لئے عوام کی زبان سیکھی اور یہی بات ان کے تعلیم و تلقین کا ذریعہ بنی اس بات کا ثبوت ملک محمد جائسی کے شارح سے بھی ہوتا ہے۔

اس کے بعد ہمارے خیال کو مزید تقویت بابا فریدِ گنج شکرؒ کے اقوال سے ملتی ہے جنھوں نے اُردو اور پنجابی آمیز زبان میں بہت کچھ لکھا ہے جیسے "پونوں کا چاند بالا" ہے۔ یہاں ان کی نظم کا ایک شعر ابتدائی اُردو کی ساخت کو ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے۔

"خاک لانے سے گر خُدا پائیں
گائے بیلاں بھی واصلاں ہو جائیں"

بابا شیخ فرید الدین گنجِ شکرؒ کے بعد خواجہ بختیار الدین کاکیؒ اور ان کے بعد حضرت شیخ شرف الدین بو علی قلندر (پانی پتی) کے پاس وہ زبان جسے ہم اُردو کہتے ہے اس کے ابتدائی نمونے اکثر و بیشتر پائے جاتے ہیں۔ ساتویں صدی ہجری کی عظیم شخصیت حضرت خواجہ امیر خسروؒ جو کہ حضرت نظام الدینؒ کے مریدِ خاص تھے اور نجم الدین امیر حسن سجزیؒ کے خاص دوستوں میں شامل تھے یہ صاحبِ تصانیف کثیرہ گذرے ہیں انھوں نے اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ نظام الدینؒ کے حالات و ملفوظات پر بھی ایک نثری تصنیف "افضل الفوائد" حوالۂ قلم کی امیر خسروؒ نہ صرف نثر بلکہ نظم میں بھی کافی مشہور و معرف تھے اور وہ ہندی راگ کے بھی ماہر تھے انھوں نے فارسی و ہندی کی موسیقی کو ملا کر ایک نئی زبان کی بنیاد ڈالی جسے ہم ابتدائی اُردو کہتے ہیں۔ اس ابتدائی اُردو کے نمونے ہمیں ان کی غزلوں میں ملتے ہیں ان کی غزل کا یہ مشہور شعر۔

"زحالِ مسکیں مکن تغافل دورائے نیناں بنائے بتیاں
کہ تابِ ہجر اندارم اے جاں نالیو گا ہے لگائے چھتیاں"

اسی طرح خسروؒ کی کہہ مکرنیاں ادب میں اپنا ایک مقام رکھتی ہیں۔

"نیلا کنٹھا اور پر ہے ہرا
سیس مکٹ وہ ناچ کھڑا
گھٹا دیکھ الاپے جورائے
سکھی ساجن نا سکھی مور"

ان ہی خصوصیات کی بنا پر حضرت امیر خسروؒ کو دُنیائے ادب میں طوطئ ہند کے لقب سے نوازہ گیا اور ان کے رفیق دوست نجم الدین امیر حسن سجزیؒ کو سعد یہ ہند کا لقب دیا گیا۔ ساتویں صدی ہجری یہ وہ صدی گذری ہے جس میں بزرگانِ دین نہایت ہی شد و مد کے ساتھ دین اسلام کے کام میں مصروف دکھائی دیتے ہیں۔ اس صدی میں دولت آباد دہلی کا مقابلہ کرتا تھا اس بات کو مشہور و معروف سیاّح ابنِ بطوطہ نے وضاحت کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔

۱۳۲۷ء میں محمد بن تغلق نے دہلی کی تمام خلقت کو حکم دیا کہ دہلی کو خیر آباد کر کے دولت آباد کو آباد کریں اس لشکر میں امیر، غریب، اعلیٰ، ادنیٰ غرض عوام کا ہر طبقہ شامل تھا۔ ان ہی فاتحین میں سعد یہ ہند امیر حسن سجزیؒ، کاشانی برادران معہ اہل و عیال۔ کے، شاہ راجو قتال حسینیؒ، زین الدین شیرازیؒ ان کے استاد کمال الدین سامانہ وغیرہ سرِ فہرست تھے اس وقت دولت آباد دکن میں بابا برہان الدین غریبؒ کی بزرگی کا ڈنکا بج رہا تھا اور منتجب الدین زر۔ زری۔ زر بخشؒ اپنی خدمات انجام دے کر اس دیار فانی سے پردہ کر گئے تھے۔

مذکورہ بالا بزرگوں نے اس دیار میں دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت

میں اپنی آخری سانسیں لی اور یہی کے پیوندے خاک ہوئے ان حضرات کے مریدین خاص عالم وفاضل مریدین نے اپنے پیرومرشد کے ارشادات وفرمودات کو کتابی شکل دے کر محفوظ کردیا اس صدی کی ملفوظاتی کتابوں ورسائل جو دولت آباد، دکن میں لکھے گئے مندرجہ ذیل ہیں

(۱) فوائد الفواد (۲) تحفۃ النصائح (۳) احسن الاقوال (۴) نفائس الانفاس (۵) مرأت المحققین (۶) شمائل الاتقیاء (۷) ہدایت القلوب (۸) حبۃ المحبت و جنت المودّت یہ وہ فہرست ہے جن کا تحقیقی وتجزیاتی جائزہ لیا جاچکا ہیں اور جو بہ زبان اُردو میں دستیاب ہوئی ان میں دو کتابوں کا موضوع کے تحت ترجمہ کیا گیا ہے۔ جن میں مرأت المحققین اور حبۃ المحبت و جنت المودّت ہے۔ اس کے بعد کی ''خواجہ بندہ نواز گیسو درازؒ ۸۲۵ھ جو فیروز شاہ بہمنی کے زمانے میں گلبرگہ تشریف لائے کی تصنیف ''معراج العاشقین'' بھی جواب تک اُردو کی پہلی نثری تصنیف مانی جاتی رہی ہے نہ صرف اس دور کی تصنیف نہیں ہے بلکہ اس کے مصنّف خواجہ گیسو درازؒ کے بجائے 'مخدوم شاہ حسینی بیجاپوری' ہے جھنوں نے گیارہویں صدی ہجری کے نصف یا آخر یا بارہویں صدی کے اوائل میں تلاوت الوجود کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا اس کی مزید تصدیق اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ شاہ علی سامانہ نے جو بارگاہ بندہ نواز کے مرید وخادم تھے ''سیر محمدی'' کے نام سے جو تالیف ۸۳۱ھ م ۱۴۲۷ء میں کی تھی اور جس کے باب پنجم میں بندہ نواز کی ۳۷ تصانیف کا ذکر کیا ہیں کسی اُردو تصنیف کا حوالہ نہیں ملتا۔

وہاب اشرفی اپنی تصنیف ''تاریخ ادبِ اُردو'' میں رقم طراز ہے کہ رسالہ ''معراج العاشقین'' حضرت خواجہ سیّد بندہ نواز گیسو درازؒ کا نہیں ہے اس ضمن

میں صاحبِ کتاب نے ''حسینی شاہد'' کا بیان ضبطِ تحریر کیا ہے وہ فرماتے ہے کہ ''بھلا ہو حسینی شاہد'' کا کے انھوں نے حتمی طور پر ''معراج العاشقین'' کے مصنف کا قضیہ حل کر دیا ہے ان کا بیان ملاحظہ ہو۔

''معراج العاشقین کو ابھی تک سیّد بندہ نوازؒ کی تصنیف اور اُردو کا پہلا نثری رسالہ سمجھا جاتا ہے کسی نے اس کی زبان' مضامین' ناقص ترتیب' الجھی ہوئی او بے ربط عبارتوں پر توجہ نہیں دی اس رسالے کی صرف تعلیمات پر ہی غور کرلیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بندہ نواز سے اس کا کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ امین الدین عالی کا اجتہاد ہے جس کو ان کے خانوادے اور ان کے سلسلے کے پیرانِ طریقت نے اپنی نظم و نثر کے رسائل میں بالا انتظام پیش کیا ہے یعنی اس رسالے کے مصنف مخدوم شاہ حسینی ہے۔''

سیّد شاہ مخدوم حسینی کو پیر اللہ حسینی سے بیعت و خلافت حاصل تھی اور پیر اللہ حسینی میراں جی خدا نما کے مرید اور خلیفہ تھے لہذا معراج العاشقین ۹۰۶ھ کی تصنیف نہیں ہے۔ ڈاکٹر پرکاش مونس نے بھی لکھا ہے کہ ''معراج العاشقین'' سیّد بندہ نواز گسیو درازؒ کی تصنیف نہیں بلکہ ایک اور بزرگ شاہ حسینی رسالہ ''تلاوت الوجود'' کی ناقص تخلیص ہے دراصل یہ بیان ڈاکٹر حفیظ قتیل کا ہے جسے مونس نے اقتباس کیا ہے کچھ اور امور بھی قابلِ ذکر ہیں جس سے ''معراج العاشقین'' خواجہ صاحب کے انتقال کے تقریباً ڈھائی سو سال بعد کی تصنیف

ٹھہرتی ہے۔ کتاب اُردوئے قدیم جس کے مصنف ''سیّد شمس اللہ قادری'' ہے حضرت خواجہ سیّد حسینی بندہ نوازؒ کے بارے میں تحریر کرتے ہے کہ عمل تصوّف میں حضرت کی ۳۰ سے زائد تصنیفات ہیں۔آپ نے 'ملتقط' کے نام سے کلام اللہ کی تفسیر لکھی ہے مریدوں کی فرمائش پر آپ نے چھوٹے چھوٹے متعدد رسالے دکنی میں تصنیف فرمائے تھے۔منجملہ کہ ''معراج العاشقین'' اور ہدایت نامہ زیادہ مشہور ہیں اور ''عشق نامہ'' میں ان کا کئی جگہ تذکرہ آیا ہے۔

حضرت سیّد حسینیؒ بندہ نواز گیسودراز گلبرگہ شریف کے بعد چشتیہ نظامیہ کے سب سے بڑے جلیل القدر بزرگ حضرت خواجہ نظام الدین چشتیؒ اورنگ آبادی ہے۔ جو حضرت شاہ کلیم اللہ چشتی دہلویؒ کے عزیز ترین مرید اور خلیفہ ہے تکمیل ہدایت کے بعد مرشد کے حکم پر دکن چلے آئے اور اورنگ آباد کو وطن قرار دیا اور نظامیہ سلسلے کی ایک شاندار خانقاہ قائم کی۔

چونکہ حضرت کا زمانہ ۱۶ اویں صدی عیسوی کا زمانہ رہا ہے جبکہ اس دور میں زبان اپنی ترقی کے تمام مدارج طئے کر چکی تھی اور کافی نکھر سنور گئی تھی جس کا اندازہ ہمیں حضرت کی اس ملفوظاتی کتاب کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔غرض ان صاحبِ حال درویشوں نے زبانِ اُردو دکنی کی آبیاری میں بڑا اہم رول ادا کیا ہے۔

نیز زبانِ دکنی مسلمان صوفیائے کرام کی سرپرستی میں نہایت اہم مقام اختیار کرتی ہے اور دکن کو اپنا مسکن بناتی ہے لسانی نقطۂ نظر سے دکن کا علاقہ موجودہ مہاراشٹر اور موجودہ آندھرا کے بعض اجزاء پر مشتمل ہیں جہاں بدترتیب مراٹھی' تیلگو' کنڑی اور تامل زبانیں بولی جاتی ہیں۔ یہ بات پائے ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اُردو قدیم یا دکنی زبان کا پہلا مرکز دولت آباد دیوگری تھا اس کے بعد گلبرگہ گولکنڈا اور بیجاپور کو بھی اس زبان کی آبیاری کا موقع

اور مرکزیت حاصل ہوا ہے۔

آج سے تقریباً ۷۰۰ سال قبل امیر خسروؒ نے جس زبان کی بنیاد رکھی تھی امیر خسروؒ اور امیر حسن سجزیؒ کا ایک ہی دور ہے امیر خسروؒ اگر دہلی میں رہہ کر زبان کی بنیاد رکھ رہے تھے تو وہی خدمت امیر حسن سجزیؒ دکن میں انجام دے رہے تھے۔ اُردو زبان کی ابتداء کے سلسلے میں ماہرینِ لسانیات نے جگہ جگہ امیر خسروؒ کا نام تو لیا لیکن امیر حسن سجزیؒ یا دکن کے صوفیاء کا ذکر بہت کم آیا ہے اُردو زبان کی ابتداء اور اس کی نشو ونما کے سلسلہ میں یہ نہایت اہم کڑی ہے لیکن اس گمشدہ کڑی کو دریافت کرنے کی کوشش نہیں کی گئی صوفیائے کرام کی خدمات کا سرسری ذکر ضرور کیا گیا ہے لیکن ہر بزرگ اور ان کی ملفوظات اور ان ملفوظات کی زبان و بیان اور ادبی اہمیت کو تفصیل سے اُجاگر نہیں کیا گیا دکن میں بہمنی سلطنت کے پیروں نے دکنی زبان میں مزید رنگ بھرا جس کی بناء پر دکنی زبان ترقی کے مدارج طئے کر کے ولی اورنگ آبادی تک پہنچتی ہے۔ جسے محمد حسین آزاد نے اُردو شاعری کا باوا آدم قرار دیا ہے ولی جب اپنے دیوان کے ساتھ دلّی پہنچتے ہے تو دلّی میں زبان کی صورت گری کچھ اس طرح رہتی ہے۔

"سکھی رے چیدرُت آئی سہائی
اجھوں اُمید میری برنا آئی"

ولّی اورنگ آبادی کی دلّی میں موجودگی زبان کو ایک نیا رُخ دیتی ہے یہاں سے فارسی کے الفاظ کا استعمال کم ہندی کے لفظوں کو عام فہم اور دکنی الفاظ کا بہتر استعمال ہمیں زبان میں نظر آتا ہے یہی میرؔ و مرزاؔ کی زبان جب لکھنؤ پہنچتی ہے تو ناسخؔ کے ہاتھوں اور بھی صاف

ستھری سلجھی ہوئی ہوجاتی ہے۔

مختصراً زبان کی ترقی کے یہ وہ مدارج تھے جن کو طئے کرنے میں صوفیائے کرام واولیائے عظام نے بڑی شدومد کے ساتھ اپنا رول انجام دیا ہے یہ بزرگ زبانِ اُردو کی ترقی وترویج کو پروان چڑھانے میں کس طرح معاون ومددگار رہے ہیں اس کا اندازہ اس مقالہ سے ہوتا ہے۔

میرا تحقیقی کام ان بزرگوں کی بے لوث خدمات کو اجاگر کرتا ہے کہ کس طرح ان بزرگوں نے نا صرف دینِ اسلام کی اشاعت کی بلکہ ایک نئی زبان کی بھی بناء رکھی جو ''دکنی'' کہلائی اس زبان کے ابتدائی نقوش ہمیں ان بزرگوں کے ملفوظات و رسائل کے مطالعے سے حاصل ہوتے ہیں۔ یہ ملفوظاتی کُتب اُردو زبان کی تشکیل میں بہت اہمیت کے حامل ہیں اور عالمِ انسانیت میں بھی ان کا بہت اہم رول ہے۔اور یہ کُتب اُردو ادب کا ایک اہم حصہ قرار دیا جاسکتے ہیں اور یہ بات اس مقالے میں ثبوت کے ساتھ پیش کی گئی ہے۔میرا تحقیق کا مقصد یہی تھا کہ میں اپنے دیار کے بزرگوں کی بے لوث خدمات اور زبانِ اُردو کے تیئں ان کے جذبات اور عالمِ انسانیت میں ان کا رول ان کے ملفوظات ورسائل کے حوالوں سے اُجاگر کرسکوں کہ کس طرح ان بزرگوں نے دشوار گذار راستوں، سر بافلک پہاڑیوں کو چیر کر دینِ اسلام کی شمع جلائی اور زبانِ اُردو کی ابتدائی ترقی وترویج میں معاون ومددگار رہے۔

میں اللہ عزوجل سے دُعا گو ہوں کے اس عنوان کے تحت ان بزرگوں کی علمی، ادبی کاویشوں کو جو گوشۂ گمنامی میں پنہاں تھے تا قیامت اُردو ادب کے اُفق پر منوّر کردے۔

(آمین)

## ★ماخذومصادر★

| سلسلہ نمبر | مصنف | اسمائے کتاب | مطبع / سنِ اشاعت |
|---|---|---|---|
| ۱ | شیخ محمد اکرام | آبِ کوثر | طبع پنجم |
| ۲ | محمد حسین آزاد | آبِ حیات | پرویز بک ڈپو ہندوستان لیتھو پریس دہلی |
| ۳ | عبدالقادر سروری | اُردو کی ابتدائی تاریخ | ثمر آفسیٹ پرنٹرس نئی دہلی |
| ۴ | مولوی عبدالحق | اُردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام | ثمر آفسیٹ پرنٹرس نئی دہلی سن ۱۹۹۱ء اشاعت پندرھویں |
| ۵ | سیّد شمس اللہ قادری | اُردوئے قدیم | تیج کمار وارث مطبع منشی نول کشیور واقع لکھنو ۱۹۶۷ء |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۶ | خواجہ کامگار حسینیؒ رجے پی سعید | احسن الشمائل | موتی کارنجہ اورنگ آباد مارچ ۲۰۰۳؁ء |
| ۷ | حمادالدین کاشانیؒ رعبدالمجید خلدآبادی | احسن الاقوال | بارِاوّل اشاعتِ جدید/ بارِدوّم ۲۰۱۲؁ء ویلڈن گرافیکس اورنگ آباد |
| ۸ | شیخ محمد اکرام | ارمغانِ پاک | فارسی |
| ۹ | عرش ملسیانی | امیر خسروؒ عہد فن اور شخصیت | ایم۔آر پرنٹرس نئی دہلی |
| ۱۰ | ڈاکٹر محمد شکیل احمد صدیقی | امیر حسن سجزیؒ حیات اورادبی خدمات | طباعت نامی پریس لکھنوء بارِ اوّل دسمبر ۱۹۷۹؁ء |
| ۱۱ | ادارہ تصنیف وتالیف | انوارِ عصفیہ | اشاعتِ چہارّم ۱۹۸۵؁ء |
| ۱۲ | محمد محی الدین متعلم | اورنگ آباد دکن | چھتہ بازار حیدر آباد |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۳ | وحیدہ نسیم | اورنگ آباد | اشاعتِ اوّل ۱۹۹۳ء |
| ۱۴ | محمد عبدالحی | اورنگ آبادِ خجستہ بنیاد | اورنگ آباد ۲۰۰۴ء |
| ۱۵ | خان آصف | اللہ کے سفیر | عفیف آفسیٹ پرنٹرس دہلی ۲۰۰۵ء |
| ۱۶ | تنویر الدین خدانمائی | اجالوں کی طرف | کوہِ نور گرافکس حیدرآباد ۲۰۱۱ء |
| ۱۷ | ------ | انیس الارواح | مکتبہ جام نور دہلی ۴۲۲ مٹیا محل جامع مسجد دہلی |
| ۱ | عظیم الحق جنیدی | ادبیاتِ فارسی | حیدرآباد |
| ۱۹ | امیر خسروؒ | اُردو کی ادبی تاریخ | حیدرآباد |
| ۲۰ | امیر خسروؒ | افضل الفوائد | مکتبہ جام نور دہلی ۴۲۲ مٹیا محل جامع مسجد دہلی |
| ۲۱ | عبدالقادر سروری | اُردو کی ادبی تاریخ | حیدرآباد |

| ۲۲ | دلکش حیدر آبادی | اورنگ آباد کی نہریں | اورنگ آباد مہاراشٹر |
|---|---|---|---|
| ۲۳ | آر۔اے نکلسن | اسلام کے صوفی سادھک | دہلی ٦ |
| ۲۴ | ابنِ تیمویا | اصحابِ صوفہ اور تصوف کی حقیقت | دارالصفیہ ممبئ |
| ۲۵ | شبلی نعمانی | امیر خسروؒ | سلیم علی اُردو دہلی ٦ ۱۹۷۶ء |
| ۲٦ | سیّد صباح الدین | بزمِ صوفیہ | دارالمصنفین اعظم گڑھ |
| ۲۷ | ڈاکٹر مسرت فردوس | بابائے اُردو مولوی عبد الحق کی خدمات قیامِ اورنگ آباد کے دوران | اورنگ آباد ٫مہاراشٹر |
| ۲۸ | شبیر حسن چشتی نظامی | بابا گنجِ شکرؒ | آستانہ بک ڈپو جامع مسجد خواجہ پریس دہلی |
| ۲۹ | فیضل بیابانی | پنج گنج | دہلی |

| ۳۰ | ابوالمعارف قاضی میر لطف عارف الوالعلائی | پیرانِ طریقت | ۱۲۶۶ھ حیدرآباد |
|---|---|---|---|
| ۳۱ | محمد علی خان مجددی نقشبندی | تذکرۂ اولیائے خلد آباد شریف | حیدرآباد |
| ۳۲ | عبدالجبار خان ملکاپوری | تذکرۂ اولیائے دکن | ------ |
| ۳۳ | محمد قاسم فرشتہ/محمد عبدالحیی | تاریخ فرشتہ | ------ |
| ۳۴ | رام بابو سکسینہ | تاریخ ادبِ اُردو | راجکمار پریس لکھنوء |
| ۳۵ | ادارہ تصنیف و تالیف | سوانح حیات داتا گنج بخشؒ | اسلامی پرنٹنگ پریس دیوبند |
| ۳۶ | شاہ راجو قتّال حسینیؒ/مولانا سیّد کلیم اللہ حسینی | تحفۃ النصائح | مطبوعہ عمّاد پریس چھتہ بازار حیدرآباد |
| ۳۷ | ڈاکٹر جمیل جالبی | تاریخ ادبِ اُردو | طبع چہارم ۱۹۹۲ء شیبہ پرنٹرس لال کنواں دہلی |
| ۳۸ | شیخ محمد شفیع قادری اکبرآبادی | تذکرۂ خواجگانِ چشت | ۱۳۴۷ء حیدرآباد |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۳۹ | ضیاء الدین برنی | تاریخ فیروز شاہی | فارسی |
| ۴۰ | مرزا اختر دہلوی | تذکرۂ اولیائے ہندو پاک | ----- |
| ۴۱ | کارل ڈبلیوارنسٹ | اٹارنل گارڈن | ------ |
| ۴۲ | ڈاکٹر وہاب اشرفی | تاریخ ادبِ اُردو ابتداء سے ۲۰۰۰ء تک | عفیف آفسیٹ پرنٹرس دہلی ۲۰۰۷ء |
| ۴۳ | پروفیسر نور الحسن نقوی | تاریخ ادبِ اُردو | دہلی |
| ۴۴ | امام خاں | تاریخ خورشید جاہی | فارسی |
| ۴۵ | عبدالحیی | تاریخ خلد آباد | اورنگ آباد |
| ۴۶ | امیر خسروؒ | تاریخ علائی | اشیاٹک سوسائٹی بنگال کلکتہ |
| ۴۷ | خواجہ فرید الدین عطار | تذکراۃ الاولیاء | محمد عادل اسلام دہلی ۱۹۷۰ء |
| ۴۸ | ڈاکٹر ظہور الحسن | تذکرۂ اولیائے ہندو پاک | تاج پبلیشر دہلی ۱۹۹۴ء |
| ۴۹ | جاوید امان | تاریخ اولیائے خلد آباد | اورنگ آباد |

| ۵۰ | ڈاکٹر حمید اللہ بھٹ | انسائیکلو پیڈیا | ۲۰۰۰ء پہلا ایڈیشن قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان نئی دہلی |
|---|---|---|---|
| ۵۱ | محمد حبیب خلیق احمد نظامی | جامع تاریخ ہند | پہلا ایڈشن ۱۹۸۴ء قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان نئی دہلی |
| ۵۲ | سیّد محمد اکبر حسینی / پروفیسر محی الدین دردائی | جوامع الکلیم | بھارت آفسیٹ پرنٹرس دہلی ۲۰۰۰ء |
| ۵۳ | مرزا آغا بیگ | حقیقت ملک عنبر | اورنگ آباد ۱۹۸۸ء |
| ۵۴ | میر حسن مولّف | جبت المحبت وجنتہ المودت | فارسی |
| ۵۵ | کے۔ ایس لال / ڈاکٹر محمد یاسین مظہر صدیقی | خلجی خاندان | ۱۹۸۰ء شک ۱۹۰۱ |

| ۵۶ | غلام سرور | خزینتہ الاصفیہ | فارسی |
|---|---|---|---|
| ۵۷ | حمید قلندر ر احمد علی مرحوم | خیر المجالس | ناز پبلشنگ ہاؤس دہلی |
| ۵۸ | آغا مرزا بیگ | خجستہ بنیاد اورنگ آباد | ۱۹۹۴ء اورنگ آباد |
| ۵۹ | امیر خسروؒ | خزانہ الفتح | وحید مرزا کلکتہ |
| ۶۰ | نصیر الدین ہاشمی | دکن میں اُردو | آر کے پورم نئی دہلی ۱۹۸۰ء |
| ۶۱ | پروفیسر غلام یزدانی | دکن کی قدیم تاریخ | جنوری، مارچ ۱۹۸۴ء |
| ۶۲ | ما ما دیشمکھ | دلی سلطان شاہی چہ اتحاس | وشو بھارتی پر کاشن ناگپور |
| ۶۳ | ڈاکٹر میر ولی الدین | دی قرانیک صوفیزم | موتی لال بنارسی داس دہلی ۱۹۷۷ء |
| ۶۴ | انیل سنگھاڑے | دکشن بھارتا چہ اتحاس ساتواہن تے یادو | وشو بھارتی پر کاشن ناگپور |

| ۶۵ | کے ایس رائے | دی دہلی سلطان جلد چہارم | بھارتیہ ودھیا بھون ممبئی ۱۹۶۱ء |
|---|---|---|---|
| ۶۶ | بھگوت شرن | دکنی ساہتیہ کا اودھے وکاس | وارنسی ۱۹۷۷ء |
| ۶۷ | ڈاکٹر شری رام شرما | دکنی ہندی کا اُدبھواور وکاس | وینس پرکاشن پونے |
| ۶۸ | برمانند دیش پانڈے | دیوگیری چے یادو | وینس پرکاشن پونے |
| ۶۹ | شیخ محمد اکرام | رودِ کوثر | طبع پنجم حیدرآباد |
| ۷۰ | مولوی رونق علی صاحب | روضۃ الاقطاب | چوتھا ایڈشن اورنگ آباد فروری ۲۰۰۰ء |
| ۷۱ | علامہ غلام علی آزاد بلگرامیؒ | روضۃ الاولیاء | طباعت اوّل ۱۹۹۶ء |
| ۷۲ | شیخ ابنِ بطوطہ | سفرنامہ ابنِ بطوطہ | ------ |
| ۷۳ | آغا مرزا بیگ | سوانح حیات ملک عنبر | اورنگ آباد ۱۹۸۸ء |

| ۷۴ | سیّد محمد بن مبارک کرمانی | سیر الاولیاء | کاشف آفسیٹ پرنٹرس دہلی سنہ ۱۹۹۹ء |
|---|---|---|---|
| ۷۵ | حضرت سعیدی بزرگ | سرور الصدور و نور البدور | جام نور پرنٹنگ ایجنسی دہلی رمضان المبارک سنہ ۱۴۲۵ھ |
| ۷۶ | حضرت مولانا سیّد ابو الحسن علی ندوی | سوانح محبوبِ الٰہیؒ | پہلا ایڈیشن سنہ ۱۹۹۸ء حیدر آباد |
| ۷۷ | مولانا شاہ محمد علی | سیرِ محمدی | بندہ نواز ریسرچ سینٹر گلبرگہ سنہ ۱۹۷۱ء |
| ۷۸ | ڈاکٹر دیورے | شارٹ ہسٹری آف لٹریچر | |
| ۷۹ | وحیدہ نسیم | شاہانِ بے تاج | سنہ ۱۹۸۲ء اورنگ آباد |

| ۸۰ | ڈاکٹر اعجاز شیخ | صوفی سمپر دائے دھارمیک وسماجیک | چنمئے پرکاشن انیتا پرنٹ ہاؤس اورنگ آباد ۱۹۶۰ء پونے |
|---|---|---|---|
| ۸۱ | سیتو مادھوراؤ پگڑی | صوفی سمپر دائے | پرچورے پرکاشن پرتھم وروتی |
| ۸۲ | تیواری راجپوت | صوفی مت سادھن اور ساہتیہ | پونے |
| ۸۳ | عربیری پی جے | صوفیزم | آکسفورڈ پریس لندن ۱۹۵۰ء |
| ۸۴ | وکیل علیم | صوفی سمپر دائے چے انت رنگ | پرتیا پرکاشن پونے |
| ۸۵ | اے۔جی کلیم | ریلزن آف اسلام | کاسمو پبلک ہاؤس نئی دہلی |
| ۸۶ | کے۔ایس خواجہ خان | اسٹڈیز اِن تصوف | ادارہ ادبیات دہلی ۱۹۷۱ء |
| ۸۷ | شہزادہ داراشکوہ | سفینۃ الاولیاء | ناز پبلشنگ ہاؤس حیدرآباد |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۸۸ | شہزادہ دارا شکوہ | سکینۃ الاولیاء | ناز پبلشنگ ہاؤس حیدر آباد |
| ۸۹ | حضرت شہاب الدین سہروردی / شمس بریلوی | عوارف المعارف | اسٹار پریس دہلی نومبر ۱۹۸۶ء |
| ۹۰ | ڈاکٹر میر فیضل الدین علی خان | عہدِ بہمنیہ کا فرہنگی و اجتماعی ادبی سرمایہ | عادل کمپیوٹر گرافکس، جمال مارکیٹ چھتہ بازار حیدر آباد |
| ۹۱ | سیّد سلیمان ندوی | عرب اور بھارت کے سمبھند | الہٰ آباد کتاب محل |
| ۹۲ | پروفیسر ذبیح اللہ صفا | فارسی ادب کے ارتقاء کی مختصر تاریخ | تہران یونیورسٹی تہران |
| ۹۳ | امیر حسن علاء سجزیؒ / حسن ثانی نظامیؒ | فوائد الفواد | ایم۔ آر پرنٹرس نئی دہلی ۲۰۰۷ء |
| ۹۴ | رما شنکر ترپاٹھی / سیّد سخی حسن نقوی | قدیم ہندوستان کی تاریخ | پہلا ایڈیشن ۱۹۸۱ء |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۹۵ | محمد جمال قوّام / نثار احمد فاروقی | قوام العقائد | ادارہ نشر و اشاعت جامع العلوم فوقانیہ مستن گنج رامپور |
| ۹۶ | سیّد عابد علی وجدی الحسینی | قطب مالوہ | ۱۹۸۳ء حیدر آباد |
| ۹۷ | میراں یعقوب خدانمائی | شمائل الاتقیاء | ۱۶۶۷ء دکنی اُردو اشرف پریس حیدر آباد |
| ۹۸ | سیّد علی ہجویری / علامہ فضل الدین گوہر | کشف المحجوب | پرویز بک ڈپو حیدر آباد |
| ۹۹ | سیّد امداد امام اثر | کاشف الحقائق معروف بہ بہارِستانِ سخن | حیدر آباد |
| ۱۰۰ | محمد عبدالحیی | گلستانِ خلد آباد | ۲۰۰۱ء اورنگ آباد |
| ۱۰۱ | ابومحمد شیخ | گلستانِ اولیاء | جون ۱۹۹۵ء اورنگ آباد |
| ۱۰۲ | حسن بن موسیٰ شطاری | گلزارِ ابرار | فارسی |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۰۳ | عبدالمجید صدیقی | مقدمہ تاریخ دکن | ادارۂ ادبیاتِ اُردو ۱۹۴۰ء حیدرآباد |
| ۱۰۴ | سیّد قادر بادشاہ | ملفوظِ کبیر معہ اعراب و ترجمہ مسمّیٰ بہ سیفِ دستگیر | رضا کمپیوٹرس، منظور پورہ اورنگ آباد |
| ۱۰۵ | مولانا جلال الدین محمد رومی رمولانا شمس بریلوی | ملفوظات مولانا روم | اشاعتِ دوّم ۲۰۰۱ء ادبی دُنیا مٹیا محل |
| ۱۰۶ | شیخ محمد اکرام | موجِ کوثر | طبع پنجم |
| ۱۰۷ | مستجاب الدین | مکاشفات الاولیاء | اورنگ آباد |
| ۱۰۸ | حسینی کوثر سلطانہ | ماہِ دکن | اشاعتِ اوّل فروری ۲۰۰۸ء اورنگ آباد |
| ۱۰۹ | مسعود حسین خان | مقدمہ تاریخ زبانِ اُردو | شیبا پرنٹرس دہلی ۶ |
| ۱۱۰ | ش۔گ کولارکر | مدھیوگین بھارتاچہ اتحاس | اورنگ آباد |
| ۱۱۱ | بشیر الدین احمد | مملکت بیجاپور | جلد سوّم آگرہ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۱۲ | دلیش پانڈے نارائن | مراٹھی وانڈ مئے چہ اتحاس | وینس پرکاشن پونے |
| ۱۱۳ | سیّد مرتضیٰ علی شاہ | مختصر سوانح حیات | عثمانہ آباد |
| ۱۱۴ | محمد اشفاق حسین | قوالی اور اسلام | ۱۹۷۶ء حیدر آباد |
| ۱۱۵ | باباشاہ محمود محب اللہ فاروقی | ملفوظاتِ نقشبندیہ | ۱۹۹۹ء بارِ اوّل سپر کامپرنٹس مومن پورہ ناگپور |
| ۱۱۶ | آر کے پرڑکر | مانوی سنسکرتی چہ اتحاس | کتاب محل الہٰ آباد |
| ۱۱۷ | محمد قدرت اللہ | نتائج الافکار | فارسی |
| ۱۱۸ | شیخ عبدالرحمن جامی رشمس بریلوی | نفحات الانس | حیدر آباد |
| ۱۱۹ | خواجہ رُکن الدین کاشانیؒ رشبیب انور علوی | نفائس الانفاس | بارِ اوّل ۲۰۱۲ء کاکوروی لکھنؤ |
| ۱۲۰ | خواجہ سیّد حسن نظامی | نظامی بنسری رتاریخِ اولیاء | چھٹی اشاعت جولائی ۲۰۰۹ء |
| ۱۲۱ | نعیم الدین | ہندوستان میں فارسی ادب | حیدر آباد |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ۱۲۲ | امیر خسرو | ہشت بہشت | دہلی ٦ |
| ۱۲۳ | یزدانی بدر | ہسٹری اینڈ اٹس مینومنٹس | لنڈن<br>پریس رلنڈن |
| ۱۲۴ | میر حسن مولف رنثار احمد فاروقی | ہدایت القلوب | ماہ نامہ منادی<br>سنہ ۱۹۹۲ء |
| ۱۲۵ | عظیم الحق جنیدی | مآثرِ عجم | حیدر آباد |
| ۱۲٦ | بحر العلم شرح عین العلم | مولوی سیّد محمد شاہ | |
| ۱۲۷ | باب المعرفت | | |
| ۱۲۸ | مولانا الٰہی بخش | ترجمہ مثنوی مولانا روم | |
| ۱۲۹ | مولوی غضنفر علی خاں | ترجمہ باب العشق از کتاب احیاء العلم | |
| ۱۳۰ | | دستور الایمان | |
| ۱۳۱ | | زاد الایمان | |
| ۱۳۲ | مولوی نور الحق صاحب | شرح دیوان حافظ | |
| ۱۳۳ | مولوی نجف علی خاں | شرح قصیدہ غوثیہ | |
| ۱۳۴ | عباد اللہ | کلید معرفت | |

| ۱۳۵ | مولوی احمد علی | آثار الصالحین ترجمہ روض الریاحین | |
|---|---|---|---|
| ۱۳۶ | عباد اللہ | نور الایمان | |

☆رسائل☆

| سلسلہ نمبر | اسمائے رسالہ | کہاں شائع ہوا |
|---|---|---|
| ۱ | ماہ نامہ سب رس | حیدر آباد |
| ۲ | ماہ نامہ خضرِ راہ | الہٰ آباد |
| ۳ | ماہ نامہ فنون | اورنگ آباد |
| ۴ | سہ ماہی امام الاولیاء | اورنگ آباد |
| ۵ | سہ ماہی نورس کے گیت | دھولیہ |
| ۶ | روزنامہ اورنگ آباد ٹائمز | اورنگ آباد |
| ۷ | روزنامہ دعوت | حیدر آباد |
| ۸ | ہندی بنام دکنی | اورنگ آباد |
| ۹ | ماہ نامہ آستانہ | دہلی |
| ۱۰ | سُلطانِ ہند | اجمیر |
| ۱۱ | طلسماتی دُنیا | دیوبند |

| ۱۲ | ماہ نامہ قصے | دہلی |
|---|---|---|
| ۱۳ | ماہ نامہ آئندہ | کراچی |
| ۱۴ | نیا سفر | الٰہ آباد |
| ۱۵ | استعارہ | نئی دہلی |
| ۱۶ | ماہ نامہ کتاب | لکھنؤ |
| ۱۷ | نیا ورق | ممبئی |
| ۱۸ | ماہ نامہ نشانات | مالیگاؤں |
| ۱۹ | نیا اُفق | ناگپور |
| ۲۰ | معارف | اعظم گڑھ |
| ۲۱ | آموزگار | جلگاؤں |

## ٭ماخذ و گفتگو٭

| سلسلہ نمبر | اسمائے خادم و مجاور | اسمائے درگاہ/مقام |
|---|---|---|
| ۱ | عبدالمجید عبدالحمید | درگاہ حضرت خواجہ برہان الدین غریبؒ خلد آباد |
| ۲ | فصیح الدین صاحب | درگاہ حضرت خواجہ زین الدین شیرازیؒ خلد آباد |

| | | |
|---|---|---|
| ۳ | شیخ جاوید بن محمد یوسف (ننھے میاں) | درگاہ حضرت خواجہ منتجب الدین زرـ زری زرـ بخشؒ خلد آباد شریف |
| ۴ | شیخ میاں صاحب | درگاہ حضرت خواجہ شاہ راجو قتال حسینیؒ |
| ۵ | منیر الدین صاحب | درگاہ حضرت خواجہ امیر حسن اعلائے سجزیؒ خلد آباد |
| ۶ | گلاب شاہ صاحب | درگاہ حضرت خواجہ شاہ خاکسار صاحب خلد آباد شریف |
| ۷ | شمس الدین صاحب | درگاہ حضرت خواجہ شاہ جلال الدین گنجِ رواں سہروردیؒ |
| ۸ | فرزندانِ شمس الدین | درگاہ حضرت خواجہ مومن عارف باللہؒ دولت آباد |
| ۹ | جناب محمد حسین صاحب | درگاہ حضرت خواجہ بہاؤ الدین انصاری شطاریؒ |
| ۱۰ | مرزا ابراہیم بیگ عرف لالہ میاں | درگاہ حضرت خواجہ شاہ نور حمویؒ اورنگ آباد |
| ۱۱ | محمد میاں صاحب | درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اورنگ آبادیؒ |

## ☆اشاریہ ضمیمہ تتمہ☆

### آ



### الف:۔



نوٹ:۔محمد شفیع الدین صاحب (لائبریرین) ڈاکٹر مرزا بیگ فرحین جہاں اور بیگ حور بانو نے یہ اشاریہ تیار کیا ہے۔

**پ:۔**

خ:۔

## ق:۔

ک:۔

## ل:۔



## م:۔

سرزمین دکن ہمیشہ سے ہی اہلِ دُنیا کے لئے جاذبِ نظر اور روحانی کشش کا باعث رہی ہے۔ اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ تقریباً تیسری و چوتھی صدی ہجری سے ہی بزرگانِ دین و عارفین تبلیغ دین و اشاعتِ اسلام کے اعلیٰ وارفع مقصد کے تحت ہندوستان اور بالخصوص دکن کے لوگوں کو روحانی فیض پہنچاتے رہے کئی اولیائے کرام نے خلد آباد کو اپنا مسکن بنایا اور یہیں بود باش اختیار کی۔ انھوں نے دینی ادبی اخلاقی اور روحانی تعلیمات کے ساتھ ساتھ اُردو کی نشو ونما میں بھی اہم رول ادا کیا۔

علاقہ دکن کی ہواؤں، فضاؤں، کہساروں، آبشاروں، گھاٹیوں اور وادیوں نے انہیں تسکین روح کا سامان مہیا کیا۔ یہیں پر انہوں نے اپنی تعلیمات کو عام کرنے کا اہم فریضہ سرانجام دیا۔ چونکہ مقصد اعلیٰ ان کے پیش نظر تھا اس لئے ان کے فرمودات عوام پر اثر انداز ہونے لگے اس طرح روحانی تسکین کا سامان بہم پہنچنے لگا اور پھر روحانی سکون کے حصول کی خاطر لوگ دور دراز سے جوق در جوق آنے لگے۔ اور زانوئے تلمذ تہہ کرنے لگے۔

بزرگانِ دین کی بے لوث کاوشوں اور ان کے ملفوظات کی اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مریدوں نے ان فرمودات کو ضبطِ تحریر میں لانا شروع کیا اور پھر ان ملفوظات کی تاریخی وادبی اہمیت مسلم ہوگئی۔ اس بات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر فرحین مرزا بیگ نے ۱۴ ویں صدی عیسوی کی اہم ملفوظاتی کتابوں و رسائل کے تراجم کا تحقیقی و تجزیاتی جائزہ اورنگ آباد و مضافات اورنگ آباد کے حوالے سے پیش کیا اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ انھیں ہمیشہ سے ہی بزرگانِ دین سے عقیدت رہی ہے ان کے مضامین اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ ''انوارِ خُلد'' ڈاکٹر مرزا بیگ فرحین جہاں کی تحریر کردہ کتاب ہے جو ان کے تحقیقی مقالہ پر مبنی ہے۔ جس میں اُردو داں، اہلِ ذوق اور روحانیت کے متلاشیوں کے لئے بزرگانِ دین کے اعلیٰ افکار، پاکیزہ خیالات کے ساتھ ساتھ ادبی، اخلاقی اور روحانی تعلیمات ملتی ہیں بزرگانِ دین نے اخوت اور مساوات کا جو درس دیا وہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ ''انوارِ خُلد'' تحریر کر کے ڈاکٹر فرحین مرزا بیگ نے اپنے اس مقدس دیار کی اور وطن مالوف کی نہ صرف پاسداری کی بلکہ امانت داری کا بھی حق ادا کرنے کی کوشش کی میں ان کی اس کوشش کو سراہتے ہوئے انہیں مبارک باد پیش کرتی ہوں اور اُمید کرتی ہوں کہ یہ کتاب روحانیت کی تعلیم کے حصول میں سودمند ثابت ہوگی انشااللہ

پروفیسر ڈاکٹر قاضی اختر سلطانہ
صدر شعبہ اُردو چشتیہ کالج آف آرٹس خلد آباد ضلع اورنگ آباد (ایم۔ایس)

حضرت نظام الدین پیش امام چہاردہ صد اولیاءؒ

حضرت شاہ چاند بودھلےؒ

سرزمین دکن ہمیشہ سے ہی اہلِ دُنیا کے لئے جاذبِ نظر اور روحانی کشش کا باعث رہی ہے۔
اس کی اہم وجہ یہ ہے کہ تقریباً تیسری و چوتھی صدی ہجری سے ہی بزرگانِ دین و عارفین تبلیغ دین و اشاعتِ اسلام کے اعلیٰ وارفع مقصد کے تحت ہندوستان اور بالخصوص دکن کے لوگوں کو روحانی فیض پہنچاتے رہے کئی اولیائے کرام نے خلد آباد کو اپنا مسکن بنایا اور یہیں بود باش اختیار کی۔ انھوں نے دینی' ادبی' اخلاقی اور روحانی تعلیمات کے ساتھ ساتھ اُردو کی نشو ونما میں بھی اہم رول ادا کیا۔
علاقہ دکن کی ہواؤں' فضاؤں' کہساروں' آبشاروں' گھاٹیوں اور وادیوں نے انہیں تسکین روح کا سامان مہیا کیا۔ یہیں پر انہوں نے اپنی تعلیمات کو عام کرنے کا اہم فریضہ سرانجام دیا۔ چونکہ مقصد اعلیٰ ان کے پیش نظر تھا اس لئے ان کے فرمودات عوام پر اثر انداز ہونے لگے اس طرح روحانی تسکین کا سامان بہم پہنچنے لگا اور پھر روحانی سکون کے حصول کی خاطر لوگ دور دراز سے جوق در جوق آنے لگے۔ اور زانوئے تلمذ تہہ کرنے لگے۔ بزرگانِ دین کی بے لوث کاوشوں اور ان کے ملفوظات کی اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے مریدوں نے ان فرمودات کو ضبطِ تحریر میں لانا شروع کیا اور پھر ان ملفوظات کی تاریخی و ادبی اہمیت مسلم ہوگئی۔ اس بات کو مد نظر رکھتے ہوئے ڈاکٹر فرحین مرزا بیگ نے ۱۴ویں صدی عیسوی کی اہم ملفوظاتی کتابوں ورسائل کے تراجم کا تحقیقی و تجزیاتی جائزہ اورنگ آباد و مضافات اورنگ آباد کے حوالے سے پیش کیا اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ انھیں ہمیشہ سے ہی بزرگانِ دین سے عقیدت رہی ہے ان کے مضامین اخبارات و رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔ ''انوارِ خُلد'' ڈاکٹر مرزا بیگ فرحین جہاں کی تحریر کردہ کتاب ہے جو ان کے تحقیقی مقالہ پر مبنی ہے۔ جس میں اُردوداں' اہلِ ذوق اور روحانیت کے متلاشیوں کے لئے بزرگانِ دین کے اعلیٰ افکار' پاکیزہ خیالات کے ساتھ ساتھ ادبی' اخلاقی اور روحانی تعلیمات ملتی ہیں بزرگانِ دین نے اخوت اور مساوات کا جو درس دیا وہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ ''انوارِ خُلد'' تحریر کر کے ڈاکٹر فرحین مرزا بیگ نے اپنے اس مقدس دیار کی اور وطن مالوف کی نہ صرف پاسداری کی بلکہ امانت داری کا بھی حق ادا کرنے کی کوشش کی میں ان کی اس کوشش کو سراہتے ہوئے انہیں مبارک باد پیش کرتی ہوں اور اُمید کرتی ہوں کہ یہ کتاب روحانیت کی تعلیم کے حصول میں سودمند ثابت ہوگی انشاءاللہ۔

پروفیسر ڈاکٹر قاضی اختر سلطانہ
صدر شعبۂ اُردو چشتیہ کالج آف آرٹس خلد آباد ضلع اورنگ آباد (ایم۔ ایس)

SAUDAGAR PUBLICATION
Roshan Gate, Aurangabad. (M.S)

ISBN
978-81-930150-0-1
Rs. 500/-